از نقش و نگارِ در و دیوارِ شکستہ
آثار پدید است صنادیدِ عجم را

اخبار الصّنادید

جلد دوم

(جسمین)

نواب سیّد محمد سعید خان بہادر ابن نواب سید غلام محمد خان بہادر کے زمانے سے عہد نصفت مہد علیحضرت قدر قدرت مخلص الدولہ ناصر الملک امیر الامرا ہز ہائنس نواب سر سیّد محمد حامد علیخان صاحب بہادر مستعد جنگ دام اقبالہ واجلالہ مسند نشین حال تک کے واقعات و حالات و محکمجات و کارنامجات تفصیل وار اور خاتمۂ کتاب مین ریاست رامپور کا جغرافیہ اور اقوام و صنعت و حرفت و اہل خاندان ریاست کے اعزاز و مراسم و دستورات نہایت شرح و بسط سے درج ہین -

(من تالیف لطیف مصنف کتب کثیرہ)

عالم المعی فاضل لوذعی جناب مولوی حکیم محمد نجم الغنی خان صاحب المتخلص بہ نجمی رامپوری عم فیضہ

باہتمام منوہر لال بھارگو بی - اے سپرنٹنڈنٹ
مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ مین طبع ہوئی
۱۹۱۸ء

فہرست مضامین اخبار الصنادید جلد دوم



جناب نواب سید محمد سعید خان بہادر [illegible] آنرا گاہ

اخبار الصنادید

جلد دوم

نواب سید محمد سعید خان بہادر ابن نواب سید غلام محمد خان بہادر کی مسند نشینی

جس دن سے نواب سید غلام محمد خان کعبۃ اللہ کو روانہ ہوئے یہ تھوڑے دنون بنارس مین پھر لکھنؤ مین رہے اپنے مقدمے کی پیروی کے واسطے کلکتے کے سفر کا بھی اتفاق ہوا آخر آخر گورنمنٹ انگریزی کی طرف سے ڈپٹی کلکٹر ہوگئے۔ جب نواب سید احمد علیخان بہادر نے انتقال کیا تو اُنکے صرف ایک دختر شمسہ تاجدار بیگم باقی تھی جسکی مسند نشینی گورنمنٹ انگلشیہ نے نامنظور کی مسٹر فرنسس رو ڈنس قائم مقام ایجنٹ ریاست و کمشنر قسمت روہیلکھنڈ نے خاندان نواب سید فیض اللہ خان سے نواب سید محمد سعید خان کو کہ اُسوقت بدایون مین ڈپٹی کلکٹر تھے مستحق مسند نشینی جانکر سر چارلس مٹکاف صاحب کو جو ممالک ماتحت آگرہ کے لفٹنٹ گورنر تھے رپورٹ کی اُنھون نے لارڈ آکلینڈ صاحب گورنر جنرل ہند سے منظوری چاہی۔ چونکہ لارڈ موصوف خاندان رامپور کے حالات سے بخوبی

واقفیت رکھتے تھے اُنھوں نے فی الفور نواب سید محمد سعید خان بہادر کو والی رامپور تسلیم کیا۔ اور ۲۱ جمادی الاخری ۱۲۵۶ ہجری مطابق ۲۰-اگست ۱۸۴۰ء کو صاحب کمشنر نے نواب سید محمد سعید خان کو مسند نشین کیا نواب صاحب کے جلوس کی تاریخ اس مصرع سے نکلتی ہے مصرع

آب رفتہ باز در جو آمد ش

حکیم احمد خان فاخر نے جلوس نواب محمد سعید خان بہادر سے بھی تاریخ مسند نشینی نکالی ہے۔

از حکیم مومن خان دہلوی

رام پور اک زمان ممتد سے ‏ تیرے مقدم کا تھا تمنائی
جب پذیرا ہوئی دعائے دیار ‏ لے سرایا قبول فرمائی
یعنی اس ملک کے نصیب کھلے ‏ تیرے قدمونپہ کی جبین سائی
تیرے خدام کے نصیب ہوئی ‏ حکمرانی و کار فرمائی
تجھکو شائستہ کرسی عزت ‏ تجھکو زیبا سریر آرائی
مین ہوا گرم فکر سال جلوس ‏ ناگہان غیب سے صدا آئی
کہ محمد سعید خان کو ملی ‏ ورثۃً صدر کام آبائی
اس وسادے پہ تجھکو بٹھلا کر ‏ مین نے تاریخ کی روش پائی

۲۱-اگست ۱۸۴۰ء کو ایک عہدنامہ نواب سید محمد سعید خان بہادر سے لکھوایا۔

ترجمہ اقرار نامہ مقبولہ نواب سید محمد سعید خان بہادر

حسب الحکم گورنر جنرل صاحب کے رامپور کی حکمرانی مجکو ملی ہے اسواسطے

مین اقرار کرتا ہون کہ میری حکومت کے متعلق معاملات معدلت کے ساتھ انصرام پاتینگے اور کل پٹھان اور توابعین جس طرح ابتک رہے ہین آیندہ بھی اسی طرح بسر کرینگے اور انکی اسی قدر پرورش ہوگی جیسی ابتک ہوتی تھی اور مین اپنے نیک رویہ سے انکو راضی اور خوش رکھونگا اور خاندان اور دوسرے رشتہ دارونکے مواجب کے بارے مین جو طریقہ ابتک رہا ہے بدستور جاری رہیگا اور میری دوستی اور محبت مین دختر اور بیوہ نواب سید احمد علیخان مرحوم کیجانب کبھی فرق نہ پڑیگا اور انکے واسطے مین مشاہرہ حسب تفصیل ذیل مقرر کرتا ہون

دختر نواب مرحوم	الـ	ماہواری
صاحب محل۔	اسار	〃
ممتاز محل۔	اسار	〃
چودھرائن۔	سار	〃
ڈیوڑھی بالاخانہ۔	سار	〃
دھاری کھانڈ۔	سار	〃
والدۂ شیدا علیخان پسر متوفی نواب مرحوم۔	مار	〃
والدۂ دختر نواب مرحوم۔	سار	〃
کلو خانم۔	صہر	〃
چھٹو خانم۔	صہر	〃
مردھا مستی۔	صہر	〃
چار گانے والی عورتین۔	صہر	〃

قانون ومعدلت ۔ اور انتظامات ملکی وفوجی ۔ اور تعمیرات

نواب سید محمد سعید خان بہادر کے ہمراہ دو شخص شاہ محمد خان ساکن مرادآباد اور حکیم سعادت علیخان ساکن آنولہ بھی آئے تھے اور یہ دونون دانش طبعی وعقلی سے آشنا تھے جوہر متانت اور مزاج دانی کی قابلیت رکھتے تھے ۔ اول جماعہ اہل خاندان نے نذرین دکھائین ۔ پھر ارباب فوج اور معززان شہر کی نذرین ہوئین ۔ شاہ محمد خان مخاطب بہ نیابت ہوے اور حکیم سعادت علی خان فوج کے جنرل ۔ نواب صاحب نے اصول ریاست عمدہ قائم اور لائق اور نادر اہلکار جمع کیے تمام کاروبار ریاست بذات خود صبح کے چار بجے سے رات کے گیارہ بجے تک کرتے تھے ۔

آہستہ آہستہ تمام خوانین وسرگردگان کو نیست ونابود کردیا اُن کے بازو اس طرح توڑے کہ ہلنے کے قابل نرہے دربار مین حاضر ہو تنخواہ نقد لو گھرون مین بیٹھے باتین بنایا کرو ۔ افسر وبیر فوج کو نہ چھوڑا ملازمان فوج کی رسالہ بندی ہوئی پلٹن اور توپخانے کا انتظام کیا گیا وردی مقرر ہوئی افسران قواعددان مامور کرکے قواعد سکھائی گئی کچھ دنون عربی الفاظ سے قواعد ہوئی پھر زبان انگریزی مین اور ۱۸۴۲ء مین آپکو چار توپین انگریزی سرکار نے عطا کین ۔ صاحبزادہ سید عبد العلی خان عرف منجھلے صاحب اپنے حقیقی بھائی کو ابتداءً علاقہ سینگن کھیڑے کا تحصیلدار کیا اور سید حفیظ اللہ خان عرف چھوٹے صاحب علاقہ نگریا کے تحصیلدار ہوے ۔ خانزادہ معز اللہ خان تحصیلداری بلاسپور پر مامور ہوے اور محمد عظیم اخونزادہ جسکے متعلق علاقہ اکبرآباد تھا اور اس سے

بہت سے رشتہ دار جو عہد نواب سید احمد علیخان بہادر سے اُس علاقے پر دخیل کار تھے اور سرکاری محاسبہ و مطالبہ رکھتے تھے مقید کیے گئے۔ عظیم اخونزادے سے نوابصاحب کو دلی رنجش تھی چھاپی رام و نواری لال وغیرہ متعلقین دھونکل سنگھ کو جو روز قتل دھونکل سنگھ سے بلا میعاد مقید تھے رہا کیا تحصیلات۔ عدالتہائے دیوانی و فوجداری و مرافعہ و پرچہ اخبار مقرر کیا خاص اپنے محکمہ کا نام صدر قرار دیا پہلے یہ محکمے بالکل نہ تھے ۱۸۶۱ء میں ایک کوتوالی اور اُسکے ماتحت خاص شہر میں سولہ تھانے مقامات ذیل میں قائم کیے اور وہ اس طرح مشہور کیے گئے (۱) تھانہ چوک ترپولیا۔ (۲) تھانہ ٹکٹی چھپانی (۳) تھانہ عثمان خان (۴) تھانہ راجدوارہ (۵) تھانہ کنڈہ (۶) تھانہ خشکان (۷) تھانہ مزریہ فتح علیخان (۸) تھانہ احمد خان رزڑ (۹) تھانہ پاکھڑ منور خان (۱۰) تھانہ نالہ پار (۱۱) تھانہ مزریہ ملا ظریف (۱۲) تھانہ گنج (۱۳) تھانہ باغ شاہ بیگم (۱۴) تھانہ گاؤ خانہ وغیرہ۔

وقت دربار و رپورٹ خوانی قبل از طلوع آفتاب مقرر کیا۔ کچھ دنوں رپورٹ کے احکام پر صاحبزادہ سید کاظم علیخان دستخط کرتے رہے اور پھر صرف سررشتہ دار صدر کے دستخط سے کارروائی ہوتی تھی شاہ محمد خان نائب ریاست نے ۱۲۸۵ ہجری میں انتقال کیا تو منجھلے صاحب ہزار روپیہ ماہوار پر نائب ریاست اور انکے بڑے فرزند سید عباس علی خان تحصیلدار سینگن کھیڑہ مقرر ہوے اور سید عنایت علی خان فرزند ثانی تحصیلدار لانبا کھیڑہ کیے گئے منجھلے صاحب نہایت محتاط تھے واجب الطلب میں کسی کی رعایت کرنے والے نہ تھے اور باخبر اہلکار تھے اور

ایک ایک رقم مندرجۂ دفتر پر گرفت کرتے تھے باوجود ان سب باتون کے جو کچھ کرتے تھے نواب کی خیرخواہی سمجھ کر کرتے تھے اور خزانۂ سرکاری مین داخل کرتے تھے۔ دقائق سیاق اور حقائق حساب مین بے نظیر تھے محاسبون کے کاروبار مین باریکیان نکالتے تھے یہ بات بھی قابل تحریر ہے کہ انتظام کے بہت سے جزئیات منجھلے صاحب کے نکالے ہوے تھے اور بے شک انھون نے کاغذات کی چھان بین اور انتظام دفتر مین بڑی عرقریزی کی مگر اتفاق تقدیری ہے کہ انکا کوئی نام بھی نہین جانتا جس عمدہ انتظام کا ذکر آتا ہے نواب سید محمد سعید خان کا نام پکارا جاتا ہے۔

نواب سید احمد علیخان بہادر کے عہد کا ایک رقعہ تعدادی ایک لاکھ روپیہ کا بصیغۂ عنایت سمی دھوکل سنگھ دیوان جانکی پرشاد کا لکھا ہوا دفتر سے برآمد ہوا۔ منجھلے صاحب دیوان پر معترض ہوے کہ یہ رقعہ تمھارے ہاتھ کا تحریر ہے۔ دیوان نے کہا کہ اسکی وجہ اسی رقعہ مین تحریر ہے ہرچند رقعہ پڑھا کوئی وجہ معلوم نہوئی آخر خفا ہو کر کہا کہ صاف جواب دو دیوان نے کہا کہ پشت رقعہ ملاحظہ کیجیے۔ دیکھا تو ایک گوشے پر لفظ لا دوسرے پر چا تیسرے پر صرف ر چوتھے پر ہم تحریر ہے جسکے جمع کرنے سے لاچارم بنتا ہے منجھلے صاحب اُس رقعہ کو مع دیوان جانکی پرشاد نواب صاحب کے پاس لیگئے نواب صاحب نے حقیقت حال دریافت کی دیوان نے عرض کیا کہ دھوکل سنگھ حاکم جابر تھا۔ نواب سید احمد علیخان بہادر کے مرض الموت کے ہنگام مین اُس نے یہ رقعہ بکمال تہدید و جبر سے لکھوا لیا مین نے لاچار ہو کر اور اُس کی آنکھ بچا کر یہ الفاظ تحریر کر دیے نواب صاحب دیوان کی

اس چالاکی سے نہایت خوش ہوے اور کچھ مواخذہ نہ کیا اور فرمایا کہ یہان وہ مثل صادق آئی کہ ہنڈی لکھی توپ پر بیٹھ کے۔ کہان ہین وہ لوگ جو کہتے ہین کہ نوکر وفادار جبھی ہوتا ہے جب اُسکے خیالات اور حالات اور اعتقاد بھی آقا کے ساتھ ایک ہو جائین وہ آئین اور اس دیوان کے حالات سے سبق پڑھین کہ سچے مذہب والے وہی لوگ ہین جو اپنے آقا کی خدمت صدق و یقین سے بجا لائین بلکہ جتنا صدق و یقین مذہب مین زیادہ ہوگا اُتنی ہی وفاداری اور جان نثاری زیادہ صدق و یقین کے ساتھ ہو گی۔

محمد عظیم اخونزادہ کارندۂ نواب سید احمد علی خانصاحب کو صاحبزادۂ سید عنایت اللہ خان نے اپنی ضمانت پر رہا کرادیا بعد رہائی اُس کا انتقال ہو گیا عبدالرحیم خان وغیرہ بعد وصول زر مطالبہ بہ نیلام جائداد جلاوطن کیے گئے چونکہ منجھلے صاحب کو کار نیابت کی کثرت تھی اِس لیے صاحبزادہ سید عنایت علیخان اُنکی پیش دستی مین مقرر ہوے اور اُن کے انتقال کے بعد صاحبزادۂ سید عباس علیخان اُن کی جگہ مامور کیے گئے۔

تمام شہر خام تھا نواب صاحب بہادر کے حسن انتظام سے اکثر عمارتین پختہ بنگئین لنگی اور کھیس اوڑھنے کا دستور تھا اس عہد مین رومال اور دوشالے اوڑھنے لگے شہر مین قیمتی اسباب کا نام نہ تھا اب اجناس بیش قیمت بازارون مین آنے لگین ملک اس قدر ویران ہو گیا تھا کہ جس سال یہ مسند نشین ہوے تھے چار لاکھ اکیس ہزار تین سو ستر روپے بارہ آنے کی آمدنی ہوئی تھی جس مین سے پرگنات کی نکاسی دو لاکھ ۹۱ ہزار ۴ سو ۳۲ روپے ۳ آنے ہوئی تھی نواب سید محمد سعید خان

نوابی حاصل ہونے سے پہلے ضلع بدایون مین ڈپٹی کلکٹری پر انگریزی سرکار کے ملازم تھے اسوجہ سے اُنکو انگریزی قواعد کے موافق مالی کام مین پوری مداخلت ہوگئی تھی پس اُن کے حسنِ انتظام سے روز بروز آبادی بڑھتی گئی حاصل ملک ہرسال افزون ہوتا گیا چنانچہ ۱۲۵۱ فصلی (مطابق ۹ ستمبر ۱۸۴۳ء لغایت ۲۶ ستمبر ۱۸۴۴ء) مین آٹھ لاکھ ترانوے ہزار تین سو اٹھانوے روپے آٹھ آنے کی آمدنی ہوئی جسمین سے چھ لاکھ ساٹھ ہزار دو سو پینتالیس روپے پونے پانچ آنے آمدنی مال یعنی پرگنات کی نکاسی تھی باقی رقم سوائی کی آمدنی اور ۱۲۶۲ فصلی (مطابق ستمبر ۱۸۵۴ء سے ۲۶ ستمبر ۱۸۵۵ء تک) مین پرگنات کی نکاسی دس لاکھ اُنچاس ہزار چار سو باسٹھ روپے ہوئی تھی۔

عہد نواب سید احمد علی خان بہادر مین شہر کے بازارونکی حالت نہایت خراب تھی گو دروازۂ قلعہ نواب سید فیض اللہ خان بہادر سے بازار صاحبزادۂ سید نیاز علی خان تک دوکانین پختہ تھین مگر سائبان کہین چھپر کے تھے کہین کھپریل کے تھے اور سڑک بھی تنگ اور دوکانین پست تھین۔ اُنکے عہد مین بازار لوٹا چھتین بلند کی گئین سائبان موقوف ہوگئے۔ جن بازارونمین سڑکین نہ تھین کیچڑ اس قدر ہوتی تھی کہ گذر دشوار تھا۔ علی الخصوص چند مقامات مشہور تھے نواب سید محمد سعید خان بہادر نے بیلدار مقرر کرکے کیچڑ بالکل موقوف کرادی۔ جس سے چلنے والونکی تکلیف رفع ہوگئی۔ مولوی عبد القادر صدر الصدور مرادآباد جنکا عرف مولوی عبد القادر چیف ہے جب یہان آکر نوکر ہوے تو راستے صاف پائے نواب صاحب سے کہا کہ بہت افسوس کا مقام ہے کہ آپ نے اپنی ریاست مین

وہ کیچڑیں جو صاحبزادہ سید سعادت علی خان اور صاحبزادہ سید نیاز علی خان اور صاحبزادہ سید احمد یار خان کے مکانات کے متصل نواب سید فیض اللہ خان کے عہد سے مشہور و معروف چلی آتی تھیں بالکل موقوف کرا دیں ضرور تھا کہ کچھ نشان انکا رکھا جاتا۔ نواب صاحب اس لطیفے پر بہت ہنسے اور کہا کہ فی الواقع ہم سے غلطی ہوئی ہم اسکے معترف ہیں۔

نواب صاحب کی قدردانی سے جو باکمال اور قابل لوگ ریاست میں جمع ہوئے اُن میں سے چند کا حال تو تم پڑھ چکے اب بڑی ناانصافی ہوگی کہ ہم شیخ وحید الزمان خان ابن منعم الزمان خان متوطن قصبۂ فرخ آباد عرف چلاوان مضافات لکھنؤ کا تھوڑا تذکرہ نہ کریں یہ صاحب آگرہ میں محکمۂ صدر کے سررشتہ دار تھے نواب سید محمد سعید خان صاحب بہادر سے آگرے کی واقفیت تھی جب نواب موصوف زینت افزائے مسند ریاست ہوئے تو چند روز کے بعد اس قابل آدمی کو بھی اُنھوں نے طلب فرما لیا اور ریاست کا عہدۂ سفارت درمیان سرکار انگریزی اور ریاست کے اُنکے تفویض فرمایا جو نہایت اہم اور رازداری و اعتماد کی خدمت تھی۔

نواب صاحب مذہب امامیہ رکھتے تھے ایک امام باڑہ کوٹھی خورشید منزل کے متصل تعمیر کرایا اور علمہائے نقرئی و طلائی اور ضریحیں اور چند دیگر تبرکات اُس میں رکھے اور اُنکی زندگی تک مجالس عزا اُسی امام باڑے میں ہوتی رہیں شیعہ اور سُنّی ہونا اور بات ہے مگر جھگڑا برا ہے کیونکہ بات ایک ہی ہے تنگ چشم کم حوصلہ سخن پرور ضدی اور بیوقوف کے پلاؤ خور خواہ مخواہ جھگڑے پیدا کرتے ہیں نواب صاحب بھی اگر مذہبی جھگڑالو ہوتے تو وہ رامپور میں اُس وقت آسانی سے

نوابی نکرسکتے کیونکہ ابھی روہیلونکی تلوارمین آب باقی تھی اور اُنکے جنازے کی نماز تو اہل سُنت کیون پڑھنے لگے تھے۔ جو لوگ مذہب مین اُنسے مخالفت رکھتے تھے اُنکے سامنے کبھی ایک لفظ اس قسم کا زبان پر نہین آنے دیتے تھے۔ ایک لکھنوی شیعہ کی زبان سے جو نوابصاحب کے دوستون مین شمار ہوتے تھے اس قسم کی بات نکل گئی جس سے اہل سنت کی دل آزاری متصور تھی نوابصاحب نے اُن سے کہا کہ کیا آپ میری ریاست مین فتور ڈالنا چاہتے ہین اور فوراً اُن کو علیحدہ کردیا نہ وہ وقت ایسا تھا اور نہ نوابصاحب کی عادت ایسی تھی کہ اُنکے مذہبی خیالات اُنھین عداوت اور کینہ وری اور انتقام کے درجے پر پہونچادیتے جب اہل سنت نے اُنکی حکومت کا جوا اپنے کندھونسے اُتار دینے کی کوشش نہ کی۔ گو انگریزی مدد آخر مین روہیلونکو نیچا دکھادیتی مگر نوابصاحب اور اُن کا خاندان روہیلونکے ہاتھ سے صحیح وسلامت باقی نرہتا اُنکی احتیاط ہی کا اثر تھا کہ اہل سنت اُنکی صحبت مین خوش بیٹھتے تھے اور خوش ہوکر اُٹھتے تھے مذہب کا اختلاف جسنے ہزارون لاکھون آدمیون کو گروہ باندھ باندھکر ایک کو دوسرے کے لہو کا پیاسا کردیا ہے نہایت خفیف اور اعتباری فرق ہے اور اس اختلاف مین زیادہ کاوش کرین تو بنی آدم یعنی ایک دادا کی اولاد مین تلوار درمیان مین آجاتی ہے اور بہشت اور دوزخ کا فرق پڑجاتا ہے حالانکہ جھگڑا فقط اتنی بات پر ختم ہوسکتا ہے کہ خیر تمھارے لیے یہ ہو ہمارے لیے یہ ہے آغاپور کے متصل سواران جنگی کیلیے لین تیار کرائی اور شکارگاہ جو بریلی دروازے کے متصل ہے اُس مین خاص رسالے کی چھاؤنی مقرر کی اور باغ بے نظیر کے متصل

ترک سوارونکی لین تیار کرائی اور دروازہ تر پولیا کے سامنے چوک نکالا دونون جانب دو دوکانین درست کرائین۔ دو دوکانون کے عقب مین جانب جنوب اصطبل سرکاری اور بگھی خانہ بنوایا۔ موتی مسجد تعمیر کروائی۔

ریاست کا سب علاقہ خام تحصیل تھا۔ صاحبزادہ سید حفیظ اللہ خان کی رائے سے تجویز ٹھیکہ قرار پائی۔ اور ٹھیکہ دیا گیا۔ ٹھیکہ کی میعاد دس برس مقرر ہوئی ٹھیکے کا طریق یہ قرار پایا کہ جب درخواست کسی موضع یا کئی موضعات کی گذری اُس کا دہ سالہ کاغذ دیکھا گیا۔ تحصیلدار محال سے رائے طلب ہوئی اگر بیشی کی درخواست گذری اشتہار میعادی ایک ماہ کا جاری ہوا اگر اضافہ تھوا تو بقدر نصف جمع کے مستاجر یا ضامن کی جائداد مکفول ضمانت کر لی اور پھر اُس کا اشتہار ہوا کہ اگر کسی کو اس جائداد مین دعوے ہو تو اپنا عذر پیش کرے انقضائے میعاد کے بعد سرکار سے پٹہ دیا گیا۔ اور مستاجر کو دخل دلایا گیا۔ اگر تا میعاد بندوبست زر سرکاری قسط بہ قسط سال بہ سال وصول ہوتا رہا تو بدستور ورنہ جائداد مکفولہ سے یا مستاجر کی جائداد سے زر سرکاری کی سبیل کرائی جاتی تھی اور اکثر ٹھیکہ خاندانیون یا ساہوکارون یا بقالون کے نام جو نمود کے آدمی ہوتے تھے ہوتا تھا۔ چنانچہ صاحبزادہ سید عنایت اللہ خان۔ صاحبزادہ سید معالی خان (عرف مالی خان) صاحبزادہ سید گلشن خان صاحبزادہ سید کاظم علی خان اور نواب سید یوسف علیخان بہادر ولی عہد وغیرہ مستاجر تھے فرداً فرداً ایک ایک موضع کا بندوبست بہت کم ہوتا تھا۔

کچھ عرصے کے بعد نوابصاحب نے پُرانے بندوبست کو توڑکر علاقے کے چھ حصّے کیے یہ ہر حصّہ تحصیل کہلانے لگا اور ہر حصّے پر سو روپے ماہوار کا ایک تحصیلدار مقرر کرکے تمام ملکی انتظام اُسکے سپرد کیا تحصیلون کے نام۔ حضور تحصیل۔ خاص تحصیل۔ شاہ آباد۔ ملک۔ بلاسپور اور سوار ہین ہر تحصیل مین ایک تھانہ پولیس کے انتظام کے واسطے مقرر کیا جسکا افسر تھانہ دار کہلاتا تھا۔ صرف ڈھکیا کے واسطے علیحدہ پولیس کی چوکی مقرر ہوئی اور اُسکا ملکی انتظام تحصیل شاہ آباد سے متعلق سمجھا جاتا تھا۔

عہد نواب سید فیض اللہ خان بہادر سے عہد نواب سید احمد علیخان بہادر تک کوئی اِس قسم کا کاغذ یا رجسٹر نہ تھا جس سے یہ معلوم ہو کہ ریاست مین کس قدر معافی دار ہین اور وہ معافیان کس کس کی عطیہ ہین لہذا اُسکی تحقیقات کے لیے محکمہ جداگانہ مقرر کرکے صاحبزادہ سید حفیظ اللہ خان کے متعلق کر دیا اور اشتہار جاری ہوے کہ سب معافیدار اپنی اپنی سند معافی حاضر کرین چنانچہ معافی دارون نے اپنی اپنی سند داخل محکمہ کی اور رسید سند کی حاکم کے مہر و دستخط ثبت ہوکر معافی دار کو دی گئی صاحبزادہ سید حفیظ اللہ خان ہر ایک معافی کی تحقیقات جُدا جُدا علیحدہ نمبر پر کرکے تکمیل مثل کے بعد اپنی رائے معافی یا ضبطی کے بارے مین لکھکر نواب صاحب بہادر کے پاس صدور حکم کیلیے بھیجدیتے۔ وہان سے جو حکم آتا اُسکی تعمیل اُن کے متعلقے سے ہو جاتی۔ چنانچہ رجسٹر معافیات جملہ معافیداران دوامی و تاحین حیات و متعلقات مسجد و تکیہ داران وغیرہ مرتب ہو گئے اور کسی قدر معافیات جنکی تحقیقات کسی مصلحت سے

ملتوی ہو گئی تھی عہد نواب سید کلب علیخان مین اسکی تکمیل ہوئی۔

بیگمات نواب سید احمد علی خان کی نواب سید محمد سعید خان سے ناچاقی ہو کر گورنمنٹ انگریزی تک مقدمہ بازی ہونا۔ آخر کار صفائی ہو جانا شمس تاجدار بیگم کی سید مہدی علیخان کے ساتھ شادی ہونا

گو نواب سید محمد سعید خان مسند نشین تو ہو گئے اور اول نواب سید احمد علیخان کی بیگمات نے رضامندی ظاہر کر دی تھی مگر پھر بہت جلد انھون نے نواب سید محمد سعید خان سے مخالفت پیدا کر لی اور ایجنٹی مین انکی شکایات کی عرضیان بھیجین بیگمات نے اپنے عرائض مین بیان کیا کہ نواب سید محمد سعید خان ہمکو تکلیف دیتے ہین اُن کو ریاست سے علیحدہ کر دیا جائے یہ ریاست تو نواب سید احمد علیخان کی بیٹی کا حق ہے۔ دیوار و ںپر سے ہمارے محلات مین اینٹین پھنکواتے ہین گلّو خانم کا بیان تھا کہ ایک اینٹ میرے پانوٗن مین بھی لگ گئی ہے بیگمات نے یہان تک خواہش ظاہر کی کہ ہمکو انگریز اجازت دیدین کہ ہم بنارس یا مرادآباد مین رہین۔ نوابصاحب نے یہ جواب دیا کہ ان بیگمات کا بہانے چلا جانا ریاست کی بدنامی کا موجب ہے اگر ریاست سے باہر چلی جائینگی تو آیندہ اور خاندانیونکو بھی جرأت ہوگی اور وہ ذراسی بات پر بہانہ کر کے باہر چلے جایا کرینگے اور نوابصاحب نے گورنمنٹ کو اس بات پر آمادہ کرنیکے لیے کہ وہ بیگمات کی اس خواہش کو نامنظور کرے گورنمنٹ کے اُن کاغذات کی

نقلین بھی اپنی تحریر کے ساتھ بھیجین جن مین گورنمنٹ نے ریاست کو
یہ لکھا تھا کہ اگر خاندانی اطاعت نکرین اور ریاست مین نہ رہین تو انکی تنخواہین
مسدود کر لی جائین۔ ان تحریرات کے بعد کمشنر نے نواب صاحب کو لکھا
کہ اگر یہ بیگمات آپسے مخالفت کر کے چلی جائین تو انکی تنخواہ بند کر لی جائے اور
بیگمات کو بھی سمجھا یا کہ رئیس کی مرضی سے باہر نہ ہونا چاہیے اور ریاست سے
کہین باہر نہ جانا چاہیے اور نواب سید محمد سعید خان رئیس ہو چکے ہین اب وہ
ریاست سے علٰحدہ نہین ہو سکتے۔ بیگمات کو جو تحریر کمشنری سے آتی وہ
ریاست کی معرفت آتی تھی۔ نواب سید احمد علیخان کی بیٹی بھی شادی کے قابل
ہو گئی تھین۔ صاحبزادہ سید حفیظ اللہ خان نے نواب سید محمد سعید خان سے کہا
کہ بفضل الٰہی ریاست و دولت اس ملک کی آپکو ملی۔ نواب سید احمد علی خان
بہادر کی بیٹی مجکو عطا ہو کہ اُس سے مین اپنے بیٹے کی شادی کر دون نواب صاحب کو
یہ منظور تھا کہ اپنے ولی عہد کے ساتھ اُس کا عقد کر دین تا کہ آیندہ سب خرخشونکی
راہ مسدود ہو جائے لیکن صاحبزادہ سید حفیظ اللہ خان کی ہٹ ایسی نہ تھی
کہ اُسے پورا نکرتے۔ ناچار قبول کیا مگر یہ کام بالکل نواب صاحب کے قابو مین نہ تھا
بیگمات سے اور اُن سے مخالفت تھی گورنمنٹ مین نالشین ہو رہی تھین نواب بھی
عقل کے پتلے ہمّت کے پہاڑ اور تدبیر کے دریا تھے اُنھون نے یہ تدبیر نکالی کہ
صاحبزادہ سید حفیظ اللہ خان سے ایک عرضی اس مضمون کی لے کر کہ "نواب
سید احمد علی خان نے وصیت کر دی تھی کہ میری بیٹی کی شادی سید مہدی علیخان
ولد صاحبزادہ سید حفیظ اللہ خان سے کی جائے لہٰذا اُن کی وصیت کے موافق

دختر نواب موصوف کی شادی میرے بیٹے سے کرا دینی چاہیے اور اُس
صاحبزادی کی تنخواہ اُسکی ماں بیجا صرف کرتی ہے اُس کا حساب لیا جائے"
اپنی تحریر کے ذریعہ سے کمشنری کو بھیجدی کمشنر نے نواب سید احمد علی خان کی
بیگم کو ریاست کی معرفت تحریر کیا کہ لڑکی کی تنخواہ بیجا خرچ نکرنا چاہیے اور
اُس کا حساب نوابصاحب کو سمجھانا چاہیے جب اتنے دباؤ سرکار انگریزی کیطرف سے
بیگمات پر پڑے اور نواب سید محمد سعید خان بہادر نے بھی اُن کی دلجوئی کی۔
تو باہم صفائی ہوگئی۔ اور ایک اقرار نامہ شمسۃ تاجدار بیگم کی والدہ نے
۱۲۵۹ ہجری مین اس مضمون کا تصدیق کرا دیا کہ مین نے مصارف شادی کیلیے
ایک لاکھ روپے وصول پائے۔ پچاس ہزار روپے تو تجویزۂ راہنس اسفو صاحب ہین
اور پچاس ہزار روپے نوابصاحب نے اپنی عنایت سے دیے ہین ان عنایتی پچاس ہزار
روپیون مین سے تیس ہزار مکان کیلیے اور بیس ہزار جہیز کیلیے دیے ہین ماہ رجب ۱۲۶۵
ہجری تک لڑکی کی شادی سید مہدی علیخان خلف صاحبزادہ سید حفیظ اللہ خان سے
کرونگی اگر ایسا نکرون تو ایک لاکھ روپیہ مجکو واپس کرنا ہوگا اور ایک سادہ کاغذ پر
پچاس ہزار روپے کی رسید شمسۃ تاجدار بیگم کیطرف سے بھی لکھوائی گئی بیگمات نے گورنمنٹ مین
نواب سید محمد سعید خان کی بہت شکرگذاری اور تعریف لکھی اور لکھا کہ اُنھون نے وہ مہربانی کی ہے
کہ اگر نواب سید احمد علی خان بہادر زندہ ہوتے تو اسی قدر کرتے اور ہم اُنسے
بہت خوش اور آرام سے ہین بعض مفویونکے بہکانے سے ہمنے اُنکی شکایات
کی تھین ہمکو اُن سے کسی طرح کی تکلیف نہ تھی۔ بعد اسکے صاحبزادہ سید
حفیظ اللہ خان کے منجھلے فرزند سید مہدی علی خان کے ساتھ شمسۃ تاجدار بیگم کی

شادی کردی گئی یہ کام جیسا کہ نواب صاحب کی دوراندیشی کے خلاف واقع ہوا تھا ویسا ہی اُن کو بلکہ اُنکے جانشینون کو بھی تکلیف پہونچا تا رہا کیونکہ انہی شمسہ تاجدار بیگم بنت نواب سید احمد علی خان بہادر کے حقوق کی قوت پر ہمیشہ سید مہدی علیخان اور اُنکے بیٹے بلکہ خود شمسہ تاجدار بیگم رئیسان وقت کی شکایات گورنمنٹ انگریزی مین کرتے رہے۔

گورنمنٹ انگریزی کی طرف سے نواب صاحب کو اُن خاندانیونکی تنخواہ کی مسدودی کا اختیار مل جانا جو اُنکی اطاعت سے انحراف کرین

نواب صاحب نہایت دوراندیش تھے اُنھون نے ارباب خاندان مین سے جو شخص رئیس کی اطاعت سے منحرف ہو اُسکی تنخواہ دینے اور نہ دینے کا اپنے اور اپنے جانشینون کیلیے گورنمنٹ سے حکم حاصل کر لیا اس باب مین جو مُراسلہ ہنری پڈکاک صاحب ایجنٹ ریاست و کمشنر روہیلکھنڈ کا نواب صاحب کو موصول ہوا تھا اُسکی نقل یہ ہے۔

نواب صاحب مشفق بسیار مہربان کرمفرمائے مخلصان سلمہ اللہ تعالےٰ

بعد شوق ملاقات محبت آیات کہ مزید برآن متصور نباشد مشہود ضمیر خلت تخمیر باد بیشتر حسب حصول اجرائے نالشی دربارہ آن استصواب این جانب کہ بحالت فتن شخصے از اشخاص خاندان بلا اجازت آن مشفق در ملکے غیر سوائے عملداری سرکار انگریز بہادر چہ تجویز کردہ اند۔ نقل آن بذریعہ چٹھی این محکمہ مورخہ سوم ماہ گذشتہ نمبری پانزدہ پیشگاہ گورنمنٹ مرسل شدہ بود امروز

چٹھی صاحب سکریٹری بہادر گورنمنٹ آگرہ نمبری شش مورخہ چہارم ماہ حال بجواب چٹھی مسطور باین مضمون موصول مطالع گردیدہ کہ نواب معلی القاب نفٹنٹ گورنر بہادر دام اقبالہم می فرمایند کہ نوابصاحب رئیس رامپور یعنی آن مشفق را دربارۂ مسدودی مشاہرہ مقررہ اشخاص خاندان خود در صورت وقوع کدامی امر خلاف مرضی سامی بہرکیف اختیار ست بنا بر علیہ نقل چٹھی این محکمہ و نقل چٹھی صاحب سکرٹری گورنمنٹ مع ترجمہ ہر دو چٹھیات ملفوف رقیمۃ الوداد ہذا مرسل ست باقی خیریت ہاست۔ ایام جمعیت و شادمانی مدام باد مرقوم ہشتم ماہ مئی ۱۸۴۸ء (مطابق ۴ جمادی الاخرے ۱۲۶۴ھ ہجری)

دستخط انگریزی ہنری پڈ کاک

سید مہدی علی خان اور شمسہ تاجدار بیگم کی نوابصاحب سے مخالفت گورنمنٹ مین اُن کی طرف سے نواب صاحب پر استغاثہ دائر ہونا پھر باہم تصفیہ ہوجانا

۱۸۴۹ء مین سید مہدی علیخان کے دل مین نواب سید محمد سعید خان کیطرف سے کشیدگی پیدا ہوئی باوجودیکہ انکی تنخواہ برابر جاری تھی اور مراعات مین کسی قسم کا فرق نہین ہوا تھا۔ ماہ اکتوبر ۱۸۴۹ء مین سید مہدی علی خان نوابصاحب کی بلا اجازت اور بغیر حصول رخصت اور بدون کسی حیلے کے مراد آباد کو چلے گئے۔ عیال و اطفال اور تمام اسباب رامپور ہی مین چھوڑ گئے اور وہان جاکر ولسن صاحب کلکٹر مراد آباد سے ملاقات کی اور صاحب کمشنر بریلی کو نواب سید محمد سعید خان کی

شکایت مین ایک خط لکھا صاحب کمشنر نے اُس خط کی پیشانی پر سید مہدی علی خان کو یہ جواب تحریر کیا کہ جو استغاثہ رکھتے ہو رامپور جا کر وہ نواب صاحب کے حضور مین پیش کر دُ اسکے بعد محکمہ اجنسٹی مین مرافعہ ہو سکتا ہی صاحب کمشنر کے اس جواب نے سید مہدی علی خان کی زبان شکایت بند کر دی اور اُنھون نے پھر کوئی شکایت نواب صاحب بہادر کی گورنمنٹ مین نہین کی جس سے نواب صاحب جلد ہی سے سبکدوش رہے اور حسب تحریر تاج الدین حسین خان نواب صاحب کیطرف سے ایک خط مورخہ بیس ذی قعدہ ۱۲۸۵ہجری تاج الدین حسین خان کے نام اس مضمون کا بھیجا گیا کہ سید مہدی علی خان ولایت حسین خان ڈپٹی کلکٹر مرادآباد کے ہمراہ رامپور کو چلے آئین اُنکی طرفسے ہمارے دل مین کوئی کدورت نہین ہے چنانچہ وہ اُنکے ساتھ رامپور کو چلے آئے بعد اسکے سید مہدی علیخان نے اپنی زوجہ شمسۂ تاجدار بیگم کی طرف سے میراث پدری کا دعوے ریاست پر کیا۔ یہ دعوے خاص شمسۂ تاجدار بیگم کی جانب سے بوجہ اُن کے بالغ ہو جانے کے ہوا تھا سید مہدی علی خان اُنکی طرف سے پیرو کار تھے شمسۂ تاجدار بیگم کی طرف سے گورنمنٹ مین یہ ظاہر کیا گیا کہ نواب سید محمد سعید خان باغی کے بیٹے ہین جنھون نے فلان فلان موقعو نپر لڑائیان کی تھین اُن کو ریاست سے علیحدہ کر دیا جائے۔ گورنمنٹ نے یہ جواب دیا کہ نواب سید محمد سعید خان رئیس بنادیے گئے ہین اب وہ علیحدہ نہین ہو سکتے نواب صاحب نے اس مخالفت کی آگ کو اپنی تدبیر کے پانی سے اس طرح بجھادیا۔ کہ شمسۂ تاجدار بیگم کی تنخواہ اصلی (ہزار روپیہ ماہوار) پر ہزار روپیہ اور اضافہ کرکے اُن سے اس بات کا اقرار نامہ لکھا لیا کہ میری تنخواہ اصلی کے سوا

جو ہزار روپے ماہوار نسلاً بعد نسل کے لیے مقرر کیے گئے ہیں اس وجہ سے مجھے اور میری اولاد اور میرے شوہر کو کوٹھیات و دیہات و مکانات متعلقہ ریاست سے کسی بات کا دعوے نہو گا۔ یہ اقرار جنوری ۱۸۵۲ء مین تصدیق ہوا تھا اور سید مہدی علی خان نے اپنے اور اپنے بھائیون اور مان اور بہن کے مشاہرے کے بارہ ہزار چار سو باسٹھ روپے آٹھ آنے بذریعہ عرضی یکم جمادی الآخر ۱۲۶۸ھ ہجری ریاست سے وصول کر لیے۔

لارڈ ڈلہوزی صاحب گورنر جنرل کی تشریف آوری نواب سید یوسف علیخان بہادر کو خلعت ولیعہدی ملنا

۱۲۶۸ھ ہجری مطابق ۱۸۵۱ء مین لارڈ ڈلہوزی صاحب (جو ہندوستانی ریاستون کے متعلق بہت مشہور ہین) ملک روہیلکھنڈ مین آئے تو بریلی کیجانب سے ریاست رامپور مین بھی اُنکی آمد ہوئی۔ نواب سید محمد سعید خان نے لارڈ ممدوح کی رسد رسانی کے واسطے نصیر الزمان خان سفیر محکمہ ایجنٹی کو مقرر کیا جن سے گورنر جنرل ناخوش ہو گئے اور کیمپ مین سے رخصت کر دیا۔ نواب صاحب کا بھی نصیر الزمان خان پر عتاب ہوا۔ لارڈ ڈلہوزی صاحب کی رسد رسانی کی دقتین اکثر مشہور ہین۔ ریاست کے حُسن انتظام سے انہین کوئی اُلجھن نہ پیدا ہوئی لارڈ صاحب نے رام پور کے بڑے دیوان خانے مین دربار کیا تھا۔ اور لارڈ صاحب نواب سید محمد سعید خان کے انتظام سے بہت خوش ہوے تھے۔ اُن کے بیٹے نواب سید یوسف علیخان کی

ولیعہدی منظور کی۔ لارڈ موصوف مراد آباد کو گئے۔ تو متعاقب نواب صاحب اور اُنکے ولیعہد بھی تشریف لیگئے اور وہان نواب صاحب نے گورنر جنرل سے یہ استدعا کی کہ میرے بڑے بیٹے یوسف علیخان کو ولیعہدی کا خلعت مرحمت فرمادیا جائے گورنر جنرل نے یہ استدعا منظور کی اور جو خلعت نواب صاحب کے واسطے تجویز کیا تھا وہ ولیعہد بہادر کو بطور خلعت ولیعہدی کے پہنایا گیا۔ اور نواب صاحب کو بجائے خلعت کے قرآن شریف اور کچھ اور تحائف گورنمنٹ کی طرف سے دیے گئے۔ نواب صاحب نے رامپور واپس آکر ولیعہدی کے خلعت کی خوشی مین دربار کیا اور ولیعہد کو سب نے نذرین دلوائین حکیم احمد خان فاخر نے اس واقعہ کی تاریخ نسخہ سعیدی مین یون لکھی ہے

دیکھو قطعہ تاریخ ۱۲

مثل مہ کنعانی آن یوسف لاثانی — شد زیب وہ مسند با چہرۂ نورانی
از حضرت اعلیٰ ہم تشریف ولیعہدی — آن زبدۂ دولت را گردید چو ارزانی
ہر پارچہ انور چون مہر درخشان بود — از گوہر عمانی وز لعل بدخشانی
تشریف ولیعہدی پوشید چو شاہانہ — تاریخ ہمایونش شد خلعت سلطانی

وبائے طاعون

حاذق الملک جناب حکیم اجمل خان صاحب دہلوی رسالۂ الطاعون مین لکھتے ہین کہ رامپور کے پرانے لوگون سے سُنا گیا ہے کہ اٹھارہوین صدی عیسوی کے وسط مین بعہد حکومت نواب سید محمد سعید خانصاحب ریاست رامپور مین طاعون ہوا جسکو اُس زمانے مین گلٹیونکی بیماری کہتے تھے۔

نواب صاحب کی وفات وصفات

نواب صاحب کو طب مین اچھی مداخلت تھی حکیم مرزا علی صاحب لکھنوی سے

تلمذ تھا۔ حکیم احمد خان فاخر ولد حکیم ناصر خان رامپوری نے کتاب نسخۂ سعیدی ادویہ مفردہ کے بیان مین زبان فارسی مین نواب کے نام نامی پر لکھی ہے اسمین ہر دوا کو ہندی نام سے شروع کیا ہے۔ نوابصاحب نثر عاری خوب لکھتے تھے مرزا قتیل سے اس فن مین مشورہ تھا۔ درسیہ کتابین قطبی میبذی تک پڑھی تھیین۔ مولوی فضل حق صاحب فاروقی خیر آبادی ابن مولانا فضل امام صاحب کو آپنے بلا کر نوکر رکھا محکمۂ نظامت اور پھر مرافعہ عدالتین پر مامور کیا مولویصاحب نے ہدیۂ سعیدیہ فی حکمۃ الطبیعیہ زبان عربی مین نوابصاحب کے نام نامی پر معنون کی ہے نوابصاحب چورنگ خوب لگاتے تھے۔ مسلول ہوکر دوشنبہ کو چار گھڑی دن چڑھے ۱۳ رجب ۱۲۷۱ھ ہجری مطابق یکم اپریل ۱۸۵۵ء کو انتقال کیا۔ امام باڑے مین غسل دیا گیا۔ اول اہل سنت وجماعت نے پھر شیعون نے نماز جنازہ پڑھی اور حسب وصیت وہین مدفون ہوے۔ اور بعد انتقال انکا لقب جنت آرام گاہ ہوا غروب کوکب ہے (۱۲۷۱) تاریخ وفات ہے ۲۰ رجب ۱۲۳۱ھ ہجری مطابق ۱۹ مئی ۱۸۱۶ء روز جمعہ کو پیدا ہوے تھے۔ ۴۱ سال کی عمر پائی ۱۵ برس ۱۲ روز ریاست کی۔

نوابصاحب کی اولاد

(۱) نواب سید یوسف علیخان فتح النسا بیگم بنت محمد نور خان ہمشیر زادۂ نواب سید فیض اللہ خان کے بطن سے یہ محمد نور خان محمد شاہ خان بڑیچ کے بیٹے ہین

(۲) سید کاظم علی خان عرف چھوٹے صاحب فتح النسا بیگم کے بطن سے۔

(۳) سید صفدر علیخان محمدی خواص کے بطن سے۔

(۴) سید مبارک علیخان شاہان خواص کے بطن سے۔

(۵) سید کلب حسن خان بنی بائی گائن کے بطن سے۔

(۶) بنی بیگم زوجۂ سید ہدایت علیخان ولد سید عبدالعلی خان خلف نواب سید غلام محمد خان۔

(۷) فاطمہ بیگم۔

(۸) فاطمہ بیگم ثانی۔ یہ تینوں صاحبزادیاں نواب سید یوسف علیخاں کی حقیقی ہمشیر ہیں۔

(۹) جعفری بیگم ہمشیرۂ حقیقی سید کلب حسن خان و زوجۂ سید نیاز حسین خان ولد سید عنایت علیخان ابن سید عبدالعلی خان خلف نواب سید غلام محمد خان بہادر



جناب نواب سید یوسف علی خان بہادر، فردوس مکان

نواب سید یوسف علیخان بہادر خلف اکبر نواب سید محمد سعید خان بہادر کی مسند نشینی

نواب سید محمد سعید خان نے اپنی حیات مین کئی برس قبل ایام وفات سے اُنکی ولیعہدی ہز آنر جی کالون صاحب بہادر لفٹنٹ گورنر ممالک مغربی وشمالی (ممالک متحدہ) کے ذریعہ سے لارڈ ڈلہوزی صاحب گورنر جنرل ہند سے چاہی اور اُنھون نے بخوشی منظور کی اور بذریعۂ خریطہ نواب سید محمد سعید خان کو مطلع کیا کہ آپکے بعد نواب سید محمد یوسف علیخان بہادر والی رام پور تسلیم کیے گئے۔ نواب سید محمد سعید خان نے اپنی حیات مین تمام کاروبار ریاست اُنکے سپرد کر دیا تھا عیدین کی نماز کے لیے جلوس کے ساتھ اُن کو بھیجا کرتے تھے اور اُنکی اطاعت و تابعداری سے نہایت رضامند تھے جب نواب سید محمد سعید خان کے انتقال کا وقت آیا تو اُنھون نے حسب ذیل وصیت کی۔

وہ فرزند یوسف! دُنیا مین کسی کے ہمیشہ مان باپ زندہ نہین رہے ہین اور مین جانتا ہون کہ اب میرا زمانۂ انتقال بہت قریب ہے اور مرض لاحقہ ترقی پر ہے مگر اے فرزند! مین تمکو جس قدر وصیتین کرتا ہون اُس پر عمل درآمد کرنا تاکہ آرام سے ریاست کرو۔

۱۔ تم خوب جانتے ہو کہ مجکو پندرہ برس ہو گئے تہذیب ریاست و انتظام ملکی مین مصروف ہون اور خداوند کریم کی عنایت سے مین نے جس عنوان سے جمیع اُمورات ریاست کو قائم کیا ہے وہ عمدہ ہے تم بھی اُسی قاعدے کے پابند رہنا اگر اسمین کسی قدر تغیر و تبدل کیا تو عافیت تنگ ہو جائیگی۔

۲۔ جملہ کاروبار ریاست بذات خود مثل میرے انجام دینا اور رعایا کے حال سے غافل نہونا یہی تمھارا فرض ہے۔

۳۔ برٹش گورنمنٹ اور حکام انگلشیہ کی اطاعت اپنا آئین بنانا اور بہرحال بہت اُنسے بدل دوستی رکھنا۔

۴۔ تمھارے چارون بھائیونکو ہم نے پراپیسری نوٹ خرید کر دیئے ہین صرف تم اُنکی سرپرستی کرنا ریاست سے کوئی اُنکا تعلق نہین ہے۔ ہان باہمی رضامندی مین تمکو اختیار ہے جو چاہنا سلوک کرنا یہ تمھاری اور اُنکی لیاقت ہے۔

۵۔ ارباب خاندان کے ساتھ سلوک سے پیش آنا اور جو ہدایات اور چٹھیات اہل خاندان کے بارے مین حکام انگریزی سے وصول ہوئی ہین اُنکو پیش نظر رکھنا۔

۶۔ جسقدر کارندے مین نے جمع کیے ہین یہ چیدہ اور خیرخواہ ریاست ہین اُنکو علیحدہ نکرنا اور مثل ہمارے اُن سے کام لینا۔

۷۔ حکام انگلشیہ کی اسناد مذکورۂ بالا دیکر فرمایا جس وقت ہمارا وقت اخیر ہو تو کل فوج کو قلعہ کے گرد مسلح رکھنا اور ہماری نعش کو چھوٹے صاحب کے سپرد کر دینا وہ تجہیز و تکفین کرینگے۔ تم فوراً خزانے کی کنجی لیکر مسند پر بیٹھ جانا اور نذرین لے کر

توپین چلوا دینا۔ اسکے بعد پھر اختیار ہے جیسا مناسب ہو اُس طرح کرنا لیکن
ریاست کا آرام تمام کرنا چاہو تو ان وصیتون پر نظر رکھنا۔

نواب سید یوسف علیخان یہ وصیتین سن کر رونے لگے فرمایا کہ یہ محل
رونے کا نہین اس راستے آج ہمین اور کل تمھین ضرور چلنا ہے۔ مشیت ایزدی اسیطرح ہے

الغرض جب نواب سید محمد سعید خان نے انتقال کیا تو نواب سید یوسف علیخان
بہادر نے حسب قاعدۂ قدیم رئیس کے ہتھیار (تلوار) اور خزانے کی کنجی پر قبضہ کیا۔
اور تمام وصیتون پر تا دم واپسین اُن کا عمل درآمد رہا کسی انتظام مین تغیر وتبدل
نہین کیا۔ ۹۔ اپریل ۱۸۵۵ء مطابق ۲۱ رجب ۱۲۷۱ ہجری کو مسٹر الگزینڈر صاحب
ایجنٹ ریاست وکمشنر روہیلکھنڈ نے رامپور آکر ۱۰۔ اپریل کو نواب سید یوسف علیخان
بہادر کی رسم مسند نشینی ادا کی اور ایک اقرار نامہ اُنسے لکھوایا۔

ترجمۂ اقرار نامہ مقبولۂ نواب سید یوسف علیخان

چونکہ مین بمنظوری آنریبل لفٹنٹ گورنر ممالک مغربی وشمالی ریاست رامپور مین
نواب سید محمد سعید خان کا وارث مقرر ہوا ہون۔ مین اقرار کرتا ہون اور اپنی مہر سے
تصدیق کرتا ہون کہ کاروبار ریاست انصاف ومعدلت سے کرون گا۔ پٹھانون پر
عزت کے ساتھ حکومت کرونگا اور جن مواجب کی نواب سید احمد علیخان کے وقت سے
منظوری ہوئی ہے اور اقرار نامجات سابق مین داخل ہین اُن کو جاری رکھونگا اور
نواب سید محمد سعید خان اپنے والد مرحوم کے قبائل وتوابعین کی پرورش کے واسطے
تنخواہ مناسب مقرر کرونگا۔

۱۰۔ اپریل ۱۸۵۵ء

صاحبزادہ سید مہدی علیخان کے واقعات

نواب سید یوسف علیخان جسوقت مسند نشین ہوے تو سید مہدی علیخان شہر مین موجود نہ تھے اپنی بیگم کیطرف سے گورنمنٹ مین ریاست کا دعوی پیش کیا تھا مگر گورنمنٹ سے یہ دعوی نامنظور ہو کر اس مضمون کا روبکار آخری مورخہ ۵ مئی ۱۸۵۵ء ریاست مین آگیا۔ نواب سید یوسف علیخان نے سید مہدی علی خان کو تحریر کیا کہ ہم مسند نشین ہوے تم ہماری نذر کے واسطے کیون نہین آئے انھون نے جوابی عرضی مین لکھا کہ مین اسلیے نہین حاضر ہو سکا کہ مجھے کلکتہ وغیرہ کو جانا ضرور ہے اسلیے دو سال کی رخصت مرحمت ہو جاے۔ نواب صاحب کو یہ شبہ پیدا ہو گیا کہ سید مہدی علیخان ریاست کے ساتھ مقدمہ بازی کے لیے رخصت چاہتے ہین بہر صورت سید مہدی علی خان ماہ شعبان ۱۲۷۱ ہجری مین عرضی کے ذریعہ سے دو سال کی رخصت حاصل کر کے کلکتے کو راہی ہوے اور متعلقین اُن کے رامپور مین رہے اور وہان سے دریائی سفر انگلستان کا جو اُن ایام مین ایک عجیب سفر تھا اختیار کیا اور وہان اُنھون نے ایک طولانی استغاثہ ملکہ معظمہ کے حضور مین پیش کیا تمام دعاوی نامسموع ہوے لندن سے اُن کی ایک اور عرضی مورخہ ۷ ربیع الاول ۱۲۷۳ ہجری اس استدعا سے آئی کہ ایک سال کی اور رخصت سوا ے رخصت سابقہ کے عطا ہو۔ ہندوستان مین ۱۸۵۷ء مین غدر واقع ہو جانیکے سبب سے سید مہدی علی خان نہایت شکستہ دل اور بے خرچ ہو کر فرانس کی راہ سے گھر کیطرف لوٹے اور ماہ مئی ۱۸۵۸ء مین وہ کلکتے مین داخل ہوے تو سول حاکمون نے

ف دیکھو رپورٹ جنرل اعظم الدین خان ابتداے ۲۳ مارچ ۱۸۵۷ء لغایت ۳۰ ستمبر ۱۸۵۸ء ۱۲

باغیونکی شورش اور فتنہ و فساد کے اندیشے سے نظر بند کر کے فورٹ ولیم مین رکھا
حکام انگریزی کو اندیشہ ہوا کہ مبادا یہ ریاست مین پہونچکر فتنہ و فساد پیدا کرین
یا روہیلکھنڈ وغیرہ مین کوئی جھگڑے کی صورت نکالین اور جبکہ صاحب ایجنٹ نے
نوابصاحب سے دریافت کیا کہ سید مہدی علی خان کلکتے مین شبہ باغیانہ پر
روک لیے گئے ہین اُن کے رامپور پہونچنے مین کوئی حرج نہو تو چھوڑ دیا جائے
تو نوابصاحب نے جواب دیا کہ باغیون کی گرفتاری اور شورش فرو ہونے تک
اُن کا اس ملک مین آنا مناسب نہین۔ سید مہدی علی خان اُس وقت تک
نظر بند رہے جب تک غدر بخوبی تمام رفع نہوا اور انگریزی سلطنت تمام روہیلکھنڈ مین
قائم نہوگئی بعد اسکے وہ رام پور آئے اور یہان آنے کے بعد ریاست سے
رابطہ بدستور رہا اور تنخواہ بھی سب ملی۔ ریاست کے مقابلے مین سید مہدیعلیخان
خود مدعی نہین بنے جو کچھ دعوے کیا اپنی بیگم ہی کی طرف سے کیا۔

واقعات غدر

نواب سید یوسف علیخان کے جلوس سے دو برس دو مہینے کے بعد ۱۴ رمضان
۱۲۷۳ہجری مطابق نوین مئی ۱۸۵۷ء کو سنیچر کے دن ایک ایسا واقعہ عظیم
آشوب غدر کا ہندوستان مین پیش آیا جو کبھی یورپین یا ہندوستانیون کو
نہین بھول سکتا۔

اسباب غدر

غدر کے وجوہ کی نسبت تمام موٴرخین کے مختلف خیالات ہین اور ہر ایک شخص
اپنی تحقیقات کے اعتبار سے اپنی رائے پر منحصر ہے بعض کا خیال ہے کہ ابتدائے جنگ

ایران سے عام رعایاے ہندوستان کے دلونمین فساد کے درخت نے نشو ونما پائی کیونکہ جب انگریزی فوج نے ایران پر محمرہ مین فتح پائی اُس وقت منجملہ دوسرے اسباب کے جو شاہزادے کے خیمے سے ملا ایک بہت طول طویل اشتہار دستیاب ہوا جسپر شاہِ ایران کے دستخط تھے کوئی تاریخ نہ تھی۔ اس اشتہار مین پانچ باتون پر بہت زور دیا گیا تھا۔

اول حکومت انگلشیہ کے قبض و تصرف ہندوستان سے بوجہ اُسکی بدعہدی اور فریبون کے عام مسلمانان ہند کے واسطے ایمان کا خوف ہے۔

دوسرے شاہ ایران نے جو لڑائی شروع کی ہے وہ مذہبی لڑائی ہے اس واسطے ہر جگہ کے تمام مسلمانون پر فرض ہے کہ وہ مسلح ہو کر حمایت دین محمدی نصاریٰ کو نیست و نابود کرین۔

تیسرے تیس ہزار فوج چالیس ضرب توپ مع عمدہ جنگ کے مسلمانان ہند کی مدد و معاونت کے واسطے مقرر ہوئی ہے۔

چوتھے ہر شخص کیا بوڑھے کیا جوان سے اس کام مین شرکت کی درخواست تھی۔

پانچوین عام آگہی اس امر کی کہ انگریزون نے جو رخنہ دین متین محمدی مین ڈالا ہے اسکے دفعیہ کے واسطے یہ کوشش ہے۔

اگر اس قسم کے اشتہارات بکثرت بھی ہندوستان مین شائع ہوتے تب بھی عام ناراضی اس درجہ ترقی پذیر نہین ہو سکتی تھی جیسی کہ سنہ ۱۸۵۷ء مین ظاہر ہوئی۔ البتہ خاص خاص گروہون مین ناچاقی کے آثار ضرور نمایان ہو جانے ممکن تھے لیکن اُس وقت ہندوستان مین کہین ان اشتہارون کا ذکر بھی نہ تھا اور نہ یہان

کسی مقام پر شائع ہوئے اسلیے یہ خیال محض غلط معلوم ہوتا ہے۔

بعض کہتے ہین کہ شاہ اودھ اس فساد کا باعث ہوے اور اپنی معزولی کے بعد اُنھون نے عام طبیعتون مین شورش پیدا کرنے کی کوشش کی۔ اور شاہ دہلی سے اس قسم کے رُسل و رسائل جاری کرکے مفسدہ پردازی کرائی۔ ہماری راے مین اس بات کی بھی کوئی اصلیت نہین پائی جاتی کیونکہ بفرض محال اگر وہ ایسا کرتے تو بہت جلد یہ خبر مشتہر ہو جاتی اور علاوہ اسکے ہندوستان کے تمام حصون مین ایک جانب سے دوسری جانب تک غدر کا مادہ ایک شخص کی ذات سے پیدا ہونا بھی کسی طرح قرین قیاس نہین ہے بلکہ فساد کا مادہ تو اُس سے قبل ہی پیدا ہو گیا تھا کیونکہ جس وقت پوربیہ فوج کو رنگون جانیکے لیے حکم ہوا اُس وقت سب نے انکار کر دیا اور اُسکی جگہ سکھ فوج رنگون بھیجی گئی یہ وہ زمانہ ہے کہ جبکہ قریب ہی شاہ اودھ معزول ہوے تھے۔

ہم جب اسباب غدر پر غور کرتے ہین تو اُس وقت سوا اسکے اور کوئی بات سمجھ مین نہین آتی کہ اس عام ناچاقی اور بددلی کی وجہ حکومت انگلشیہ کی وہ حکمت عملی تھی جسنے بہت سے ہندوستانی والیان ریاست کو خاک مین ملا دیا۔ لارڈ ڈلہوزی نے گو یہ عمدہ کارروائی اپنے نزدیک سمجھی ہو لیکن تمدنی اُصول سے یہ کارروائی ناقص معلوم ہوتی ہے مُلک کی دلشکنی کے واسطے یہ بات کچھ تھوڑی ہے کہ والیان ریاست کی لاولدی کی حالت مین اُن کے ملک خالصہ کر لیے جائین۔ اس بات کا کچھ لحاظ نہو کہ یہ قدیمی رئیس یا جاگیردار ہین ہندوستان کا کوئی حصہ اس ناگوار حکمت عملی سے محفوظ نہ رہا۔ بڑی ریاستون مثل پنجاب۔ ناگپور۔ اور

اودھ کے سوا بہت سے چھوٹے چھوٹے جاگیردار بھی اس بلائے ناگہانی مین مبتلا ہو گئے۔ اس کارروائی کو دیکھ کر دوسری ریاستون اور جاگیردارون کو بھی یقین کلی ہو چکا تھا کہ اگر ہم اس لاولدی کی آفت سے بچے بھی تو اور مصیبت مین مبتلا ہون گے بے شک ہندوستان بہت روزون سے تلوار اٹھانا بھول گیا تھا۔ لیکن ایسے اشتعال طبع نے پھر اسکو تلوار اٹھانے پر مجبور کیا۔ کثیر التعداد تاریخین بتا رہی ہین کہ چھوٹے چھوٹے سردارونکی معزولی نے کیا کیا ہنگامے نہ پیدا کیے اور اہل ملک نے اُنکے ساتھ کیسی کیسی دلسوزی کی۔ ریاستون کی ضبطی تو ایک اہم امر ہے اسی آگ نے اس کنارے سے اُس کنارے تک تمام ہندوستان کو بیچین کر دیا۔ سوائے اسکے ہمارے نزدیک اور کوئی معقول وجہ اس ہنگامے کی نہین ہے یہ بھی ایک یقینی امر ہے کہ اگر ہندوستان مین فساد کی یہ صورت پیدا نہوتی اور ہندوستان ایسٹ انڈیا کمپنی کے قبضۂ حکومت سے نکلتا تو یہ جو چند پامالی سی دیسی ریاستین اسوقت نظر آتی ہین اُن کا کہین نام و نشان بھی نہوتا اس مین کلام نہین ہے کہ اس قسم کے فساد کو کوئی صاحب دانش اچھا نہین سمجھتا۔

اس اغوا مین جو شاہ اودھ کی نسبت بعض مؤرخون نے الزام لگایا ہے شاید اسکی یہ وجہ ہو کہ ہنگام معزولی شاہ اودھ ہندوستانی رجمنٹ نمبر ۱۹ و نمبر ۳۴ وہان موجود تھین یہ دونون رجمنٹین وہان سے تبدیل ہو کر ایک برہانپور اور دوسری بارکپور کو گئی ابتداءً انہی دونون رجمنٹون مین چونکہ ناچاقی ہوئی تھی اسلیے شاہ اودھ کی نسبت الزام لگایا کہ انھون نے ان رجمنٹون کو اغوا کیا تھا معزولی شاہ اودھ کے وقت بدقسمت لکھنؤ مین جو واقعہ گذرا ہے خدا وہ کسی کو

نہ دکھلائے۔ شاہ اودھ خود سراسیمہ و پریشان۔ تمام لکھنؤ مین ہر در و دیوار سے ماتم
ایسی بدحواسی مین اُن رجمنٹون کو کون اغوا کرسکتا تھا۔ بلکہ اس موقع پر انکو اغوا کی
کوئی ضرورت بھی نہ تھی جہان ایسا ماتم بپا ہو وہان کون ایسا سنگدل ہے جسکے دل پر
اثر نہوگا اُن لوگون مین جو فساد کی نشو و نما ہوئی وہ اس عبرتناک واقعہ کے
دیکھنے سے ہوئی۔ یہ بات تو ایک عالم پر روشن ہے کہ لکھنؤ کے باشندونکا کیا ذکر
ہر ایک صادر و وارد وہان جاکر مالا مال ہو جاتا تھا جس حکومت سے اس قدر
منافع ہون اُسکی تباہی و بربادی پر ہر شخص کو صدمہ ہوگا۔

یہ امر بھی بحث طلب ہے کہ "اس ہنگامے مین صرف مسلمانون کی طرف سے
زیادتی ہوئی اور ہندو اُنکے محکوم تھے جو چاہا کام لیا" مسلمانون کی جرأت اور
دلیری بیشک بڑھی ہوئی تھی کیونکہ اُنکی سلطنت کو مٹے تھوڑا زمانہ گذرا تھا اور
ہندوؤن کی حکومت ایک زمانے سے پامال ہوچکی تھی۔ لیکن انگریزونکی طرف سے
جو شک اور شبہے مذہبی معاملات مین پیدا ہوے اُسمین ہندو اور مسلمان دونون
مساوی تھے اور موقع پر جو کچھ ہوا اُسمین بھی پہلو بہ پہلو دونون شریک رہے۔

مراد آباد مین سرکشی کے آثار۔ رامپور سے ایک گروہ کا بہاو کیلیے مراد آباد کو جانا۔ اور سزا پانا

ابتداءً مراد آباد مین فوج میرٹھ کی سرکشی کی خبر ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء کو ایک سوار
لایا۔ پھر چارون طرف اس قسم کی خبرین بطور راز مشتہر ہونے لگین۔ ہنگامہ
میرٹھ کی خبر سنکر مسٹر جی سی ولسن صاحب جج علی الصباح سنہارامپور مین آگئے۔

نواب سید یوسف علیخان ہمیشہ شب کے تین بجے سے اُٹھ کر رپورٹ سُنا کرتے تھے لیکن اُس روز خلاف عادت صبح تک آرام مین رہے کہ ولسن صاحب آئے اور نوابصاحب کو بیدار کرایا اُسی وقت گاڑی کی تیاری کا حکم ہوا نوابصاحب مع ولسن صاحب کے ہواخوری کو گئے اور راہ مین جج صاحب نے خبر مفسدۂ میرٹھ کی کُل کیفیت بیان کی اور پھر اُسی وقت مراد آباد کو چلے گئے۔ ۱۲ مئی کو مراد آباد مین پریڈ پر حکم سُنا دیا گیا کہ کارتوس جدید نہین کٹوایا جائیگا۔ ۱۸ مئی کو سفر مینا کی پلٹن کے ستر آدمی میرٹھ سے مراد آباد کو آئے اور گاگن کے پل پر جو مراد آباد سے تین میل ہے ٹھہرے۔ اُنکے آنے سے اطراف مراد آباد مین فساد شروع ہوا جبکہ مراد آباد مین عام طور پر فساد دہلی و میرٹھ کی خبرین مشتہر ہوئین تو ۲۹ نمبر پلٹن کے لوگ کسیقدر خیرہ سر ہوگئے مگر پھر فوراً اُنھون نے اپنی حرکات ناسزا کی معافی چاہی اور بہت بڑی خیرخواہی کے ساتھ سرکاری کام مین جانفشانی کرنے لگے رام پور مین بھی عام طور پر یہ خبرین مشہور ہوئین۔ بلکہ اکثر ایسی افواہین مفسد مشہور کرتے تھے جن سے تمام دولتمند گروہ مین کھلبلی ہوجاتی تھی۔ بدمعاش آوارہ گرد خوشی کے نعرے لگاتے تھے اور فساد کی تخم ریزی اور ایک دوسرے سے کنایات بغاوت کرتے تھے تاہم فوج یا شہر مین بدنظمی یا خودسری کی کوئی صورت نہ تھی۔ ۲۱ مئی کو دو سو آدمیون کا غول جو اپنے آپکو غازی کہتا تھا بلا علم نوابصاحب و حکام شہر کے مراد آباد کو شہر سے فرداً فرداً روانہ ہوا اور باہر جاکر جمع ہوے۔ مراد آباد کی جانب لپٹ گیا۔ کہتے ہین مولوی منّو نے

انکو بلوایا تھا ولسن صاحب جج مراد آباد اس خبر کو سن کر دو عہدہ دار اور ۲۹ نمبر کی پلٹن کے چند سپاہی اور تھوڑے سے سوار لے کر غازیون کے استقبال کے واسطے رام گنگا کے کنارے پر پہونچے اس فوج نے غازیون کی خوب خلعت گذاری کی یہان تک کہ وہ گروہ بالکل منتشر ہو گیا اور بھاگ گیا۔ فقط اتنا ہوا کہ ایک شخص نے شیر بچہ بھر کے جج صاحب کی طرف چھوڑنا چاہا تھا کہ ایک سپاہی نے اُسکو دوڑ کر مار ڈالا۔ اور مولوی مستو کو ملازمان پولیس نے گرفتار کر کے سر شام گولی سے مار ڈالا۔ اُس جماعت مین سے کچھ آدمیون کا محاصرہ بھی کر لیا تھا جنکو سوارونکے دستے کی حراست مین مسٹر ولسن نے رامپور کو سزادہی کے لیے بھیجدیا نواب سید یوسف علی خان نے اُن قیدیون کو سزا تجویز کرنے کے لیے اپنے ولیعہد نواب سید کلب علی خان کے حوالے کر دیا جنھون نے اُن سب کو جیل خانے مین قید کر دیا۔ جس کی وجہ سے مفسدونکو بہت ہی خوف ہوا اور نہایت بارعب اثر پڑا۔ پھر ۳۰ مئی کو سنیچر کے دن مراد آباد مین خبر پہونچی کہ دو کمپنیان سفر مینا کی پلٹن کی رڑکی سے سرکشی کر کے لوٹ کا اسباب لیے ہوے مراد آباد کی طرف آ رہی ہین اُس طرف دو کمپنیان مع دو ضرب توپ کے بھیجین جنھون نے سفر مینا کی کمپنیونکے تمام ہتھیار اور جملہ سامان چھین لیا اور وہ سپاہی بالکل مفلس ہو کر ترائی کی طرف بھاگ گئے۔ ۲۹ نمبر پلٹن مراد آباد کی گویا یہ آخری خیر خواہی تھی اس کے بعد انکو سوائے مفسدہ پردازی کے اور موقع خیر خواہی کا نہ ملا۔

نواب صاحب نے بھی فوراً بمزید احتیاط فوج کی درستی اور شہر کے ضروری

انتظامات کی طرف توجہ فرمائی۔ ہر شخص کے چال چلن پر نظر رکھی جاتی تھی کہ وہ کیا کہتا اور کیا کرتا ہے۔

بریلی و مرادآباد مین بغاوت اور اسکا رامپور پر اثر

گو بریلی مین فساد کی صورت مطلق نہ تھی مگر مسٹر آر الگزینڈر کمشنر بریلی و ایجنٹ ریاست رامپور ایک ایسے ہوشیار اور عالی دماغ افسر تھے کہ اُنھون نے فوراً یہ تجویز کی کہ تمام میم اور بچے وغیرہ اسوقت نینی تال بھیجدینے مناسب ہین اکثر یورپین نے جنکے نزدیک اُن کا خیال معتمد تھا اپنے اہل و عیال کو ۳۰ مئی تک نینی تال روانہ کردیا۔ اور بعض نے اپنے متعلقین کو بریلی مین بجائے خود محفوظ مقامات مین رکھا۔ روزمرہ مختلف مقامات سے لوگ آتے تھے اور فوج کو بغاوت اور سرکشی کی ترغیب دیتے تھے۔ گویا یہ لوگ یہی چاہتے تھے کہ ہنگامہ برپا ہو اور لوٹ کھسوٹ سے اپنے گھر بھرین مگر فوج ہر وقت بظاہر اطاعت اور فرمانبرداری ظاہر کرتی تھی گویا وہ لوگ اپنی جمعیت بہم پہونچنے اور وقت کے منتظر تھے۔ ناگہان ۲۹ مئی ۱۸۵۷ء کو یہ خبر اُڑی کہ آج فوج مین ضرور فساد ہوگا اس خبر کو سُن کر بعض یورپین افسرون نے جنکے اہل و عیال بریلی مین تھے خاص شہر مین امن تلاش کرکے میمون اور بچونکو بظاہر محفوظ کردیا لیکن فوج سے جب حال دریافت کیا تو وہ اسی طرح مطیع اور تابعدار تھی بلکہ تمام ہندوستانی فوجی عہدہ دار اس بات پر حکام سے اصرار کرتے تھے کہ یہ خبرین محض غلط ہین آپ لوگ اپنے اہل و عیال بدستور چھاؤنی مین بھیجدین ۳۰ مئی کی شام تک کوئی بدنظمی نہ تھی اسی تاریخ بعد مغرب

۴۵ رجمنٹ فیروز پور والی کے بھاگے ہوئے لوگ یہاں آئے اور فوج سے مشورہ کیا کہ اب اپنے ارادے میں توقف کرنا خلاف مصلحت ہے۔ فوراً افسروں کو تلوار کے نیچے رکھو کیونکہ گورہ فوج بہت قریب آچکی ہے اور جس جگہ جاتی ہے ہندوستانیوں کا قتل عام کرتی ہے اس شب چند رخصتی سپاہی بھی آگئے اور انھوں نے اول کے بیان پر اور بہت کچھ حاشیہ چڑھایا۔ یہ تمام رات سپاہیوں کو مشورہ اور مصلحت میں گذری یہاں تک کہ کوئی شخص لین میں بھی نہیں آیا۔ چونکہ بے اطمینانی اول ہی سے پیدا ہو گئی تھی اس لیے حکام نے بھی کچھ اس طرف توجہ نکی۔ صبح یعنی ۳۱ مئی کو اتوار کے دن سب یورپین اور کرسچین معمولی عبادت کے واسطے گرجا میں جمع ہوئے۔ نو اور دس بجے کے درمیان میں مسمے محمد بخش عرف بخت خان صوبہ دار توپخانہ مع پلٹن نمبر ۱۸ و ۶۸ پیادگان ہندوستانی اور آٹھویں رجمنٹ سواران ہندوستانی متعینہ چھاؤنی بریلی کے باغی ہوا اور توپ کا ایک فیر ہوا۔ یہ فیر گویا اطلاع اس بات کی تھی کہ فوج باغی ہو گئی۔ فیر کے بعد جلد جلد گولے چلنے لگے اور مسلح سپاہی دیوانوں کی طرح انگریزوں کی تلاش میں ادھر ادھر پھرتے تھے۔ یہ فساد عجلت سے قائم ہوا کہ اکثر انگریزوں کو خبر نہیں ہوئی۔ اور جو شخص جہاں تھا وہیں رہ گیا۔ اس واقعہ کے قبل منجملہ اور انتظامات کے ایک یہ امر بھی طے ہو چکا تھا کہ فساد کے وقت سب یورپین آٹھویں رسالے کی لین کے متصل جمع ہو جائیں۔ چنانچہ سب لوگ اس طرف دوڑے۔ جو افسر کہ اپنی فوج کی جانب بغرض تنبیہ گئے وہ سب قتل ہوئے اسی وقت جنرل سباڈ صاحب کو ایک ہندوستانی سوار نے

کہ جو اُنکی اردلی مین تھا شتر خانے کے متصل بندوق سے مار ڈالا اور انسائن مکر صاحب کو تلنگون نے مسکوٹ مین مار ڈالا۔ میگزین اور خزانہ سرکاری بھی اپنے قبضے مین کرلیا۔ کوٹھیون اور بنگلون کا اسباب و مال لوٹ کر آگ لگادی سرکاری دفتر پھونک دیا جیلخانہ توڑکر قیدیونکو رہا کردیا۔ رابرٹ الگزینڈر صاحب کمشنر اور مسٹر گٹھری صاحب مجسٹریٹ ضلع بریلی حکام فوج و ملیٹری مین سے تخمیناً تیس آدمیون کو اپنے ہمراہ لیکر گھوڑون پر نینی تال چلدیے اُسی دن خان بہادر خان ابن ذو الفقار خان بن حافظ رحمت خان سوبھا لم اور مدار علی وغیرہ اور سادات نو محلہ کی مدد سے کوتوالی مین آکر نواب بن کر بریلی پر حکمران ہوے۔ رابرٹسن صاحب جج اور ڈاکٹر ہنس برو صاحب اور ار صاحب ڈپٹی کلکٹر تمازت آفتاب کی وجہ سے مولوی حامد حسن منصف کے مکانین اور رنچ صاحب پرنسپل کالج بریلی اور ریکس صاحب سشن جج امان علی کی کوٹھی مین پناہ گیر ہوے۔ یہ سنتے ہی شہر کے بدمعاش جوق جوق دونون مکانو نپر حملہ آور ہوے اور اُن کو تہ تیغ کر کے لاشین اُنکی گھسیٹ کر کوتوالی مین ڈالدین۔ اور امان علی کے تہ خانے کو جس مین یہ لوگ چھپے تھے جلا کر خاک کردیا اُسی دن مسٹر اپیل مع والدہ اور بیوی اور دو بچونکے شام کے وقت کوتوالی کے روبرو قتل کیے گئے اور اکثر عیسائیان کم رتبہ کو جہان دیکھا مار ڈالا۔ پیرسن صاحب میجر رجمنٹ ۱۸ اپنی نینی تال کو جاتے تھے کہ راستہ بھولکر پیلی بھیت کی سڑک پر چلے گئے۔ موضع اٹیا پرگنہ نوابگنج مین گانون والون نے اُنکو قتل کیا۔ البتہ گون صاحب کپتان رجمنٹ ۱۸ اپنی پلٹن کے سپاہیونکی

مدد سے چھاؤنی سے نکل گئے اور کھیرا بجھیرا ضلع شاہ جہانپور میں جا چھپے اور بچ گئے۔ جس وقت باغیون نے جیلخانہ توڑنے کا ارادہ کیا تو ڈاکٹر ہنس برو صاحب نے حتے المقدور باز رکھنا چاہا جس قدر چپراسی وہان موجود تھے باغیون نے اُنکو دروازے کے متصل رکھکر آگ دیدی جبکہ دروازہ جلنے لگا اور ڈاکٹر کو معلوم ہوگیا کہ جیلخانے کے سارے سپاہی بھی باغیونکے طرفدار ہین تو مجبور ہوکر بالائی دروازہ سے اُترکر جیلخانے کے اندر جا چھپے۔ دوسرے روز باغی لوگ جیلخانہ لوٹنے لگے تو ڈاکٹر کو بھی پکڑ لائے اور کوتوالی کے سامنے اُنکو قتل کیا۔

اسکے بعد خان بہادر خان نے فوج بھرتی کرنا۔ توپین ڈھلوانا شروع کیا اور جابجا تھانے اور تحصیلین مقرر کین۔ لیکن اس وقت روپیہ کہان تھا جو نوابی ٹھاٹ درست کیے جاتے اسلیے متمول باشندگان شہر پر تحصیل زر کے واسطے بلا نازل ہوئی۔ اُنکو قید کرکے روپیہ وصول کرتے تھے اہل رامپور غول کے غول جاتے اور نوکر ہوتے۔ فوج باغی نے بھی شہر والون پر بہت دست درازی کی مصر بیجناتھ ساہوکار کنھیالال خزانچی کو بخت خان نے پکڑ کر قید کیا۔ دونون شخصون نے باون ہزار روپے دیکر مخلصی پائی۔

رامپور مین اُسی روز حالات غدر کی اطلاع شیخ وجیہ الزمان خان سفیر ریاست خلف شیخ محمد منعم الزمان خان متوطن قصبۂ فرخ آباد عرف چلاوان ضلع بجنور صوبۂ اودھ کی تحریر سے ہوئی۔ نواب صاحب نے بنظر خیرخواہی وہمدردی برٹش حکومت علی الصباح یکم جون ۱۸۵۷ء کو اپنا ایک معتمد آدمی جج و

صاحب کلکٹر مراد آباد کے پاس روانہ کیا تاکہ جمیع صاحبان موجودہ مراد آباد اپنی جانونکی حفاظت بخوبی کرلین۔

بریلی کے حالات سُن کر مراد آباد کے اکثر انگریز نینی تال اور میرٹھ چلدیے اور کچھ افسر مراد آباد ہی مین مقیم رہے جسوقت بریلی کی بغاوت کی خبر مراد آباد مین عام ہوئی اُسوقت ۲۹ نمبر پلٹن باوجود چند خیر خواہیونکے خود داری نکرسکی اور ۳ جون کو کھلم کھلا فساد شروع کیا خزانہ لوٹ لیا جیل توڑ دیا اور اپنے افسرونپر تلوارین علم کین۔ جب انگریز مراد آباد سے بھاگ کر میرٹھ اور نینی تال کو چلے گئے تو مجو خان ہندوستانی انسپکٹر باغی پلٹن کا افسر بنایا گیا اور اسد علی خان عباس علیخان کا باپ ہندی توپخانے کا افسر مقرر ہوا۔

ان دونون مقامات کی تباہی اور انگریزونکی بربادی کا نواب سید یوسف علیخان کو سخت رنج و افسوس ہوا نوابصاحب کے بہت سے انگریز دوست تھے جو مارے گئے اور تباہ ہوے۔ لیکن یہ موقع نہایت خوفناک تھا مختلف مقامات کے مفسدونکے آنے سے یہان بھی عام خیالات فساد کیطرف مستحیل ہو چلے تھے اور اکثر لوگ مفسدہ پردازی کے ذریعے ڈھونڈھتے تھے۔ اگر نوابصاحب کی بیدار مغزی مین کچھ بھی کمی ہوتی تو فساد کی صورت قائم ہوگئی تھی۔

نواب سید یوسف علیخان بہادر کا ضلع مراد آباد مین حکومت قائم کرنا

نوابصاحب کو واقعۂ بریلی اور مراد آباد کے بعد فوراً یہ خیال ہوا کہ مفسدونکی دلیری اور شورش زور پر ہے اگر ان کو ان اضلاع مین زیادہ موقع دست برد کا ملا

تو انتظام مین دقتین واقع ہونگی اور پھر جب یہ حالت ترقی کرے گی تو ریاست کو بھی مشکلات کا سامنا ہوگا۔ اسلیے ایک معتمد کو مع ایک تحریر وچند پیغامات زبانی کے صاحب کمشنر بریلی کے پاس نینی تال کو روانہ کیا اُس تحریر کا یہ مطلب تھا کہ فی الحال عموماً رعایا کے خیالات مین فساد پیدا ہوگیا ہے اور اُسکی کوئی انتہا بھی مقرر کرنا محال ہے لیکن اضلاع مرادآباد و بریلی مین ابھی دست درازی شروع ہوئی ہے تھوڑے زمانے تک اُنکو کسی جانب سے مدد ملنے مین بھی تامل ہے یہ موقع بہت مناسب ہے کہ اگر آپ منظور کرین تو ہم روہیلکھنڈ مین حکومت قائم رکھین کیونکہ جب اُنکو تقویت کامل ہوجائیگی تو پھر اجراے حکومت مین مدتون مشکلین واقع ہونگی اور ریاست کو خطرہ مین مبتلا ہونا پڑے گا۔

ہنوز جواب تحریر نینی تال سے نہین آیا تھا کہ نواب سید یوسف علیخان بہادر نے بحُسن اعتماد اجازت ملنے کے جو مصلحت ملکی کے لحاظ سے ایک ضروری بات تھی ۴ جون ۱۸۵۷ء کو کہ اس وقت باغیونکی قوت بڑھ چکی تھی اور اکثر مفسد گروہ اطراف وجوانب سے آکر مقیم ہوگئے تھے اور خزانے پر قبضہ کرلیا تھا اور جیل کو توڑکر قیدیون کو رہا کردیا تھا صاحبزادہ سید عبدالعلی خان عرف مجھلے صاحب اپنے حقیقی چچا کو مع ایک عمدہ فوج کے اور حکیم سعادت علی خان کو بطور منتظم مرادآباد روانہ کیا راہ مین حکیم سعادتعلیخان کو معلوم ہوا کہ صاحبزادہ سید باقر علی خان برادر صاحبزادہ سید مہدی علیخان قریب سو سوا سو آدمیونکے ساتھ بخیال حصول حکومت مرادآباد جاتے ہین

حکیم صاحب نے بہت عجلت سے پیش قدمی کی اور انسے قبل مراد آباد پہونچ کر رام گنگا کے گھاٹونکا بندوبست کرلیا۔ اسلیے سید باقر علی خان بلا حصول مطلب پریشانی کے ساتھ رامپور واپس آئے۔ اُسی روز آدھی رات کو حکیم سعادت علیخان کچھ ملازمونکے ساتھ آگے سے داخل مراد آباد ہوے اور جیلخانے کا ملاحظہ کیا۔ سید موسی رضا جیلر کی بہت تسلی کی اور کہا کہ صبح کے قریب منجھلے صاحب آئینگے مین بھی اُنکے ساتھ ہونگا تم اطمینان رکھو انتظام بخوبی کیا جائے گا۔ چنانچہ صاحبزادہ سید عبد العلی خان و حکیم سعادت علی خان مع فوج و توپخانہ شائستہ کے مراد آباد پہونچے۔ وہاں دیکھا کہ مجید الدین احمد خان عرف مجو خان اولاد نواب عظمت اللہ خان فاروقی اور عباس علی خان نبیرۂ نواب دوندے خان نے اپنے آپکو حاکم قرار دیا ہے اور اُن دونون مین بابت ریاست قدرے تنازع بھی ہوا تھا اور اُن کے ملازمین انتظام شہر مین مصروف ہین۔ اُس وقت حکمت عملی اور فوج کی شان و شوکت کے ذریعہ سے اُن کو حکومت شہر سے خارج کیا اور منادی کرائی گئی کہ حکومت شاہی اور انتظام ضلع نوابصاحب رامپور کے متعلق ہے اور تمام کچہریون کے ملازمون کو بدستور اپنی اپنی جگہ کام کرنے کی اجازت ہے اگرچہ اُن سے کوئی قصور بھی سرزد ہوا ہو اُس کا کچھ مواخذہ نہین۔ اس منادی کو سنکر تمام انگریزی ملازم سید عبد العلیخان کے دربار مین نذر کے واسطے حاضر ہوے۔ چونکہ فوج باغی اور دوسرے مفسدونکا جماؤ بہت زیادہ تھا اس لیے بعض لوگون کے ساتھ حسب صلاح وقت تالیف اور تنبیہ سے کام لیا اور سرکار رامپور کی حکومت بالاستقلال تمام شہر

اور بعض اطراف مین قائم کی شیخ امام الدین کوتوال فرار ہو گیا تھا اُسکی جگہ سید موسی رضا کو کوتوال اور سید غلام شبیر پسر سید موسی رضا کو جیلر مقرر کیا اور جتنے ملازمان سابق موجود تھے بدستور قائم رکھے۔ صرف محمد مرزا ساکن مراد آباد محلہ سبزمنڈی کوتھانہ دار موضع بجھوہی کا کیا کچھ زن و مرد اور یورپین بچے مجوخان کے پاس قید تھے اور اُنکے ساتھ بہت سختی اور بیرحمی کا برتاؤ ہوتا تھا۔ اُنکو بھی اپنی حفاظت مین لے کر کانسل والے مکان مین نہایت آسائش سے رکھا۔ تاریخ خورشید جاہی کے صفحہ ۳ ۹ ۶ مین مذکور ہے کہ نواب صاحب کی طرف سے اُن کی حفاظت کے واسطے ایک پہرہ مقرر ہو گیا اور ہر آدمی کی خوراک کے لیے پانچ روپے ماہوار مقرر کر دیے گئے انتہی کلامہ میرے نزدیک پانچ روپے ماہوار غلط ہے پانچ روپے روزہونگے۔

۶ جون کو نواب صاحب کا معتمد کمشنر کی ایک تحریر مورخہ ۴ جون اور چند خفیہ پیام لے کر رامپور پہونچا اُس تحریر مین صرف اضلاع مراد آباد پر حکومت رکھنے کی اجازت تھی۔ لہذا جو کچھ انتظامات پیشتر کیے گئے تھے اُن کی حالت بدستور رہی۔ ۶ جون کو نواب صاحب خود رامپور سے مراد آباد کو گئے ایک افسر ۲۹ نمبر پلٹن کا اُن کے استقبال کے واسطے رامپور آیا اور اُنکو اپنے ہمراہ مراد آباد کو لے گیا۔ نواب صاحب کے پہونچتے ہی توپون کی سلامی سر ہوئی۔ نواب صاحب نے دربار کر کے تمام افسرون کو دو دو شالے انعام مین دیے اور دو ہزار روپیہ باغی سپاہیون پر تقسیم کرایا۔ یہ دربار نواب صاحب کی کوٹھی پر گھوڑدوڑ کے میدان کے پاس قائم ہوا تھا اُس دربار مین مجوخان کو ضلع کا ناظم

اور حکیم سعادت علی خان کو جج مقرر کیا گیا۔ نیاز علی خان ڈپٹی کلکٹر کیے گئے باقی اور ماتحت افسران کے ہاتھ کے نیچے مامور ہوے۔ قرآن شریف کے موجب انصاف ہونے لگا۔ نیاز علی خان نے چند آدمیون کے ہاتھ وغیرہ کاٹنے کی سزا بھی دی۔ نواب صاحب نے سادات اور شرفاے امروہہ کو طلب کیا تو وہ بھی نواب صاحب کے دربار مین حاضر ہوے اور تا حصول رخصت وہین مقیم رہے بعد اسکے نواب صاحب رامپور چلے آئے۔

نینی تال پر انگریزون کے پاس ریاست کی طرف سے چار ہزار اشرفیان بھیجی جانا

نینی تال انگریزون کے واسطے اُس زمانے مین ایک عمدہ مامن خیال کیا جاتا تھا۔ لیکن اگست مین رامزی صاحب کی تحریر سے مقیمان نینی تال کو اپنی جان کے لالے پڑ گئے بنظر حفظ جان تمام میمون اور بچون کو المورہ سے روانہ کیا مگر بہت جلد اس مشوش خبر کی تردید ہو گئی اور سب لوگ نینی تال چلے آئے۔ ابتداے ستمبر ۱۸۵۷ء مین پھر باغیونکی یورش کی خبر نینی تال کی طرف گرم ہوئی کہ موی خان تین ہزار کی جمعیت سے دریاے کھا کے کنارے پر آگیا ہے اُس کے مقابلے کے لیے ایک گورکھا کمپنی اور تھوڑی سی اور فوج نینی تال سے بھیجی گئی مگر بعد کو معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط تھی اسی طرح روز مرّہ سیکڑون خبرین نینی تال والونکو پریشان کرتی تھین۔ ۷ ستمبر کو یہ خبر پہونچی کہ منڈی ہلدوانی پر خان بہادر خان کی فوج نے قبضہ کر لیا اور اب وہ

چڑھائی کے بندوبست مین ہین اُس وقت کچھ فوج زیر کوہ بھیجی گئی دیکھا تو دشمنون نے ایک گانؤن اور کاٹھ گودام کا بنگلہ مع ڈیڑھ سو ڈولیون اور پالکیون کے جلاکر خاک کر دیا تھا علاوہ اس کے اور بھی بہت سا سامان ضروری تلف ہوا۔ لہذا از سرِ نو دشمن کی سرکوبی کا بندوبست کیا لیکن روپئے کی بہت کمی تھی اور جس قدر لوگ نینی تال پر پہونچے تھے اکثر بالکل بے سروسامان تھے نہ اُنکے پاس کوئی کپڑا تھا اور نہ کوئی سامان ضروری۔ ہرچند مسٹر رامزی نے بہت کچھ مدد کی لیکن تنہا وہ کہان تک بندوبست اور انتظام کرتے۔ ادھر دشمنونکے جماؤ بڑھتے جاتے تھے اور رسد کی راہین سب اُن کے قبضے مین آگئی تھین۔ اِن خبرونکو سُنکر نواب سید یوسف علی خان نے اپنی فطرتی اولوالعزمی اور عالی حوصلگی سے چار ہزار اشرفیان صاحب کمشنر کے پاس نینی تال بھیجین اس مدد کی وجہ سے تمام انگریز نواب صاحب کے بہت ممنون ہوے اور اُنکو جو تشویش اخراجات کی تھی وہ قطعی دور ہو گئی۔

بریلی کی باغی فوج کا رامپور کی طرف آنا۔ شہر کے پاس اُس کا مقام ہونا۔ نواب صاحب کا احتیاطاً سامان جنگ اور فوج سے شہر کو مضبوط رکھنا۔ اُس فوج کا مع الخیر یہان سے گذر جانا۔ ریاست کا اُسکے شر سے محفوظ رہنا

بریلی کی باغی فوج صرف اس وجہ سے بریلی مین چندے مقیم رہی کہ شاہ جہان پور کی فوج بھی آجائے اور اُسکو ساتھ لے کر دہلی کی جانب کوچ کرے

جس وقت خان بہادر خان کو مراد آباد پر ریاست رامپور کے قبضے کا حال معلوم ہوا اُس وقت تشویش ہوئی کہ مبادا اسی طرح پر بریلی مین بھی ریاست کی طرف سے دست اندازی ہو اسکے دفعیہ کی یہ تدبیر نکالی کہ تمام باغی فوج موجودۂ بریلی کو اس امر پر آمادہ کرنا شروع کیا کہ وہ ریاست پر یورش کرے اور اُن لوگون کے اچھی طرح ذہن نشین کردیا کہ نواب سید یوسف علی خان بالکل انگریزون کے طرفدار ہین اور رات دن اس فکر مین رہتے ہین کہ تمکو دہلی جانے سے روکین اور بشرط حصول موقع تمکو قتل و غارت کرین۔ اگر ریاست رامپور کا قدم درمیان مین نہو تو انگریزون کا اس طرف کہین نام و نشان باقی نرہے۔ لیکن نواب صاحب برابر روپیہ اور سامان ضروری سے اُن کی پوری مدد کرتے ہین اس لیے بہتر ہے کہ پہلے اس کانٹے کو راہ سے دور کرو اور پھر بدل جمعی تمام روہیلکھنڈ پر حکومت اور شاہ دہلی کی حمایت کرو۔ اس وقت موقع بھی اچھا ہے کیونکہ ریاست مین نہ تمھارے مقابلے کی فوج ہے اور نہ سامان جنگ۔ زرنقد اور سامان اپنے قبضے مین لاؤ اور شمسہ تاجدار بیگم بنت نواب سید احمد علی خان کو جو سب طرح مستحق ریاست ہین وہان کا حکمران جائز بنادو۔ اگر رامپور مین تمھاری حکومت قائم ہوگئی تو پھر نینی تال والون کی سزادہی کوئی مشکل کام نہین ہے بلکہ میرٹھ تک کوئی تمھارا سد راہ نہین ہوسکتا ادھر دہلی کی راہ مین بہت سے خطرے ہین وہ بھی جاتے رہینگے۔

ان سب مراتب پر تمام باغی بھی متفق ہوگئے اور خیر خواہان ریاست نے

بریلی سے ان تمام کارروائیون کی اطلاع بھی کردی جس کی وجہ سے ایک تشویش کا عالم طاری ہوا۔ اس مین شک نہین کہ اگر ریاست کا قدم درمیان مین نہوتا تو روہیلکھنڈ مین انگریزون کو کسی جگہ پناہ ملنا محال تھا۔ اور دوبارہ حکومت نہایت دقتون سے قائم ہوتی۔ جسوقت باغی فوج شاہجہانپور اور لکھنؤ وغیرہ سے بریلی مین پہونچی اُس وقت سب نے متفق ہو کر بقصد دہلی رامپور کی جانب کوچ کیا گو اصلی مقصود دہلی جانا تھا مگر ضمن مین ریاست کی پامالی بھی منظور تھی اس کوچ کا حال سُن کر نواب صاحب نے اپنی تمام طاقت کو جمع کرنا مناسب سمجھا اور کل فوج و معتمدین جو مرادآباد مین قریب چھ سو کے تھے واپس طلب کیے چنانچہ سید عبد العلی خان ۸ جون کو اپنی فوج سے لے کر رامپور کو روانہ ہو گئے اسلیے کہ رامپور کے بعض باشندے بھی بر سر شورش اور ہنگامہ پسند طبیعتین موقع فساد کی منتظر تھین گو یہان قریب بارہ تیرہ ہزار کے قدیم و جدید فوج تھی لیکن اُس زمانے مین کسی شخص کی نسبت اعتماد کلی نہین ہو سکتا تھا اور نہ اُس جنگ آزمودہ فوج کے مقابلے کا یہان سامان تھا۔ حسب رائے صاحب کمشنر بہادر بنظر تالیف مناسب معلوم ہوا کہ باغی فوج کے واسطے چیزے بچیزے سامان رسد کیا جائے۔ چنانچہ ریاست کی حدود مین اُس کو کسی قدر رسد بھی دی گئی۔ ۹ جون کو فوج باغی بیرون شہر گنیش گھاٹ پر ٹھہری جبکہ یہ کثیر التعداد باغی جماعت یہان آگئی تو اُس نے اس امر کی خواہش کی کہ نواب صاحب اگر بذات خاص شریک نہو سکین تو اپنی فوج سے ہمکو مدد دین تاکہ ہم نینی تال کے انگریزون کا قلع قمع کرین اور ولیعہد بہادر (نواب

سید کلب علی خان) کو ہمارے ساتھ ملازمت شاہ دہلی کے لیے روانہ کریں اگر نواب صاحب ہماری ان باتوں کو قبول کریں گے تو ہم بے شک یقین کر سکتے ہیں کہ وہ ہمارے اور عام مسلمانوں کے دوست ہیں"

اس خاص معاملے میں سرفراز علی کی معرفت جو مولوی مشہور اور فوج باغی کا مقتدا تھا بہت گفتگو ہوئی لیکن مفسد اپنی بات پر بار بار زور دیتے تھے آخر کار مولوی سرفراز علی کو قریب چھ سات ہزار کے روپیہ اور سامان تالیف کیلیے دیا گیا اور اُن کے اصرار کو بلطائف الحیل ٹالا۔ مگر وہ آخر تک یہی بات کہتے رہے کہ ہم یہ مراتب بنظر خیر خواہی کہتے ہیں کیونکہ نواب صاحب ایک قدیمی رئیس اور مسلمانوں کے حاکم ہیں۔ شہر کے مفسدوں نے یہ طرز اختیار کی کہ رات دن فوج باغی میں جاکر طرح طرح کی باتیں بناتے اور اُس کو فساد پر آمادہ کرتے تھے یہ حال سُن کر نواب صاحب نے حکم عام دیا کہ کوئی شخص ہمارے متوسلین اور شہر کے باشندوں میں سے وہاں نہ جانے پائے۔ لیکن مفسدوں نے اس حکم کی بھی بخت خان سے شکایت کی اور اُسنے نواب صاحب سے اس امر کا گلہ کیا بہر حال ۱۳ جون کو یہ باغی فوج مراد آباد کی طرف چلی گئی۔

اگر مفسدوں کا منصوبہ پورا پڑ جاتا تو اس موقع پر ریاست بھی ایک آتش بازی کا میدان ہو جاتی۔

ریاست کی فوج کے چلے آنے اور فوج بریلی کے پہونچ جانے کی وجہ سے مراد آباد میں دوبارہ بد نظمی پیدا ہو جانا

مراد آباد کا حال سُنیئے کہ ریاست کی فوج رامپور کو جاتے ہی مجو خان نے

پھر اپنا سکہ جمانا شروع کر دیا تھا۔ نواب صاحب کی حکومت کے زمانے مین اُنکی حکومت کی رونق جاتی رہی تھی کچھ عیسائی لوگ اور ایک ڈپٹی کلکٹر جو انگریزی افسرون کے ساتھ بھاگنے سے رہ گئے تھے مولوی عالم علی صاحب کے ہاتھ پر مسلمان ہوکر جا نبر ہوے۔ مولوی صاحب نے ان لوگونکو آرام سے رکھا اور اُن کے واسطے کچھ چندہ بھی کیا گیا۔ ۱۴ جون کو بریلی کا برگیڈ بخت خان کی افسری مین مراد آباد داخل ہوا۔ مراد آباد کے باغیون نے مولوی عالم علی صاحب کی نسبت بخت خان سے شکایت کی کہ اُنھون نے عیسائیون کو پناہ دی ہے اس بات پر مولوی صاحب کا گھر لوٹا گیا۔ اور عیسائیون کو پکڑکر گاڑیونسے باندھکر باغیون کے لشکر مین لے گئے۔ مسٹر کینجن ڈپٹی مجسٹریٹ اور اُس کا سالا مسٹر کاربری اور اُس کا ایک لڑکا پندرہ برس کی عمر کا جوان ایک کایستھ کے گھر مین سے پکڑے گئے یہ تینون انگریز رات کے وقت تربپت گنج کے مغربی دروازے کے قریب مسجد کے سامنے قتل کیے گئے اور اُنکی عورتین بخت خان کے سپرد ہوئین اور اُس کایستھ کو تمام دن توپ سے بندھا رکھا شام کو کچھ رشوت لیکر آزاد کیا گیا اور ان باغیون نے وہ تمام ظالم اور مفسد قیدی جو نواب سید یوسف علیخان بہادر کے نمکخوارون نے نہایت کوشش اور جانفشانی سے گرفتار کیے تھے چھوڑ دیے اور لوٹ کا اسباب جو متفرق مقامات کے مفسدون سے چھین کر جمع کیا تھا اُس کو لوٹ لیا اور لٹوا دیا۔ مجو خان کو جو پیشتر سے نواب بنگئے تھے دوبارہ اس باغی جماعت نے نواب بنایا اور تمام شہر مین منادی کرادی۔ مجو خان سے بخت خان نے باربرداری طلب کی اُنھون نے جواب دیا

کہ بار برداری بھیجتا ہون اور جو سوار بار برداری طلب کرنے کو آئے تھے
اُن سے کہدیا کہ بغیر سید موسی رضا کوتوال شہر کے بار برداری نہین ملے گی
اُن کو پکڑ بیجاؤ کوتوال باغیون کے خوف سے روپوش تھے مگر مجو خان نے
سُراغ لگا کر گرفتار کرادیا۔ سوارون نے بخت خان کے پاس پہونچا دیا
اُس نے بار برداری طلب کی اُنھون نے جواب دیا کہ آپ کی آمد آمد کے
خوف سے شہر والون نے اپنی اپنی سواریان مخفی کردی ہین مگر مین تلاش کرکے
حاضر کرونگا لیکن بدقت اور بدیر ملینگی اُس نے ان کے ساتھ چند سوار کرکے
رخصت کیا۔ سید موسی رضا نے سوارون سے کہا کہ میری راے مین تو
مجو خان کے یہان سے بار برداری بہ آسانی مل سکتی ہے کہ وہ رئیس قدیم
ہین اور ہر قسم کی بار برداری رکھتے ہین اور جگہ سے ملنا معلوم نہین ہوتا۔
مین بھی تمھارے ساتھ اُن کے گھر چلتا ہون گھر مین ہو آؤن یہ کہکر چھپ گئے
سوار منتظر رہے لاچار مجو خان کے پاس چلے گئے اور کل بار برداری اُنکے ہان سے
لے لی۔ ۷ اجون ۱۸۵۷ء کو یہ فوج باغی مراد آباد سے دہلی کی جانب روانہ ہوئی
اسکے ہمراہ ۲۹ نمبر پلٹن بھی مراد آباد سے دہلی کو چلدی۔ گرفتار شدہ عیسائیون مین
ایک مسٹر فلپ سررشتہ دار جج اور ایک ۶۸ نمبر کی پلٹن کے بابت کا افسر
جس سے باغی لوگ مشکوک تھے مقام گجرولہ کے قریب مار ڈالے گئے۔
باقی چار عیسائی ایک مسٹر پاول ڈپٹی انسپکٹر ڈاکخانہ دوسرا مسٹر پل
سررشتہ دار کلکٹری تیسرا مسٹر ڈارنگٹن محرر کلکٹری چوتھا مسٹر میک گایر
محرر ججی باغیون کی قید مین دہلی تک گئے وہان پر اُن کا پتہ نہین معلوم ہوا

کہ کیا ہوے۔ شاید دہلی مین پہونچتے ہی وہان کی باغی فوج نے اُن کو مار ڈالا
۱۸ جون کو مقام رجب پور گجرولہ مین سند حکومت مراد آباد کی مجو خان اور
اسد علی خان کو بادشاہ کی طرف سے لکھدی گئی۔ بخت خان کے جاتے ہی مجو خان
پھر مراد آباد کے حاکم بنگئے اور شاہ دہلی کا نائب اپنے آپ کو مشہور کرنے لگے۔
عباس علی خان بخت خان کے ساتھ جاکر وہان سے ایک سند اپنی نیابت
ضلع مراد آباد حاصل کر لایا اور حکومت مراد آباد کیلیے مجو خان اور عباس علیخان مین
باہم ناچاقی ہونے لگی مگر چند ہی روز کے عرصے مین موضع بیجنا وغیرہ کے
لوگون نے مراد آباد کے لوٹنے کا ارادہ کیا اس خوف سے عباس علی خان
اور مجو خان نے آپس مین صفائی کر لی اور آخر کار رعایا نے مجو خان کو اپنا حاکم
قبول کیا۔ مگر مجو خان کو اپنے عملے کے لوگون کے واسطے خرچ کی ضرورت پڑی
تو اُنھون نے منتا پور کے ایک مہاجن پردومن کشن کو بلا کر روپیہ طلب کیا۔
اُس نے روپیہ دینے سے انکار کیا۔ اسپر ایوب خان اور حافظ علی احمد سرغنہ لوگ
مسلمانون کی جماعت کے ساتھ مہاجن مذکور کا گھر لوٹنے کو چڑھگئے اس خبر کو سُنکر
کنگھر کے ٹھاکر کی مدد کو آگئے اور آخر کار روپیہ نہ لیے جانے پر مصالحت ہوگئی۔

شہر مراد آباد مین دوبارہ ریاست کی طرف سے انتظام قائم ہونا اور اضلاع مراد آباد مین انسداد فساد کیلیے فوج ریاست کی تعیناتی تجویز ہونا جہان مفسدون نے آفت برپا کر رکھی تھی

حسب رائے صاحب کمشنر نواب صاحب نے دوبارہ دو ہزار فوج اور چار توپین

ہمراہ کرکے صاحبزادہ سید عبد العلی خان و حکیم سعادت علیخان کو مرادآباد روانہ کیا ۲۴ جون کو یہ فوج مرادآباد پہونچی۔ اس وقت مجو خان کے پاس دو توپین اور کچھ مفسد سپاہ تھی اور بہ نسبت پہلے کے اب زعم حکمرانی بھی زیادہ تھا۔ افسران ریاست نے بہ تہدید و آشتی مجو خان کو حکومت سے دست بردار کرنیکی کوشش کی۔ چونکہ اُن کے پاس کامل جمعیت نہ تھی اسلیے وہ دو توپین بھی اہلکاران ریاست کے سپرد کردین۔ اور خود حکومت سے دست بردار ہوگئے نواب سید یوسف علی خان نے مناسب سمجھا کہ مجو خان کی تالیف قلب کے لیے اُن کو سنبھل کے ناظم کا لقب دیا جائے اور اُنکے واسطے ساٹھ ہزار روپے کی جاگیر مقرر کردی۔ کچھ میم اور بچے بخت خان مجو خان کے سپرد کرگیا تھا قریب تھا کہ اُن کی جانون پہ بھی کوئی آفت آ جائے مگر اہلکاران ریاست نے اُن سب کو اپنی حفاظت مین لیکر بہ آرام و آسائش رکھا۔ بخت خان کے قیام نے اکثر مرادآباد کے مفسدون کو نہایت سرکش کردیا تھا اور اضلاع مین تو سوائے کشت و خون کے اور کوئی کام ہی نہ تھا گنوار بھی دعوائے حکومت مین مست تھے ہر ایک زمیندار اور معافی دار اپنے آپ کو راجہ اور نواب خیال کرتا تھا جسکے پاس سو پچاس آدمیون کی جمعیت ہوئی اُس نے لوٹ مار شروع کردی مفسدون کی شرارت نے تمام اضلاع مرادآباد مین ایک تہلکہ سا ڈالدیا تھا۔ اُدھر نواب ولی داد خان کی سرکشی اور یورش کے سیلاب گنگا کے اُس پار آن کر حسن پور تک پہونچ گئے تھے چندوسی سنبھل امروہہ اور ٹھاکردوارے مین مفسدون نے سخت ظلم جاری کر رکھے تھے قتل زر کیواسطے

لوگون کو قید کرتے تھے اور طرح طرح سے آبروریزی ہوتی تھی۔ راستے بالکل امن و امان سے خالی تھے۔ مسافرت ایک مہلک کام تھا۔ تجارت کے دروازے چارون طرف سے مسدود۔ ہر ایک قصبے اور گاؤن مین قحط کی صورت تھی زراعت کا کہین نشان تھا کہین نہ تھا۔

صاحب سنگھ اور چیپہ و کھوری والے جاٹون نے سنبھل و تعلقات سنبھل مین ایک آفت برپا کر رکھی تھی لوگون کو ذرا ذرا سی بات پر قتل کر ڈالتے۔ آسودہ رعایا کے مکان لٹواتے تھے۔ اور صاحب سنگھ نے دیپا سرائے سنبھل کو لوٹ کر ہمراہی پشنا جاٹ ساکن موضع جول کھیڑہ دکن کی طرف سے امروہہ پر چڑھائی شروع کی پہلے حملے مین جو تھوڑے سے عوام الناس یہان سے کے مقابل ہوئے تو جاٹون نے پیچھے ہٹنا شروع کیا نا تجربہ کار آدمی تعاقب کیے چلے گئے جب شہر سے دور ہو گئے تو موضع پیت سرہ مین جاٹون نے گھیر لیا۔ سترہ آدمی مارے گئے باقی بھاگ آئے۔ پھر دو روز کے بعد جاٹون نے دوسرا حملہ کیا اور ساکنان شہر کو پیام دیا کہ مہاجنون کو ہمارے حوالے کر دو یا دس ہزار روپیہ دو ورنہ ہم اس شہر کو لوٹ لینگے جب کہ روپیہ نہ پہونچا تو جنگ کی نوبت پہونچی اور جاٹ ہٹ گئے شہر والے تو دھوکا کھا چکے تھے آگے نہ بڑھے اس سے دوسرے روز بیشمار جاٹون نے متفق ہو کر پھر حملہ کیا۔ شہر والون نے بھی خوب جم کر مقابلہ کیا۔ شہر والے نکلے باہر نکلتے ہی جاٹون نے حملہ کیا اور بندوقین سر کین تو گولیان بادہوائی گئین شہر والون نے تلوارون سے ایسا سخت مقابلہ کیا کہ جاٹون کے پاؤن اکھڑ گئے۔

دھاوندیا وغیرہ سرکشون نے کئی ہزار آدمیون کے ساتھ چندوسی کو لوٹ کر ویران کیا اور وہان اپنی حکومت قائم کی جنگی خان ومردان خان وپور نگا اہیر نے ٹھاکردوارے کے محالات کو اپنے ظلم اور جبر سے چھین کر رکھا تھا بہت سی رعایا جلاوطن ہوکر مختلف مقامات کو چلی گئی۔

ان سب خرابیون کے دور کرنے اور انگلش گورنمنٹ کی حکومت قائم کرنیکے واسطے نواب سید یوسف علیخان بہادر نے صاحبزادہ سید عبدالعلی خان بہادر عرف منجھلے صاحب کو حاکم اعلیٰ مرادآباد کا مقرر کیا۔ اور غلام ناصر خان بطور ڈپٹی کلکٹر کے مقرر ہوے۔ شہر کے انتظام کے واسطے سید موسی رضا عرف بھُورا خان کوتوال کا تقرر ہوا۔

مفسدونکی سزادہی کیلیے موضع بیتی کو فوج کی روانگی

کچھ دنون کے بعد منجھلے صاحب کو خبر پہونچی کہ ٹھاکران موضع بیتی نے لوٹ مار کر رکھی ہے راستے بند کردیے ہین اور بہت سے مفسد اُن کے ساتھ ہوے ہین عجب نہین جو مرادآباد کو لوٹ لین۔ یہ خبر سُن کر غلام ناصر خان کو مع توپخانہ وسوار پیادہ انتظام کے ساتھ روانہ کیا۔ مقام پاک بڑی مین فوج مقیم ہوئی مگر فوج والون نے ظلم کرنا شروع کیا جس کو چاہا پکڑ لالے عورتون کا زیور چھین لیتے۔ غلام ناصر خان نے ایسے مظلومونکو چھوڑ چھوڑ دیا۔ زیور واپس کرلئے۔ یہ حال دیکھکر فوج بطور خود مرادآباد چلی گئی اور وہان یہ مشہور کیا کہ ہمارے افسر باغیون کو چھوڑ دیتے ہین۔ لیکن غلام ناصر خان اور سید موسی رضا وہین مقیم رہے اور دوسری فوج

مراد آباد سے طلب کی دوسرے روز جب فوج پہونچی تو انتظام ٹھاکران مفسد حسب مصلحت وقت بخوبی کر دیا۔ بعد انتظام مراد آباد واپس آ گئے کچھ باغی اور مفسد غارتگر جو گرفتار ہو کر آئے تھے بعد تحقیقات منجھلے صاحب کے حکم سے انکے ہاتھ کٹوا دیے۔

بدمعاشون کے ہاتھ سے چندوسی اور سہنس پور کی تباہی۔ ریاست کی فوج کا چندوسی سہنس پور بلاری بسولی اور آنولے کے انتظامات کے لیے بھیجا جانا

مقام چندوسی مین کہ لاکھون روپے کا مال تجارت ہر قسم کا رہتا ہے لوٹ مار کے واسطے وہان غارتگر بہت سے جمع ہو گئے تھے ان مفسدونکے سرغنہ دھرما وندیا وغیرہ تھے۔ ۲۵ جون ۱۸۵۷ء کو انتظام چندوسی کے لیے صاحبزادہ سید علی اصغر خان مع فوج کے روانہ ہوے۔ ابھی صاحبزادے صاحب مقام چندوسی مین نہین پہونچے تھے کہ ایک عرضی بیوہ میر مصطفے علی ساکن سہنس پور کی اس مضمون سے منجھلے صاحب کے پاس آئی کہ سلطان علی میرا رشتہ دار مستعد غارتگری و کشت و خون ہے۔ سید موسی رضا کو حکم ہوا کہ جلد جا کر انتظام کرو۔ کوتوال نے سید افضل علی تھانہ دار سابق امروہہ اور حسن بخش خان ساکن چوکی حسن خان کو انتظام سہنس پور کیلیے مقرر کیا۔ دونون نے انکار کیا۔ ناچار سید موسی رضا کوتوال بذات خود روانہ سہنس پور ہوے مقام بلاری مین صاحبزادہ سید علی اصغر خان بہادر بھی

مع فوج کے مل گئے۔ کوتوال کے پہونچنے سے قبل ہی سہنس پور کا کام تمام ہو گیا تھا۔ بیوہ مصطفیٰ علی تنہا بلاری مین چلی آئی اور ایک کمپنی پلٹن مراد آباد کی تحصیلدار بلاری کو گھیرے ہوئے خزانہ طلب کرتی تھی صاحبزادہ صاحب نے بحکمت عملی کمپنی کو وہان سے ناکام رخصت کیا۔ اس عرصے مین چندوسی کو مفسدون نے لوٹ لیا اور آٹھ روز تک یہ مقام اُن کے ہاتھ سے لٹتا رہا۔ صاحبزادہ سید علی اصغر خان بھی مع فوج کے چندوسی پہونچ گئے مفسدون نے بہت کوشش کے ساتھ مقابلہ کیا لیکن آخر کار اکثر مارے گئے اور باقی ماندہ گروہ نے فرار اختیار کیا۔ صاحبزادہ صاحب نے انتظام شہر اور محالات کیطرف توجہ کی بہت سے مفسد پکڑے گئے اور قرار واقعی سزائین دی گئین۔ لوٹ کا مال جو مفسد چندوسی سے لے گئے تھے اکثر واپس کیا اور اہل شہر کو حسب شناخت مالکون کے واپس کر دیا اس انتظام کی وجہ سے جس قدر دیہات ویران ہو گئے تھے وہ پھر آباد ہو گئے اور سرکاری مالگذاری بھی وصول ہونے لگی۔ پھر معلوم ہوا کہ بسولی مین کچھ فساد ہے صاحبزادہ سید علی اصغر خان مع حکیم سعادت علیخان کے جو وہان پہونچ گئے تھے بسولی پہونچے وہان مفسدون کو سزا دی اور آئندہ کے لئے وہان کا انتظام کر کے رامپور آگئے۔ چند روز کے بعد صاحبزادہ سید کاظم علیخان بطور دورہ کے چندوسی کو گئے جنکی وجہ سے مفسدون کی ہمتین پست ہو گئین۔

سنبھل مین بدمعاشون کا لوٹ مار مچانا فوج ریاست کا وہان پہونچکر انتظام کرنا

اسی زمانے مین سنبھل مین بھی فساد شروع ہوا۔ [illegible] کے جاٹ

جنکے سرغنہ صاحب سنگھ اور چھدو تھے اور بہیرا پور کے میواتی اور بلال پور کے مولون نے مل کر سنبھل کا بہت بڑا حصہ لوٹ لیا مولوی حامد علی تحصیلدار سنبھل اور ابن علی کوتوال بخوف جان مراد آباد چلے آگئے تھے۔ خانسامان وزیر علی سنبھل کے ناظم مقرر ہوے انکا وطن سنبھل تھا اس لیے ذاتی واقفیت اس جانب کی زیادہ تھی گو لٹیرون اور راہزنون نے وہان طوفان بے تمیزی برپا کر رکھا تھا مگر خانسامان وزیر علی کی حکمت عملی نے اسکو دفع کیا صاحب سنگھ وغیرہ ذلت کے ساتھ پسپا ہوے اور اسکے مسکن کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا۔ سنبھل کے علاقے مین ہر جانب فوج وغیرہ بھیجکر انتظامی حالت درست کی گئی۔ جن لوگونپر لوٹ مار کا ثبوت ہوا انکو سخت سزائین دی گئین جنپر جرم قتل ثابت ہوا وہ عبرت کے واسطے توپ سے اڑا دئے گئے یہانتک کہ پورا بندوبست ہوگیا اور زر مالگذاری بلا وقت وصول ہونے لگا مگر سنا جاتا ہے کہ فوج کے لوگون نے سنبھل کے راجی مل مہاجن سے بہت سا روپیہ وصول کیا۔

علاقہ حسن پور کا بندوبست

علاقہ حسن پور مین ایک جانب تو نواب ولی داد خان کے آدمی مصدر فتنہ و فساد تھے۔ دوسری جانب جاٹون نے ایک جماعت کثیر کے ساتھ شورش برپا کر رکھی تھی وہان کے انتظام کے واسطے ناظر گود سہائے مقرر ہوا اور صاحبزادہ سید محمد رضا خان نواب سید یوسف علیخان کے داماد اور بھتیجے مع دو ضرب توپ اور فوج کے مفسدون کی گرفتاری کے لیے روانہ ہوے وہان بھی دشمنون نے باطمینان کامل مقابلہ کیا لیکن بہت جلد شکست کھا کر بھاگے اور پھر کوئی بدنظمی

پیدا نہ ہوئی۔

ٹھاکردوارے کے مفسدونکی سرکوبی

ٹھاکردوارے کے مفسدون کی سرکوبی کے واسطے عبدالرحمن خان رسالہ دار اور علی رضا خان رسالہ دار مع دوضرب توپ اور دوسو سوارون کے روانہ ہوئے دریائے ڈھیلا پر تین ہزار مفسد سدراہ ہوئے مگر تھوڑی سی لڑائی کے بعد وہ منتشر ہوگئے اور ٹھاکردوارہ مفسدون کے قبضے سے نکل آیا۔ پورنگا اہیر ایک مشہور بدمعاش مرادآباد میں قید تھا جیلخانہ ٹوٹنے کے بعد وہ ٹھاکردوارے کے محالات مین آکر لوٹ مار کرنے لگا اور گردونواح کے ٹھاکر واہیر اور دوسری قومین اپنے ساتھ متفق کرکے چار ہزار آدمیونکے ساتھ اُس نے موضع شریف نگر کو لوٹ لیا۔ عبدالرحمن خان اور علی رضا خان اپنے سوار اور توپین لے کر اُسکے مقابلے پر گئے دو تین گھنٹے تک وہ خوب جمکر لڑا مگر ایسے آوارہ گرد گروہون مین جنگ کا سلیقہ کہان۔ آخرکار اُس کا ایک نوجوان بیٹا وہین مارا گیا اور اُسکے ساتھی بھی بہت سے کام آئے اور بہت نقصان اُٹھاکر ایسا فرار ہوا کہ پھر اُس علاقے مین کبھی فساد کی جرأت نہین کی۔ نواب سید یوسف علیخان کے حکم سے قاضی فضل احمد جو رُدّدرپور مین تحصیلدار تھے ٹھاکردوارے کے تحصیلدار مقرر ہوئے اور بعد انتظام کامل وہان سے فوج واپس آگئی۔

عیسائی میم اور بچونکی میرٹھ کو روانگی

جو عیسائی عورتین کہ باغیونکے پاس قید تھین اور نواب صاحب کے اہلکارون نے اپنی حفاظت مین لے لیا تھا۔ یہ عورتین مسٹر کیبن۔ مسٹر ل۔

مسٹر ڈارنگٹن۔ مسٹر میک گایر۔ مسٹر ہمفری۔ مسٹر وارو ِک کی بی بیان تھین۔
ان مین سے ہر ایک کے ساتھ ایک سے لیکر چھ تک بچے بھی تھے ان عیسائیون مین
مسٹر وارو ِک نینی تال مین بھاگا ہوا موجود تھا باقی کچھ مر چکے تھے کچھ باغیون کی
قید مین تھے۔ گو ان یورپین میم اور بچونکی مہمانداری کا بندوبست کیا جاتا تھا
لیکن وہ لوگ ہمیشہ افسردہ اور پریشان رہتے تھے ادھر نواب صاحب کو بھی
خیال ہوا کہ یہانکی حالت انتظامی کا کوئی اعتبار نہین اور مفسدہ پردازی
کوشش کر رہے ہین اس لیے صاحب کمشنر سے مشورت کی انکی یہ رائے ہوئی
کہ ان لوگون کو میرٹھ بھیجدیا جائے گڑھ مکٹیسر کے گھاٹ تک نوابصاحب
کے افسر انکو پہونچائین وہان سے گورنمنٹ کی حفاظت مین میرٹھ چلے جائینگے
حکیم سعادت علی خان کو حکم ہوا کہ پچاس آدمیونکے گروہ کے ساتھ جو تمھارے
اعتباری ہون ان عورتون اور بچون کو جس طرح ممکن ہو گنگا کے معبر تک پہونچاؤ
لیکن عام طور پر یہی خیال تھا کہ حکیم سعادت علی خان زندہ نہ آئینگے اور
نہ انکے ساتھیون مین سے کوئی زندہ بچے گا۔ کیونکہ ولی داد خان نے
گنگا کے گھاٹون پر اپنا بندوبست کر رکھا تھا۔ حکیم سعادت علی ۲۶ نومبر ۱۸۵۷ء
کو اس یورپین گروہ کو لے کر روانہ ہوئے اور ہر جگہ تملق اور تنبیہ سے کارروائی
کر کے انکو افسران انگلش کے سپرد کر کے گڑھ سے واپس آئے۔

مراد آبادیون کی حالت۔ رعایاے مراد آباد اور فوج رامپور کے سپاہیون مین ہنگامہ آرائی

مراد آباد مین رعایا کی یہ حالت تھی کہ ہر جمعہ کو مسجدون مین جہاد کے واسطے

وعظ کہا جاتا تھا جس سے باغیونکی زیادہ تر ہمت بڑھتی تھی عوام الناس مین مشہور تھا کہ ایک فقیر ایران سے ایک لاکھ غازیون کو لے کر دہلی مین آیا ہے جس کی کرامت سے انگریزونکے تمام بان اور گولے پانی کے قطرون کی طرح بہ جاتے ہین بعض کا قول تھا کہ بمبئی کی باغی فوج قسطنطنیہ ہوکر انگلستان کو ملکہ کی گرفتاری کے لیے گئی ہے تاکہ اُسکو دہلی کے بادشاہ کے دربار مین حاضر لاکر چربی آمیز کارتوسون کے بھیجنے کی بازپرس کرے۔ مرادآباد مین انگریزی وضع کا کپڑا پہننے والے کو جان کا خوف تھا اور انگریزی بولنے والا تو بالکل کرسچین اور پکا کرسچین سمجھا جاتا تھا۔ دہلی پر انگریزون کو شکست ہونے کی خبرین بڑے زور شور کے ساتھ نئے حکمرانون کو لکھی گئیں کہ اب کوئی لمحہ یا چشم زدن مین ان کافرون کا استیصال کیا جاتا ہے ایسے طوفان کے زمانے مین صرف چند آدمی مرادآباد کے انگریزی خیر خواہ تھے جو ہمیشہ مسٹر ولسن اور دوسرے انگریزی افسرون سے خفیہ خط وکتابت رکھتے تھے۔ ان لوگون مین درگا پرشاد ڈپٹی انسپکٹر اسکول۔ نند کشور سپرنٹنڈنٹ سڑک۔ بھاؤ جگناتھ ڈپٹی پوسٹماسٹر بابو تارا چند اسسٹنٹ سرجن۔ بابو گنیش پرشاد ترجمہ نگار منصفی۔ یہ اشخاص تھے اور اس ڈاک رسانی کی خدمت لالہ لچھمی نرائن بریلی کے ایک مہاجن نے اپنے ذمے لی تھی۔

مرادآباد مین ریاست کی دست اندازی کا بعض بعض شہر والون اور دوسرے مفسدون کو نہایت ملال تھا خصوصًا مجو خان رات دن اس امر کے درپے تھے کہ کسی طرح ریاست کا قبضہ یہان سے اُٹھ جائے اور یہ بطور خود

حکومت کرون۔ ریاست کے بندوبست سے کسی ظالم و جابر کو شرارت کا موقع نہ ملتا تھا اس لیے عموماً مفسد ہنگامہ آرائی کرنا چاہتے تھے۔ اس معاملے مین اُنھون نے بہت سی کوششین کین لیکن ناکامیاب ہوے مگر ۲۹ جولائی اور بقولے ۲۔ اگست ۱۸۵۰ء کو ایک عجیب پرہول قضیہ رویکار ہوا جو بنام کدوخانی مشہور ہے۔ ایک شخص جو ریاست کی فوج مین ملازم تھا کدو بازار سے خرید رہا تھا کہ عثمان خان ساکن مرادآباد نے اُس سپاہی سے کچھ تکرار کی یہانتک فساد ہوا کہ عثمان خان زخمی ہوا اور اپنے گھر مین جا بیٹھا۔ چونکہ مرادآباد کے مفسد رامپور والون پر بوجہ اُنکی حکومت اور انتظام کے خار کھائے بیٹھے تھے دس بارہ آدمیون نے اُس فوجی ملازم کو مار ڈالا۔ حکیم سعادت علیخان نے اس فساد کو کسی قدر مٹایا اور کوتوال کو حکم دیا کہ عثمان خان زخمی کو کوتوالی مین بلالاؤ اور علاج کراؤ۔ ہنوز وہ مجروح کوتوالی نہین پہونچا تھا کہ فوج والون نے یورش کرکے اُس کو رستے مین مار ڈالا۔ جبکہ وہ مارا گیا تو ہنگامۂ عظیم برپا ہوا۔ جملہ ساکنان مرادآباد و دیہات قرب وجوار متفق ہوگئے اور مسلح گروہ کوچہ و بازار مین پھرنے لگے ریاست رامپور کا آدمی ملازم یا غیر ملازم جس جگہ ملا فوراً مار ڈالا۔ جب یہ صورت فساد کی قائم ہوئی تو منجھلے صاحب مع دیگر کارندون کے حسب مصلحت وقت بمشورۂ حکیم سعادت علیخان دیوان کانمل کے مکان مین مقیم ہوگئے اور مکان کے آس پاس توپین قائم کین جس وقت کیمپ ریاست مین یہ خبر پہونچی تو تمام فوج نے بطور خود کمربندی کر لی اور کل افسر و سپاہی اس بات پر آمادہ تھے کہ توپون کے گولون سے مرادآباد کو مسمار کردین کوتوال شہر نے مع چند سپاہیون کے کوتوالی مین

پناہ کی باقی سپاہی شامل بلوائیان ہوگئے یہانتک کہ کوتوالی کے ایک
سپاہی نے سید موسی رضا کوتوال کے تپنچہ مارا کہ وہ خطا کرگیا اور تپنچہ مار کر
دھونکل سنگھ کٹکھر ولے رسالدار باغی سرغنۂ بلوائیان کو اطلاع کی کہ کوتوال
پانسو سپاہیان رامپور کی جمعیت کے ساتھ کوتوالی مین موجود ہے اور جو مرادآباد کا
باشندہ اُدھر سے نکلتا ہے اُسے گولی سے ہلاک کرتا ہے۔ یہ سُن کر دھونکل سنگھ
بلوائیونکی جماعت لے کر کوتوالی پر چڑھ آیا اور آمادۂ فساد ہوا۔ موتی سنگھ برہمن
ملازم کوتوالی نے جو کوتوال کے ساتھ موجود تھا دھونکل سنگھ کے گروہ کو
جھانک کر دیکھا اور دھونکل سنگھ سے جاکر کہا کہ تم کس خیال مین ہو کوتوالی مین
رامپور کا کوئی آدمی نہین نہ کوئی کسی کو مارتا ہے مین کوتوالی کا دروازہ
کھولتا ہون چنانچہ دروازہ کھولکر دکھادیا اور اطمینان کردیا کہ صرف چار پانچ
سپاہی تھے۔ اُس وقت دھونکل سنگھ نے کوتوال سے کہا کہ یہ فساد دم بدم
بڑھتا جاتا ہے اسکو فرو کرو کوتوال نے جواب دیا کہ مین خود متردد ہون کہ
کیا تدبیر کرون ہان اگر مجکو دیوان کے مکان مین پہونچادو تو مین منجھلے صاحب سے
صلاح کرکے تمکو جواب دون۔ دھونکل سنگھ نے اقرار کیا۔ چنانچہ کوتوال نے
اپنے ساتھ والون کو ہمراہ لیا۔ دھونکل سنگھ کا گروہ بھی پیچھے پیچھے ہولیا یہ وہان پہونچے
اور کہا کہ اب وہ فکر کرنی چاہیے جس سے بلوہ اور فساد رفع ہو۔ حکیم سعادت علیخان
نے کہا کہ مرادآباد یون کے قول و فعل کا اعتبار کیونکر ہو انکا ظاہر کچھ باطن کچھ ہے۔
کوتوال نے کہا مین اُس شخص کو لایا ہون کہ اگر وہ عہد کریگا تو کسی کو مجال نہین
کہ انحراف کرے۔ یہ کہکر دھونکل سنگھ اور اُسکے کئی سربرآوردہ ہمراہیونکو پیش کیا

حکیم سعادت علیخان نے اُس سے قسم کے ساتھ عہد موکد کرکے اپنے یہان سے افسران فوج کو بلوایا اور اُن سے بھی عہد وپیمان لیا کہ آیندہ کسی قسم کا فتنہ و فساد نہوگا اور آپس مین صلح کرادی۔ آدھی رات تک یہ قضیہ طے ہوا دونون گروہ واپس ہوگئے۔ غلام ناصرخان جو ٹھاکردوارے مین منتظم تھے یہ خبر سنکر مرادآباد کو آئے رام گنگا پر ملاحون نے نہین اُتارا اور یہ کہا کہ دھونکل سنگھ کا حکم نہین ہے۔ جب یہ خبر حکیم سعادت علیخان کو پہونچی اُنھون نے بذریعۂ کوتوال دھونکل سنگھ کو اطلاع دی دھونکل سنگھ خود گھوڑے پر سوار ہوکر گھاٹ پر آیا اور کوتوال کو ہمراہ لایا اور بہت عذر کیا۔ اور گھاٹ والون سے کہا کہ میر صاحب جو حکم دین وہ کرنا چاہیے کوتوال کشتی پر بیٹھ کر غلام ناصرخان کو لانے کے لیے روانہ ہوے جب دریا کے دوسرے کنارے پر پہونچے تو معلوم ہوا کہ وہ موضع بھینسیا کو چلے گئے۔ کوتوال وہان گئے اور اُن کو اپنے ہمراہ لاکر قریب نماز صبح مرادآباد مین حکیم سعادت علیخان کے پاس پہونچادیا۔ فجر ہی تمام افسران فوج اور تمامی عمائد شہر ہندو مسلمان جمع ہوے اور باہم برضامندی مصالحت بخوبی ہوگئی اس ہنگامے مین ریاست کی فوج کے چالیس آدمی مارے گئے تھے اور کچھ آدمی مرادآباد کے ہلاک ہوے۔ واقعی اگر اس موقع پر تھوڑا بھی مصالحت مین فوج کو تامل ہوتا تو مرادآباد کی عجیب حالت ہوجاتی۔

امروہے کو فوج کی روانگی۔ اور نچھڑاؤن۔ ٹکڑہی۔ گجرولہ اور امروہہ کے راستون پر جابجا چوکیان مقرر کرنا

مرادآباد مین سنبھلے صاحب کو یہ خبر پہونچی کہ امروہے کے علاقے مین کچھ فساد

ہونے والا ہے اور عشرہ محرم ۱۲۷۴ھ ہجری بھی آگیا ہے اسکا بھی انتظام واجب ہے۔ منجھلے صاحب نے سید موسی رضا کو مع فوج پیادہ و سوار و توپخانہ مامور کیا۔ چنانچہ سید موسی رضا مع فوج کے ننھے خان کے باغ مین ٹھہرے یہ خبر جب امروہے مین پہونچی تو جملہ روسائے امروہہ مسلمان و ہنود اُنکے پاس آئے اور خواہش کی کہ فوج کو یہان سے واپس لیجائیے ہم ذمہ دار ہین کہ کسی قسم کا فساد نہوگا فوج کے رہنے مین ہر طرح کی تکلیف کا اندیشہ ہے۔ سید موسی رضا نے منجھلے صاحب کو اس سب حال کی اطلاع دی اور بازگشت فوج کی اجازت حاصل کی اور فوج کو رخصت کرکے خود چند سپاہیون کے ساتھ مقام رجب پور مین قیام کیا وہان معلوم ہوا کہ پاک بڑی تک کنارہ دریائے رام گنگا سے مسافر لٹ جاتا ہے۔ سید موسی رضا نے مقام ٹکڑی سے پاک بڑی تک جا بجا چوکیان مقرر کین۔ جہان میواتیون کا زور تھا وہان میواتی ڈٹی چوکی مقرر کی جہان گوجر اور جاٹ فساد کرتے تھے وہان کی چوکی مین اُن لوگون کو بھرتی کیا اور ناظر گورسہاے قوم جاٹ ساکن مرادآباد کے متعلق انتظام بچھراؤن۔ ڈھکری۔ و نجبرولہ وامروہہ کا کردیا۔

امروہے مین سید گلزار علی کا فساد۔ ریاست کی فوج کا وہان جاکر مفسدون کا تدارک اور شہر کا انتظام کرنا

۱۳ نومبر ۱۸۵۷ء مطابق ۲۵ ربیع الاول ۱۲۷۴ھ ہجری کو گلزار علی نے بشراکت مانڈے خان وغیرہ چند سرکشون کے امروہے پر اپنا پورا تسلط کرلیا اور

ملازمان ریاست سے بمقابلہ پیش آیا اُس وقت نواب صاحب کی طرف سے سید ظہور حسن سابق تحصیلدار ٹھاکر دوارہ امروہے کے ناظم تھے چونکہ انبوہ دشمن کا بہت تھا اس واسطے اور فوج حکیم سعادت علی خان اور غلام ناصر خان اور خانساماں وزیر علی کے زیر حکم امروہے کو بھیجی گئی - ۱۹ نومبر کو گلزار علی نے بہت جمعیت اور اطمینان کے ساتھ مقابلہ کیا سید ظہور حسن بھی حکیم صاحب کے شریک ہو گئے تھے اور بعض عمائد شہر حکیم صاحب کی رضا سے اپنے مکانات پر اپنی اپنی ناموس کی حفاظت کرتے رہے اس لڑائی مین صرف دو آدمی ریاست کے تلف ہوے اور اُدھر کے پچیس تیس - گلزار علی شکست کھاکر بھاگ گیا اور اُسکے ساتھی سب منتشر ہو گئے - امروہے شہر مین امن وامان کی منادی ہوئی - سرکشون کے مکانات بالکل مسمار کرا دیے گئے جو اس فساد مین شریک تھے توپ سے باندھکر اُڑائے گئے اور تمام علاقے مین انتظام ہو گیا اور بعض مالگذارون نے جو ادائے زرمین تمرد کیا تھا اُنکی بھی گوشمالی بخوبی ہوئی اور وصول مالگذاری مین کوئی دقت اور پریشانی نہ ہی فتح کے بعد حکیم سعادت علیخان اور خانساماں وزیر علی وغیرہ سرداران فوج مع رؤسائے شہر سید شرف الدین کی درگاہ مین گئے اور عمدہ نفیس کپڑے کی ایک چادر جو نہایت پر تکلف تھی مخدوم صاحب کی قبر پر چڑھائی اور بہت شیرینی تقسیم کی اور بڑے دربار مین جو تبرکات ہین اُنکو وہان منگواکر زیارت کی -

حکیم صاحب نے امروہہ والون کی نسبت اس کارگذاری کی بابت یہ کیفیت لکھی تھی ”جناب نواب صاحب نے زمانۂ غدر مین سید ظہور حسن تحصیلدار

کاشی پور کو امروہے کا ناظم مقرر فرمایا۔ جبکہ گلزار علی باغی نے یورش کی فدوی باغیون کی سرکوبی کے لیے رجب پور مین پہونچا اُس وقت سید ظہور حسن مع نور حسن اور منظور حسن اپنے بیٹون اور ظہور حسین اپنے بھائی کے کہ بالفعل منصف ہین اور میر فرحت علی مع ابراہیم علی و ریحان علی اپنے بیٹون کے اور رمضان علی مع مظہر علی اپنے بیٹے کے کہ میر فرحت علی و میر رمضان علی سرکار والا مین عہدۂ رسالداری پر مقرر تھے اور سید ظہور حسین کے چچازاد بھائی ہین اور سید ظہور حسین کے دوسرے عزیز فدوی کے پاس آکر لڑائی کے اختتام تک شامل فوج رہے اور اُن کی طرف سے بہت جانفشانی اور جرأت عمل مین آئی اور فدوی سید نور الحسن سے بخوبی واقفیت رکھتا ہے۔ یہ شخص زمانۂ غدر مین خیر خواہ سرکار رہا اور عمدہ خیر خواہ سرکار کا بیٹا ہے۔“

نواب صاحب نے امروہے مین صاحبزادہ سید علی اصغر خان کو سید ظہور حسن کی جگہ ناظم مقرر کردیا انکی نظامت کے زمانے مین جب جنرل جونس رڑکی سے بڑی فوج کے ساتھ نجیب آباد مین آیا اور اُس فوج کے خوف سے نجیب آباد سے باغی بھاگ کر امروہہ کو آنے لگے تو صاحبزادے صاحب نے امروہے کے چارون طرف سپاہ اور توپین باغیون کے دفع کرنیکے لیے متعین کردین اس عرصے مین مرادآباد کی طرف فیروز شاہ کے آنے کی خبر مشہور ہوئی تو تمام باغی اُس کے شریک ہونے کو مرادآباد کو چلے گئے۔ صاحبزادے صاحب نے سادات اور شرفاے شہر کو اطلاع دی اُس روز سے سب لوگ ناظم صاحب کی خدمت مین حاضر اور شریک مشورہ رہے انگریزی فوج بھی جنرل جونس کی ماتحتی مین نجیب آباد سے

کوچ کرکے موضع مجھولیہ میں پہونچی صاحبزادہ سید علی اصغر خان ناظم شہر کا انتظام روسائے شہر کو سپرد کرکے جونس صاحب کے پاس چلے گئے جنرل صاحب نے اُنکی زبانی ساکنان شہر کی اطاعت کا حال سُن کر رخصت کیا اور کہا کہ تم ساکنان شہر کو تسلّی دو اور خود مرادآباد کی طرف بتعجلت روانہ ہوے۔

یہان یہ بھی جان لینا چاہیے کہ یہ جو ممالک متحدہ کے گزیٹیر مین لکھا ہے جس مین مرادآباد کے حالات بیان کیے ہین کہ امروہے کے سیدون نے کبھی نواب صاحب کا حکم نہ مانا یہ بات تحقیق کے خلاف ہے کیونکہ تاریخ امروہہ مین صاف تصریح کی ہے کہ تمام سادات امروہہ نواب صاحب کے مطیع رہے اس خیال سے کہ نواب صاحب نے اس ملک پر اپنا دخل انگریزون کے حکم سے کیا تھا۔

انتظام خبر رسانی

اُس پرآشوب زمانے مین ڈاک سرکاری تو اکثر جگہ بند تھی کیونکہ یہ سامان تو اُسی وقت تک ہین جب تک امن وامان ہو۔ مقیمان مینی تال اکثر یورپین تھے اور اُن لوگون کو اپنی قوم کے ساتھ جو ہمدردی ہے وہ بھی ظاہر ہے علاوہ اس کے اُس وقت سب کی آنکھین اس بات کی مشتاق تھین کہ حکومت انگلشیہ کا دوبارہ تسلط دیکھین کیونکہ باغیون نے شیرازۂ اطمینان درہم برہم کر دیا تھا۔ اس لیے نواب سید یوسف علی خان بہادر نے اپنے چند جان نثارون کو اس بات پر متعین کر دیا تھا کہ وہ میرٹھ دہلی بجنور بریلی لکھنؤ اور کانپور وغیرہ سے خبرین لائین۔ اُس وقت مفسدون نے اس خبر رسانی کے انسداد کی بھی بہت کوششین کر رکھی تھین۔ اگر کسی مسافر کے پاس کوئی ردّی کاغذ بھی دیکھتے تھے تو فوراً اُس کو مار ڈالتے تھے۔

اور ہر ایک مقام پر آیندوروند کی سختی کے ساتھ تلاشی لیتے تھے نوابصاحب کے مخبر اُس حالت مین ہر ایک مقام سے زبانی خبرین صحیح صحیح لاکر پہونچاتے تھے اور ہر ایک مقام پر لوگونکو احسانات سے ممنون کرکے اپنا دوست بناکر اُن سے خبرین منگوائی جاتی تھین - ظاہر ہے کہ ایسے پُرخطر زمانے مین جو لوگ خبرین لانے لیجانے کے واسطے متعین تھے وہ بلا کسی بڑی منفعت کے ہرگز ایسی سخت خدمت کو انجام نہین دے سکتے تھے اس کام مین نوابصاحب نے بڑی فراخ حوصلگی سے ہزارون روپیہ صرف کیا اور روزمرہ مفصل خبرین منگا کر صاحب کمشنر کے پاس بھیجین چنانچہ ان خبرونکے کاغذات کا ایک بڑا دفتر ہوگیا تھا - علاوہ اس کے مقیمان نینی تال کی تحریرین اکثر انگریزون کے نام میرٹھ وغیرہ کو بھی نوابصاحب بھیجتے تھے اور کبھی کوئی تحریر کسی مقام پر تلف نہین ہوئی -

حالات رامپور

اور مقامات سے جو لوگ بھاگ کر یا غنیمت کا مال لیکر آتے تھے وہ ریاست کو عمدہ جائے امن تصور کرتے تھے اور یہان بھی بنظر مصلحت وقت کسی سے کوئی تعرض نہین ہوتا تھا بلکہ بعض بعض مفسدون کی اصلاح طبیعت کے خیال سے طرح طرح کے احسانات بھی ہوتے تھے بعض کی تنخواہین مقرر تھین تاکہ وہ مصدر فتنہ و فساد نہ بنین اور عام رعایا کو نہ بھڑکائین لیکن بدخصلتی سے مفسد اپنی شرارتون سے باز نہین آتے تھے اور نئی نئی ترکیب کی غیر معتبر پریشان افواہین ہر لحظہ شہر مین مشتہر ہوتی تھین - فوج مین کوئی ماتحت اپنے افسر کو ادنے سپاہی کے برابر نہین شمار کرتا تھا - یہان کا قاعدہ ہے کہ کچھ سپاہی خاص نوابصاحب کی حفاظت

کرتے ہین اور وہ پلنگ کا پہرہ مشہور ہے شب کو جو سپاہی پہرہ بدلوا تا تھا
تو تمام سامان سپرد کرنے کے بعد کہتا تھا کہ "ایک کرشتان بھی ہے" نوابصاحب
بحالت بیداری اس قسم کے بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت کلمات سُنا کرتے تھے
گلی کوچون مین نواب صاحب اور معتمدین کی نسبت علانیہ سخت و سُست الفاظ
اور کرشتان کا لفظ استعمال ہوتا تھا۔ مگر آفرین ہے نواب سید یوسف علیخان کے
ظرف پر جنھون نے نہ اُس وقت نہ اُسکے بعد کچھ بدلا اس کا لیا۔ حالانکہ
قدرت کامل حاصل ہو گئی تھی۔ اس شورش کی ایسی ترقی ہوئی کہ غالب علیخان رسالدار
رسالۂ خاص اور غلام علیخان رسالدار ترکسواران نے درخواست کی کہ
ہمارے رسالون کی تنخواہ بجاے اٹھارہ کے بیس روپئے ہو جائین — چونکہ
اُس وقت مالی مشکلات بڑھی ہوئی تھین اس لیے اُن سے کہدیا گیا کہ صورت
اگر تمھارے رسالون کے ساتھ مراعات کی جائین تو اور بھی فوج ایسی ہی درخواست
کرے گی اس واسطے اضافہ نہین ہو سکتا۔ مگر اُن کے دماغ کی کچھ ایسی حالت تھی
کہ دونون رسالدار اپنے رسالے لے کر شہر سے باہر چلے گئے اور کہا کہ ہم اب
خان بہادر خان کی نوکری کرینگے اس موقع پر بھی اہل شہر کو عجیب تشویش
لاحق ہوئی کہ اگر تمام فوج نے یہی طرز اختیار کی تو کیا ہوگا اور اُس وقت
ایسا ہونا کچھ عجیب بھی نہ تھا۔ کیونکہ تمام سپاہی ایک ہی قوم اور ایک ہی
خیالات کے تھے۔ نوابصاحب نے صاحبزادہ سید محمد رضا خان کو اُن کے
رضامند کرنے کے لیئے بھیجا۔ چنانچہ صاحبزادے صاحب اُن کو منا کر لائے۔
نواب سید یوسف علیخان نے تمام رسالون کی تنخواہ مین دو دو روپئے کا

اضافہ بھی منظور فرمایا۔ پولیٹیکل امور مین نواب سید یوسف علی خان کی راے
نہایت ہی صائب تھی اور اکثر کام اُن کے ایسے ہوتے تھے جن کا نتیجہ بدقت
سمجھ مین آتا تھا فوج کی یہ حالت دیکھکر نواب صاحب نے مثل جنرل افواج پشاور کے
ایک عمدہ تدبیر اُن کے دفعیہ فساد کی نکالی۔ پشاور مین جب ہندوستانی فوج نے
فساد شروع کیا اُس وقت جنرل صاحب نے یہ مناسب سمجھا کہ اس موقع پر اگر
آفریدیون سے کام لیا جائے تو بہت مفید ہوگا۔ آفریدی وہ قوم ہے جس نے
حدود پشاور مین گورنمنٹ کو بہت پریشان کر رکھا تھا اور اُنکی سرکوبی کے واسطے
باربار ہندوستانی فوج بھیجی جاتی تھی یہ لوگ آفریدیون کے مکانات جلاتے تھے
اور اُن کی زراعت اُجاڑ دیتے تھے اس لیے آفریدیون کو ہندوستانی فوج سے
خاص عداوت تھی۔ جب ہندوستانی فوج کے لوگ پشاور سے فرار ہوے
تو اکثر آفریدیون نے پکڑکر حاضر کیا اُنکی یہ حالت دیکھکر اکثر آفریدی نوکر رکھے گئے
اور وہ مفسدون کی گرفتاری مین نہایت جانفشانی کرتے تھے جسکے سبب سے
سرکشون کی ہمت پست ہوگئی۔ نواب سید یوسف علیخان نے بھی اسی حکمت عملی پر
کارروائی کی یعنی ایک رسالہ پٹھانون کا اور ایک قصابون کا بھرتی کیا جن مین
دو دو سو آدمی تھے اُن کو اسلحے سے مسلح کرکے بالکل سپاہی کردیا۔ یہ امر رامپور کے
مفسدون کی پست ہمتی کا باعث ہوا کیونکہ وہ سمجھ گئے کہ اگر ہم ریاست سے
کچھ بھی پرخاش کرینگے تو سب سے اول یہی رسالے ہمارے مقابلے پر آمادہ ہونگے۔

ریاست کی مالی مشکلات۔ فوج کی تعداد

جہان نواب سید یوسف علیخان کو اور ہزارون تشویشین تھین منجملہ اُنکے مداخل و مخارج کی

فکر بھی دامنگیر تھی کیونکہ ریاست کی حدود مین بھی مفسد پہونچکر کبھی کبھی اہل دیہات کو ستاتے تھے وصول مالگذاری مین بھی کمی تھی مخارج کی ترقی انگریزونکے آرام و آسائش کا سامان فوج کی زیادتی خبر رسانی کا انتظام مفسدونکی تالیف قلوب وغیرہ ۱۸۵۶ء مین جب کہ بالکل امن تھی ریاست کی کل فوج مین مع پلٹن پیادہ و توپخانہ دو ہزار دو سو سینتالیس آدمی تھے مگر ۱۸۵۷ء مین بغرض انتظام اضلاع مرادآباد و حفاظت ریاست بارہ ہزار آدمی نوکر رکھے گئے جنکی مجموعی تعداد چودہ ہزار سے بھی زیادہ ہوئی منجملہ چودہ ہزار کے ایک ہزار سوارون کا رجمنٹ تھا جس مین دس رسالے تھے ایک پلٹن تھی جس مین گیارہ سو کے قریب سپاہی تھے اور اُسکا کمانڈنگ کپتان مسٹر فلس یورپین تھا۔ گولہ اندازون کی تعداد تین سو سے بھی زیادہ تھی پیدل رسالون مین جنکو بے قاعدہ پلٹن کہنا چاہیے بارہ ہزار کے قریب سپاہی اور بیاسی رسالدار تھے فوج کا صرف معمول سے آٹھ نو حصہ زیادہ بڑھ گیا تھا اس چھوٹی سی ریاست نے صرف استحکام حکومت انگریزی کے واسطے اس قدر مصیبتین اور مالی دقتین گوارا کین اگر رامپور کی جانب سے اس تنگ وقت مین انتظام نہوتا تو نینی تال بھی کسی طرح انگریزون کے قبضے مین نرہتا اور روہیلکھنڈ مین فساد بہت پائدار ہو جاتا۔

انتظام رسد رسانی نینی تال

جولائی ۱۸۵۷ء مین نواب سید یوسف علیخان نے بہت سا سامان مثل کمبل و کوٹ وغیرہ اور کچھ اشیاے خوردنی شیخ علی بخش خان کو دین کہ نینی تال پر صاحب کمشنر کو پہونچا دین چنانچہ علی بخش خان وہ سامان رسد لیکر تخمیناً سوارونکے ساتھ کالا ڈھونگی کو

روانہ ہوے۔ رات کے وقت کالاڈھونگی پہونچے دیکھا تو دشمنون نے وہان محفوظ مورچہ قائم کر رکھا تھا خوش قسمتی سے اس گروہ کے آنے کی خبر دشمن کو نہ ہوئی ورنہ اسباب رسد کے سوا جانون کا بھی نقصان ہوتا۔ علی بخش خان رامپور کو واپس آئے اور یہان سے دوبارہ عمدہ بندوبست کر کے براہ ہلدوانی نینی تال گئے صاحب کمشنر نے ہلدوانی مین بغرض حفاظت ایک مضبوط گارد قائم کر رکھا تھا اُسنے ان کو روکا اور صاحب کمشنر کو اطلاع کی وہان سے ایک خدمتگار لے کر پہاڑ پر آنے کی علی بخش خان کو اجازت ہوئی اور سامان وغیرہ سب قلیون کے سر و پیٹھ پر رکھکر اوپر لے گئے اس سامان کو دیکھکر سب یورپین نہایت خوش ہوے اور کپڑے کے گٹھرون کو اپنے کاندھون پر اُٹھا کر لے گئے کیونکہ وہان سردی کی وجہ سے سخت تکلیف تھی اور سامان سرمائی کسی کے پاس بھی نہ تھا۔ چونکہ رسد پہنچنے مین دقتین واقع ہوتی تھین اس لیے صاحب کمشنر نے ایک گارد اپنی جانب سے شفاخانے مین مقرر کر دیا تھا کہ راہ کی حفاظت کرے۔ ایکبار علی بخش خان دس بارہ گاڑیان اسباب رسد کی لے کر گئے اور شفاخانے مین صاحب کمشنر کے گارد کے سپرد کر کے چلے آئے جبکہ وہ گارد اسباب لے کر شفاخانے سے بڑھا تو ناگہان خان بہادر خان کی فوج نے آلیا اور تمام اسباب لوٹ کر لے گئی آیندہ کے واسطے یہ تجویز ہوئی کہ علی بخش خان ہلدوانی تک رسد پہونچایا کرین۔ چنانچہ اکثر وہ اسی طرح آنے جانے لگے اور اپنی ہمراہی مین سوائے ذاتی حفاظت کے اور کسی کو نہین رکھتے تھے

رُدرپور اور بازپور اضلاع ترائین مین ریاست کا بندوبست

گو بیشتر بلا امکان حفاظت رسد کی کوشش کی جاتی تھی لیکن پھر بھی بے اطمینانی تھی

اس لیے نواب سید یوسف علی خان بہادر نے صاحب کمشنر سے مشورہ کیا کہ اگر آپ کی رائے ہو تو ٹھاکر دوارہ اور باز پور وغیرہ میں بھی ہم اپنا بند و بست رکھیں کیونکہ اگر ہمارا انتظام رہے گا تو پھر رسد رسانی میں کوئی علاج نہیں ہو سکتا صاحب کمشنر نے اس رائے کو پسند کیا چنانچہ دونوں جگہ نواب صاحب کے اہلکاروں نے عمدہ انتظام کیا۔ بہادر شاہ خان ٹھاکر دوارہ اور باز پور کے سپرنٹنڈنٹ اور مستو خان تھانہ دار مقرر ہوئے۔ باز پور کے تھانے میں ستانوے آدمی ملازم تھے اور رات دن گرد و نواح میں گشت کرتے تھے ٹانڈے میں بھی بدنظمی کے خیال سے ایک چوکی مقرر کی گئی جس میں اٹھارہ سپاہی ملازم تھے۔

موضع گنتی بہڑیان علاقہ بھابھر کی غارتگری

ٹھاکر دوارہ اور باز پور پر قبضہ ہونے سے قبل ایک سخت واقعہ ہوا جس کی وجہ سے نواب سید یوسف علی خان بہادر کو سخت رنج رہا۔ غلام مصطفیٰ خان عرف مستو خان ریاست کی جانب سے سوار کا تحصیلدار تھا گو یہ شخص نہایت معتمد اور باوفا ملازم تھا لیکن ۱۸۵۷ء کی عام جہالت نے اُسکے حواس بھی معطل کر دیے اُس کو جب معلوم ہوا کہ موضع گنتی بہڑیان علاقہ بھابھر (بھابھر ترائی کے جنگل سے جنوبی زمین کا نام ہے) میں ایک لاکھ روپیہ گورنمنٹ کا رکھا ہے چاہا اُس پر قبضہ کرے مگر اس قدر جمعیت نہ تھی اس لیے صاحبزادہ سید کاظم علی خان عرف چھوٹے صاحب کی فوج کو جس میں مع توپخانہ کے قریب دو ہزار آدمی تھے بہکایا اِس فوج میں سے پچاس آدمی بطور خود یا چھوٹے صاحب کی اجازت سے جیسا کہ بعض تحریروں سے ثابت ہوتا ہے مستو خان کے پاس گئے ...خان

رگرانڈیل) کے بھائی فیاض خان بھی جو صاحبزادے صاحب کے ملازم تھے شامل تھے علاوہ ان آدمیوں کے مستو خان نے اور بھی گردونواح کے مفسد جمع کر کے اُس گانوں کو غارت کیا۔ اتفاق سے سرکاری روپیہ اُس سے پہلے روانہ ہو گیا تھا اس لیے صرف گانوں والوں کے مال پر دست درازی ہوئی۔ گو یہ جماعت زیادہ تھی پھر بھی سرکاری پہاڑی ملازموں اور گانوں والوں نے خوب جم کر مقابلہ کیا آخر کار وہ بیچارے پسپا ہوئے جمعدار تحصیل جو جنرل اتیج رامزی صاحب کا رفیق تھا مارا گیا اور اُن لوگوں نے اُس موضع کو خوب خراب کیا اس واقعہ کو سُن کر نواب صاحب کو نہایت ملال ہوا اور غصّہ آیا۔ سوار کی تحصیلداری سے مستو خان کو علیحدہ کر کے پیدلون کے رسالے مین رسالدار کر دیا۔ جبکہ اس بات کا بہت جلد یقین ہو گیا کہ عنقریب ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ منجملہ دیگر مفسدین کے اس واردات کے کرنیوالے بھی سزایاب ہون گے تو نواب صاحب نے کمشنر سے مستو خان کا قصور معاف کرا کے اِس شرط پر سوار کا تحصیلدار کر دیا کہ جو اسباب غارت ہوا ہے اُس کو جا بجا سے مُہیّا کرے اور ایسا ہی ہوا اور اس حُسن تدبیر سے چھوٹے صاحب اس الزام سے سبکدوش کیے گئے۔ جنرل اعظم الدین خان نے رپورٹ ششماہی اول زمانۂ حکومت نواب سید مشتاق علی خان من ابتدائے ۲۳ مارچ ۱۸۸۷ء لغایت ۳۰ ستمبر ۱۸۸۷ء مین اس واقعہ کو مُجملاً بیان کرنے کے بعد لکھا ہے کہ نواب سید یوسف علی خان نے اپنے چھوٹے بھائی کا جرم بغاوت معلوم کر کے لارڈ کیننگ صاحب بہادر سے دربار فتح گڑھ مین سفارش کی۔

امداد بلند شہر

بلند شہر مین سپیٹ صاحب کلکٹر کے پاس صرف ایک کمپنی نوین رجمنٹ ہندوستانی کی تھی چند رخصتی سوارون کو بھی بخیال دوراندیشی روک لیا تھا اور تھوڑے سے آدمی وہین کے نوکر رکھ لیے تھے مگر ان لوگون کی جانب سے کوئی توقع خیرخواہی کی نہ تھی اور بحالت خیرخواہی بھی یہ تھوڑی سی جماعت حفاظت کے لیے کسی طرح کافی نہ تھی کیونکہ اطراف وجوانب مین گوجر غارتگری کرتے تھے۔ ۲۱ مئی تک صاحب کلکٹر نے شہر مین بخوبی انتظام رکھا لیکن جب علی گڑھ کی خبر پہونچی تو سب میم اور بچون کو میرٹھ روانہ کر دیا البتہ کچھ یورپین مرد باقی رہ گئے جس وقت بلند شہر مین فساد کی ابتدا پائی گئی تو سپیٹ صاحب نے میرٹھ سے مدد طلب کی وہان حکمران کرنل اسمتھ صاحب تھے جن سے باوجود اس قدر ولایتی فوج کے کچھ باغیون کا بندوبست نہو سکا اگر وہ ولایتی فوج کو حکم دیتے تو میرٹھ کا فساد دہلی تک ہرگز نہ پہونچتا وہ سپیٹ صاحب کی کیا مدد کرتے جب وہان سے مایوسی ہوئی تو انھون نے صاحب کمشنر بریلی سے مدد مانگی اُس وقت تک بریلی مین سب طرح خیریت تھی۔ ۱۵ مئی ۵۷ء کو شیخ وجیہ الزمان خان سفیر ریاست کی تحریر بریلی سے اس مضمون کی آئی کہ صاحب کمشنر دوسو سوار رسالہ جنگی کے حفاظت بریلی کے لیے طلب کرتے ہین چنانچہ فوراً ۱۶ مئی کو دوسو سوار روانہ بریلی ہوئے یہ سوار میرگنج پہونچے تھے جو رامپور سے بیس میل ہے کہ دوسری عرضی سفیر ریاست کی مورخہ ۱۶ مئی اس مضمون کی آئی کہ صاحب کمشنر بہادر کہتے ہین

وہ سوار جو ہمنے طلب کیے تھے اُن کے یہان آنیکی حاجت نہین ہے بلکہ بلند شہر بھیجدیے جائین غرض حسب الحکم نواب صاحب بہادر ۱۷ مئی کو یہ سوار پلٹے اور ۱۸ مئی کو یہان سے بارادۂ بلند شہر کوچ کیا ۱۹ مئی کو مراد آباد ۲۰ کو سرسی ۲۱ کو سنبھل ۲۲ کو گنوان ۲۳ کو جہانگیر آباد اور ۲۴ کو بلند شہر پہونچے۔ انکے پہونچنے کے بعد اہل شہر اور مفسد فوج نے بلند شہر مین فساد کیا اس فساد مین ۲۱ سپاہی رامپور کے بھی شریک ہوے۔ مکانات لوٹ کر جلا دیے اور لوگونکو قتل کیا ہر چند کہ ریاست کی باقی ماندہ فوج نے فساد کے روکنے مین کوشش کی مگر ناکامی ہوئی۔ وہ اکیس سوار بہمراہی مفسدین دہلی کو چلے گئے۔ جبکہ بلند شہر مین یورپین مین سے کوئی نرہا اور انتظامی اُمور مین بالکل ابتری ہوگئی تو رامپور کی فوج بھی حسب ایماے صاحب کمشنر ۲۸ مئی کو وہان سے چلی اور ۳۱ مئی کو داخل رامپور ہوئی۔ اُن اکیس مفسد سوارون کو نواب صاحب نے موقوف کیا اور حکم ہوا کہ آیندہ وہ یہان آئین تو گرفتار کیے جائین۔

ریاست کے باب مین مفسدونکی بدخواہی اور نواب صاحب کا اپنے بچاؤ کے لیے شاہ دہلی کے پاس نذر اور عرضی بھیجنا۔

یہ ہم اول مضمون مین بیان کر چکے ہین کہ خان بہادر خان بریلوی کو جنھین بادشاہ دہلی نے خطاب انتظام الدولہ محافظ الملک خان بہادر حسان ہزبر جنگ دیا تھا ریاست سے بہت بڑا خوف تھا جس کے لیے ابتداءً اُنھون نے بریلی کے برگیڈ کو آمادۂ فساد کیا لیکن اُس مین بالکل ناکامی ہوئی

اب یہ تدبیر کی کہ نواب ولی داد خان مالاگڑھ والے سے خط و کتابت کی کہ اگر دہلی کی باغی فوج اور لکھنؤ کی تھوڑی فوج سے تم ہمارے شریک ہو تو ریاست رام پور پر قبضہ کرنے مین بہت سہولت ہوگی اور اس وقت وہان خزانہ اور سامان بھی پورا ہے فوج غازی کے واسطے ایک عمدہ توشہ بھی ہاتھ آئے گا جس کی بڑی ضرورت ہے لیکن دہلی مین باوجود اس قدر کثیر التعداد فوج کے خود باغیون کا قافیہ تنگ تھا بلکہ علے العموم شہر کے باشندون اور فوجی سرغناؤن اور دربار مین بھی نفاق اور عداوت انتہا سے زیادہ بڑھی ہوئی تھی اور ایک دوسرے کو دیکھ کر جلتا تھا۔ لاف زن لوگ سر دربار بادشاہ کی توہین کرتے تھے یہان تک کہ ان فوجی آدمیون کو جنھون نے عین شاہی باغ مین اپنے خیمے گاڑے تھے بادشاہ نے حکم دیا کہ یہان سے وہ لوگ چلے جائین تو انھون نے صاف انکار کیا فوج کے جنرل بادشاہ کے سامنے لڑتے جھگڑتے تھے بادشاہ کے بیٹے ایک دوسرے کے خلاف اپنے باپ کو تخت سے اُتارنے کے لیے سازش کرتے تھے خزانہ بالکل خالی ہوگیا تھا۔ بدقسمت مہاجنون سے تیسری مرتبہ جبراً جو قرض لیا گیا تھا اُس کی وجہ سے اُن لوگون کی حالت اب ایسی ہوگئی تھی کہ خیرخواہی یا روپے وغیرہ کے معاملے مین اُن کی ذات سے کسی طرح کی اُمید باقی نہین رہی تھی۔ خود بادشاہ اپنی بے رعبی دیکھ کر انگلش لوگونکو صلح کا پیغام بھیجنے لگے تھے کہ اگر وہ پنشن کا ذمہ کرین تو مین تخت اُن کے حوالے کر دون اور شہر کے پھاٹک کھولدون اور مکہ معظمہ چلا جاؤن[لہ]۔

لہ دیکھو سوانح عمری لارنس صاحب ۱۲

لکھنؤ کی فوج اودھ کی تقسیم مین ایسی مصروف تھی کہ چھوٹا سا معمولی بیلی گارد جس مین چند پریشان حال انگریز پناہ گزین تھے فتح نہ ہو سکا پھر وہ کیا مدد کرتی۔ نواب ولی داد خان عیش پسندی کے قبضے مین تھے غرض یہ تدبیر بھی خان بہادر خان کی غلط ہوئی۔

بہرحال ریاست کے بچاؤ مین قدرتی سامان جمع ہو گئے تھے۔ ورنہ سخت مشکل تھی۔ گو بفضلہ تعالےٰ ریاست سب طرح محفوظ رہی لیکن ابتدا سے ہنگامہ سے اختتام تک خوف ضرور رہتا اور یہ خوف و اضطراب مختلف اوقات مین خبرون کی واقعیت پر گھٹتا بڑھتا تھا۔ محمد شفیع نامی ایک شخص فوج انگلشیہ مین رسالدار تھا وہ بھی باغی ہو کر دہلی پہونچا چونکہ ظالمانہ کارروائیون مین اسکی جرأت زیادہ تھی اس لیے دربار شاہی مین ایک رکن سمجھا جاتا تھا اُس نے ایک خط مین نواب صاحب کو لکھا "چند رامپور والون نے ظل سبحانی سے عرض کیا کہ نواب صاحب کفاران بے دین مقیم نینی تال کو رسد بھیجتے ہین اور اُنکی دلجمعی کرتے ہین اس وجہ سے ظل سبحانی بہت ناخوش ہین اور جب مین نے عرض کیا کہ نواب صاحب سے یہ امر ممکن نہین تو ارشاد ہوا کہ باوجود مسافت قلیل و فوج کثیر کیون انھون نے کافرون کے سر ابتک ہمارے پاس نہین بھیجے اور جب تک یہ نہ ہوگا ہم ناخوش رہینگے اسی طرح اور بھی خبرین رات دن ظل سبحانی کے گوش گذار ہوتی ہین ایک شخص نے آکر بیان کیا کہ نواب صاحب نے ایک ہزار اشرفیان تین شخصون کی معرفت ولسن صاحب کو میرٹھ بھیجی ہین چند شخصون نے لاٹ گورنر جنرل ملکی جبنگی

ہمت خان بہادر سے بیان کیا کہ نواب صاحب نے مراد آباد کا علاقہ مجد الدین احمد خان سے بزور لے لیا ہے اور شاہی سند کا کچھ لحاظ نہ کیا اور یہ بھی کہا کہ ایک بار جو سند بھیجی گئی تھی وہ خان بہادر خان کے ملازموں نے لوٹ لی ان وجوہ سے مزاج شاہی میں نہایت تکدر ہے اور ہمیشہ آپ کی جانب فوج روانہ کرنے کی تجویز ہوتی ہے۔"

مگر اس عالی حوصلہ بلند اقبال رئیس کے خیالات میں اس قسم کی تحریروں سے کوئی تغیر پیدا نہیں ہوا ایک شخص نیاز علی خان اپنی عرضی مورخہ ۱۵ ذی الحجہ ۱۲۷۳ھ ہجری میں لکھتا ہے "میں آپ سے رخصت ہو کر دہلی آیا چھ مرتبہ کفار سے لڑائی ہوئی جس میں تخمیناً بارہ ہزار انگریز مارے گئے اور فوج سلطانی کے بھی قریب قریب تین ہزار آدمی شہید ہوئے جن میں مجاہدین بھی تھے اب قریب چار ہزار کے انگریز باقی ہیں وہ بھی جلدی مارے جائینگے دیر کی وجہ یہ ہے کہ باد ن ضرب توپ پہاڑی پر مثل مقراض کے قائم کی ہیں۔ لیکن آج کی تاریخ تمام فوج اور مجاہدین میں قسم ہو گئی ہے کہ ایک بار حملہ کر کے پہاڑی پر چڑھ جائیں خواہ اس میں کچھ ہی نقصان کیوں نہ ہو ظل سبحانی نے ایک شقہ بصلۂ حسن خدمات خان بہادر خان کو بھیجا ہے اور دوسرا شقہ بطور سند بدایوں اور پیلی بھیت کے دیا گیا ہے۔ ایک عرضی تیسری بار پھر آپ کی شکایت میں خان بہادر خان کی طرف سے معرفت ولی داد خان صوبہ دار مالا گڑھ دربار میں پیش ہوئی تھی لیکن یہاں جناب امام المجاہدین مولانا سرفراز علی قبلہ موجود تھے انھوں نے کسی کی بات کو جمنے نہ دیا۔"

غرض اس قسم کی تحریرون اور خبرون سے عجیب بیم و اُمید کی حالت طاری رہتی تھی اور جس قدر ایام بدنظمی دراز ہوتے تھے اضطراب کو ترقی ہوتی تھی ایسی حالت مین نواب صاحب نے اپنے بچاؤ کے لیے مناسب سمجھا کہ فی الحال جس طرح اکثر ریاستون اور حکومتون کی جانب سے نذرین وغیرہ شاہ دہلی کے پاس جاتی ہین یہان سے بھی ایک شخص شاہ دہلی کی خدمت مین اسی طور سے جائے۔ نواب صاحب کی کارروائیون اور دور اندیشیون کا نتیجہ پولیٹکل مذاق والے اس معاملے سے بخوبی نکال سکتے ہین کہ مصلحت وقت کے لحاظ سے یہ کیسی رائے تھی اگر دہلی کے معاملے کو طول ہوتا تو شاہ دہلی سے بالکل تعلقات منقطع رہنے مین ریاست کے لیے باغیون کے ہاتھ سے بربادی کا اندیشہ تھا کیونکہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ نواب صاحب رامپور ہمہ تن انگریزون کے خیرخواہ ہین اور شاہ دہلی کے خلاف ہین پھر اس اہم کام پر منشی نہال الدین جو پورے معتمد تھے مقرر ہوے اُن کو شاہ دہلی کے واسطے ایک تحریر بھی دی گئی اور ایک سو ایک اشرفیان بطور نذر دیکر رخصت کیا۔ منشی نہال الدین نے دہلی پہونچکر ۳ اگست کی صبح کو عرضی شاہ دہلی کے حضور مین بھیجی کہ فدوی رئیس رامپور کی طرف سے واسطے گذراننے نذر کے آیا ہے جس وقت حضور کو فرصت ہو حاضر ہو۔ دوپہر کے بعد شاہ دہلی دیوان عام مین تشریف لائے سفرا روز کا مجرا ہوا اور منشی نہال الدین نے بھی دربار مین حاضر ہوکر شاہ دہلی کی خدمت مین عرضی مع نذر پیش کی[۱] ۔ وہان تو

[۱] مستفاد از سرگذشت شاہ دہلی نسخۂ قلمی موجودہ کتب خانہ ریاست رامپور ۱۲

روپے کے واسطے سب لوگ گوش برآواز تھے بڑی مسرت سے نذر قبول ہوئی۔
منشی نہال الدین نے چند روز دہلی مین قیام کیا اور وہان کے حالات ضروری سے
نواب صاحب کو اطلاع کرتے رہے لیکن اتفاقاً ایک عجیب ماجرا ہوا جس مین
منشی نہال الدین گویا موت کے منھ سے بچے بخت خان کو نواب سید
یوسف علی خان کے ملازمین کے ساتھ ایک خاص دشمنی ہو گئی تھی اُس نے
ایک روز اُن کا تمام سامان و اسباب لٹوا دیا اور اُن کو گرفتار کر کے شاہ دہلی کے
حضور مین پیش کیا اور کہا کہ یہ شخص مقیمان نینی تال کا مخبر ہے خبر رسانی کے لیے
یہان آیا ہے اُسی وقت حکم ہوا کہ توپ سے باندھکر اُڑا دیا جائے لیکن اکثر
بدگو جہان ہوتے ہین وہان نیک نہاد بھی ضرور ہوتے ہین دو ایک آدمیون نے
منشی نہال الدین کے بارے مین سفارش کی اور یہ بھی عرض کیا کہ یہ نواب
رامپور کی طرف سے بطور سفیر یہان آگئے ہین ان سے اور مخبری سے کیا علاقہ
غرض بہزار دشواری جان بر ہوے اور براہ راست رامپور آئے۔

تنبیہ ریاست اُس وقت مین جو کوئی اہم کام کرتی تھی تو وہ صاحب کمشنر کے
مشورے سے کرتی تھی غالب ہے کہ اُسنے بادشاہ کو عرضی اور نذر صاحب کمشنر کی
صلاح سے بھیجی ہو گی اور مقصود اس سے دہلی کی خبر حاصل کرنا اور باغیون کی
دستبرد سے ریاست کا بچانا تھا اسی وجہ سے غدر کے فرد ہو جانے کے بعد
ریاست سے انگریزون نے کوئی مواخذہ نہین کیا مسٹر الگزینڈر صاحب کمشنر
نواب صاحب سے بے حد خوش تھے اور ریاست سے موافق تھے اُنھون نے
اپنی طرف سے نواب صاحب کو سمجھایا ہو گا یا نواب صاحب کے استفسار کرنے پر

جواب دیا ہوگا کہ شاہ دہلی سے تعلقات پیدا کر لینا اور اُن کے دربار مین ریاست کی طرف سے ایک معتمد کو بھیجنا مناسب ہے تاکہ وہان کے ضروری حالات پورے پورے معلوم ہوتے رہین اور باغی ریاست کو شاہ دہلی کا مخالف نہ سمجھین اور انھی کمشنر صاحب کا طفیل تھا کہ ولسن صاحب کے مخالفانہ خیالات ریاست کی طرف سے بدل گئے۔ اور اُن کے آتش غضب مین بھسم ہونے سے ریاست بچ گئی۔

برٹش گورنمنٹ کے کھیدے کی حفاظت

علاقۂ ترائی مین ہجوم مفسدین سے ایک عجیب بدنظمی پیدا ہو گئی تھی چارون طرف سے سوائے لوٹ مار کے اور کوئی آواز نہین آتی تھی۔ جس چیز پہ لفظ انگریزی کا اطلاق تھا وہ دست برد اعدا سے کسی طرح نہین بچتی تھی۔ سرکاری کھیدے مین بہت سے ہاتھی تھے جن کا مہتمم کپتان لوئی تھا۔ جب بے امنی کی حالت ترقی پذیر ہوئی تو اُن بے زبان جانورونکی حفاظت بھی مشکل ہوئی بہت سے ہاتھی بیمار ہوگئے اور اُنکے علاج کی کوئی صورت نہ تھی ناچار حسب الحکم صاحب کمشنر کپتان لوئی نے ۱۶ ستمبر ۵۷ء کو کل ہاتھی حفاظت کیلیے ریاست کے سپرد کر دیے اور یہان بہت کوشش اور محنت سے اُنکی نگرانی کی گئی جس سے سب ہاتھی تندرست ہوگئے۔ جب انتظامی اُمور مین صلاحیت پیدا ہوئی تو کل ہاتھی یہان سے فروری ۵۸ء مین کپتان لوئی کے پاس کاشی پور بھیج دیے گئے۔

توپ اور بارود سازی

ریاست رامپور نے عہد نواب سید محمد سعید خان سے صنعت و حرفت کی ترقی

شروع کی تھی جس کے سبب سے بہت سے اہل کمال اور دستکار دور دراز مقامات سے آکر یہان جمع ہوے۔ لیکن توپ سازی کا فن جاننے والا یہان کوئی نہ تھا ریاست کی حفاظت کے واسطے بھی کافی توپ خانہ موجود نہ تھا اس لیے یہان کے آہنگرون سے توپین بنوائی گئین۔ چند بار اُنھون نے کوشش کی اور ریاست کا بہت سا روپیہ برباد ہوا آخر کار اس کام مین بھی پورے طور پر کامیابی ہوئی اور بہت سی عمدہ اور نفیس توپین مصارف کثیر مین تیار ہوگئین۔ رات دن کے جھگڑون قصّون اور انتظام اضلاع مرادآباد کی وجہ سے بارود کا صرف بھی بڑھ گیا تھا۔ ریاست مین جس قدر ذخیرہ سابق کا جمع تھا وہ صرف ہوگیا اس لیے اور بارود بنانے کی ضرورت پڑی لیکن اس وقت گندک کبریت احمر کا حکم رکھتی تھی اور تین چار روپئے سیر بھی میسر نہین آتی تھی اس لیے شراب سے بارود سازی کا کام شروع ہوا چند روز کے عرصے مین سیکڑون من بارود تیّار ہوگئی لیکن ریاست کو زیرباری بہت پڑی۔

مرادآباد پر فیروزشاہ کی یورش

صاحبزادہ سید عبدالعلی خان تھوڑی سی فوج اور مختصر سامان جنگ کے ساتھ بطور ناظم مرادآباد مین مقیم تھے اس حکومت کو ایک عرصہ گذر جانے پر عام رعایا اور انتظام مالی مین اطمینان کی صورت پیدا ہوگئی تھی اگرچہ مفسد اپنی فطرتی عادت کے موافق شرارتون سے کام لیے جاتے تھے مگر عام امن مین کوئی خرابی نہ تھی رامپور کے لوگ وطن کے ایسے شیدا تھے کہ مرادآباد سے رامپور کا آنا گویا بازار کی سیر تھی صبح ہوئی اور گھر کی سیدھ بھری اس مین افسرون کی اجازت

کچھ ضروری نہ تھی شام کی حاضری مین روز مرہ آدمی کم ہوتے تھے اور رامپور سے بھیجے جاتے تھے چونکہ اس وقت انتظام تھا اس لیے زیادہ اصرار بھی کسی بات پر نہوتا تھا۔ ایسے اطمینان کی حالت مین نواب سید یوسف علی خان کو خاص ذریعون سے معلوم ہوا کہ فیروز شاہ نام دہلی کے شاہزادون مین سے ایک شخص براہ سنبھل و مراد آباد رامپور کا قصد رکھتا ہے اُسکے سد راہ ہونے کو فوج اور منتظمین کے لیے احکام شدید جاری ہوے لیکن اُسکی روک کا کوئی ٹھیک بندوبست نہوا اور وہ ناگہان فوج باغی کے ساتھ ۷۔ رمضان ۱۲۷۵ہجری مطابق ۲۲۔ اپریل ۱۸۵۸ء کو مراد آباد مین داخل ہو گیا اور قریب عیدگاہ جنگل مین قیام کیا۔ منجھلے صاحب نے اہل شہر کا حال دریافت کرایا کہ اُن کی کیا نیت ہے اور کیا ارادہ ہے ہمارے شریک ہونگے یا فیروز شاہ کے معلوم ہوا کہ فیروز شاہ کی شرکت کرینگے۔ غلام ناصر خان اور سید موسی رضا اور مولوی شاہ علی ساکن مراد آباد فیروز شاہ کے پاس بھیجے گئے۔ غلام ناصر خان رستے مین ٹھہرا دیے گئے۔ اُن دونون صاحبون سے اور شاہزادے سے گفتگو ہوئی۔ شاہزادے نے ظاہر کیا کہ مین راستہ بھولکر آگیا ہون اور روزہ دار ہون شام تک مہلت دو بعد افطار چلا جاؤن گا نہ شہر مین داخل ہونگا نہ رسد لونگا وہ لوگ اس گفتگو ہی مین تھے کہ اُس کی فوج نے ریاست کی توپین چھین لین۔ اُس کے ساتھ کے لوگ انگریزی فوج کے باغی تھے اِس لیے اُصول جنگ و قواعد وغیرہ سے واقف اور تعداد مین زیادہ تھے ریاست کی فوج مین اول تو نو ملازم سپاہی تھے دوسرے

فنون جنگ سے بھی بے بہرہ جماعت بھی قلیل اس لیے سب نے راہ گریز اختیار کی۔ سب سے اول جس نے میدان جنگ چھوڑا وہ غالب علی خان رسالدار تھا۔ یہ حال دیکھ کر سید موسی رضا اور مولوی شاہ علی منجھلے صاحب کے پاس لوٹے۔ چھاؤنی کی سڑک پر قصابون کا چودھری اپنی قوم کے ساتھ ملا اُس سے کہا گیا کہ اب یہ وقت ہماری مدد کا ہے اُس نے موافقت نہ کی۔ رستے مین غلام ناصر خان کو دو سوارون نے زخمی کیا سید موسی رضا بھی وہان پہونچ گئے عبد اللہ نام ایک شخص ساکن چمروہ کے ہاتھ مین غلام ناصر خان کی بندوق تھی اُس نے سید موسی رضا کے کہنے سے ایک سوار کے گولی ماردی جس سے وہ مرگیا اور دوسرا سوار ریاست کے ایک سوار کی گولی سے مارا گیا اور یہ دونون منجھلے صاحب کے پاس پہونچے ابھی پوری بات بھی نہ کہنے پائے تھے کہ اُنکے بیٹے سید ہدایت علی خان مراد آباد پہونچکر منجھلے صاحب کو اپنے ہاتھی پر بٹھا کر مراد آباد سے لے گئے۔ سید موسی رضا اور غلام ناصر خان جیل خانے پر آئے وہان زخمون کی مرہم پٹی کی۔ لیکن شاہزادے کی فوج تمام مراد آباد مین پھیل گئی۔ یہ دونون رامپور کی طرف روانہ ہوے اور مونڈھے مین آکر ٹھہرے۔ فیروز شاہ کے ساتھیون نے میدان خالی پاکر شہر کو لوٹ کر غارت کیا۔ جن لوگون پر انگریزونکی ہمدردی کا اشتباہ تھا اُنکی خانہ ویرانی بھی ہوئی جان سے بھی گئے باغیونکے ساتھ شہر کے مفسد اور آوارہ گرد بھی شریک ہوے جو ایسے ہی وقت کے منتظر تھے۔ اس حالت کو دیکھکر بہت سے لوگ مراد آباد سے ترک وطن کرکے بھاگ گئے کچھ تو اضلاع مین پناہ گزین ہوے بڑی جماعت رامپور چلی آئی مراد آباد مین

غدر کی صورت دوبارہ پیدا ہوئی۔ شہر کو خوب غارت کر کے فیروز شاہ نے
ایک محضر نامہ بنایا جس پر سولہ ہزار آدمیون نے بقسم شرعی
شرکت کے واسطے دستخط کیے جب اُس کو اہل شہر کی طرف سے اطمینان کلی
ہو گیا تو اور ضروری انتظامات کی طرف متوجہ ہوا۔

نواب سید یوسف علی خان کو فیروز شاہ کے قبضۂ مراد آباد سے نہایت رنج ہوا
یہان تک کہ دو وقت کھانا نکھایا۔ ۲۳۔ اپریل ۱۸۵۸ء کو دوبارہ فوج کی
روانگی کا حکم دیا۔ سات آٹھ ہزار فوج بعد مغرب یہان سے جانب مراد آباد
پورے انتظام اور بندوبست کے ساتھ روانہ ہوئی مگر جھیرے کے پل تک
پہونچتے پہونچتے فوج مین نصف آدمی رہ گئے دیکھنے والے کہتے ہین کہ سپاہی
بندوق کا کندہ درخت کے تنے مین زور سے مارتے وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا
پھر بندوق پھینک کر رامپور کی طرف لوٹ جاتے طلوع صبح کاذب سے قبل قبل
ریاست کی فوج نے رام گنگا کے اس طرف کا کنارہ لے لیا فیروز شاہ اول ہی سے
ہوشیار تھا اور اُسکے مخبرات دن ریاست کی خبرین پہونچاتے تھے۔ رامپور کی
فوج کی روانگی سن کر اپنی فوج درست کر رکھی تھی لڑائی کے موقع پر ہمیشہ
جانبین کو ایک طرح کی تشویش ہوتی ہے لیکن اُس کو اِس لڑائی سے کوئی اندیشہ نہ تھا۔
شاید اسکی یہ وجہ ہو کہ تمام شہر شرکت پر آمادہ تھا اور چار پانچ ہزار قواعددان
فوج ہمراہ تھی اُس نے اہتمام کے ساتھ تین مورچے ایک شاہ بلاقی صاحب
کے مزار کے متصل ایک قلعہ پر ایک دونون کے درمیان مین قائم کیے۔
ریاست کی فوج نے بھی اپنے کل ڈویژن کے تین حصے کیے ایک حصہ

خاکی ڈویژن کا جس مین صاحبزادہ سید کاظم علی خان کی فوج بھی شامل تھی قلعہ کے محاذی اُس نے اپنا مورچہ لگایا۔ایک ڈویژن نے زیارت کے مورچے کے مقابل توپین کھڑی کین۔اِس حصۂ فوج کی نگرانی حکیم سعادت علیخان کے متعلق تھی۔ایک حصۂ فوج درمیانی مورچے کے محاذی تھا اس مین خود چھوٹے صاحب افسر تھے طلوع آفتاب سے قبل ریاست کی فوج سب طرح سے درست ہو گئی تھی اور حفاظت کا پورا سامان کر لیا تھا۔

۲۴۔اپریل ۵۸ء کو صبح کے آٹھ بجے خاکی ڈویژن نے دشمن پر گولہ اندازی کی دشمن کے تینون مورچون سے جواب ملنے لگا اور ہنگامۂ جدال وقتال گرم ہوا زیارت والے مورچے کے دہنی جانب دشمن کے دو سو سوار آگے بڑھے ہوے کھڑے تھے یعقوب خان داروغہ کارخانجات کے پاس اُسوقت بتیس زنبورچی مسلح تھے اُنھون نے حسین بخش خان سے صلاح کی کہ اِس طرف لڑنے دو تاکہ دشمن کی قوت تمام اس طرف رہے اور ہم اگر دشمن کی آنکھ بچا کر اُن دو سو سوارون پر حملہ کرین تو غالبًا دشمن کا بہت نقصان ہو گا یہ دونون اس بات پر متفق ہوے۔حسین بخش خان رسالدار نے اپنے ہندورسالے کے چالیس سوار ہمراہ لیے اور یعقوب خان نے اپنے ہمراہی زنبورچی لیے۔پھر دونون باتفاق یکدگر دشمن کا رُخ بچا کر مع سوار اور زنبورچیونکے دوسرے کنارے پر پہونچے دشمن کی پوری قوت مقابل کے مورچون پر متوجہ تھی اُس کو اس فوج کے آنے کی خبر نہین ہوئی۔حکیم سعادت علی خان بھی اپنی فوج کے ہمراہ ہو کر اُس پار اُتر کر اُن دونون سردارون کے شریک حال ہوے جب دیکھا کہ دشمن ہم سے بالکل

سب بےخبر ہے تو حکیم سعادت علی خان نے یہ رائے دی کہ تم ان سوار و نہ پر
زنبورک کی باڑھ مارو جب وہ تمھاری طرف متوجہ ہونگے تو ہم سامنے سے
توپخانہ بڑھا کر اُن پر گولہ باری کرینگے اسکے بعد حکیم سعادت علی خان اپنے
ارادے کی تکمیل کے واسطے پھر اپنی فوج مین واپس چلے اور توپخانے کے
بڑھانے کی تدبیر کرنے لگے حسین بخش خان اور یعقوب خان نے دشمن کے
سوارون پر ایک باڑھ ماری جس سے اُن مین پوری ابتری ہوئی لیکن
پھر سوارون نے بہت جلد درست ہو کر اپنے گھوڑے اُٹھائے جبکہ وہ بہت
قریب آگئے تو دوسری باڑھ اُن پر ماری گئی جس کی وجہ سے دس بارہ آدمی
کام آئے اور سوار بھاگے ریاست کے یہ دونون سردار فنون جنگ سے واقف نہ تھے اسلیے
اُنکے فرار کو مژدہ فتح سمجھکر مع کل زنبورچی و سوارون کے تعاقب کیا جبکہ یہ
دشمن کے مورچے کے مُنھ پر آگئے تو سوار اِدھر اُدھر پھٹ گئے اور اُنپر گولیان
برسنے لگین اب نہ آگے بڑھنے کی گنجائش تھی اور نہ پیچھے ہٹنے کی کوئی
صورت تھی حکیم سعادت علی خان بھی وقت پر اپنی فوج وہان نہ لاسکے اور
دشمن نے چارون طرف سے اس جماعت کو گھیر لیا اگر اس موقع پر تھوڑی سی بھی فوج
اور پہونچ جاتی تو دشمن کو پوری شکست ہونے مین کوئی شبہ نہ تھا مجبوری
یہ تھوڑی سی فوج اس حالت مین لڑتی رہی اُس وقت چند آدمی مثل وزیر خان
دسمند خان وغیرہ زنبورچی اور چھ سوار مارے گئے محمد حسین خان جمال خان
اور نادر شاہ خان شدید زخمی ہو کر گر پڑے جو گھوڑے یا اونٹ خالی ہوتے تھے
دشمن اُنکی کونچین مار دیتے تھے تھوڑی دیر تک بنجیال مددا اُسی مقام پر مقابلہ کیا

جب دشمن کی فوج زیادہ ہونے لگی تو اُسی حالت مین لڑتے ہوے دوسری جانب نکل گئے اور ایک جگہ ٹھہر کر اپنی منتشر جماعت کو جمع کیا اُس حالت مین صرف تیس آدمی اُنکے ساتھ رہ گئے تھے یہ لوگ ابھی جمع بھی نہوے تھے کہ فیروز شاہ اُس مقام پر سوڈیڑھ سو سوارون کے ساتھ ظاہر ہوا اور کسی قدر فاصلے سے کہا کہ افسوس تم مسلمان ہوکر ہماری جان کے درپے ہو اور کفار کی حمایت مین تکلیف دینا ہمکو گوارا کرتے ہو اسکا جواب حسین بخش خان نے یہ دیا کہ ہم تو مسلمان رئیس کے ملازم ہین اور صرف تم سے اسواسطے مقابلہ کیا جاتا ہے کہ تم غیر کے حق کو غصب کرتے ہو یہ اس سوال و جواب مین مصروف تھے کہ اُدھر سے ایک شخص نے یعقوب خان کے گولی ماری جو سینے پر کپڑا جلاتی ہوئی آر پار نکل گئی حسین بخش خان نے اسکے جواب مین اپنی گولی سے اُس شخص کو مار دیا اور دوبارہ لڑائی طرفین سے شروع ہو گئی اُس وقت دشمن کے چند آدمی مارے گئے اور ریاست کے تین ملازم کھیت رہے۔ قریب بارہ بجے دن کے فیروز شاہ مقابلے سے مع سوارونکے بھاگا کیونکہ اُسکے مخبرون نے جنرل جونس کے قریب پہونچ جانے کی خبر اُس کو لا کر دی تھی کچھ لوگ اُس کے ساتھی مقابلہ کرتے رہے خود فیروز شاہ دریاے گانگن پر مقیم ہوا اور اُسکے ساتھی بھی اُس طرف جانے لگے بارہ بجے کے بعد لڑائی موقوف ہوئی اور لوگ اپنے اپنے عزیزون اور یگانون کو تلاش کرنے لگے حکیم سعادت علی خان مع حسین بخش خان رسالدار اور سرداران فوج کے شہر مین گھسے فیروز شاہ کا پتہ نہ ملا اور نہ فوج معلوم ہوئی پس جہان جہان مقام شبہے کے تھے جیسے بازار خوشحال راے اور سنبھلی دروازہ تلاش کیا

کہین پتہ نہ معلوم ہوا۔ خوشحال رائے کے کارندے نے کہا کہ شاہزادہ کُل فوج لیکر یہان سے کبھی کا چلا گیا اب ریاست کی فوج آجانی چاہیے تاکہ انتظام رہے حکیم سعادت علی خان نے تامل کیا کہ مبادا شہر والون نے چھپا رکھا ہو اور فوج کے آتے ہی جنگ ہو کر شہر لُٹ جائے حکیم صاحب نے سید موسی رضا کے ساتھ پچیس سوار کیے اور کہا کہ اگر فیروزشاہ واقع مین چلا گیا ہے تو توپین لے آؤ وہ جاکر توپین لے آئے لیکن ریاست کی فوج مع صاحبزادہ سید کاظم علی خان وغیرہ افسرون کے چکر کے میدان مین ٹھہری آدھی رات تک یہ مرحلہ طے ہوا پھر شہر کا انتظام ہو گیا۔

چونکہ حسین بخش خان و یعقوب خان فوج سے علیحدہ ہو گئے تھے بعضون نے ہوائی اُڑائی کہ غنیم سے جا ملے اور نواب صاحب کی خدمت مین بھی یہ اطلاع مرادآباد سے بھیجی گئی کہ وہ دونون باغیون کے شریک ہو کر چلے گئے اور جنگ کی حالت کچھ اچھی نہین ہے اس حالت کو سُن کر نواب صاحب مع باقی ماندہ فوج کے بغرض مدد خود سوار ہوے پنوارٹن کے تکیے تک سواری پہونچی تھی کہ مژدۂ فتح سنا اور زبانی جمال خان زنبورچی کے جو چارپائی پر ڈالکر رامپور بھیجا گیا تھا کُل کیفیت معرکہ جنگ کی اور جو جو کارنمایان یعقوب خان اور حسین بخش خان نے کیے تھے نواب سید یوسف علی خان بہادر کو ظاہر ہوے اور بدزبانون کے مُنھ کالے ہو گئے۔ جمال خان کا ایک ہاتھ کٹ گیا۔

دشمن سے بحالت فراری کچھ میگزین اور سامان موقع پر چھوٹ گیا تھا تمام فوج اُسکی لوٹ پر ہمہ تن متوجہ تھی کسی طور سے اُس مین آگ لگ گئی جس کے صدمے سے

ستر اسی آدمی رامپور کے اڑ گئے اِن مین وہ غالب علی خان رسالدار بھی تھا جس نے ابتدا ً ریاست سے سرکشی کی تھی۔

جنرل جونس گورہ فوج کی بھاری جمعیت کے ساتھ نجیب آباد وغیرہ کا بندوبست کرتا ہوا چلا آتا تھا۔ ۲۴۔اپریل کو مراد آباد باغیونکے وجود سے پاک ہوا۔ ۲۵۔اپریل کو یک بیک جنرل جونس مراد آباد مین آگیا اہلکاران ریاست نے مراد آباد کی حکومت و انتظام اُسکے سپرد کیا اور تمام و کمال فوج نہایت شادمانی سے رامپور کو واپس چلی آئی۔ جنرل جونس کے آتے ہی مسٹر انگلس بنگال سول سروس کا نوکر جو باغیون کے حال سے پورا پورا واقف تھا مراد آباد پہونچا اور اُس کے بیان اور شناخت کے بموجب باغیون کی گرفتاری شروع ہوئی۔ مجو خان ایک مکان کی چھت پر بندوق چلاتے ہوے معلوم ہوے سات سپاہی ہتھیار بندانکے پکڑنے کو گئے اُنھون نے بڑی دلیری سے تین آدمیون کو تپنچے سے مارا اور باقیون کو تہ تیغ کرنا شروع کیا آخرکار اور مدد پہونچی اور وہ گولی سے مار ڈالے گئے۔

نینی تال سے انگریزون کی آمد۔ نواب صاحب کا اپنے ہمراہ اُن کو مراد آباد پہونچانا

جبکہ مراد آباد مین گورنمنٹ کی فوج نے مفسدونکی سزادہی اور انتظام ضروری سے فرصت پائی تو کل اضلاع مین امن کی صورت ہوئی راستے کھل گئے تجارت نے از سر نو ترقی پائی کاروبار زراعت بڑھا اُس وقت مقیمان نینی تال نے بھی نیچے اُترنا چاہا۔ چونکہ وہان سواری وغیرہ کا کوئی بھی بندوبست نہ تھا اس لیے

نواب صاحب بہادر نے کچھ فوج اور اپنے خیر خواہ معتمدین ہمرکاب ولیعہد ریاست (نواب سید کلب علی خان) کالاڈھونگی کو بھیجے تاکہ صاحب کمشنر و دیگر یورپین کو بحفاظت تمام مراد آباد پہونچائین اور خود نواب صاحب وڑہال تک جو رامپور سے بیس بائیس میل کے فاصلے پر ہے مع فوج کے حفاظت اور انتظام کے لیے گئے۔ کالاڈھونگی سے کل یورپین ہاتھیون پر سوار ہوکر چلے اور اُنکے ساتھ ساتھ نواب ولی عہد بہادر مع فوج کے تھے۔ موضع وڑہال سے نواب صاحب بھی شریک ہوگئے۔ صاحب کمشنر اور ہر ایک انگریز نے نواب سید یوسف علیخان بہادر سے کہا کہ نواب صاحب ہم ٹوپی سے موزے تک آپکے بندۂ بے دام ہین ہماری جانین آپکے سبب سے قائم رہی ہین۔ سب کو بخیریت تمام مراد آباد مین پہونچایا۔ انگریز سب کوٹھیون اور خیمون مین فروکش ہوے اور نواب صاحب کے ہمرکاب فوج وغیرہ تھی اس لیے علٰحدہ کیمپ بنایا گیا اور ایک عرصے تک باوجود شدت گرمی کے مراد آباد مین قیام فرمایا۔

جس روز کہ مراد آباد مین نینی تال سے انگریز آئے اُس روز قریب تھا کہ ایک نیا ہنگامہ پیدا ہو اور بہت طول کھینچے آراستگی کیمپ نواب سید یوسف علیخان بہادر کے بعد سب سپاہی اور افسر اِدھر اُدھر پھرنے کو چلے گئے یعقوب خان بھی وِلسن صاحب جج کے اصطبل مین اُنکے گھوڑے دیکھنے گئے۔ اتفاقاً جج صاحب بھی وہان آگئے اور اُنھون نے اُن کا نام وغیرہ دریافت کیا کُل کیفیت سُن کر جج صاحب نے اپنے آدمیونکو بلاکر یعقوب خان کو گرفتار کرایا اور کہا کہ فیروز شاہ باغی کے آنے کی وجہ مراد آباد مین تم ہی لوگ ہوے تھے اور نواب صاحب کے

ایسا سے اُسنے فوج کشی کی تھی۔ لیکن جب تم نے سُنا کہ انگریزی فوج قریب آگئی تو اُسکے ساتھ جنگ زرگری کر کے بھگا دیا اب اسکی ہم پورے طور پر تحقیقات کرینگے اُس وقت تمکو سزائے اعمال دیجائے گی۔ یہ بیچارے حیران کھڑے ہوے اُن کی تقریر کو سُنتے تھے اُنکے ساتھ کے دو ایک آدمی فوراً ریاست کے کیمپ مین آئے اور نواب صاحب سے اس حال کو گذارش کیا چونکہ وِلسن صاحب کی کارروائیون سے یہ واقف تھے اس لیے بہت ملال ہوا اور علی بخش خان کو بھیجا کہ اگر پھانسی دیدی ہو تو لاش اُٹھا لاؤ ورنہ جس طرح ممکن ہو اُن کو زندہ پہونچاؤ اور اُسکے ساتھ ہی فوج کی کمربندی کا حکم دیا۔ علی بخش خان فوراً وہان پہونچے دیکھا تو یعقوب خان حراست مین تھے قریب جاکر کہا دیکھتے کیا ہو گھوڑے پر سوار ہو جاؤ اُن کی آواز سُن کر اور سپاہی اُنکی طرف متوجہ ہوے اور یعقوب خان موقع پاکر گھوڑے پر سوار ہو کر چلدیے اب لوگون نے ان پر ہجوم کیا غل کی آواز سُنکر جج صاحب بھی کوٹھی سے باہر آگئے علی بخش خان نے اُن سے صرف اِسی قدر کہا کہ آپ کے نزدیک خیرخواہی اور جان نثاری کا شاید یہی صلہ تھا جو آپ نے دیا۔ وہ کچھ جواب دینا چاہتے تھے کہ یہ خود بھی وہان سے چلدیے اور نواب صاحب کے پاس حاضر ہوے اُسی وقت اس معاملے کی اطلاع صاحب کمشنر کو کی گئی دو گھنٹے کے بعد صاحب کمشنر مع وِلسن صاحب جج کے نواب صاحب کے پاس آئے اور کہا جج صاحب سے بہت بڑی غلطی ہوئی آپ اِن کا قصور معاف فرمائین۔ آپ نے جس قدر احسان گورنمنٹ کے ساتھ کیے ہین اُن کا شکریہ کسی طرح بھی ادا نہین ہوسکتا۔ غرض یہ اہم مرحلہ بھی خوش اسلوبی سے طے ہوا اور کوئی فساد

نہ ہونے پایا۔

ولسن صاحب کے خیالات ریاست رامپور اور رئیس کی طرف سے دو وجہ سے اچھے نہ تھے۔

(۱) جبکہ ابتداءً مرادآباد مین ہنگامۂ میرٹھ کی خبرین آئین تو ولسن صاحب نواب صاحب کے پاس آئے اور اُن سے مدد کی استدعا کی نوابصاحب نے اُسوقت یہ جواب دیا کہ مین کیا کر سکتا ہون اور مجھ سے کیا ہو سکتا ہے نواب صاحب کے اِس جواب سے ولسن صاحب کے دل مین کدورت جم گئی تھی اُنھون نے ۲۷ جولائی ۵۹ء کو گورنمنٹ مین نواب صاحب کے متعلق رپورٹ کی تو اُس مین اس امر کی بابت چٹکی لی ہی تھی اور یہ لکھدیا تھا کہ نواب صاحب گورنمنٹ کو کسی قسم کی مدد نہ دے سکے لیکن ولسن صاحب کو یہ معلوم نہ تھا کہ رامپور کے پٹھان شکل وشمائل کی نمایش کے قابل ہین خانہ جنگ اور لاف زن پہلے درجے کے ہین قواعد کی پابندی سے انکی طبیعت بالکل نفور ہے جب دبے ہوے ہون تو ان سے جو کام چاہو لے لو اگر ذرا بھی ان کو آزادی کا سہارا مل جائے تو کسی ... کے بھی تہ دل سے فرمان پذیر نہین رہتے اور ہمیشہ اُس کام کے کرنے پر حریص رہتے ہین جس مین بغیر جان جوکھون کے مال ہاتھ لگ جائے اور ذرا سی مذہبی بات پر مشتعل ہو جاتے ہین لیکن غصہ اُترتے ہی فوراً بزدلی انپر سوار ہو جاتی ہے نواب صاحب کا غدر مین ذرا سا ان سے کام پڑا چونکہ وہ وقت ایسا تھا کہ کامل دباؤ ان پر باقی نہ رہا تھا پھر دیکھو کتنی خود سری دکھانے لگے تھے اور غدر کے فرو ہونے کے بعد بھیگی بلی بن گئے تھے پس ایسے خودغرض اور شوریدہ طبیعت لشکر سے

نواب صاحب کیا کسی کو واقعی اور حقیقی مدد دے سکتے تھے جس کام کو بھیجے جاتے وہ کام بھی بگاڑ دیتے۔

(۳) ریاست کی جانب سے شاہ دہلی کے پاس نذر اور عرضی بھیجی گئی تو ولسن صاحب کے یہ امر ذہن نشین ہو گیا کہ یہ جو خیر خواہی ریاست کی طرف سے وقوع مین آئی یہ محض نمائشی کارروائی تھی دلی میلان نواب صاحب کا گورنمنٹ کی خیر خواہی کی طرف نہ تھا موقع مناسب کے منتظر تھے۔ چونکہ مسٹر الگزینڈر کمشنر نواب صاحب سے بیحد خوش اور ریاست سے موافق تھے۔ اُنھون نے وِلسن صاحب کی مخالفانہ کارروائیونکی ریاست کے حق مین روک تھام بخوبی کر دی اور وِلسن صاحب کو بھی ریاست سے موافق کر دیا۔

بابو رام نرائن باغی کی سرکوبی کے لیے اسلام نگر کو فوج کی روانگی اُس کا استیصال کر کے فوج کا واپس آنا۔ نواب صاحب کی مراد آباد سے معاودت

بابو رام نرائن نے جو میدان خالی پایا اور چند آوارہ گرد بھی اُس کے ساتھ جمع ہو گئے تو اُس نے اسلام نگر مین ایک ہنگامۂ عظیم برپا کیا چونکہ اس وقت انگلش فوج مراد آباد مین آ گئی تھی اس لیے نواب صاحب نے دست اندازی مناسب نہ سمجھی جب مفسدونکی شرارتین بہت زیادہ ہو گئین تو صاحب کمشنر نے نواب صاحب سے تحریک کی کہ سردست فوج سرکار کو بہت سے امر اہم سرانجام دینا ہین آپ اپنے ملازمون سے وہان کا بندوبست کرائین تو بڑی عنایت ہو۔

چنانچہ نواب صاحب نے ایک عمدہ فوج بسرکردگی حکیم سعادت علی خان انتظام اسلام نگر کے لیے مراد آباد سے روانہ کی ۲۹ مئی ۱۸۵۸ء کو اس فوج نے بابو رام نرائن سے مقابلہ کیا جس مین وہ خود مع بہت سے مفسدون کے مارا گیا تین توپین اور بہت سامیگزین فوج ریاست کے قبضے مین آیا جبکہ وہ خطہ بالکل مفسدون سے پاک ہو گیا تو وصول مالگذاری اور دوسرے انتظامات کی خدمتین بھی حکیم صاحب کے سپرد ہوئین جب کلکٹر بدایون نے لکھا کہ اب یہان ریاست کے انتظام کی ضرورت نہین ہے اُس وقت حکیم سعادت علی خان وہان سے مع فوج کے واپس آئے اور ۱۲ جون کو مراد آباد مین نواب صاحب کے پاس حاضر ہوئے۔

۱۵ جون کو صاحب کلکٹر مع اور فوج کے مراد آباد مین آئے ۱۶ جون کو نواب صاحب نے کل اختیارات انتظامی اضلاع مراد آباد کے کلکٹر صاحب کو سپرد کیے اور آپ مع تمامی فوج اور سامان کے دارالریاست مین داخل ہوئے البتہ ایک کمپنی پلٹن کی کلکٹر صاحب کے ایما سے مراد آباد مین چھوڑ دی گئی۔

مفسدون کو سزا اور انتزاع اسلحہ

اب زمانہ امن کا آیا جا بجا حکومت انگریزی از سر نو قائم ہوئی مفسدون کو سزائے اعمال ملنے لگی بد اعمالی کی سزا مین چونکہ خشک و تر مجرم غیر مجرم یکسان تھے اسلیے لوگ اپنی جانین چھپاتے پھرتے تھے رام پور مین کسی شخص سے کوئی باز پرس نہوتی تھی اس سے بہت سے مجرم یہان پوشیدہ ہوئے نواب صاحب نے گرفتاری مجرمان کی بابت صاحب کمشنر سے رائے طلب کی اُس وقت تک بریلی کا مفسدہ فرو نہین ہوا تھا صاحب کمشنر کی یہ رائے ہوئی کہ ہنوز گرفتاری کا موقع نہین ہے نواب صاحب نے

نقشۂ آیندہ و روند شہر و بیرو نجات تیار کرالیا جب ہنگامۂ بریلی سے فرصت ہوکر تسلّط کامل ہوگیا تو رامپور مین مجرمونکی گرفتاری شروع ہوئی بہت سے آدمی گرفتار ہوکر مختلف مقامات کو بھیجے گئے اور اُن کو سزاے اعمال ملی۔ ان مین سے کئی شخص صاحب وجاہت اور نواب صاحب کے روشناس تھے۔ گورنمنٹ نے بخیال حفظ آیندہ حکم عام فرمایا کہ کوئی شخص اپنے پاس اسلحہ مین سے کوئی چیز بلا اجازت گورنمنٹ کے نرکھنے پاوے اور جن لوگونکے پاس جہان تھیار ہون وہ داخل سرکار کردین اس حکم کا عمل درآمد ریاست رامپور مین بھی نہایت سختی کے ساتھ ہوا۔ اہلکاران ریاست نے اس قدر جبر کیا کہ لوگ شکایتین لیکر حضور مین آتے تھے لیکن صرف بنظر انتظام اُن کی شکایتون پر کوئی توجہ نہین ہوتی تھی اہل خاندان اور معززین شہر تو صاحب سلاح رہے جن کو خاص طور پر اجازت حاصل ہوئی باقی کل رعایا مثل رعایاے انگریزی کے بے دست و پا ہوگئی اور تمام اسلحہ خراب کردیے گئے۔

یہان یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ نواب صاحب نے اپنی رعایا سے ہتھیار کیون لیے اگر وہ نہ لیتے تو گورنمنٹ اُن سے بازپرس نکرتی جیسا کہ راجپوتانہ وغیرہ کی ریاستون نے اپنی رعایا سے ہتھیار نہین لیے اور گورنمنٹ نے اُن سے مواخذہ نہ کیا۔ جواب اس کا یہ ہے کہ رامپور کے پٹھان بیحد مغلوب الغضب اور ناعاقبت اندیش ہین ان سے ہتھیار لینا انکی اصلاح کا باعث تھا اب جبکہ ہتھیار نہین رکھتے تو چاقو اور لاٹھی وغیرہ سے قتل کرتے ہین ہتھیار ہونے کی صورت مین خدا جانے کیا غضب ڈھاتے اور قرب وجوار کے انگریزی علاقے کو بے چین کردیتے بلکہ انگریزی

ہمسوانہ علاقے کے ڈاکو بھی ہتھیار یہان لاکر رکھا کرتے اور ریاست آئے دن مفت مین بدنامی اُٹھاتی۔ غدر مین بھی انھون نے کوئی دقیقہ سرکشی کا اُٹھا نرکھا ہوتا اگر نواب سید یوسف علی خان کی والانظری اُنکے ارادون کا سرنہ دلبے رہتی اور نواب صاحب کے عائد اور فوج گورنمنٹ کی نظرون مین خود بغاوت پر آمادہ اور نواب صاحب کو اس بات کی ترغیب دینے والے ثابت نہو جاتے تو اُن کو اس قدر مدد کے عوض مین کوئی بڑا علاقہ ملتا جیسا کہ اور مددگار ریاستونکو اس مدد کے صلے مین ملا اور جبکہ گورنمنٹ کی نظرون مین غدر مین اُنکی فوج اور عائد خود نواب صاحب کے نافرمان اور دشمن ثابت ہوے تو ایسی صورت مین اُن کا رعب وداب کیا ثابت ہوسکتا تھا رئیس کا وقار اور ہیبت اور شان اُسکی فوج کی وفاداری اور قوت پر منحصر ہے گورنمنٹ کو کیا ضرور تھا کہ وہ نوابصاحب کا ملک خوب بڑھا کر اپنے بغلی دشمنونکی وجہ معاش اور زور کو توسیع دیتی اس راز کے کھل جانے سے گورنمنٹ سمجھ گئی کہ پھر کسی بُرے وقت پر نوابصاحب کے آدمی ستانے مین دریغ نکرینگے اور اکیلے نوابصاحب اور اُن کے خاص خاص سردار کیا کر سکتے ہین۔

نواب صاحب بہادر کی ترقی مناصب و مراتب

نواب سید یوسف علی خان بہادر کی تمام کارگذاریون اور دلسوزیون سے عموماً انگلش حکام کو نہایت شکرگذار کیا اور رجابہ جا اُنکے کارنامے قیمتی الفاظ کے ساتھ مشتہر ہوے۔ بہت سے یورپین حکام نے بالاتفاق ایک نادر اور نقرئی پیالہ ولایت سے بنوا کر منگایا اور ریاست مین جس وقت فتح بریلی کی خوشی مین انگریزونکی دعوت ہوئی اُس وقت جلسۂ عام مین وہ پیالہ جس پر نواب صاحب کا نام کندہ تھا پیش کیا

اِس موقع پر روشنی اور آتش بازی کا بہت بڑا اہتمام تھا۔ کئی ہزار روپئے اِس تقریب مین صرف ہوے۔ صاحب ایجنٹ اور وِلسن صاحب کی رپوٹین جو گورنمنٹ کو گئی تھین اُن کے دیکھنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ نواب صاحب نے کس قدر خیر خواہی انگریزون کے ساتھ کی۔ لارڈ کیننگ صاحب بہادر گورنر جنرل نے ۱۵ نومبر ۱۸۵۹ء مطابق ۲۳ ربیع الثانی ۱۲۷۶ ہجری کو مقام فتح گڑھ مین ایک بہت عالیشان دربار منعقد فرما کر نواب سید یوسف علی خان کی شکر گذاری کا اظہار کیا اس دربار مین بہت سے دیسی رؤسا اور بہت سے یورپین معزز حکام خصوصاً کمانڈر انچیف صاحب شریک تھے اس موقع پر گورنر جنرل نے ایک پُر زور اسپیچ کہی تو کل رئیسون کو سکوت ہوا مگر نواب سید یوسف علی خان نے اُنکی اسپیچ کے جواب مین نہایت شستہ برجستہ الفاظ کے ساتھ اعتراف حکومت کر کے تمام والیان ریاست ہندوستان کی طرف سے اظہار اطاعت کیا۔ اِس دربار مین کسی کو بولنے کی جُرأت نہین ہوئی مگر نواب وزیر الدولہ والی ٹونک اور نواب سکندر بیگم صاحبہ والیۂ بھوپال نے نواب سید یوسف علی خان بہادر کے بیان کی تائید کی تھی جسکے سُننے سے تمام اہل دربار کی باچھین کھل گئی تھین اس دربار عام مین گورنر جنرل نے نواب سید یوسف علی خان سے مخاطب ہوکر کہا مجھکو بڑی خوشی اِس بات کی ہے کہ اُن خدمات کے عوض جو آپنے ملکۂ معظمہ کی کین آج آپ کا شکریہ ادا کرنیکا موقع ملا آپ اپنی ذات خاص سے زمانۂ غدر مین نہایت مستعد اور صادق رہے اور آپ نے باوجود خوف جان ریاست کے گرد و نواح مین نہایت مشقت اور مستعدی سے حکومت برقرار رکھی اور ملکۂ معظمہ کے افسرون کی مدد بقدر امکان بخوبی کی سب سے بڑھکر یہ ہے کہ آپ نے ایک مجمع کثیر معقوم ملکۂ معظمہ کی جانین بچائین

اُن کو سب آفتون سے محفوظ رکھا اور اُن کو ہر طرح کی آسایش دی حالانکہ وہ زمانہ چارون طرف خوف سے گھرا ہوا تھا مین بڑی خوشی سے روبرو سپہ سالار افواج ہند ملکہ معظمہ اور بہت سے معزز افسر اور حاکمان ملکی کے جو گرد و نواح اور دیگر مقامات ہندوستان مین عہدہا ے جلیلہ پر منصوب ہین آپ کے حسن خدمات کا اقرار کرتا ہون مجکو یقین ہے کہ آپ کی کارگذاریون کو یہ لوگ ہرگز نہ بھولینگے"

اس دربار مین گورنر جنرل نے نواب سید یوسف علی خان بہادر کو خلعت قیمتی بیس ہزار روپیے کا عطا کیا اور سلامی کے فیر بجاے گیارہ کے تیرہ مقرر ہوے علاوہ اسکے فرزند دلپذیر کا خطاب عنایت ہوا القاب و آداب ان الفاظ کے ساتھ قرار پایا۔

"نواب صاحب مشفق بسیار مہربان کرم فرماے مخلصان سلامت"

بعد از شوق ملاقات مسرت آیات مشہور خاطر الطاف ذخائر میدارد۔

اسی دربار مین پرایوٹ طور سے لارڈ موصوف نے نواب صاحب سے اُنکے خاندان کی حرکات ناپسندیدہ کی شکایت کی اور کہا کہ آپ نے اپنے خاندان کا انتظام نہ کیا کہ آپ کے خاندان مثل سید بخش اسد خان و سید عنایت علی خان و سید نوازش علی خان و سید عباس علی خان وغیرہ اشخاص نے بہادر شاہ بادشاہ اور نواب خان بہادر خان کے ساتھ رسم و راہ رکھی اور ہر قسم کی تحریرین اور عرضیان اُنھون نے بھیجین یہان تک کہ ہم عرضیان اور خطوط اُن لوگون کے (یعنی آپ کے خاندان کے) دفتر دہلی و بریلی سے گورنمنٹ مین آچکے ہین ہم سنتے ہین کہ آپ نے ان باغیون کا کچھ تدارک نہ کیا نہ کچھ دیانت دکھائی تعجب ہے کہ آپکے خاندان کے گورنمنٹ کے اور آپکے ساتھ

باغیانہ خیالات ہوں" جسکے جواب میں نواب صاحب نے کہا کہ میرا اہل خاندان پر کچھ اختیار نہیں ہے ذرا کچھ تہدید کی جاتی ہے تو وہ لوگ فی الفور حدود ریاست سے باہر چلے جاتے ہیں اور وہیں بیٹھ کر مجھ سے تنخواہ لیتے ہیں اور میں بپاس عہد نامہ مقبولۂ والد یا جد دیتا ہوں جو زیادہ میری ندامت کا باعث ہے اس صورت میں مجھ سے ان کا کیا بندوبست ہو سکتا ہے" یہ سنکر گورنر جنرل نے فرمایا کہ جو شخص آپ کے خاندان کا آپکی مرضی کے خلاف کوئی کام کرے یا بلا اجازت آپ کی حدود ریاست سے قدم باہر رکھے تو آپ اسکی تنخواہ بند کرنے اور نہ دینے کے مجاز ہیں خاندان کی تنخواہ ریاست کی اطاعت کے ساتھ ہے:

نواب صاحب نے اس دربار میں لارڈ کیننگ صاحب سے اپنے چھوٹے بھائی سید کاظم علی خان کی سفارش کرکے وہ جو موضع گنتی پتریان کی غارتگری کا جرم انکے ذمے قائم تھا معاف کرایا۔

گورنر جنرل نے اس دربار میں ذیل کے ارکان ریاست کو بھی خلعت عطا کیے:-

پانے والے کا نام	قیمت خلعت	
صاحبزادہ سید عبد العلی خان عرف منجھلے صاحب۔	۱۰۰۰۰	روپیہ
صاحبزادہ سید علی اصغر خان۔	۵۰۰۰	"
حکیم سعادت علی خان۔	۵۰۰۰	"
شیخ علی بخش خان۔	۵۰۰۰	"
شیخ وجیہ الزمان۔	۲۰۰۰	"

ملخص یہ بیان اُس رپورٹ سے ماخوذ ہے جو جنرل اعظم الدین خان نے ۲۳ مارچ ۱۸۶۵ء سے ۲۳ ستمبر ۱۸۶۵ء تک کے حالات رامپور میں لکھی ہے ۱۲

غلام ناصر خان ۵۰۰ روپیہ

تنبیہ جو اہل کمال اول سے آخر تک ہماری اس کتاب کو پڑھینگے وہ اس موقع پر یہ تلاش کرینگے کہ جن پٹھانوں کی شمشیر آبدار کی مدد سے نواب سید علی محمد خان اور نواب سید فیض اللہ خان شہریاری کو پہونچے اُنکی اولاد مین سے ایک شخص کا نام بھی اس اعزاز مین شریک نہین - مین اُنکی تسکین خاطر کے لیے کہتا ہون کہ جب تک انگریزی حکومت ہندوستان مین تسلیم نہین ہوئی تھی اُس وقت تک رئیس اور ریاست کا دارومدار اعوان و انصار کی تلوار پر تھا جب انگریزون نے اپنے سایۂ حمایت مین لیکر اعوان و انصار کی مدد سے بے غم کر دیا تو اب اُنکی مصاحبت جو ہر تلوار سے گذر کر جوہر بذلہ گوئی - لطیفہ بازی سخن سنجی پر آرہی اور رام پور کے تلوار چلانے والے پٹھان اِن اوصاف سے عاری تھے -

نواب صاحب کو خیر خواہی غدر کے صلے مین نیا ملک ملنا اور اپنے جانشین کے انتخاب کا اختیار حاصل ہوجانا - مالگذاری مراد آباد کی رقم گورنمنٹ کا اُنکو معاف کردینا

۲۳ جون ۱۸۶۰ء کو بصلۂ خیر خواہی غدر لارڈ کیننگ صاحب گورنر جنرل ہند نے ۱۲۸ مواضعات جمعی ایک لاکھ اٹھائیس ہزار پانسو ستائیس روپیہ چار آنے کے ہمیشہ کے واسطے عطا فرمائے اول یہ تجویز ہوئی کہ پرگنہ کاشی پور دیا جائے مگر بعد ازان چھ محلہ سرساوان - آجاؤن - سروَلی کا علاقہ دیا گیا یہ علاقہ ضلع بریلی کے شمال کی سمت سے جنوب کی جانب ایک پتلی دھجی کے طور پر چلا گیا ہے یہ علاقہ

ریاست کی تحصیلات شاہ آباد اور ٹانڈہ اور بلاسپور میں لگا دیا گیا۔ اور اس میں
حکومت بھی مثل علاقہ قدیم ریاست کے تسلیم ہوئی اور اس جاگیر کی سند میں لکھا
"چونکہ فرزند دلپذیر نواب سید یوسف علی خان بہادر نواب رامپور نے شروع مفسدہ سے
اخیر تک بہم رسانی امداد نقد و جسمانی و پناہ دہی و حفاظت جان عیسائیان
و انجام دہی دیگر حسن و خدمات سے خیر خواہی لاجواب حسب اطمینان سرکار انگریزی
ثابت کی سابق نواب کا شکریہ اور خلعت امتیاز عطا کیا گیا ہے اور انکی توپونکی سلامی
زیادہ اور خطاب میں افزونی کی گئی ہے۔ علاوہ اسکے بجلدوے خدمات سرکار
دیہات علاقہ بریلی و مراد آباد کے بموجب فہرست علیحدہ جنکی جمع ایک لاکھ اٹھائیس ہزار
پانسو ستائیس روپیے چار آنہ مقرر ہے برائے دوام نسلاً بعد نسل ان کو عطا فرما کر
دیہات مذکورہ نواب کے ملک قدیم میں شامل کیے گئے اور انہی شرائط پر جیسے
اُس پر قابض ہیں ان پر بھی متصرف رہینگے" یہ حصہ ملک کا علاقہ جدید
مشہور ہے۔ دیوانی۔ مال اور فوجداری کے معاملات میں نواب صاحب کو
وہی اختیارات حاصل ہیں جیسے اپنے ملک قدیم میں چنانچہ ۹ جولائی ۱۸۷۵ء
کو ہائیکورٹ ممالک متحدہ نے بھی اس امر کو بمقدمہ لالہ لچھمی نرائن اور راجہ
پرتاب سنگھ شیو پوری والے کے تسلیم کیا ہے۔ اس علاقہ میں حقوق زمینداری
اشخاص جو قبل از انتقال منجانب گورنمنٹ انگریزی کے معین کیے گئے تھے نواب
صاحب کی طرف سے بھی اُسی طرح بحال رہے۔ چنانچہ آپ نے جو خط اس بارے میں
گورنمنٹ کی اطلاع کے لیے لکھا ہے اُسکا ترجمہ یہ ہے (بعد آداب معمولی) خط
آپکا بدین مضمون کہ عرضی چودھری گردھاری لال وغیرہ زمینداران دیہات کہ

جو اضلاع مرادآباد و بریلی مین بطور انعام عطا ہوے ہین باستدعاے بحال رہنے حقوق زمینداری بعد انقضاے بندوبست حال پیشگاہ گورنمنٹ ہند مین گذری اور مجکو امید قوی ہے کہ آپ سائلون کے حقوق جائز پر لحاظ رکھنے مین کوتاہی نکرینگے صادر ہوا۔ گذارش یہہ ہے کہ میرے انتظام کا عین منشا یہہ ہے کہ قواعد معلومہ انصاف و معدلت کے بموجب جو حکومت انگریزی مین جاری ہین رعایا پر حکومت کی جاے اس واسطے آپ اطمینان فرماوین کہ انشاء اللہ تعالی حقوق زمینداری مذکورہ اور نیز حقوق دیگر اشخاص پر جو ان دہات مین ہین لحاظ واجب اور توجہ کامل رہیگی

نواب سید یوسف علی خان شعر بھی کہتے تھے ناظم تخلص تھا اس عطیہ کی نسبت ایک قطعہ تاریخ موزون فرمایا۔

جب گورنمنٹ سے ہوا حاصل ملک مجھکو بصیغۂ انعام
ناظم از روے ہمت عالی سال بخشش بخشش حکام

اسد اللہ خان عرف مرزا نوشہ متخلص بہ غالب نے اس تہنیت مین ایک نظم لکھی ہے جسکے چند شعر یہہ ہین:—

پاشند آب گر بہ جہت بہر دفع گرد ہر قطرہ زان بگوش دُرِّ یتیم باد
ہر صیغہ کہ وضع وے ز پئے امر الست فارغ ز ننگ زحمت تقدیم نہی باد
چون غنچہ کہ پہلوے گل بشگفد بباغ ملک جدید شامل ملک قدیم باد

چوتھی مئی سنہ ۱۸۶۰ء کو لارڈ کیننگ صاحب بہادر گورنر جنرل کشور ہند نے ایک سند مرحمت فرمائی جسکی رو سے رئیس رامپور کو اپنے جانشین کے انتخاب کا اختیار حاصل ہوگیا اور گورنمنٹ سے منظوری جانشین کی ضرورت نہ رہی (ترجمہ سند) جناب ملکہ معظمہ کی

مرضی ہے کہ سرکارین رؤسا و امراے ہندوستانی کی جو اپنی اپنی مملکت کی حکومت کرتی ہین ہمیشہ کے واسطے مستقل کی جائین اور اُنکے خاندان مین مراتب مسند نشینی جاری رہین۔ بتعمیل خواہش مذکور آپ کا اطمینان کرتا ہون کہ وارثان اصلی کی عدم موجودگی مین آپکی ریاست کی حکمرانی کے واسطے جو وارث مقرر کیا جائیگا اور بموجب قانون اسلام کے جائز ہو بحال رہیگا مطمئن رہیے کہ جب تک آپکا خاندان سلطنت کا خیر خواہ اور شرائط نامجات و اقرار نامجات و عطا نامجات پر جنمین آپکے فرائض بجانب سرکار انگریزی درج ہین ثابت قدم و وفادار رہیگا اس عہد مین جو آپ سے ہوا ہے کوئی خلل انداز نہو گا۔

دستخط کیننگ

ریاست رامپور کا لاکھون روپیہ ہنگامہ غدر مین صرف ہوا جس کی پوری تعداد محاصل ریاست سے کئی درجہ زیادہ تھی لیکن پھر بھی نواب سید یوسف علی خان نے کوئی معاوضہ گورنمنٹ سے لینا نہ چاہا۔ ہر چند کہ اس مین اصرار بھی ہوا اور منشی گردھاری لال سررشتہ دار صدر اور لالہ مدن لال میر خرچ نویس ملازمان ریاست کو مراد آباد بھیجکر ابتداے غدر سے اختتام غدر تک کا حساب کل جمع خرچ علاقہ کا حکام انگریزی کو سمجھا دیا۔ مبلغ ۳ لاکھ [illegible] وصول مالگذاری گورنمنٹ کے ریاست مین جمع تھے جب نواب صاحب نے اس روپیہ کو بھی واپس کرنا چاہا تو اُس وقت اس رقم کے نہ لینے مین گورنمنٹ کی جانب سے بہت کچھ اصرار ہوا مجبوری نواب صاحب نے اس رقم کو قبول کیا چنانچہ بموجب چٹھی مورخہ ۲۵ دسمبر ۱۸۵۹ء سکرٹری گورنمنٹ ہند بنام کوپر صاحب یہ روپیہ معاف ہوا اور جمع خرچ ہندوستان

"صرف مقابلہ باغیان" مین لکھا گیا۔

ترجمہ چٹھی نمبری ۸۰۴ از طرف سٹیل بیڈن صاحب سکرٹری گورنمنٹ ہند شامل فورۂ گورنر جنرل بہادر بنام کوپر صاحب سکرٹری گورنمنٹ ممالک مغربی و شمالی (ممالک متحدہ آگرہ و اودھ) از مقام کمپ اعتماد پور مرقومہ ۲۵ نومبر ۵۹ء از محکمہ فارن ڈیپارٹمنٹ

دفعہ احسب الارشاد بیان کرتا ہون کہ آپ کے قبل کے سکرٹری کی چٹھی نمبری ۵۱۳ مرقومہ ۱۸ دسمبر ۵۸ء (نواب صاحب کو خدمات غدر کے عوض مین انعام دیے جانے کی تجویز کے باب مین مع رپورٹ صاحب کمشنر قسمت روہیلکھنڈ کے جس مین نواب صاحب کی اُن خدمات کا ذکر تھا جو اُنھون نے غدر مین انجام دی تھین) پہونچی اور مطابق ارشاد کے یہ بھی ظاہر کرتا ہون کہ دوسری چٹھی آپکے قبل کے سکرٹری کی نمبری ۵۲۳ مرقومہ ۴ ماہ مذکور بھی پہونچی۔

دفعہ ۲ ولسن صاحب سے رپورٹ طلب ہوئی تو وہ اپنی چٹھی نمبری ۳۵ مرقومہ ۲۷ جولائی ۵۹ء مین جسکی نقل شامل ہے لکھتے ہین کہ اُس زمانے مین نواب صاحب کیلیے نہایت مشکل کا مقام تھا اُنکو لوگ ظاہر مین طعنہ زنی کے طور پر کرسٹان کہنے لگے تھے اور وہ ساز و باز کے ساتھ اپنے اقارب کا اور اپنی فوج کی بغاوت کا مقابلہ کرتے تھے اور اُنھون نے باوجود ان مشکلات کے گورنمنٹ کے ساتھ خیرخواہانہ برتاؤ کیا گو کہ وہ ہوشیاری سے گورنمنٹ کو کسی قسم کی مدد نہ دے سکے لیکن ضلع مرادآباد کا انتظام پوری تدبیر سے انجام دیا اور مقیمان نینی تال کو زر نقد اور غلہ پہونچاتے رہتے

دفعہ ۳۳ مسٹر الگزینڈر صاحب اپنی رپورٹ مین بیان کرتے ہین کہ نواب صاحب کی روش بڑے اوصاف کے ساتھ رہی اُنھون نے ابتدا سے شورش سے انتہا تک گورنمنٹ انگریزی کی اطاعت واجبی مین تفارق نہین کیا حالانکہ وہ مسلمانون کا ایک پُرجوش گروہ مین اور اپنے ایسے عمائد اور فوج کے درمیان مین تھے جو نواب صاحب پر اطمینان نہین رکھتے تھے اور بغاوت پہ آمادہ تھے اور ایسے لوگون نے نواب کو گھیر رکھا تھا جو کہ ظاہر ظہور بلوہ کرتے تھے اور اُن کو کبھی علانیہ بغاوت کی ترغیب دیتے تھے اور کبھی گستاخی کے ساتھ اُن پہ چڑھائی کرتے تھے اور زبان سے بمذہب کہکر اُن کو دھمکاتے تھے لیکن وہ گورنمنٹ انگریزی کی دوستی پر اپنی قائم مزاجی سے جمے رہے اور نہ اپنی ذات سے نہ اپنے گورنمنٹ کے فائدے کے لیے دریغ کیا نواب صاحب کے ذریعہ سے علاقہ مرادآباد کا جو زرمالگذاری وصول ہوا وہ سرکار انگریزی کے موقع مناسب اور محل جائز مین صرف ہوا اور نواب صاحب نے مستحکم طریقہ جاری رکھا اور ملک انگریزی مین امن وامان قائم رکھنے کے لیے تدبیر کی اور بریلی اور دوسرے اضلاع روہیلکھنڈ کے حاصل کرنے کے لیے ایسے وقت مین خیال رجوع کیا کہ ہمارا اس طرح کا کوئی شریک نہ تھا اور وہ زمانہ تھا کہ گورونکی فوج جنگ سے تھرائی تھی بڑا خوف تھا اور سرکار انگریزی نواب صاحب کی اس وجہ سے زیادہ ممنون ہے کہ اُنھون نے زر نقد اور سامان سے مدد کر کے صاحبان انگریز کی جانین بچائین اور انگریز مرد وعورت اور بچون کے بڑے گروہ کو جو نینی تال مین پناہ گزین تھا خود پہونچایا اور اُنکی بے بدل اور بے نظیر وفاداری اُنکے گرد ونواح مین بطور یادگار کے ہمیشہ قائم رہے گی۔

دفعہ ۴ یہ اعلیٰ درجے کی خدمات جس کی کیفیت مشکل سے ادا ہو سکتی ہے ابھی تھوڑا عرصہ ہوا کہ گورنر جنرل صاحب نے دربار عام مین جو مقام فتح گڑھ مین ۵ انومبر کو منعقد ہوا تھا اس کا اعتراف کیا۔ اس وقت گورنر جنرل نے نواب صاحب کو کمانڈر انچیف صاحب اور مجمع کثیر صاحبان انگریز و ہندوستانی رؤسا کے سامنے مخاطب کر کے یون تقریر کی تھی نواب صاحب رام پور سے مجھے اس موقع پر بڑی خوشی اس بات کی ہے الخ (دیکھو صفحہ ۹۷)

دفعہ ۵ گورنر جنرل نے اسی وقت مین نواب صاحب کو خلعت قیمتی بیس ہزار روپے کا عطا کیا اور نواب صاحب کو مطلع کیا کہ اُنکی مستحکم وفاداری اور اعلیٰ درجے کی امداد کے سبب سے جو اُنھون نے گورنمنٹ کو دی ہے اُنکو پرگنہ کاشی پور ضلع مراد آباد جسکی جمع ایک لاکھ چار ہزار چار سو روپے سالانہ ہے معافی مین بخشا ہے جس کو وہ اور اُنکے وارث اپنی جاگیر کے ایک ٹکڑے کے طور پر اپنے قبضے مین رکھین اور اُنکی سلامی کے فیر بجائے گیارہ کے تیرہ مقرر ہوے اور اُنکے مراتب تحریر مین زیادہ کیے

دفعہ ۶ ایک خریطہ نواب صاحب کے نام جس مین اُنکی خدمات اور عطیات یادگار کے طور پر گورنمنٹ انگریزی کی خوشنودی کے عوض مین اُنکی وفاداری کے باعث سے گورنر جنرل کی طرف سے تحریر ہین نواب صاحب کو دینے کے لیے اس تحریر کے ساتھ مُرسل ہے۔

دفعہ ۷ عطیہ پرگنہ کاشی پور ضلع مراد آباد کی نسبت حسب الارشاد یہ بات ذہن نشین کی جاتی ہے کہ گورنر جنرل کا ارادہ یہ ہے کہ یہ پرگنہ نواب صاحب اور اُنکے وارثون کو ہمیشہ قبضے مین رکھنے کے لیے عطا ہوتا ہے اور اُس مین وہی حقوق

رکھے جائینگے جو اُنکو اپنی جاگیر قدیم مین حاصل ہین بجز اسکے کہ اس مین سے کسی ادنےٰ روہیلہ سردار کو جسکی روزی جاگیر قدیم مین زمانۂ نواب سید احمد علیخان سے مطابق عہدنامہ ۱۷۹۴ء کے جاری ہے مالگذاری نہ دین۔ لفٹنٹ گورنر بہادر بنظر مہربانی بلا تامل تدبیر کرکے پرگنہ مذکور نوابصاحب کے تفویض کوین اور اُسکی کُلی حکومت نواب صاحب کے افسرونکے سپرد کردین۔

دفعہ ۸ یہ بات ظاہر ہے کہ نوابصاحب اپنی خوشی سے جس قدر زمین کی حاجت سڑک ریلوے بنانے کے لیے ہوگی وہ پرگنہ کاشی پور اور اپنی جاگیر قدیم مین سے دینگے اور یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ نوابصاحب راجہ شیوراج سنگھ کاشی پور کو (جو اپنی عُمدہ خدمات کے عوض مین گورنمنٹ کی خوشنودی کے مستحق ہوے ہین اور اپنے اور اپنی اولاد کے واسطے ایک عطیہ کی سند ہمیشہ کو حاصل کی ہے) وہات اُسی جمع پر جس جمع پر اُنکے پاس سرکار انگریزی کی طرف سے اس وقت ہین دینے مین موافق ہونگے۔ گورنر جنرل بہادر مجھے ارشاد فرماتے ہین کہ اِن دونون باتون کو حاکم ضلع کی معرفت نواب صاحب پر ظاہر کرکے تعمیل کی جائے۔

دفعہ ۹ گورنر جنرل بڑے شوق سے نوابصاحب کا خطاب "فرزند دلپذیر" مقرر کرتے ہین اور نوابصاحب کے القاب وآداب کو اس عبارت کے ساتھ ترقی دیتے ہین "نوابصاحب مشفق بسیار مہربان کرم فرمائے مخلصان سلامت۔ بعد از شوق ملاقات مسرت آیات مشہود خاطر الطاف ذخائر میدارد"

دفعہ ۱۰ نوابصاحب کے عزیزون اور متوسلون کی بابت جن کا ذکر الگزینڈر صاحب نے کیا ہے مطابق حکم کے ذیل مین ظاہر کرتا ہون۔

سید کاظم علی خان برادر نواب صاحب

انکے رویہ مین اگرچہ ابتدا سے پورش مین شبہ تھا مگر پھر اسکے دفعیہ کی غرض سے فیروز شاہ کے ساتھی باغیون کا مقابلہ کیا اور نواب صاحب کو رامپور کے بندوبست مین مدد پہونچائی۔ گورنر جنرل نے اپنے خریطے مین نواب صاحب کو ایما کیا ہے کہ وہ اس مددہی کی بابت گورنمنٹ کی طرف سے سید کاظم علیخان کا شکریہ ادا کرین۔

سید عبد العلی خان عموی نواب صاحب

انھون نے نواب صاحب کے ساتھ متفق ہو کر انکی طرف سے زمانۂ غدر مین مراد آباد کا اچھا انتظام کیا اسلیے گورنر جنرل نے اُن کو دس ہزار روپے کا خلعت بخشا اور اپنے سکرٹری کیطرف سے ایک خریطہ انکی خدمت کی قبولیت کی بابت بھیجا جو اس تحریر کے ساتھ مرسل ہے۔

سید اصغر علی خان[له] برادرزادہ و داماد نواب صاحب

ان صاحب کو گورنر جنرل نے اپنے رو برو ایک خلعت پانچہزار روپے کا بخشا اور

له صاحبزادہ سید علی اصغر خان جنرل خلف سید جعفر علیخان ابن سید نظام علیخان ولد نواب سید فیض اللہ خان بہادر کو یہ انعام دیا گیا تھا اور وہ نواب صاحب کے داماد نہ تھے بخلاف تحقیق انکے نام کو سید اصغر علیخان لکھدیا ہے اور نواب صاحب کا داماد بتایا ہے سُنا جاتا ہے کہ نواب سید یوسف علیخان نے جس وقت صاحب کمشنر سے سید علی اصغر خان کی جانفشانی کا حال بیان کیا اور اُن کا تعارف کرایا تو اسوقت صاحبزادہ سید محمد رضا خان ولد سید اصغر علی خان ابن سید عبد اللہ خان خلف نواب سید غلام محمد خان بہادر بھی موجود تھے یہی نواب موصوف کے داماد اور بھتیجے تھے۔ نواب صاحب نے سید علی اصغر خان اور سید محمد رضا خان کیطرف ہاتھ کا اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ میرے بھائی کے بیٹے اور داماد ہیں صاحب کمشنر اس تقریر و اشارہ سے مغالطے مین پڑ گئے ۱۲

جناب ممدوح نے مجھے ارشاد فرمایا ہے کہ انکو ضبط شدہ مواضع جنگی آمدنی سالانہ دو ہزار روپے داخل سرکار ہوتے ہین عطا کیے جائین۔

حکیم سعادت علیخان وفادار نوکر سرکار رامپور

انکی کوشش سے نواب صاحب نے اپنی ریاست پر اکثر حکومت جاری رکھی اور انہون نے بہت سی عیسائی رعایاے جناب ملکۂ معظمہ کو حفاظت کے ساتھ میرٹھ پہونچایا۔ گورنر جنرل صاحب نے انکو اپنے روبرو ایک خلعت پانچہزار روپے کا دیا اور مواضع ضبطی جنگی آمدنی سالانہ مالگذاری مین چار ہزار روپے داخل سرکار ہوتے ہین ان کو بخشنے کی اجازت ہوئی ہے۔

علی بخش خان

انھون نے خاص کُکی تدبیر سے نوابصاحب اور افسران سرکار انگریزی مقیم نینی تال کے درمیان پیام رسانی جاری رکھی۔ گورنر جنرل بہادر نے ان کو اپنے سامنے پانچہزار روپے کا خلعت بخشا اور مجھے ارشاد ہوا ہے کہ ان کو مواضع جنگی آمدنی تین ہزار روپے سالانہ داخل سرکار ہوتے ہین بخشکر انکی خدمت آیندہ اقبال کی جاے۔

شیخ وجیہ الزمان خان سفیر نوابصاحب

یہ تمام زمانۂ غدر مین سرکار انگریزی کے خیر خواہ رہے انکے سبب سے انکے بھائی اور بھتیجے کی جان بخشی ہوئی جو بغاوت کے جُرم مین صاف ماخوذ تھے انکو گورنر جنرل بہادر نے دو ہزار روپے کا خلعت اپنے سامنے بخشا۔

له بظاہر ان کے خلعت مین کمی اور جاگیر نہ ملنے کی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ انکے بھائی اور بھتیجے کی جان بخشی انکی وجہ سے ہوئی ۱۲

غلام ناصر خان

اِس لائق افسر کو جناب گورنر جنرل نے پانسو روپے کی قیمت کا خلعت عطا کرنا منظور کیا۔

دفعہ ۱۱ دوسرے افسران ریاست جنکی خیر خواہی کا ذکر الگزینڈر صاحب نے اپنی رپورٹ مین کیا ہے گورنر جنرل صاحب کی اجازت سے ایسا کیا جاتا ہے کہ گورنمنٹ کی طرف سے انکا شکریہ لفٹننٹ گورنر صاحب جس طرح مناسب سمجھین ادا کرین۔

دفعہ ۱۲ مبلغ ۱۲ لاکھ ۱۴۲ حساب سے نوابصاحب کے ذمے باقی نکلتے ہین ملک روہیلکھنڈ پر حکومت قائم رکھنے مین اُن کا صرف ہوا اس لیے یہ رقم اُن سے نہ لینا چاہیے۔ خرچ مین "صرف مقابلۂ باغیان" اُن کو لکھدینا چاہیے۔ نوابصاحب کو نوٹون کا سود بدستور سابق دیا جاے۔ اور گورنر جنرل صاحب بلحاظ چٹھی نمبری ۹۹ مرقومہ ۸ مارچ گذشتہ کے نوابصاحب کی اس استدعا کو کہ "جو چار ہزار اشرفیان خزانہ نینی تال کے صرف کے لیے اُنھون نے اپنے پاس سے بھیجی تھین وہ ایک وفادار رئیس سرکار انگریزی کی نذر کے طور پر قبول کرلی جائین" قبول کرتے ہین۔

ترجمہ چٹھی نمبری ۲۰۵ از طرف جارج کوپر صاحب سکرٹری گورنمنٹ ممالک مغربی و شمالی (ممالک متحدہ)

بنام

ولیم رابرٹ صاحب قائم مقام کمشنر روہیلکھنڈ از کمپ شاہجہانپور مرقومہ ۱۷ دسمبر ۱۸۵۹ء محکمہ پولٹیکل

دفعہ ا حسب الارشاد نقل چٹھی سکرٹری گورنمنٹ ہند محکمہ فارن ڈیپارٹمنٹ

نمبری ۸۰۴ مرقومہ ۲۵ نومبر آپ کے پاس بھیجی جاتی ہے جس سے آپ کو ظاہر ہوگا کہ آپ پرگنہ کاشی پور ضلع مراد آباد نواب صاحب رام پور کے حوالے کر دین جس کی معافی نواب گورنر جنرل نے انکو اور انکے وارثون کو ہمیشہ کے لیے بطور انکی ریاست کے بخشی ہے احکام جاری کرنے کے وقت آپ خیال رکھین کہ چونکہ زمانہ بندوبست ہنوز ختم نہین ہوا ہے اس وجہ سے نواب صاحب کو اطلاع دیجائے کہ تا زمانہ بندوبست نواب صاحب پر واجبات سے ہے کہ جو کچھ سرکار انگریزی خواہ افسران انگریزی نے مقرر کیا ہے اسکو جاری رکھین۔

دفعہ ۲ زمانہ بندوبست کے گذر جانے کے بعد نواب صاحب کو اختیار حاصل ہے جیسا چاہین ویسا کرین لیکن زمانہ بندوبست کے ختم ہونے تک جو کچھ وعدہ گورنمنٹ کے مطابق ہے اس کا مستحکم کرنا واجب ہے اور ہر طرح لحاظ اور خیال اُس کے اوپر رکھنا چاہیے۔

دفعہ ۳ اس پرگنے کے کاغذات کا نوابصاحب کے افسرونکو دینا مناسب ہے

دفعہ ۵ آپکو ارشاد ہوتا ہے کہ جن مواضع کی آمدنی سرکار مین مندرجہ حاشیہ کے مطابق ہو اُن مواضع کو حاشیہ والونکے نام عطا کرنیکا بندوبست کرین۔

(سید اصغر علی خان ا ع — علی بخش خان ہم — حکیم سعادت علیخان للعہ)

دفعہ ۶ خریطہ مندرجہ دفعہ ۶ و ۹ نوابصاحب اور اُنکے چچا سید عبد العلی خان کے پاس پہونچانے کے لیے اس مین ملفوف کیے جاتے ہین۔ گورنمنٹ کی چٹھی کی بارھوین دفعہ آکونشٹ کے پاس اطلاع کے لیے بھیجی جائیگی۔

دفعہ ۷ آپکے پاس ایک اور چٹھی دوسرے افسرونکے باب مین پہونچنے کی جسکا حوالہ

دفعہ گیارہ مین بہ ترتیب دیا گیا ہے۔

تذکرہ

جن اشخاص کا چٹھی سکرٹری گورنمنٹ ہند کی دسوین دفعہ مین ذکر ہے اُن کو جاگیرات اور خلعت اور پروانۂ خوشنودی مزاج عطا کرنے کے لیے الگزینڈر صاحب کمشنر نے گورنمنٹ کو اپنی رپورٹ مین اس طرح سفارش کی تھی جسکی ترمیم گورنمنٹ نے اسطرح کی۔

نواب صاحب بہادر۔	جاگیر دو لاکھ روپیہ۔
سید کاظم علیخان۔	انکی نسبت یہ خیر خواہی لکھی کہ رامپور اور ٹرک کا بندوبست ماہ مئی ۱۸۵۸ء سے جون ۱۸۵۸ء تک خوب کیا۔
سید عبد العلی خان۔	گورنر جنرل کی طرف سے خط تعظیمی اور دس ہزار روپیہ کا خلعت عطا ہو۔
سید اصغر علیخان۔	
حکیم سعادت علیخان۔	زمینداری ضلع بدایون پانچہزار روپے کی بہادری کا خطاب اور پانچہزار روپے کا خلعت اور دس ہزار روپے کی زمینداری عطا ہوا اور جس جائداد مین حکیم صاحب کی بے دخلی رہی اُسکی ۱۲۶۵ فصلی کی باقی معاف ہو اور مئی و جون ۱۸۵۸ء کی قسط جو سرکار مین داخل کردی ہے وہ واپس ہو اور خیر خواہی کی چٹھی گورنمنٹ کی طرف سے دی جاوے۔

عالی بخش خان۔ انکو دہات زمینداری جنکی آمدنی پانچہزار روپیہ ہو اور دو ہزار روپے کا خلعت اور پروانہ گورنمنٹ کی طرف سے مرحمت ہو۔

شیخ وجیہ الزمان خان۔ دہات زمینداری دو ہزار روپیہ اور دو ہزار روپے کا خلعت۔

غلام ناصر خان۔ ایکہزار روپے کی زمینداری اور پانسو روپے کا خلعت

صاحب کمشنر نے دوسرے خیر خواہون کا ذکر اپنی رپورٹ مین کرکے اُنکے لیے یہ سفارش کی کہ ایک ایک پروانہ اُن کو گورنمنٹ سے خوشنودی مزاج کا عطا ہو۔

نواب سید یوسف علی خان بہادر نے سید کاظم علی خان عرف چھوٹے صاحب کو خیر خواہی غدر کے صلے مین اپنے خزانے سے چار لاکھ روپے مرحمت کیے۔

نواب صاحب نے غدر کے بعد مردم شماری اس غرض سے کرائی کہ کس قدر آدمی ملک غیر کے ریاست رامپور مین سکونت پذیر ہین۔

نواب صاحب کو ستارۂ ہند کا خطاب ملنا

قاعدہ ہے کہ فرمان روا اپنے فرمان بردارون کو عمدہ عمدہ خدمات کا صلہ دیا کرتے ہین اور خطاب والقاب وجاہ ومنصب اور مدارج اعزاز سے ممتاز کیا کرتے ہین تاکہ اورون کو خدمات عالی کی بجا آوری مین ترغیب ہو اور اس سے رعایا پر بادشاہ کی شفقت اور عاطفت کا ثبوت ہوتا ہے اور بادشاہ کو رعیت کی نیک خواہی اور جان نثاری پر اعتبار ہوتا ہے اسلیے جناب ملکہ معظمہ وکٹوریہ آنجہانی کا ایک فرمان واجب الاذعان ۲۰ جولائی ۱۸۶۱ع کو صادر ہوا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ ما بدولت نے اپنی مرضی خاص اور علم کامل

اور عزم مبارک سے ایک رتبہ جدید بہادری جو آج سے دوام کے لیے خطاب موسٹ اگزالٹڈ آرڈر آف دی اسٹار آف انڈیا سے موسوم ہو کر مشہور اور معروف ہوگا تجویز اور ایجاد کیا ہے اور مابدولت کا ارشاد ہوتا ہے کہ رتبۂ مذکور مین ایک شخص سورین (یعنی سردار اعلیٰ) اور ایک گرینڈ ماسٹر (یعنی سردار) اور پچیس نائب (یعنی بہادر) شریک رہین اور والیان ہند اور سرداران ہندوستانی اور ہماری رعایا مین سے وہ اشخاص جو اس قسم کی لیاقت رکھتے ہون اس رتبۂ عالی سے محروم نہ کیے جائین۔ مابدولت کی تجویز اقدس سے مابدولت کے عزیز معزز اور مشیر اکبر چارلس جان ارل کیننگ گورنر جنرل ہندوستان اس رتبۂ موسٹ اگزالٹڈ آف دی اسٹار آف انڈیا کے اول سردار مقرر ہوے اور بہ مقتضاے دانشمندی و مصلحت ہے کہ رتبۂ مذکور کا سردار ایسے اشخاص کو جو وقتاً فوقتاً مابدولت کی تجویز اقدس سے نامزد ہو کر اس رتبے کے بہادر مقرر کیے جائین عہدۂ موسومہ نائٹ بجلر عطا کرنے کا مجاز ہے اس لیے مابدولت اقتدار و اختیار بخشتے ہین کہ گورنر جنرل موصوف مابدولت کی طرف سے خطاب اور مرتبہ اور اعزاز نائٹ بجلر کا اُن اشخاص کو عطا کرین جو مابدولت کی تجویز سے رتبۂ مذکور کے بہادر مقرر ہوے۔

اب اس کام کے واسطے لارڈ کیننگ صاحب نے ایک دربار الہ آباد مین مقرر کرنے کی تجویز کی اور نواب سید یوسف علیخان کو بھی بلایا۔ نواب صاحب مع خدم و حشم الہ آباد تشریف لے گئے۔ یکم نومبر ۱۸۶۱ع کو ایک دربار شاہانہ منعقد ہوا اُس دربار مین سر ہیو روز کمانڈر انچیف اور مہاراجہ صاحب گوالیار اور مہاراجہ صاحب پٹیالہ اور بیگم صاحبہ بھوپال بھی شریک تھے۔ جب تمام اہالی جلسہ اپنی اپنی کرسیون پر

بیٹھ گئے تو نواب صاحب بہادر اور وہ تینون رئیس تخت شاہی کے محاذی تشریف لیگئے اور گورنر جنرل نے اپنے ہاتھ سے اس رتبے کے تمغے عطا فرمائے۔ اور پھر کھڑے ہوکر بیان کیا اے مہاراجہ سیندھیا اور مہاراجہ پٹیالہ اور بیگم صاحبہ بھوپال اور نواب رامپور ہم نے آپ صاحبون کو رتبہ اور تمغاے موسوم اسٹار آف انڈیا عطا کرکے جناب ملکۂ معظمہ کے حکم کی تعمیل کی۔ اب ہم آپکو اس امر کی مبارکباد پہونچاتے ہین کہ آپ اس رتبۂ جلیل القدر کے بھائی بندون مین شریک ہوے اور یہ وہ رتبہ ہے جو حسب ارشاد مبارک حضور ممدوحہ اس غرض سے مقرر ہوا ہے کہ مملکت ہند کے والیون اور سردارون اور باشندون کو جناب ممدوحہ کی شفقت کا ثبوت کامل علانیہ حاصل ہووے اور قلمرو انگریزی واقع ہندوستان کا انتظام خاص ملکۂ معظمہ سے متعلق ہونیکے باب مین ملکہ معظمہ کی رضاے خاطر ہمیشہ رعایا کے دلپر منقوش رہے اور طریقۂ سلاطین کے مطابق حضور ممدوحہ کو ایسے اشخاص کے انعام سے ممتاز کرنے کا موقع ملے جو بدرجۂ اعلی خیر خواہ اور کارگذار رہے ہون۔ حضور ممدوحہ اپنی خواہش ظاہر کرچکی ہین کہ جناب موصوفہ کے احکام کی تعمیل مین کوئی رسم تواضع اور تکریم کی (جس سے ملکۂ معظمہ کی محبت اور شفقت آپ کی ذات کی نسبت واضح ہو اس وجہ سے کہ آپ نے کمال خیر خواہی اور ثابت قدمی اور عمدہ خدمات سے جناب ممدوحہ کی عاطفت کا استحقاق پیدا کیا ہے) یا کوئی ایسا امر جس سے اس رتبۂ اعظم مقررہ ملکۂ معظمہ کی عظمت ہو فروگذاشت نہ ہووے ہمکو یقین ہے کہ آپ صاحبونکی طرف سے ہمیشہ اس رتبۂ عظیم کی حق شناسی اور قدردانی ہوگی۔ اور چونکہ یہ رتبہ سب سے پہلے آپ صاحبون کو عطا ہوا ہے امید ہے کہ آپ ہند کے باشندون مین

ایسا طریقہ اختیار کرینگے کہ آپ کا طرز عمل دیکھنے سے ہند کے سرداروں یا جگذاروں کو ملکہ معظمہ کے ساتھ محبت دلی اور اتحاد قلبی پیدا ہو بعد اس تقریر کے دربار برخاست ہوا اور نواب سید یوسف علی خان گورنر جنرل سے رخصت ہو کر اپنی دار الریاست کو واپس تشریف لائے میر محمد زکی بلگرامی نے قطعہ تاریخ اس طرح موزون کیا ہے قطعہ

زہے خطاب نکونامی و خوش انما | کہ بانشان سعادت بود ستارۂ ہند
چنین عطیۂ عظمیٰ سزد بہ مرد و حم | کنون گرفت فروغ ابد ستارۂ ہند
دبیر چرخ بتاریخ چون قلم برداشت | نوشت آب بخورشید زد ستارۂ ہند ۱۸۶۱ء

صاحبزادہ سید حیدر علی خان کی شادی

سنہ ۱۲ ہجری مین صاحبزادہ سید حیدر علی خان خلف اوسط کی شادی دختر شمسیہ تاجدار بیگم بنت نواب سید احمد علی خان کے ساتھ بڑی دھوم دھام سے ہوئی نواب سید یوسف علی خان نے اس تقریب مین تمام ملازمان سول وملیٹری کو جوڑے اور خلعت مرحمت فرمائے شہر کے کل باشندون کو کھانا تقسیم ہوا۔ ہر ہر محلے کے ہر ہر گھر مین ہر ہر شخص کو حصہ ملا ارباب نشاط کے طائفے دور دور سے آگئے اور تمام شہر مین رقص و سرود کی محفلین گرم ہوئین یہ جشن رام پور مین ہمیشہ اہل شہر کو یاد رہنے کے قابل ہے کہ شادی کے دن ہر شخص دولہا بنا ہوا تھا شہر مین جابجا شربت کی سبیلین تھین اور ہر ایک کنوئین مین شکر ڈلوائی گئی تھی روشن باغ سے مکان عروس تک جسکا فاصلہ کچھ کم تین میل ہے دو رویہ روشنی اور آتشبازی کا لطف قابل دید تھا۔ مسٹر جان انگلس صاحب ایجنٹ ریاست اور دوسرے حکام اضلاع بریلی و مرادآباد بھی اس جشن مین شریک تھے اس تقریب مین ایک لاکھ نو ہزار ایک سو اسی روپے پانچ آنے صرف مین

آئے تھے نواب سید یوسف علیخان نے تین سہرے لکھے ہیں جنکے اشعار منتخب یہ ہیں۔

ظلِ علمِ احمدِ مختار ہے سہرا — سر کو بھی حیدر کے سزاوار ہے سہرا
دیکھو رخِ نوشہ سے پسینے کا ٹپکنا — اب بھی نہ کہوں ابرِ گہربار ہے سہرا
ہیں جمع زبس دیکھنے والوں کی نگاہیں — پھولوں کا بنا تو بھی گرانبار ہے سہرا
ناظم مجھے یہ روز دل افروز مبارک
سرمایۂ آرائشِ انظار ہے سہرا

زہرہ نے دائرہ چاند پہ گایا سہرا — چشم بد دور بڑی دھوم سے آیا سہرا
گوندھ کر تار شعاع مہ و خورشید بہم — گنگا جمنی یدِ قدرت نے بنایا سہرا
تجھکو سرسبزی جاوید مبارک نوشہ — ہے ترے سر پہ یداللہ کا سایا سہرا
فرط نازش اسے کہتے ہیں کہ باندھا مضبوط — اس پہ بھی آپ میں پھولا نہ سمایا سہرا
شاد ہوں اور یہ شادی ہے مبارک ناظم
مجھکو اللہ نے حیدر کا دکھایا سہرا

ملائک کی رگِ جان کا ہے سہرا — مگر حیدر علی خان کا ہے سہرا
دلہن کے گھر کی شوکت کا نشان ہے — کہ یہ آیا ہوا ان کا ہے سہرا
بہم تاروں میں رشتہ داریاں ہیں — بہت مشتاق داماں کا ہے سہرا
نہ کیونکر خوش ہو سارا ملک ناظم
مرے آسائش جان کا ہے سہرا

ولی عہدی کا معاملہ

میں نے بعض معتبر اشخاص سے یہ سنا کہ نواب سید یوسف علی خان بہادر کو

اپنی اولاد مین صاحبزادہ سید حیدر علیخان سے بہت محبت تھی۔ نوابصاحب کا مذہب اثنا عشری تھا نواب سید کلب علیخان بہادر نے ابتدائے سن شعور سے مذہب اہلسنت اختیار کر لیا تھا اور گو اُن کو نواب سیّد یوسف علیخان کی طرف سے ہر طرح ترغیب دلائی گئی مگر وہ اپنے اُسی عقیدے پر راسخ دم ثابت قدم رہے اور مذہب تسنن چھوڑکر تشیع کی طرف مائل نہ ہوے۔ جبکہ نواب سید احمد علیخان بہادر کی نواسی کے ساتھ سید حیدر علی خان کی شادی ہو گئی تو صاحبزادے سید مہدی علی خان بھی اُنکے بے حد معاون ہو گئے۔ سیّد مہدی علی خان کو شمس تاجدار بیگم کے باعث سے ریاست کا دعوے تھا ہی اب سید حیدر علی خان کو ولی عہد ریاست بنانے کے لیے در پردہ کوشش کرنے لگے اور نواب سیّد یوسف علی خان کو بھی اس بات کی طرف مائل کر لیا یہانتک کہ اُنھون نے سید حیدر علی خان کی ولی عہدی کے منظور ہو جانے کے لیے گورنمنٹ انگریزی مین بھی فی الجملہ تحریک کی۔ اُس زمانے مین صاحبزادہ سید علی اصغر خان نواب سید کلب علی خان سے در پردہ بہت موافق تھے اور افسران انگریزی مین اُنکی بڑی رسائی تھی۔ سید علی اصغر خان نے اس تمام معاملے سے نواب سیّد کلب علی خان کو آگاہ کیا اور اُن کو اطمینان دلایا کہ حتے الامکان مین اس خواہش کے منظور ہونے کو روکونگا۔ سیّد علی اصغر خان نے افسران گورنمنٹ پر یہ بات ثابت کر دی کہ گو نوابصاحب کا خیال سید حیدر علی خان کے لیے ولیعہدی کا ہے مگر واقع مین ریاست کی قابلیت سید کلب علیخان ہی مین ہے چنانچہ نواب سید یوسف علیخان کی وہ تمنا کسی شقی نہ ہوئی اور سید حیدر علی خان ولیعہد نہ ہو سکے یہی وجہ ہے کہ صاحبزادہ سید علی اصغر خان کو نواب سید کلب علیخان بہادر نے

اپنی ریاست میں بہت کچھ ترقی دی۔ پھر نواب سیّد یوسف علی خان نواب سید کلب علیخان کی قابلیت سے خوش ہو گئے تھے اور اُن ہی کو اپنا ولیعہد کیا تھا۔

نواب صاحب کو گورنر جنرل کی واضع قانون کونسل کا ممبر بنایا جانا

۱۸۶۲ء میں سر جان لارنس بہادر گورنر جنرل کشور ہند نے نواب سید یوسف علیخان کو بوجہ اُنکی دانائی اور ہوشیاری کے اپنی کونسل واضع قانون کا ممبر مقرر فرما کر کلکتہ کو طلب کیا۔ نواب صاحب نے دو تین جلسوں میں ترتیب و ترمیم قوانین میں نہایت معقول اعانت فرمائی جس سے گورنر جنرل بہت مسرور ہوے چنانچہ تقرر قاضیان منجانب گورنمنٹ اور انسداد قمار بازی اور نگہداشت حقوق زمیندار و کاشتکار وغیرہ کی بابت پاس شدہ قانون آپکی یادگار ہیں۔ لیکن آب و ہوا کی ناموافقت کے سبب سے برضامندی گورنر جنرل بہت جلد ریاست کو مراجعت فرمائی۔

نوابصاحب جس وقت کلکتے کو جانے لگے تو فتح محمد خان کے مشورے سے ایک لاکھ روپے کی روئی یہاں سے خرید کروا کر کلکتے کو لیتے گئے یہ روئی اول کانپور گئی وہاں گٹھے پیچ میں دبوا کر کشتیوں کے ذریعہ سے کلکتے پہونچانے تمام خرچ نکال کر دس ہزار روپے کا نفع ہوا جب کلکتے سے ریاست کو مراجعت کی تو وہاں سے ڈیڑھ لاکھ روپے کا کپڑا خرید کروا کر ساتھ لائے۔ یہ کام بھی فتح محمد خان کی تجویز سے کیا گیا۔

نواب صاحب کے چھوٹے بھائی سیّد کاظم علیخان کی رائے سے انتظامات

نواب سیّد یوسف علیخان بہادر نے سید کاظم علیخان عرف چھوٹے صاحب کے اختیارات مین توسیع کرکے انتظام ریاست مین دخیل کردیا تھا صاحبزادے صاحب بڑے منتظم اور قابل شخص تھے اُنھون نے نواب کی عنایت اور اعتبار اور اپنی لیاقت اور حُسن تدبیر سے بہت عمدہ انتظامات جاری کیے جن کا مختصر تذکرہ کیا جاتا ہے۔

۱۔شہر کے گرد بانسی کے نیچے ایک کچّی سڑک چکر کی بنوائی اور بانسی کے گھٹّون مین سے آمدورفت کی ممانعت کردی۔

۲۔بذریعہ مُلّا ظریف سے جیلخانے تک ایک چوڑی سڑک بنوائی۔

۳۔مواضعات کے پٹواری کاغذات شش ماہی پر داخل کیا کرتے تھے پنجگانہ کا طریقہ جاری کیا۔

۴۔رجسٹری کی فیس مقرر کی اور بموجب محکمہ رجسٹری مُراد آباد قانون رجسٹری جاری کیا۔

۵۔مقدمات دیوانی اہل ہنود مین اکثر تصفیہ مقدمات بموجب دھرم شاستر ہونے لگا

۶۔جیلخانے کی نسبت دستورالعمل جاری کیا۔

۷۔فوجداری مین تعزیرات ہند جاری کی۔

۸۔درخواست پٹہ باہم مالگذار و کشتکار اور خرید و فروخت نشتکی کی رجسٹری

ہونے کا حکم دیا۔

۹۔ ۱۲۷۷ و ۱۸۶۰ء کے قحط مین محتاجین کیلیے خیرات روزانہ مقرر کی اور فیصدی آٹھ آنے جمعبندی مالگذارون سے وصول کر کے خزانۂ ریاست مین داخل کیا۔ روشن باغ کے مقام پر روزانہ نقد و جنس محتاجون اور فاقہ کشون کو تقسیم کیا جاتا تھا بانسی محیط شہر جو رامپور کیلیے شہر پناہ تھی اس مین پھول آگئے تھے قحط زدہ لوگ بانس کے پھل کھاتے تھے لوگونکے تجربے مین ہے کہ پچاس برس کے بعد بانس کے درخت مین پھول آتا ہے اور یہ علامت قحط سالی کی خیال کی جاتی ہے۔

۱۰۔ ملازمان پولیس کی وردی تجویز کر کے حکم دیا کہ غیر شخص کوئی اس قسم کی وردی نہ پہنے۔

۱۱۔ اشتہار جاری کیا کہ کوئی شخص ہتھیار بند طوائف کے مکان پر نہ جائے اور اگر جائے تو طوائف رپٹ لکھائے۔

۱۲۔ فوجداری مین مجسٹریٹی تجویز کی اور ایک کتاب دستور العمل مقدمات فوجداری کیلیے تالیف کرا کے جرائم فوجداری اُس کا نام رکھا۔

مگر آخر مین صاحبزادہ سیّد کاظم علیخان کی سخت مزاجی نے اُن کو بدنام کیا اور چند روز کے بعد زمانے نے انکا ورق بھی اُلٹا۔

ٹھیکہ دہات کا بند وبست اکثر نامی بدھانون کے نام ہونے لگا ہنگام دورہ بقدر حیثیت و لیاقت کسی کو شالی رومال کسی کو چادر کسی کو دو شالہ عطا ہوتا تھا۔ اور پھر جملہ علاقے کے بدھاؤن کو پگڑیان دینا شروع کین اور اُسکے عوض مین اُن سے نذرین لی جانے لگین نواب سیّد یوسف علی خان کے عہد مین کچھ تو حسن انتظام کی وجہ سے اور کچھ نرخ غلہ کی

گرانی کی ترقی کے سبب سے ملک کی آمدنی بہت بڑھ گئی چنانچہ جس سال اُن کا انتقال ہوا یعنی ابتداے اکتوبر ۱۸۶۴ء سے ستمبر ۱۸۶۵ء تک ایک سال کی آمدنی مال علاقہ جدید سمیت گیارہ لاکھ گیارہ ہزار چھ سو اُنتیس روپے گیارہ آنے تین پائی اور آمدنی سواے چار لاکھ بارہ ہزار چار سو ساٹھ روپے بارہ آنے ۳ پائی کُل پندرہ لاکھ چوبیس ہزار نوّے روپے ساڑھے سات آنے ہوئی تھی۔

نوابصاحب کی علالت اور وفات کا تذکرہ

نواب سید یوسف علیخان ۱۲۸۱ھ ہجری مین بعارضۂ سرطان علیل ہوے۔ شوال کے مہینے مین نوروز کے دن غسل صحت ہوا۔ تاریخ صحت چھوٹے صاحب نے یون موزون کی

بکن از ظہر جناب نواب سرطان دور و بیفزاے شفا

حل اس تاریخ کا یہ ہے کہ اعداد حروف ظہر جناب نواب سے کہ مجموع بارہ سو بیس ہوتے ہین اعداد لفظ سرطان کہ تین سو بیس ہین ساقط کیے جائین تو نوسو رہجائینگے اُس نوسو پر اعداد لفظ شفا کہ تین سو اکاسی ہین بڑھائے جائین تو پورے بارہ سو اکاسی ہونگے۔ مرزا نوشہ غالب نے اس غسل صحت کی تہنیت مین تاریخ اس طرح موزون کی ہے۔ ~~

دانم شنیدۂ کہ در اقصاے مغرب ست — سرچشمۂ کہ خضر شد از وے بقا پذیر
جوے بریدہ اندو روان کردہ اند آب — حمّام را بحوض ازان فرّخ آبگیر
ہنگام شب کہ زیر زمین باشد آفتاب — از تاب مہر گرم شد آن آب ناگزیر
حمّام حوض بنگر و گُل جامش آسمان — وان را سفید کردہ فروغ مہ منیر
آمد براے غسل بہ گرما بہ اندرون — مانند معنی کہ بہ ندرو سے در ضمیر

اینک فراغ و اختر نیک و خجستہ روز | پیداست زین سہ لفظ سہ تاریخ دلپذیر

اس خوشی مین چھوٹے صاحب کی تجویز سے باغ بے نظیر مین بڑا بھاری جشن کیا گیا۔ منشی امیر احمد مینائی مرحوم نے بھی ایک تاریخ اس تقریب مین موزون کی تھی اور وہ یہ ہے۔ ؎

شرف ان مہر کو ہے یان عروج ماہ دولت ہے | عجب صحت عجب جلسہ عجب شادی کی ساعت ہے
کسے سال ہمایون ہاتھ آتا ہے امیر ایسا | مہینا عید کا نوروز کا دن غسل صحت ہے

چونکہ مادۂ مرض کا پورا استیصال نہین ہونے پایا تھا اس لیے پھر طبیعت ناساز ہوئی اور اُسی مرض نے ترقی کی۔ ذیقعدہ کی چوبیسوین تاریخ بارہ سو اکاسی ہجری مطابق ۲۱۔ اپریل ۱۸۶۵ء کو جمعہ کے دن نصف النہار کے وقت انتقال کیا۔ دس برس چار مہینے گیارہ دن ریاست کی۔ ۵ ربیع الثانی ۱۲۳۱ ہجری مطابق ۵ مارچ ۱۸۱۶ء روز دوشنبہ کو پیدا ہوے تھے اس حساب سے پچاس برس آٹھ مہینے ۲۵ دن کی عمر پائی۔ امامیہ مشرب تھے مگر اُن سے سنت وجماعت کے مذہب کے باب مین بد اخلاقی نہین پائی گئی۔ حسب وصیت چھوٹے صاحب نے اُس مذہب کے موافق تجہیز و تکفین کی اور امام باڑے کے بیرونی دالان مین اپنے والد ماجد کے پاس دفن ہوے اُن کا لقب وفات کے بعد فردوس مکان مقرر ہوا۔ مرحوم و مغفور منشی امیر احمد صاحب امیر نے جو تاریخ رحلت رشتۂ نظم مین پروئی ہے وہ یہ ہے۔

در فراق ناظم معجز بیان یوسف لقا | جوش زد سیلاب خون از دیدۂ گریان من
تاب از دل رفت و دل از دست و دست از کار رفت | رفتن او جملہ برہم زد سر و سامان من

تیرہ شد چون شام ماتم در نظر این خاکدان　چاک شد مانند دامان سحر دامان من
شکر منتہاے او ایمان خود دانستہ ام　ذکر او تا بودہ ام بودست حرز جان من
بسکہ از شور فغانم محشرے برپا شدست　می شود شور قیامت ہر نفس قربان من
گریہ ام دریا تمش تنگ فراوانی گرفت　می چکد طوفان نوح از گوشۂ دامان من
بہر سال آن عزیز مصر دل ہاتف امیر　مسند آراے جنان شد یوسف دوران من
۱۲

یہ مصرع تاریخ بھی نہایت عمدہ ہے ع
یوسف ز جہان رفت و سکندر آمد

نواب صاحب کی ذاتی قابلیت اور شعر گوئی کا مذاق

نواب سید یوسف علیخان نہایت خوش اخلاق شیرین زبان بیدار مغز رئیس تھے علوم کی طرف بہت رغبت رکھتے تھے۔ کاملون سے صحبت رہتی تھی علوم عقلیہ منطق و حکمت مین اعلیٰ دستگاہ تھی اور اِن علوم کو مولوی فضل حق صاحب خیرآبادی سے حاصل کیا تھا اور زبان فارسی مین خلیفہ غیاث الدین صاحب مؤلف غیاث اللغات سے تلمذ تھا۔

پستول اچھا لگاتے تھے۔ خوش بیانی اِن کا حصہ تھا جو کچھ تقریر کرتے پہلے چپکے چپکے اُس کو زبان سے ادا کرکے الفاظ کو جانچ کر مُنھ سے نکالتے تھے تاکہ کوئی لفظ اُلٹا سیدھا سہواً مُنھ سے نہ نکل جائے۔

داڑھی مونچھین منڈا کر صفاچٹ رہتے تھے اور رُخسارے میدان لق و دق نظر آتے تھے حالانکہ نواب بہت سجیلے جوان اور دیدارو تھے اگر داڑھی رکھتے تو خوبصورتی تصویر کا عالم دکھاتی۔ شعر کے نکتہ شناس تھے۔ طبیعت موزون تھی

اُنکو شعر کہنے کا شوق تھا۔ پہلے مومن خان دہلوی سے مشورہ تھا۔ پھر مرزا نوشہ غالب سے تلمذ ہوا۔ اِس کے بعد مرحوم منشی مظفر علیخان صاحب آسیر لکھنوی کو کلام دکھایا۔ سب سے اخیر مین جناب امیر صاحب مینائی سے بھی شعر وسخن مین مشورہ رہتا تھا اول مرتبہ دیوان مختصر جو صرف مرزا اسد اللہ خان غالب کا دیکھا ہوا تھا ۱۲۷۸ہجری مین چھپا دوسری بار وہ جو منشی مظفر علیخان آسیر لکھنوی کی نظر سے گذرا ہوا تھا کلام اول مین شریک کر کے صاحبزادہ سید حیدر علی خان نے طبع کرایا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ لطیف استعارون رنگین تشبیہون بلند مضامین نازک خیالات فصیح زبان لفظون کی عمدہ تراشون اور دلکش ترکیبون ادائے مطلب کے انداز مین غالب وآسیر نے چار چاند لگائے تھے خصوصًا یہ غزل ؎

مین نے کہا کہ دعوے اُلفت مگر غلط

مرزا غالب کی طبع نازک نے اُنکی زبان مین ڈالی ہے اِسی لیے اِن کا تمام کلام اہل فن کے اُصول سے کہین بال بھر بھی نہین سرکا۔ مرزا کے تلمذ پر اُن کو ناز تھا۔ اور اُنکا بہت ادب کرتے تھے۔ خود مرزا میر مہدی مجروح کو ایک خط مورخہ ۱۲۔ اپریل ۱۸۶۰ء مین لکھتے ہین کہ "نواب صاحب جولائی ۱۸۵۹ء سے جس کو یہ دسوان مہینہ سو روپے ماہ بماہ بھیجتے ہین اب جو مین وہان گیا تو سو روپیہ مہینا بنام دعوت اور دیا یعنی رامپور مین رہون تو دوسو مہینا پاؤن اور دلی مین رہون تو سو روپے بھائی سو دو سو مین کلام نہین۔ کلام اِس مین ہے کہ نواب صاحب دوستانہ وشاگردانہ دیتے ہین مجکو نوکر نہین سمجھتے ہین۔ ملاقات بھی دوستانہ رہی معانقہ وتعظیم جس طرح احباب مین رسم ہے وہ صورت ملاقات کی ہے لڑکون سے مین نے نذر دلوائی تھی بس"

نواب صاحب کی خاطر سے مولوی سعد اللہ صاحب نے معیار الاشعار کی شرح کر کے میزان الافکار نام رکھا اور ایک متن عروض وقافیہ کے بیان مین زبان عربی مین لکھکر اُس کا نام یوسفیہ رکھا اور اُسکی شرح بھی کی جس کو عروض یا قافیہ کہتے ہین ۔ یہ اُنکے دیوان کا انتخاب ہے۔

اشعار قصیدہ

خالق نے بنایا ہے مجھے علم مجسم
قرآن ہے مرا دل تو مرا سینہ ہے تفسیر

والشمس کا ہے نور ہر اک حرف سے روشن
ہر نقطے مین ہے آیہ والنجم کی تنویر

کلک دو زبان ہاتھ مین تیغ دو زبان ہے
آسان مجھے ملک معانی کی ہے تسخیر

کھولینگے زبان خاک سخندان مرے آگے
ہے بلبل شیراز یہان بلبل تصویر

گر بحث کرے مجھ سے کبھی طوطی آمل
موج عرق شرم کا حلقہ ہو گلو گیر

ہے نقش مرے صفحۂ خاطر پہ ازل سے
جو خامۂ قدرت نے کیا لوح پہ تحریر

ہون قید تعلق مین تعلق سے بری مین
سدّ رہ آواز کوئی ہوتی ہے زنجیر

باطل نہین حق ہے جو کرون دعوے عرفان
دو شاہد عادل ہین مرے شبّر و شبّیر

غزل

بے پردہ آکے کل مجھے صورت دکھا گیا
اک پردہ تھا نہ آنے کا وہ بھی اُٹھا گیا

کافر ہون گر رہی ہو توقع جواب کی
قاصد سے یہ سُنون کہ مرا خط پڑھا گیا

اپنے دل و جگر کا پڑا پیٹنا مجھے
تیری گرہ سے دیدۂ خونبار کیا گیا

کیون میری ضد سے سوگ مین بیٹھو رقیب کے
کیا جانتے نہین ہو کہ جو مر گیا گیا

کیونکر پھیر اُسکی راہ مین سر تک دریغ ہو　　　اپنا سمجھ کے جو مرے گھر کو لُٹا گیا
ہوتے ہی درد دل کا بیان اُٹھ کھڑے ہوئے　　　یعنی یہ ایسے ہین کہ نہ اِن سے سُنا گیا
خواہش سے اُنکی کام دل اُن سے کیا حصول　　　اب وہ کہا کرین کہ مین کیون دم مین آگیا
ہے ہے وہ مدعی کے نہ سمجھے فریب کو　　　جو میرے مدعا کو اشارے سے پا گیا

تم خوش ہوئے ہو بزم مین آنے سے غیر کے
یہ کبھی نہین خبر ہے کہ ناظم چلا گیا

دِل ہو تو کیجیے آہ کی تاثیر پہ گھمنڈ　　　جاتی رہی کمان تو کیا تیر پر گھمنڈ
باتون مین کوئی کام نکلتا ہے ہمنشین　　　تھا نامہ بر کو خوبی تقدیر پر گھمنڈ
دیکھو عدو کا جنبشِ ابرو نے کیا کیا　　　ہے اب بھی تمکو دبش شمشیر پر گھمنڈ
گر تو نہین ہے پر تری تمثال ہو تو ہو　　　ہے مہ کو اپنے گردۂ تصویر پر گھمنڈ
واعظ برے ہین رند چلے جاؤ تم شتاب　　　اچھا نہین ہے عزت و توقیر پر گھمنڈ
جو کچھ ہوا ہے اسکی کچھ اُس کو خبر نہین　　　بیجا ہے یاریِ فلکِ پیر پر گھمنڈ
وہ حور ہے پری نہین آجائے سامنے　　　ہو جس کو سحر و دعوت و تسخیر پر گھمنڈ
نظارگی ہون صورت بزم شہود کا　　　تقدیر کا گلہ ہے نہ تدبیر پر گھمنڈ

ناظم ہمین تتبع غالب پہ ناز ہے
ہو گا کسی کو پیروی میر پر گھمنڈ

مین نے کہا کہ دعوے اُلفت مگر غلط　　　کہنے لگے کہ ہان غلط اور کس قدر غلط
تاثیر آہ و زاری شبہائے تار جھوٹ　　　آوازۂ قبول دعائے سحر غلط
سوز جگر سے ہونٹ پہ تبخالہ افترا　　　شور فغان سے جنبش دیوار و در غلط

ہان سینے سے نمائش داغِ درون دروغ
ہان آنکھ سے تراوش خون جگر غلط

آجائے کوئی دم مین تو کیا کچھ نہ کیجیے
عشقِ مجاز و چشم حقیقت نگر غلط

بوس و کنار کے لیے یہ سب فریب ہین
اظہار پاکبازی و ذوق نظر غلط

لو صاحب آفتاب کہان اور ہم کہان
احمق نہین ہم اس کو نہ سمجھین اگر غلط

سینے مین اپنے جانتے ہو تم کہ دل نہین
ہمکو سمجھتے ہو کہ ہے انکی کمر غلط

کہنا ادا کو تیغ خوشامد کی بات ہے
سینے کو اپنے اُس کی سمجھنا سپر غلط

مٹھی مین کیا دھری تھی کہ چپکے سے سونپ دی
جانِ عزیز پیش کش نامہ بر غلط

پوچھو تو کوئی مر کے بھی کرتا ہے کچھ کلام
کہتے ہو جان دی ہے سر رہگذر غلط

ہم پوچھتے پھرین کہ جنازہ کدھر گیا
مرنے کی اپنے روز اُڑانی خبر غلط

آیت نہین حدیث نہین جسکو مانیے
ہے نظم و نثر اہل سُخن سر بسر غلط

یہ کچھ سُنا جواب مین ناظمؔ ستم کیا
کیون یہ کہا کہ دعوے اُلفت اگر غلط

کہتے ہین تجھے لوگ کہ تو سروِ روان ہے
دیکھین تو سہی سرو مین رفتار کہان ہے

شرمندہ نہین گر ترے قامت سے قیامت
بے وجہ پسِ پردۂ تقدیر نہان ہے

ہے توڑ سوا اِس سے تری تیغ ادا کا
ہر چند کہ جلاّدِ قضا سخت کمان ہے

جس وقت چمکتی ہے تو چھپ جاتی ہو ڈر کر
کیا برق پہ تمکو مرے نالے کا گمان ہے

گاہے نہ پھنسا دام مین میرے کوئی طائر
حلقے کی گرہ مین بہی چشم نگران ہے

زاہد ہے اگر معتکف حجرۂ مسجد
آرام گہ اپنا بھی در پیر مُغان ہے

مقدار مین اک قطرۂ خون بیش نہین دل
حیران ہون کہان سے مژہ خون ناب فشان ہے

ہکلانے مین گھبراتے ہین گھبرائین نہ کیونکر | بارِ سخن اُن کے لبِ نازک پہ گران ہے
رہ کو نگا تو کیا دل پہ غضب ڈھائے گا ناظم
یہ اشک جو یون آنکھ سے دن رات روان ہے

مخمس

ماہ کھاتا تھا قسم جسکے رخِ پُر نور کی | دیکھکر جس کو جھپک جاتی تھین آنکھین حور کی
لن ترانی گفتگو تھی جس بُتِ مغرور کی | جلوۂ رخسار جس کا تھا تجلی طور کی
شکل موسیٰ آج وہ خود طالبِ دیدار ہے

رباعی

منظور ہے یان دو کی ثنا خوانی ایک | ہے نام و نشان مین ایک کا ثانی ایک
یعنی حسن و حسین اللہ اللہ | پانی سے ہوا ہے ایک بے پانی ایک

رباعی

سجادہ ہے میرا فلک نیلی فام | تسبیح کواکب آفتاب اُس کا امام
تارے گنتا ہون مین سحر تک ناظم | تسبیح امام تک پہونچ کر ہو تمام

قطعہ

وہ مہر مرتبہ نواب ذی حشم جن کا | خطاب خان بہادر ہے نام فیض اللہ
گئے ارم کو تو تاریخ سال سے سب کو | کیا سروش نے لفظ غروب [۱۲۰۸] سے آگاہ
ہوے وہ خان بہادر رئیس بعد اُنکے | کہ جن کا نام ہے احمد علی عالیجاہ
غروب کوکب اگر اُنکا سال رحلت ہے | تو راست ہے کہ وہ تھے آسمان حسن کے ماہ
پھر اُنکے [۱۲] بعد ہوے رام پور کے حاکم | سپہر رتبہ معلّیٰ خطاب عدل پناہ

ہے اسم پاک محمد سعید خان نواب | بہادر ایسے کہ عالم بہادری پہ گواہ
جو وہ جناب ہوئے زیب بخش باغ جنان | تمام خلق کو آیا نظر زمانہ سیاہ
سروش غیب یہ بولا غروب کوکب ہے | شمار سال اسی مین ہے کیجیے جو نگاہ

عجیب طرح کے تینون رئیس تھے ناظم
رہین ریاض جنان مین بزیر ظلّ اللہ

اولاد نواب سید یوسف علی خان

(۱) فرزند اکبر نواب سید کلب علی خان بہادر خلد آشیان فیروز النسا بیگم صاحبہ ملقب بہ نواب بہو بیگم دختر سید عبد العلی خان خلف نواب سید غلام محمد خان کے بطن سے۔

(۲) صاحبزادہ سید حیدر علیخان طوطی طوائف ملقب بہ سردار دلھن کے بطن سے۔

(۳) صاحبزادہ سیّد محمود علیخان حسینی خواص کے بطن سے۔

(۴) سیّد سیّد علیخان صاحبزادی بیگم سیدہ ممتوعہ کے بطن سے۔

(۵) اُمراؤ بیگم فیروز النسا بیگم کے بطن سے۔ یہ صاحبزادہ سید محمد رضا خان ولد سیّد اصغر علی خان ابن سیّد عبد اللہ خان خلف نواب سیّد غلام محمد خان سے بیاہی گئی تھین اُن کے انتقال کے بعد نکاح ثانی اُن کے بڑے بھائی صاحبزادہ سید زین العابدین خان عرف کلن خان سے ہو گیا۔

(۶) ننھی بیگم بطن فیروز النسا بیگم سے۔

(۷) کلثوم بیگم ملقب بہ حاتم زمانی بیگم بطن سردار دُلھن سے زوجۂ سیّد فدا علیخان فدا تخلص ولد سیّد کاظم علیخان عرف چھوٹے صاحب خلف نواب

سیّد محمد سعید خان۔

(۸) حسینی بیگم بطن خورشید جہان بیگم ممتوعہ قوم مغل سے۔

(۹) امامی بیگم بطن زینب سلطان بیگم ممتوعہ سیدہ سے زوجہ سید محمد علیخان عرف چھٹن صاحب خلف سید کاظم علیخان۔

(۱۰) عباسی بیگم بطن زینب سلطان بیگم سے یہ اول سید عنایت حسین خان سے منسوب ہوئیں پھر عقد نکاح سید احمد علی خان عرف ببّن صاحب فرزند سید مبارک علیخان خلف نواب سید محمد سعید خان سے ہوا پھر اُن سے علیٰحدگی شرعی طور پر ہو کر عقد شرعی سید احمد علیخان عرف شہریار دولھا ابن صاحبزادہ سید رضا علیخان ابن صاحبزادہ سید اصغر علیخان ابن صاحبزادہ سید عبداللہ خان ابن نواب سیّد غلام محمد خان بہادر کے ساتھ ہوا۔

نواب سیّد کلب علیخان بہادر خلف اکبر نواب سید یوسف علیخان بہادر کی مسند نشینی

نواب سیّد یوسف علیخان بہادر نے اپنے انتقال سے قبل نواب سید کلب علیخان بہادر کی ولی عہدی ۱۸۶۴ء مین آنریبل ایڈمنڈ ڈرمینڈ صاحب لفٹنٹ گورنر ممالک متحدہ کے توسط سے لارڈ لارنس صاحب گورنر جنرل ہندوستان سے منظور کرا کر سندین اُن کو عطا کی تھین اور وصیت کی تھی کہ تمھارے دادا نے جو انتظام قائم کیا ہے اُس مین کسی قسم کا تغیر و تبدل اور اہلکارون کو حتی المقدور جُدا مت کرنا رعایا کی فلاح اور آرام سے غافل نہونا عیش و عشرت کی ممانعت نہین مگر بالکل مصروف نہوجانا کاروبار ریاست خود انجام دینا۔ ہر ایک صیغے کی خبرگیری رکھنا۔ دولت انگریزی سے اتّحاد بڑھانا۔ جب ہمارا انتقال ہو تو فوراً خزانے کی کنجی لے کر ہتھیار لگانا اور مسند حکومت پر بیٹھ جانا۔ اور ہماری تجہیز و تکفین چھوٹے صاحب کے سپرد کرنا چنانچہ نواب سید کلب علی خان نے تمام کارروائیان نواب سید یوسف علی خان کی وصیت کے مطابق کین اور فوراً مسند نشین ہو کر ارکان دولت کی نذرین لین۔ سلامی کی توپین چلنا شروع ہوئین شادیانے بجنے لگے جنازہ چھوٹے صاحب کے سپرد کیا اور خود ایک مسجد مین جاکر نماز جمعہ ادا کی۔ پیش امام سید رستم علی نے نہایت



جناب نواب سید کلب علی خان بہادر۔ خلد آشیان

خوش الحانی سے عبرت انگیز خطبہ پڑھا۔ جسکے چند شعر یہ ہین۔

کہان ہے سکندر کہان شاہ جم — کہان شاہ کاؤس کیوان عَلَم
یہ سب سو رہے ہین بزیر زمین — نشان ان کا جز نام کے کچھ نہین
فلک شامیانہ مزارون کا ہے — یہ مدفن سبھی تاجدارون کا ہے
مسلمان جو ہووے اُسے چاہیے — گناہون سے ہر دم وہ بچتا رہے
خداوند کا حکم لائے بجا — رہے قائم اسلام پر وہ سدا
نہ اُس کے کہے مین کرے کچھ قصور — رہے تا بمقدور عصیان سے دُور
جو کچھ آج ہو وہ تدارک کرو — نہ شرمندہ تم تا قیامت رہو
یہ جب ہاتھ سے وقت جاتا رہا — تو رُو رُو کہوگے کہ وا حسرتا
کیا ہم نے افسوس یہ کیا غضب — اُٹھاتے ہین دوزخ کے رنج و تعب
پھر آخر کو تحقیق پچھتاؤ گے — نہ اِس وقت کو پھر کبھی پاؤ گے
کوئی اہل زر ہو کوئی بادشاہ — بہت سا ہو ملک اور بہت سی سپاہ
فنا ایک دن سب پہ آجائے گی — قضا جوہر تیغ دکھلائے گی
کوئی لاکھ رکھتا ہو حسن و جمال — فلک اُس پہ لائے گا اِک دن زوال
ستانا کسی دل کا اچھا نہین — کہ جانا ہے اِک روز زیر زمین +

نواب سید کلب علی خان خطبہ سن کر زار زار روتے تھے اور تمام جمعیت مصروف گریہ و بکا تھی بعد استماع خطبہ و ادائے نماز ایوان مین تشریف لائے اور تمام اہلکاران ریاست کی تسلّی و تشفی فرمائی۔ اُن کے عہد مین پہلی عید الضحٰے تھی جس مین بڑے جلوس سے ادائے نماز عید کو تشریف لے گئے اور

ہزارون روپیہ لٹوایا ۵ا محرم ۱۲۸۲ ہجری مطابق ۱۰ جون ۱۸۶۵ء کو مسٹر جان انگلس صاحب ایجنٹ ریاست و کمشنر روہیلکھنڈ رامپور آئے اور اُسی روز چار گھڑی دن رہے خاص دیوان خانے مین گورنمنٹ کی جانب سے باضابطہ طور پر مسند نشین کیا۔ جناب منشی امیر احمد صاحب مینائی نے اِس مسند نشینی کی یون تاریخ لکھی ہے ؎

آفتابِ سپہر حشمت نے — تخت پر جب جلوس فرمایا
فرطِ بالیدگی سے وقتِ جلوس — پایۂ عرش تخت نے پایا
عرشیون نے کہا مبارک ہو — فرشیون کے سرون پہ یہ سایا
سایہ اِس سایۂ الٰہی کا — ابرِ رحمت کی طرح سے چھایا
تختِ دولت پہ ماہِ دولت نے — مہر ہو کر جلوس فرمایا
مہر کا رنگ ہو گیا پھیکا — ماہِ کامل فلک پہ شرمایا
نذر کو آسمان دُرِ انجم — طبقِ ماہتاب مین لایا
نور سے طور ہو گئی کوٹھی — پرتو حسن نے یہ چمکایا
کیون نہ خوش ہو محمدی مشرب — عہدِ خُلقِ محمدی آیا
اُس سلیمان نے خُلق سے اپنے — خاتمِ دل پہ نقش بٹھلایا
جی اُٹھا جس سے چار باتین کین — رنگ اعجاز تازہ دکھلایا
چھک گئے میکشانِ بزمِ سوال — جامِ جود و کرم جو چھلکایا
نئے سر سے جوان ہوا اقبال — نخلِ دولت مراد پر آیا
ہے یہ سرتاج تاجدارونکا — اس پہ اللہ کا رہے سایا
واقعی ہے امیر سالِ جلوس — دَورِ دَورِ فلاح اب آیا
۱۸ ۱۲

۱۷ محرم کو نواب صاحب نے تمام ملازمین کو بقاعدۂ مستمرہ خلعت عنایت کیے۔ ۲۵ محرم کو حکیم سعادت علی خان جنرل فوج نے انتقال کیا۔ نواب صاحب نے حکیم صاحب کی جگہ صاحبزادہ سید علی اصغر خان کو جنرل مقرر کیا۔ پھر ماہ رجب میں ملکۂ معظمہ کی جانب سے مسند نشینی کا خلعت آیا۔ گیارھوین رجب سے حکام کی آمد ہولی دعوت کے سامان مہیا ہونے لگے ۱۴ رجب ۱۲۸۲ ہجری مطابق ۴ دسمبر ۱۸۶۵ء کو مسٹر جان انگلس کمشنر روہیلکھنڈ و ایجنٹ ریاست مع اور صاحبان انگریز کے آغاپور مین آئے۔ ۱۵ رجب کو ایک ترپ سوارون کا اور دو کمپنیان تلنگون کی ساتھ لیے صاحب ایجنٹ وہین ٹھہرے رہے اُسی روز دس بجے دن کے نواب صاحب پہلے جریدہ آغاپور مین ملاقات کو گئے اور وہانسے واپس آئے پھر قریب دو بجے دن کے سامان جلوس کے ساتھ ہاتھی پر سوار ہوکر بڑے تزک سے آہستہ آہستہ آغاپور کو روانہ ہوے تین بجے سواری وہان پہونچی لشکر سے ایک تیر کے فاصلے پر دو انگریزی افسر پیشوائی کو کھڑے تھے اور صاحب ایجنٹ نے تین صاحبان انگریز کے ساتھ درخیمہ پر استقبال کیا۔ جب ڈیرے مین بیٹھ گئے تو صاحب ایجنٹ نے گورنمنٹ کیطرف سے نوابصاحب کو خلعت مسندنشینی جس مین ۲۲ پارچے تھے پہنایا ہاتھی اور گھوڑا بھی دیا۔ اور ایک خلعت سے شیخ وجیہ الزمان خان مرحوم سفیر ریاست بھی مورد افتخار ہوے نواب صاحب کی سواری وہان سے لوٹی۔ راستے مین روپیہ لٹاتے ہوے قلعہ مین واپس آگئے۔ چوبے بلدیو داس تواری ابن چوبے جگنا تھ تواری ابن باسدیو تواری نے اس خلعت پوشی اور زرافشانی کی تہنیت مین

یہ کبت کہا ہے۔

آئے جو نگر بیچ پہر کھلت آئے والی رام پور دان کینو من بھایو ہے

یعنی شہر مین جو والی رام پور خلعت پہن کر آئے تو خیرات خاطر خواہ کی

ہاتھی پی سوار موٹھ روپین کی بار بار پھینکین وار وار کھانسامان جھب جھپایو ہے

ہاتھی پر سوار روپیہ کی مٹھیان خانسامان نثار کرتے ہین ۔

کب بلدیو سو بھا تینن نرکھ کینی اپما کو اتنا اسیو ہیرے من آیو ہے

بلدیو شاعر کہتا ہے یہ کیفیت اپنی آنکھوں سے دیکھی تو یہ تشبیہ سوجھی

مانو سیام گھٹا پی سوار مہاراجہ اندر بڑی بڑی بوندن اکھنڈ جھر لایو ہے

گویا ابر تیرہ پر مہاراجہ اندر نے سوار ہو کر بڑی بڑی بوندوں سے جھڑ لگائی ہے

۱۶ رجب کو یوروپین حکام کی دعوت تھی قریب دو بجے دن کے نواب صاحب جلوس کے ساتھ آغا پور کے کمپ کو گئے اور تمام انگریزون کو ہاتھیون پر بٹھایا اور میم صاحبون کو بگھیون پر سوار کرایا اور شہر کو لائے۔ شام کے قریب دیوانخانے مین دعوت کا سامان مہیا ہوا۔ عین دعوت کے وقت فتح محمد خان مہتمم پرچۂ اخبار نے (جو ابتداً عیسوی مذہب رکھتے تھے اور پھر مسلمان ہو گئے تھے) صاحبزادہ سید علی اصغر خان پر بحالت سخت کلامی تلوار کھینچی کیونکہ اُن کو جلسۂ دعوت مین جانے سے بحکم نواب صاحب روکا گیا تھا۔ فتح محمد خان کی اس حرکت سے یوروپین حکام مین ریاست کی بد نظمی کا خیال پیدا ہو سکتا تھا لہذا فتح محمد خان فوراً حوالات کر دیے گئے اور تین روز کے بعد بھاری بیڑیان ڈالکر جیل خانے بھیجدیا قریب سات بجے شب کے سب مہمانون نے کھانے سے

فراغت پائی۔ دیوان خانے کی چھت پر بیٹھ کر روشنی اور آتش بازی کا تماشا دیکھا جو جلو خانے مین تھی رخصت کے وقت سب کو گوٹے کے ہار پہنا کر رخصت کیا۔ ۱۷ رجب کو کمپ مین چاندماری کا نقشہ تیار ہوا۔ نوابصاحب بھی شریک صحبت تھے۔ مارکم صاحب اسسٹنٹ بریلی اور پرومن صاحب کلکٹر شاہجہان پور کو قدراندازی کا میدان ہاتھ آیا نواب صاحب نے دو پیالے نقرئی ولایت کے بنے ہوے اور ایک شمشیر حسینی اصفہانی عطا کی شام کے قریب یہ جلسہ برخاست ہوا۔ ۱۸ رجب کو صاحب کمشنر اور تمام انگریز بریلی واپس ہوے۔

مرزا نوشہ غالب اُردوے معلے مین کہتے ہین کہ مین بھی نواب سید کلب علیخان کی مسند نشینی کے جشن مین رامپور گیا تھا۔ مرزا کا بیان ہے کہ نواب صاحب از رُوے صورت رُوح مجسم اور باعتبار اخلاق ابر رحمت ہین۔ خزانہ فیض کے تحویلدار ہین جو شخص دفتر ازل سے جو کچھ لکھوا لایا ہے اُسکے بٹنے مین دیر نہین لگتی۔ ایک لاکھ کئی ہزار روپے سال غلے کا محصول معاف کردیا۔ ایک اہلکار پر ساٹھ ہزار کا محاسبہ معاف کیا اور بیس ہزار روپیہ نقد دیا۔ منشی نولکشور صاحب کی عرضی پیش ہوئی۔ خلاصہ عرضی کا سُن لیا واسطے منشی صاحب کے کچھ عطیہ بتقریب شادی صبیہ تجویز ہو رہا ہے۔ (انتہےٰ)

یادگار غالب سے معلوم ہوتا ہے کہ چند روز کے بعد نواب سید کلب علیخان کا نواب لفٹنٹ گورنر سے ملنے کو بریلی جانا ہوا۔ اُنکی روانگی کے وقت مرزا ابھی موجود تھے چلتے وقت نواب صاحب نے معمولی طور پر مرزا صاحب سے کہا "خُدا کے سپرد" مرزا نے کہا حضرت خُدا نے تو مجھے آپکے سپرد کیا ہے آپ پھر اُلٹا

خدا کے سپرد کرتے ہین"

نوابصاحب کے مسند نشین ہوتے ہی چھوٹے صاحب کی مسند باقبالی اُلٹ گئی تھی اگرچہ نوابصاحب نے کچھ دنون اُن کے ساتھ ظاہری عمدہ برتاؤ رکھا مگر جب مسندنشینی مین کوئی خدشہ باقی نرہا اور چھوٹے صاحب کی تالیف کی حاجت جاتی رہی تو اُنکے ہان سے وہ اسلحہ جو نواب سید یوسف علیخان کے عہد سے سپاہیونکے لیے رہتے تھے منگالیے اُنکو اپنی اندرونی بےوقری اور ظاہری رعب وداب مین فرق ناگوار گذرا اور شب مین بریلی کو چلے گئے نواب صاحب کو اطلاع بھی نہ کی اور اُنکے باغ و مکانات رامپور کی حالت بدتر سے بدتر ہوگئی۔

نوابصاحب کی حق شناسی اور معدلت پژوہی کے متعلق ایک اہم حکایت ہے جسکو لکھنے سے خامہ نہین رہ سکتا اُنکی مسندنشینی سے قبل عہد نواب سید یوسف علیخان مین منشی امیر احمد صاحب مینائی مرحوم عدالت دیوانی کے مُفتی تھے اُن ایّام مین نواب سید کلب علیخان ولیعہد بہادر نے اپنے باورچی کے مقدمے مین بذریعہ چوبدار مفتی صاحب کو کچھ کلمات سفارشی کہلا بھیجے لیکن مُفتی صاحب کے یہان سے مقدمہ اُس باورچی کے خلاف فیصل ہوا بعض چوبدارون نے مُفتی صاحب سے بیان کیا کہ ولیعہد بہادر کو یہ بات بہت ناگوار ہوئی ہے اور اُنھون نے اپنی جگہ پر یہ فرمایا بھی کہ دیکھا جائیگا۔ جب نواب سید کلب علیخان مسندنشین ہوگئے تو مفتی صاحب نے بنظر احتیاط اپنے رامپور سے چلے جانیکا تہیہ کیا اس واقعہ کی اطلاع بذریعہ پرچہ اخبار نوابصاحب کو ہوئی کہ مفتی صاحب شہر سے روانگی کا ارادہ رکھتے ہین آپنے مُفتی صاحب کو

خلاف معمول نماز مغرب کے بعد طلب فرماکر اُن سے دریافت کیا کہ "کیا آپ کا ارادہ یہان سے چلے جانے کا ہے" مفتی صاحب نے اثبات مین جواب دیا۔ نوابصاحب نے سبب پوچھا مُفتی صاحب نے عرض کیا کہ "مجھے حضور کی ناخوشی کا اپنی نسبت علم ہے" نواب صاحب نے فرمایا کہ "واقعی اُسوقت مجکو ناخوشی ہوئی تھی مگر اب آپ کی اُس کارروائی کا مجھ سے زیادہ کوئی قدرشناس دُنیا مین نہین ہے۔ جب آپ نے میرا اثر نہ مانا تو امید ہے کہ آپ انصاف کے جاری کرنے مین کسی کا لحاظ نہ کرینگے بخاطر جمعی یہان رہیئے" مفتی صاحب نے ارادۂ روانگی فسخ کردیا

میلۂ باغ بے نظیر

۱۲۸۲ہجری مطابق ۱۸۶۵ء سے باغ بے نظیر مین ایک میلہ جاری کیا آٹھ روز بڑی رونق سے یہ میلہ رہتا تھا۔ مال بکثرت آتا تھا۔ باغ مین بہت سی دوکانین ہوتی تھین اور روہیلکھنڈ کے اکثر معزز رُوسا اِس میلے مین شریک ہوا کرتے تھے نوابصاحب خود بھی آٹھ روز برابر وہین مقیم رہتے اور اکثر اوقات دوکانون پر تشریف لیجاکر اسباب خریدتے قسم قسم کے جلسے طرح طرح کے تماشے ہوا کرتے تھے بائیس میلے نواب سید کلب علیخان بہادر نے کیے تیئسوان میلہ قریب تھا کہ رحلت کی۔ یہ میلہ ہر سال مارچ کے آخر مین مرتب کیا جاتا تھا۔ نواب صاحب نے ۱۲۸۹ہجری مین اِس میلے کی ترقی کیلیے قدم شریف حضرت رسول کی عمارت تیار کراکے اُس مین قدم شریف رکھوادیا تھا جس پہ ہر میلے مین بڑی دھوم دھام سے پنکھا چڑھایا جاتا تھا۔

گورنر جنرل کی کونسل واضع قانون مین شریک ہونے کیلیے کلکتے جانا

مسٹر جان انگلس صاحب کمشنر وایجنٹ ریاست نے نواب سید کلب علیخان سے ہونہاری اور بلند اقبالی کے آثار دیکھ کر بہت جلد آنریبل ایڈمنڈ ڈریمنڈ صاحب لفٹنٹ گورنر صوبجات متحدہ کے حضور مین رپورٹ کی اور انھون نے لارڈ لارنس صاحب گورنر جنرل کی خدمت مین نواب سید کلب علی خان کی لیاقت خداداد کی اطلاع کی گورنر جنرل نے باظہار مسرت مثل نواب سید یوسف علیخان کے نواب سید کلب علی خان کو بھی لیجس لیٹو کونسل مین ممبر تجویز کیا۔ نوابصاحب نے ہنگام استمزاج باوجود ناچاقی طبیعت وضعف باقتضاے عزم بلند ممبری قبول کی ۲۰ شعبان ۱۲۸۳ھ ہجری مطابق ۲۸ دسمبر ۱۸۶۶ء کو رامپور سے علی گڑھ تک گاڑی کی ڈاک مین اور علی گڑھ سے کلکتہ تک تخمیناً پانسو ہمراہیون کے ساتھ ریل کے ذریعہ سے گئے۔ اثناے راہ مین کانپور الہ آباد اور بنارس وغیرہ ہر مقام پر حکام نے استقبال کیا اور سلامی سر ہوئی۔ مہاراجہ ایسری پرشاد نرائن سنگھ صاحب جی۔سی۔ایس۔آئی والی کاشی نریس نے بنارس مین بنظر اتحاد قدیمی دھوم سے دعوت کی۔ کلکتے مین گورنر جنرل کی طرف سے بطرز مرغوب استقبال ہوا۔ سلامی سر ہوئی آب وہواے کلکتہ نے انکے مزاج سے بھی مخالفت کی اور طبیعت جادۂ اعتدال سے منحرف رہی۔ پھر بھی کونسل مین کئی اجلاس کیے۔ جب ناسازی زیادہ بڑھی تو حسب اصرار

گورنرجنرل ڈاکٹر بیلی سے علاج شروع ہوا۔ ڈاکٹر کی رائے ہوئی کہ آب وہوا یہاں کی انکے مخالف ہے بلکہ قیام کلکتہ سے امراض شدید لاحق ہونے کا اندیشہ ہے مگر نواب صاحب نے اُسے قبول نہ کیا۔ جب گورنرجنرل کو اس کا علم آیا تو بمقتضائے محبّت خاص بکمال اصرار واپس کیا۔ ۲ رمضان سنہ ۱۲۸۳ ہجری مطابق ۳۰ فروری سنہ ۱۸۶۷ء کو کلکتے سے رامپور واپس ہوئے۔

خانساماں وزیر علی صاحب اور شیخ علی بخش صاحب اور شیخ وجیہ الزمان خانصاحب کی وفات کا بیان

۲۵ ذیحجہ سنہ ۱۲۸۳ ہجری مطابق یکم مئی سنہ ۱۸۶۷ء کو خواجہ محمد وزیر علی خانساماں وارو غۂ توشہ خانہ نے جو حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے تھے اور ایک قدیمی معتمد اہلکار تھے انتقال کیا نواب سید کلب علیخانصاحب بھی عیادت کو گئے۔ ایک حکایت یہ بھی سُنی ہے کہ خواجہ صاحب نے ایک صندوقچہ جس مین کئی لاکھ روپئے کا جواہر تھا نواب صاحب کو دیا اور عرض کیا کہ یہ صندوقچہ عہد نواب سید فیض اللہ خان بہادر سے مخفی چلا آتا ہے اور درج کتاب موجودات نہین ہے۔ چونکہ اب زمانہ اس قسم کے معتمد اور معتبر لوگوں سے ہر گروہ اور ملک مین خالی ہوتا جاتا ہے اس لیے بے ساختہ مورخ کا شبدیز قلم اس پُرانے معتمد کی تعریف کے لیے جولانی کرتا ہے چونکہ ناظرین خود اس امانت کی داد دینگے اسلیے قلم روک لیا گیا۔

۲ محرم سنہ ۱۲۸۴ ہجری کو شیخ علی بخش صاحب تحصیلدار حضور تحصیل ابن شیخ

محبوب بخش صاحب ابن شیخ امان اللہ صاحب نے انتقال کیا۔ یہ ۱۴ شوال ۱۲۳۷ ہجری کو مقام نجیب آباد مین پیدا ہوے تھے اور اُنکے نانا اور دادا اسی ریاست کے قدیمی نوکر اور عزت یافتہ تھے۔ نواب سید کلب علی خان بہادر اُنکی علالت مین عیادت کے لیے گئے تھے اور نوابصاحب نے اپنی مسند نشینی سے ایک سال بعد اُن کو چالیس ہزار روپے نقد یک مُشت عطا کیے تھے اور ۱۲۸۹ ہجری مین جب شیخ وجیہ الزمان خان صاحب کی علالت طویل ہوگئی تو نواب صاحب نے بنظر حقوق دیرینہ اور اُنکی خوبی کے خود بھی اُنکی عیادت فرمائی اُنکے بعد اُنکے متعلقین کی عمدہ طور پر پرورش کی چنانچہ ابتک بھی اُن کے خاندان کے لوگ وظیفہ خوار ریاست ہین۔

نوابصاحب کا آگرے کو ڈیوک ایڈنبرا صاحب فرزند دوم ملکۂ معظمہ کوئن وکٹوریہ آنجہانی کی مُلاقات کے لیے جانا۔

۱۵ شوال ۱۲۸۶ ہجری مطابق ۱۸۷۰ع کو نواب سید کلب علیخان ڈیوک ایڈنبرا سے ملاقات کے لیے آگرے کو عازم ہوے۔ ۱۷ شوال کو سر ولیم میور صاحب لفٹنٹ گورنر ممالک متحدہ سے ملاقات ہوئی۔ ۱۸ شوال کو ڈیوک ایڈنبرا کلکتے سے آگرے مین داخل ہوے تمام رؤسا نے گھوڑ ویہڑ استقبال کیا اور نواب سید کلب علی خان نے بوجہ علالت کے گاڑی مین سوار ہوکر رسم استقبال ادا کی ۱۹ شوال کو نواب سید کلب علیخان مع ولیعہد سید محمد ذوالفقار علیخان وصاحبزادہ سید حیدر علیخان و چند ارکان دولت کے شہزادے کی ملاقات کو گئے

معمولی رسم استقبال کے بعد شہزادے صاحب نے تا لب فرش استقبال کرکے بڑے شوق سے ہاتھ ملایا۔ مسند پر دو کرسیان بچھی تھین شہزادۂ بلند اقبال نے داہنی طرف نواب سید کلب علی خان کو بٹھایا۔ اور مزاج پرسی کے بعد فرمایا کہ ہمسے لفٹنٹ گورنر بہادر نے آپکی ریاست کی خوش نظمی کا حال بیان کیا جس کو سُنکر ہم نہایت خوش ہوے۔ نواب سید کلب علی خان نے اِس مدحت سرائی کا شکریہ ادا کیا اور دیر تک کلمات شوقیہ ہوتے رہے۔ شہزادۂ موصوف نے خود عطر و پان دیکر رخصت کیا۔ بوقت آمد و رفت سلامی سر ہوئی۔ شب کو تاج گنج مین شاہزادے صاحب کی دعوت ہوئی جس مین نواب صاحب بھی شریک کیے گئے اور ڈیوک موصوف نے بکمال اعزاز آپ سے ملاقات کی۔ ۲۱ شوال کو ڈیوک ایڈنبرا نواب صاحب کی ملاقات بازدید کو آئے اور آپکی تصویر طلب کی اور ایک تصویر اپنی آپکو دی اور فرط ارتباط سے کہا کہ مین کل جاؤنگا آخری ملاقات آپ مجھسے ضرور کرین۔ نواب صاحب نے بخوشی خاطر منظور کیا۔ ۲۲ شوال کو دم رخصت بڑے تپاک سے ملاقات ہوئی۔

سیّد ذوالفقار علی خان ولی عہد بہادر کی شادی

سنہ ۱۲۸۷ ہجری مین نواب سیّد کلب علی خان نے بتقریب شادی سیّد ذوالفقار علیخان ولی عہد (جو سنہ ۱۲۷۰ ہجری مین پیدا ہوے تھے اور پندرہ برس کی عمر تھی) ایک عالی شان جشن ترتیب دیا۔ نواب صاحب موصوف نے اِس شادی مین بڑی عالی ہمتی کی کہ تمام اہل خاندان اور اعلیٰ درجے کے حکام کو تورہ دیا اور مردم شماری کے کاغذات موجود تھے گھر گھر اُسی موافق

حصے بھیجے گئے۔ علاوہ باشندگان شہر کے مسجدون اور مسافر خانون مین جو شخص اُترا اُسے بھی کھانا دیا گیا تمام فوج سوار و پیدل اور کل ملازمین کو سُرخ جوڑے اور معززین خاندان وارکان دولت کو بیش قیمت خلعت عطا کیے ایک مہینہ تک یہ جشن رہا ہر محلے مین نوبت خانے اور ارباب نشاط کے جلسے قائم اور اکثر کنوین شکر و قند سے لبریز کیے گئے اور درِ دولت سے بے نظیر تک کہ ۳ میل کا فاصلہ ہے برابر دورویہ ٹھاٹھرا اور آتشبازی کثرت تھی جس وقت برات بڑے جلوس اور سامان کے ساتھ بے نظیر سے خانۂ عروس کو روانہ ہوئی تو روشنی ہو رہی تھی اور آتشبازی چھوٹتی جاتی تھی۔ بہت سے رؤسا اور حکام مدعو تھے۔ جب رخصت ہوکر دولت سرا کی طرف پھرے تو نادرِ دولت جواہر وغیرہ لٹایا۔ اس شادی کا صرف جہان تک معلوم ہوا ایک لاکھ اٹھانوے ہزار تین سو سینتالیس روپے پندرہ آنے اور چھ ہزار نو اشرفیان تھین۔ نواب صاحب نے خود ایک سہرا لکھا تھا جو یہان درج کیا جاتا ہے ؎

صدقے ہین شمس و قمر ایسا ہے پیارا سہرا ۔۔۔ حق نے اپنے یدِ قدرت سے سنوارا سہرا
ہر لڑی سہرے کی ہے یا الف اللہ کا ہے ۔۔۔ نور کے پھولون سے پُر نور ہے سارا سہرا
دیکھکر عارض نوشاہ کو مصحف کی طرح ۔۔۔ عرش اعظم سے ملائک نے اُتارا سہرا
ہفت کشور جو ملین انکی عوض مین تو نہ لون ۔۔۔ ہے مجھے تختِ سلیمان سے بھی پیارا سہرا
محفلین عیش کی ایسی ہی رہین اے نوّاب ۔۔۔ گائین سب اہل طرب روز ہمارا سہرا

افسوس ہے کہ اس شادی کو ایک ہی برس گذرنے پایا تھا کہ اُس نوجوان

دولھا نے سولہ برس کی عمر مین انتقال کیا اس واقعۂ جانکاہ کے باعث
نواب سید کلب علی خان بلکہ تمام شہر پر صدمہ ہوا مگر نواب صاحب نے صبر و
استقلال ہاتھ سے نہ دیا۔ مرنے کے ساتھ کون مرگیا ہے چند روز کے بعد پھر عیش کے
جلسے تھے اور بیٹے تھے اور اُن کی جگہ نواب سید مشتاق علی خان بہادر کو ولیعہد بنایا

نواب صاحب کا کعبۃ اللہ کو جانا

نواب سید کلب علیخان کو زمانۂ ولی عہدی سے شوق حج و زیارت حرمین
شریفین جوش زن تھا آخرکار شوق زیارت نے اُن کا دامن کھینچا اور
۱۲۸۹ھ ہجری مین اس سفر ہمایون کا ارادہ مصمم کیا جمعہ کے روز مسجد جامع مین آکر
سب سے عفو تقصیرات کرایا۔ اور اپنے حقوق سے رعیت کو بری کیا۔ ۲۳ رمضان
۱۲۸۹ھ ہجری مطابق ۲۵ دسمبر ۱۸۷۲ء کو مع صاحبزادہ سید علی اصغر خان
و صاحبزادہ سید محمود علی خان و مولوی ارشاد حسین صاحب نقشبندی و سید
حسن شاہ صاحب محدث و محمود علیخان رسالدار ابن شیخ علی بخش صاحب و سید
مجاور علی وغیرہ قریب چارسو آدمیون کے روانہ ہوے اور صاحبزادہ سید حیدر علیخان نے
بمبئی پہونچکر نوابصاحب کی شرکت کی ریاست مین محمد عثمان خان ابن حافظ غلام
شاہ خان ابن شرف الدین خان کو اختیار دیے۔ ایوان خاص مختی بھون اور ڈیوڑھیات پر
صاحبزادہ سید مہدی علیخان نحیف تخلص ابن صاحبزادہ سید حفیظ اللہ خان ابن نواب سید
غلام محمد خان کو مقرر کیا مگر سید مہدی علیخان نے ۲۷ رمضان کو دفعۃً قضا کی جس سے سب انتظام
مولوی محمد عثمان خان کو کرنا پڑا۔ نوابصاحب مرادآباد سے اسپشل ٹرین کے ذریعہ سے بمبئی کو گئے
ضلعے راہ مین استقبال کی رسم بخوبی ادا ہوئی۔ ۲۷ رمضان کو بمبئی مین داخل ہوکر ۴ دن قیام کیا

جہاز مین جو آمد و رفت کے واسطے ایک لاکھ دس ہزار روپے پر کرایہ کیا گیا تھا، شوال کو ظہر کے وقت سوار ہوے دو سو مسکین جو بمبئی مین پریشان حال موجود تھے اُن کو پانچہزار پانسو چوراسی روپے پونے چھ آنے کے صرف سے حج کے لیے دوسرے جہاز پر سوار کرا دیا۔ عصر کے وقت کارکنان جہاز نے لنگر اُٹھایا ۱۴ شوال کو عدن پہونچے وہان کے حاکم نے استقبال کر کے اپنی کوٹھی مین ٹھہرایا۔ یہان پر ابان بن حضرت عثمان رضی اللہ عنہما اور حضرت عیدروس رضی اللہ عنہ کے مزارات کے خادمون کو انعام دیا۔ ۱۵ کو وہان سے جدّے کی جانب روانہ ہوے اور ۲۰ کو جدّے پہونچے۔ حسین پاشا برادر شریف مکہ و پاشاے جدہ اور شیخ عبداللہ صاحب شیبی اور شیخ عمر نصیف وکیل شریف صاحب مکّہ اور بہت سے عمائد عرب نے رسم استقبال ادا کی اور بحری فوج سلطانی مقیمۂ جدہ نے ۱۹ ضرب توپ کی سلامی دی اُس روز بندرگاہ جدہ مین قیام کیا اور شیخ عمر نصیف نے تین وقت دھوم سے دعوت کی نواب صاحب نے ایک خریطہ شریف صاحب جدّہ کے نام تیار کرا کے شریف صاحب کے پاس بھیجا اُنھون نے جو مکان نواب صاحب کے ٹھہرنے کے لیے تجویز کیا تھا وہ اُنکے سفیر کو دکھایا اسکے بعد نواب صاحب کا سفیر واپس آیا نواب صاحب ۲۱ کو جدّے مین داخل ہو کر شب کو شریف جدہ کی کوٹھی مین ٹھہرے۔ ۲۲ کو مکہ معظمہ مین داخل ہوے شریف مکہ نے مع دیگر عمائد کے استقبال کیا۔ ایک کوٹھی مقام حجالیہ مین جو شہر سے تین میل کے فاصلے پر ہے قبل سے آراستہ تھی وہین قیام کیا ۱۹ ضرب توپ کی سلامی سر ہوئی۔ رات ہی کو نواب سید کلب علیخان بہادر ولولۂ شوق کے باعث جریدہ طور سے حالت احرام مین

زیارت بیت اللہ شریف کو حاضر ہوے اور مناسک عمرہ سے فارغ ہو کر
واپس گئے۔ ۲۲ رمضان کو چواسپہ بگھی مین سوار ہوکر شریف صاحب کی
ملاقات کو گئے گاڑی کے ہمراہ شریف صاحب کے تمام بھائی اور بہت سے
علما و فضلا۔ عمائد اور افسران فوج سلطانی گھوڑون پر سوار تھے جب
شریف صاحب کی کوٹھی مین پہونچے تو ۱۹ ضرب توپ کی سلامی سر ہوئی
نواب صاحب مدرسۂ داؤدیہ مین کہ حرم شریف سے متصل ہے بلکہ ایک جانب
اُسکی حرم مین داخل ہے اداے نماز کو اکثر تشریف لاتے تھے ظہر سے عشا تک
اُس مین قیام کرتے تھے سات روز مکۂ معظمہ مین قیام کرکے ۲۷ شوال کو
مدینۂ طیبہ کی جانب عزیمت کی پانسو اونٹ اور لشکر سلطانی کا گارد اور
شریف صاحب کی جانب سے ایک شخص نہایت سنجیدہ و فہمیدہ شریف
عبدالمحسن نامی ہمرکاب تھے نواب صاحب نے یہ سفر پالکی کی سواری مین طے کیا۔
سلطنت ٹرکی کی طرف سے جو اعزاز ہوا قابل توصیف ہے راہ مین جہان قلعے
اور حصار ملے وہان کے افسرون نے سلامی دی اور استقبال کو آئے ایک وجہ
اعزاز کی یہ بھی ہے کہ نواب صاحب کی استدعا پر گورنمنٹ برطانیہ نے
اپنے سفیر متعینہ قسطنطنیہ کے ذریعہ سے سلطان سے سفارش کی تھی کہ نواب
صاحب کے ساتھ سلطان کی طرف سے حجاز مین اعزاز کا برتاؤ کیا جائے اور
اُنکی حفاظت کے لیے لشکر سلطانی سے گارد دیا جائے۔ راستے مین نواب صاحب کے
ایک سپاہی نے ایک بدّو کو مارا کئی بدّوؤن نے اُس سپاہی پر حملہ کرنا چاہا
ترکون نے سپاہی کی حمایت کی کُل بدّو ہتھیار سنبھال کر لڑنے کو آمادہ ہوے

نواب صاحب یہ حال دیکھ کر ترکون اور بدّوؤن کے درمیان مین اپنی سواری
لے آئے اور اپنے تمام آدمیون کو اُن مین حائل کر دیا اِسلیے یہ فساد موقوف رہا۔
نواب صاحب نے راہ مدینہ مین بدوؤن کی جماعت کو انعام دیا اور جس گروہ نے
سرکشی کی اُس کو انعام دینے سے اعراض کیا۔ چنانچہ ایک بار راستے مین
نواب صاحب کی سواری لشکر سے کئی میل آگے نکل گئی۔ آپ پالکی مین سوار تھے
شریف عبد المحسن اور پچیس تیس آدمی ہمراہ تھے۔ قریب حدیدہ قامہ و نخلستان کے
متصل ایک پہاڑ کی گھاٹی مین چارون طرف سے بدّوؤن نے سواری کو گھیر لیا
اور روپے طلب کیے نواب صاحب نے تپنچہ بھرا ہوا ہاتھ مین اُٹھایا اور کہا
کہ ان کو ایک حبہ نہین دیا جائے گا اگر ان کی مرضی لڑنے کی ہے تو ہم موجود ہین۔
بعض ہمراہیون نے اُنپر فیر کرنا چاہا نواب صاحب نے فرمایا کہ ادھر سے ابتدا
نکرنی چاہیے اور جب تک مین حکم ندون کوئی فیر نکرے۔ جب بدّوؤن نے دیکھا
کہ نواب صاحب ہمارا دباؤ نہین مانتے ہین اور شریف عبد المحسن نے بھی اُن کو
سمجھایا تو شرمندہ ہو کر کہنے لگے کہ ہم انعام کی غرض سے حاضر ہوے تھے
ہمارا ارادہ مخالفت کا نہین۔ نواب صاحب نے فرمایا کہ اگر مخالفت کا ارادہ نہ تھا
تو مانگنے کے طریق سے مانگا ہوتا۔ ہماری سواری کیون روکی اور ہمکو خوف
کیون دلایا یہ لوگ ہمارے مقام پر آئینگے تو انعام دیا جائے گا بعد اس گفتگو کے
بدّوؤن نے راستہ کھولدیا۔ نواب صاحب پڑاؤ پر پہونچے اور وہان یہ بدّو
انعام کے لیے حاضر ہوے تو فرمایا کہ تم کو مکّے مین انعام دیا جائے گا ۱۴ ذیقعدہ
روز دوشنبہ کو نواب صاحب مدینہ منورہ مین پہونچ گئے حسین ہاشم کے مکان مین

اُترے یہان بھی ۱۹ ضرب توپ کی سلامی سر ہوئی۔ آٹھ روز اکثر وقت روضۂ مبارک کی زیارت کی۔ پیدل پھرے سوار نہین ہوے اور معیت شیخ الحرم خلعت باریابی حجرۂ مقدسہ بھی پایا۔ نواب صاحب نے قندیل حرم نام ایک شعر زبان فارسی مین مشتمل بر نعت و مناجات تصنیف کی تھی اور اُسے خط نستعلیق مین خوشنویس سے لکھوا کر مطلا و مذہب کرایا تھا۔ زیارت روضۂ انور سے مشرف ہو کر اُس کو پیش کش کیا۔ کتب خانۂ خاص مین داخل ہوئی۔ ۲۱ ذیقعدہ سے مدینۂ طیبہ سے مکہ معظمہ کو مراجعت کی خالد پاشا شریف مدینۂ منورہ نے بکمال عظمت رخصت کیا اور قاضی ابراہیم حاکم ینبوع کو مشایعت کے لیے ساتھ کر دیا۔ مدینے سے جہاز پر سوار ہونے کو ینبوع آئے راہ مین عمر بن سعد بدوون کا سردار سلام کو آیا نواب صاحب نے اُس کو انعام دیا۔ ایکبار نواب صاحب کے قافلے کے بدوون نے سرکشی کی۔ نواب صاحب تو صبح کے وقت پالکی مین سوار ہو کر ینبوع کی طرف روانہ ہو گئے۔ شریف عبد المحسن اور مولوی ارشاد حسین اور دوسرے پندرہ بیس آدمی ہمراہ تھے اور سلطانی کارد کو اُس راستے سے جدھر سے مدینے کو آئے تھے مکے کی طرف روانہ کر دیا اور صاحبزادۂ سید علی اصغر خان کو حکم دیا کہ تم قافلے کے ساتھ رہو اور تمام قافلے کو چھوڑ گئے تاکہ سب آدمی یہان دوپہر کا کھانا کھا کر ینبوع کو آجائین قافلے کے ساربانون نے سید علی اصغر خان سے کہا کہ ہم یہان سے اسباب اُس وقت لادینگے جبکہ ہمکو انعام دیا جائے گا اُنکے سرغنہ کو مُعَلّا کہتے تھے سید علی اصغر خان نے رسالدار محمود علی خان کو نواب صاحب کے پاس اس واقعہ کی اطلاع کرنے کیلیے بھیجا

یہ دو پہر پر دو بجے ینبوع کے کھادر مین نواب صاحب کے پاس جا پہونچے
نواب صاحب پالکی مین آرام کر رہے تھے۔ مولوی ارشاد حسین صاحب نے
نواب صاحب کے بیدار کرنے کی غرض سے رسالدار صاحب سے بلند آواز سے
حال استفسار کیا۔ نواب صاحب بیدار ہوگئے اور محمود علیخان سے دریافت کیا
کہ تم کیسے آئے ہو اُنھون نے عرض کیا کہ قافلے کے بدو کہتے ہین کہ ہم یہان سے
اُس وقت تک اسباب نہین لادینگے جب تک ہمکو انعام کا روپیہ نہ دیا جائیگا
حالانکہ اُنکی تمام اُجرت بے باق کردی گئی ہے۔ نواب صاحب نے فرمایا کہ
اُن کو کچھ مت دو اور تم ترکون کے گارد کے پیچھے چلے جاؤ اور اُن کو واپس لاکر
ان بدوؤن کا تدارک کراؤ شریف عبد المحسن نے نواب صاحب سے کہا
کہ ترک صبح سے روانہ ہوگئے ہین وہ منزل پر پہونچ گئے ہونگے ان کو نہین
مل سکینگے۔ مین اپنے دو غلام اِنکے ساتھ کرتا ہون وہ اُن بدوون کو سمجھا کر
لے آئینگے چنانچہ شریف کے دو غلام اونٹون پر سوار ہوکر رسالدار محمود علیخان
کے ساتھ ہوے اور قافلے مین جا پہونچے اور اُن بدوؤن کو سمجھا دیا اور اسکے بعد
قافلہ ینبوع کو روانہ ہوا۔ کچھ رات گئے وہان پہونچ گئے۔ نواب صاحب نے
بدوؤن کو ایک حبہ ندیا اور جہاز جو تیار کھڑا تھا اُسپر اسباب بار ہونے لگا۔
مُتعلا نے بھی چاہا کہ مین جہاز مین سوار ہوکر نواب صاحب کی معیت مین مکے
چلا جاؤن جب اس نیت سے وہ جہاز پہ سوار ہوا تو نواب صاحب نے منع فرمایا
نواب صاحب ینبوع سے بذریعہ جہاز جدے آئے اور جدے سے یکم ذی حجہ کو
مکۂ معظمہ مین داخل ہوے نواب صاحب نے حرمین شریفین مین بڑی سیر چشمی

اور والاہمتی کے ساتھ داد و دہش کی شریف مکہ و مدینہ سے لیکر ایک مفلس تک آپکے فیض عام سے محروم نہ رہا۔ وہ بدو یہاں پر آئے جنھون نے مکّے اور مدینے کے راستے مین ایک گھاٹی مین گھیر لیا تھا اور متعلّے بھی حاضر ہوا۔ اِن سب کو انعام دیا گیا اور شریف مکہ کو دو ہزار اشرفیان عطا کین چنانچہ اِن دونون مقدس مقامون مین ساٹھ ہزار چار سو بارہ روپیے اور پانچہزار ایکسو انچاس اشرفیان اور چار سو چودہ ریال ان لوگون کو عطا کیے گئے اور ان دونون مقامات مین نواب صاحب اور اُن کے ہمراہیون کی۔ بڑی دھوم دھام سے دعوتین کی گئین۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ حج اکبر نصیب ہوا۔ بعد انفراغ مناسک حج و عمرہ ۱۴ ذی الحجہ کو مراجعت کی دم رخصت تمام اکابر و اصاغر عرب زار زار روتے تھے۔ الغرض نواب سیّد کلب علیخان مکے سے جدے مین آئے اور یہان سے ڈھاکہ نامی جہاز کے ذریعے سے بمبئی مین داخل ہوے۔ اور بمبئی سے اسپیشل ٹرین کے ذریعہ سے جبل پور اِلہ آباد علی گڑھ مراد آباد اور وہان سے چھ اسپیشل بھی مین مع الخیر ۶ محرم سنہ ۱۲۹۰ ہجری مطابق ۶ مارچ سنہ ۱۸۷۳ء کو جمعرات کے دن رامپور مین داخل ہوے۔ اس سارے سفر مین نوابصاحب کے چھ لاکھ انتیس ہزار چھ سو ساٹھ روپیے آٹھ آنے اور تیس ہزار بہتر اشرفیان اور دو ہزار ریال خرچ ہوے جن مین سے انتیس ہزار اور اٹھتیس اشرفیان ہشت ماشی تھین اور ایک ہزار اور چونتیس پوری تھین اس سفر مین مقام بمبئی پر شیخ فرید الزمان خان برادر زادہ شیخ وجیہ الزمان خان ایک معزز اہلکار کو نوابصاحب نے مامور کیا تھا کہ وہ اُن کی معاودت تک انتظام کرتے رہین۔

صاحبزادہ سید محمد عباس علی خان بیتاب تخلص ابن صاحبزادہ سیّد عبد العلیخان ابن نواب سید غلام محمد خان بہادر نے نوابصاحب کے سفر حرمین سے واپس تشریف لانے کی تہنیت مین کہا ہے۔ ؎

نشان سجدۂ کعبہ ستارہ سان جبین پہ ہے ۔۔۔ مبارک ہو ملا اللہ کی سرکار کا تمغا

مولوی محمد عثمان خان کا مقتول ہونا

ان کو عہد ولی عہدی سے نواب سیّد کلب علی خان کی خدمت مین آمد و رفت کا شرف حاصل ہو گیا تھا اور نواب صاحب کے رفقا مین شمار پاتے تھے۔ نواب صاحب مسند نشین ریاست ہوے تو عثمان خان کو عمدہ اہلکار ریاست بنا دیا۔ نواب صاحب کا دربار دریاے قدرت تھا۔ صاحب موتی رولتے تھے عثمان خان سے تو ولی عہدی کی دوستی تھی یہ بھی غوطے لگانے لگے بیچارے اپنی بے وسیلہ حالت کو دیکھکر اور بچپن سے جو مکر و ہات سہنے کی مشق ہو رہی تھی اُسے یہان بھی کام مین لائے انجام یہ ہوا کہ وہ انتہاے رسوخ کو پہونچکر اور خدمت گذاری کی برکت سے مصاحب خاص ہو کر ریاست کی زبان ہو گئے۔ ان کو نواب صاحب کے مزاج مین یہان تک دخل ہو گیا کہ جب پرچۂ اخبار پیش ہوتا تو یہ بھی نواب صاحب کی اجازت سے اُس مین دخل دیتے جاتے تھے ایک دن نواب صاحب یہان تک اُن سے کہ بیٹھے کہ جو کچھ تمکو کہنا اور کرنا ہو وہ اب کہ لو اور کر لو مبادا پھر یہ موقع باقی نرہے۔ با وصف اسکے نوابصاحب کا مزاج اتنا نازک تھا کہ ایک بار عثمان خان کو بہت دھمکایا اور فرمانے لگے کہ اگر تمھارا مزاج درست نہوا تو یہ غرور کا اسباب تم سے الگ کر لینگے تاکہ بگڑا مزاج

اور مغرور دماغ ٹھیک ہو جائے اور تم اصلی حالت پر آجاؤ یہ عجیب بات ہے کہ جہان ذرا نواب کا تقرب ہوا اور غرور ہوا گویا معاش کا فراغت سے کھل جانا غرور کا مواد ہے جو بہت سی انسانی صورتون کو بے عقل اور خبطی کر دیتا ہے بلکہ انسانیت اور آدمیت کے رستے سے گرا دیتا ہے اور جنگل کے بھوتون مین ملا دیتا ہے۔ عثمان خان کے باپ دادا غلے کی تجارت کیا کرتے تھے اور یہ خود کتابونکی سوداگری کرتے تھے اصلی حالت پر آجانا اشارہ اس سے تھا قوم انکی باجوڑی ہے فن حساب مین اچھی دستگاہ رکھتے تھے۔ فارسی سے بھی آگاہ تھے۔ عربی مین مداخلت کم تھی۔ خلیفہ غیاث الدین صاحب مولف غیاث اللغات کے شاگرد تھے۔ خلیفہ صاحب خود بھی عربی سے ناآشنا تھے۔ عثمان خان نے قصائد بدر چاچ کی شرح دو ضخیم جلدون مین لکھی ہے اور اس مین متعدد علوم کے رسالے بھر دیے ہین۔ جو لوگ علوم و فنون سے نابلد ہین اُن کو وہ عجیب معلوم ہون تو ہون محققین و ماہرین کے نزدیک ایسے مباحث قابل وقعت نہین یہی حال اُن کے رسالہ قواعد فارسی مسمیٰ بہ گلشن اکبر کا ہے۔

عثمان خان کے مزاج مین اتنی سختی اور جبر و قہر تھا کہ اگر انکو اسم جبار و قہار الٰہی کا مظہر قرار دیا جائے یا رام پور والون کے حق مین نادر شاہ مانا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

پرتاب سنگھ راجہ شیو پوری کے دہات سے جو علاقہ جدید مین واقع تھے عثمان خان کو بہت بڑا نفع حاصل ہوا۔ نواب صاحب کی یہ مرضی تھی کہ راجہ کے پاس علاقہ نہ رہے جب سنگین مقدمات فوجداری کے مواخذات راجہ پر

وارد ہونے لگے تو اُس نے جان بچانے کو اپنا تمام علاقہ عثمان خان کو مستاجری میں دیدیا۔

افسوس یہ ہے کہ یہ لائق اور مدبر اہلکار بہت جلد ایک ناخداترس کے ہاتھ سے بلاسبب قوی مارا گیا اس واقعہ کی کیفیت تفصیلی یہ ہے کہ ۱۱ ربیع الاول سنہ ۱۲۹۰ ہجری کو جامع مسجد میں محفل میلاد رسول کا جو ریاست کیجانب سے ہوتی ہے انتظام کر رہے تھے۔ زیادہ اژدہام لوگوں کا جس میں اندیشہ انسانوں کی قیمتی جانوں کے ضائع ہونے کا تھا دیکھ کر بھیڑ کو ہٹوانے لگے۔ چونکہ لوگوں کے دلوں پر انکا خوف زیادہ تھا اس وجہ سے اور بھی زیادہ گھبراکر لوگ ادھر اُدھر بھاگنے لگے اور ایک دوسرے پر گرنے لگے خان صاحب کے ہاتھ میں ایک پتلی چھڑی تھی اُس سے ہر طرف لوگوں کو بیٹھ جانے کا اشارہ وایما کرتے تھے۔ شاید بعض کے اجسام پر احیاناً اُس سے کچھ صدمہ بھی پہونچا ہو بعض اشخاص اس حالت سراسیمگی میں جامع مسجد کے حوض میں بھی گر گئے۔ نادر شاہ خان نامی ایک غریب پٹھان شاہ آباد دروازے کے قریب کا رہنے والا اور اُسکا باپ دونوں حوض کے قریب تھے خان صاحب کی لکڑی کے خوف یا صدمے سے نادر شاہ خان کا باپ کہ وہ ضعیف اور ایک مُسن آدمی تھا حوض میں گر گیا۔ لوگ ہنسے نادر شاہ خان کو یہ خندہ بیجا اور ہنسی ناگوار خاطر ہوئی اور اُسنے حالت غصہ میں عثمان خان کو گھات کے ساتھ بضرب چاقو صدمۂ جانکاہ پہونچایا۔ قاتل فوراً گرفتار ہوگیا تھا مجروح اور قاتل دونوں شخص نواب صاحب کے روبرو پہونچائے گئے نواب صاحب نے حالت غیظ میں

قاتل کے منھ پر تپانچہ مارا لیکن جملہ مصاحب دست بستہ عرض پرداز ہوے کہ یہ ادنے شخص حضور کے ہاتھ اٹھانے کے قابل نہین ہے یہ تو آخر اپنے فعل ناشائستہ کی سزا پائے گا۔ نواب صاحب نے عثمان خان کے علاج اور صحت کی طرف توجہ بلیغ فرمائی۔ مراد آباد و بریلی کے ہوشیار ڈاکٹر بلوائے گئے زخمون مین ٹانکے لگائے گئے۔ حالت زخمداری مین عثمان خان کی جرأت و تحمل تکلیف قابل تحسین تھی۔ چونکہ حیات مستعار باقی نہ تھی اور چاقو کاری لگا تھا آنتین کٹ گئی تھین دوسرے دن بارہ ربیع الاول کو انتقال کیا۔ لیکن دم واپسین تک پیشانی پر بل نہین آیا۔ حبیب الدین احمد سوزان دہلوی نے تاریخ لکھی ہے۔

بیداد گر بسینۂ عثمان چو کارد راند — زان سان کہ درد دل و جگر نا پدید شد
در خلق عالم از سر درد و بکا دگر — آوازہ در فتاد کہ عثمان شہید شد

بعد تحقیقات ضابطہ قاتل بغرض قصاص مقتول کے ورثہ کے سپرد کیا گیا جس کو فوجی حراست مین چھکڑے پر بٹھا کر عثمان خان کی قدیمی حویلی پر لے گئے عثمان خان کے ورثہ نے اپنے دروازے پر تلوار سے اسکی گردن مروادی عوام کے دل عثمان سے ایسے کشیدہ تھے کہ جلاد کو برسون تک حقارت سے دیکھتے رہے اور قاتل کی قبر پر ہار اور پھول اور چادر چڑھاتے رہے۔ عثمان خان کے کوئی بیٹا نہ تھا تین بیٹیان اور ایک بی بی تھی جو انکی جائداد کی مالک ہو گئین انھون نے ایک عظیم الشان مکان جامع مسجد کے قریب تعمیر کرایا تھا جس مین ان کو آرام لینا نصیب نہوا۔

عثمان خان کا اہل شہر نام کم لیتے تھے خانصاحب کہتے تھے تینتالیس برس کی عمر پائی۔ شاہ جمال اللہ صاحب کے جوار مین مدفون ہوے۔

اُن معزز مہمانون کا ذکر جو وقتاً فوقتاً رامپور آئے اور نواب سیّد کلب علیخان سے ملے

ا۔ ۱۸۶۸ء مین سر ولیم میور صاحب لفٹنٹ گورنر ممالک متحدہ اور لارڈ نیپیر صاحب فاتح حبش و کمانڈر انچیف افواج ہند یکے بعد دیگرے رامپور مین آئے اور نواب سید کلب علیخان کی مہمان نوازی سے کمال مسرور ہوے۔

۲۔ ۲۷ مارچ ۱۸۷۳ء کو آنرایبل مہاراجہ سر دگبجے سنگھ صاحب سی ایس آئی تعلقہ دار بلرام پور یہان آئے میلۂ بے نظیر کی سیر کی رنگ محل مین قیام کر کے ۳۱ مارچ سنہ مذکور کو رخصت ہوے۔

۳۔ ۱۸ اپریل ۱۸۷۳ء کو مہاراجہ جیاجی راؤ صاحب بہادر سیندھیا والی گوالیار یہان آئے ولی عہد بہادر (نواب سید مشتاق علیخان) سرکاری کیمپ سے کوسی کے پل تک استقبال کے لیے گئے۔ اور نواب صاحب شہر کے دروازے تک بغرض استقبال تشریف لے گئے تھے۔ اور ۲۳ اپریل کو مہاراجہ صاحب واپس گئے پانچ روز نواب سید کلب علیخان نے اپنے مہمان عالیشان اور اُنکے ہمراہیون کی وہ خاطر کی کہ مہاراجہ سیندھیا تازیست اسکو نہ بھولے۔ معتبر طور سے معلوم ہوا ہے کہ مہاراجہ سیندھیا اپنے دوستون سے

کہا کرتے تھے کہ جس تزک و احتشام سے نوابصاحب رام پور نے ہماری مہانداری کی ہے اگر وہ گوالیار آئے تو ہم سے کسی عنوان نہو سکے گی۔ اپنی خاطرداری یونسے ہماری آنکھ نیچی کر دی جب مہاراجہ سیندھیا اندور گئے تو وہان مہاراجہ تکوجی راؤ ہلکر سے بھی یہی کہا۔ مہاراجہ ہلکر نے سن کر بہت افسوس کیا اور کہا کہ مہاراجہ صاحب آپ ایک مہاراجۂ عالی جاہ ہین آپنے کیون اُن سے آنکھ نیچی کر لی مہاراجہ سیندھیا نے کہا کہ مہاراجہ مین نے اپنی بات بڑھانے مین کوئی دقیقہ باقی نرکھا تھا نواب سید کلب علی خان کی جانب سے جو عنوان مہانداری جس شائستگی سے برتا جاتا تھا مین قائل اور شرمگین ہو کر اُسکو قبول کرتا تھا تواضع مہمان کتابون مین پڑھی ہے نواب سید کلب علیخان نے اُس کا موجود ہونا ثابت کر دیا۔ ادنے بات یہ ہے کہ جو میرے ادنے خدمتگار کا وہ احترام کرتے تھے غالباً آپ میرے کسی سردار کی اُس قدر عزت نکرینگے یہ سن کر مہاراجہ ہلکر کشیدہ خاطر ہوے اور کہا مہاراجہ صاحب آپ ایسے مقتدر رئیس ہو کر اپنے اوپر دھبّہ لگا آئے خدا نے چاہا تو مین بدری ناتھ کے تیرتھ کو جاؤنگا اُس وقت رام پور جا کر اس دھبّے کو دور کرونگا مہاراجہ سیندھیا سن کر مسکرائے اور کہا بہتر ہے مگر مہاراج آپ مجھ سے زیادہ انکی تعریف کرینگے وہ رئیسان ہندوستان مین اپنی صفت کے ایک ہی شخص ہین مہاراجہ سیندھیا کی مہانداری مین چھپن ہزار نوسو ترانوے روپے دس آنے تین پائی کا نقد و جنس صرف ہوا۔

۱۸۷۷ء مین مہاراجہ جیاجی راؤ سیندھیا والی گوالیار کا دوبارہ

رامپور مین ورود ہوا چونکہ اس مرتبہ اُنھون نے نہایت سادہ طور پر اپنی مہانداری چاہی تھی اس لیے کُل بارہ ہزار تین سو بیاسی روپے سات آنے انکی مہانداری مین صرف ہوے۔

۴۔ ۲ جنوری ۱۸۷۳ء کو مہاراجہ پرتاب ساہ صاحب والی ٹہری گڑھوال مہمان آئے نواب سید کلب علی خان نے مہاراجہ سے بڑی محبت آمیز ملاقات کی۔ ایک ہفتے سے زیادہ مہاراج مہمان رہے۔

۵۔ یکم مارچ ۱۸۷۳ء کو سر سید احمد خان سی ایس آئی رام پور آئے نواب صاحب نے براہ مہمان نوازی مدرستہ العلوم علی گڑھ کیلیے دس ہزار روپے نقد دیے اور سو روپے ماہوار مقرر کر دیے۔

۶۔ اپریل ۱۸۷۳ء مین فخر الدولہ نواب مرزا علاءالدین احمد خان والی لوہارو مہمان آئے نواب صاحب نے معانقے کے وقت اظہار اشتیاق کے لیے یہ مصرع پڑھا ؎

چہ خوش وقتے و خُرّم روزگارے

ابھی دوسرا مصرع اس شعر کا نواب صاحب کی زبان پر آنے بھی نہ پایا تھا کہ فوراً اُنھون نے یہ مصرع پڑھا۔

بامیدے رسد اُمیدوارے

قریب دو ماہ قیام کرکے ۵ جون کو لوہارو واپس گئے۔ نواب سیّد کلب علیخان بہادر انکی ملاقات سے نہایت محظوظ ہوے اور قلبی محبّت کا برتاؤ کیا۔

۲۲ - ۲۲ - اپریل ۱۸۹۲ء کو مہاراجہ تکوجی راؤ ہلکر والی اندور مع اپنے ولیعہد سیواجی اور دوسرے فرزند اور مہارانی صاحب اور قریب سات سو ہمراہیوں کے حکیم محمد اعظم خان المخاطب بہ ناظم جہان مؤلف اکسیر اعظم کی کوشش سے رامپور آئے۔ نوابصاحب نے مرادآباد کے ریلوے اسٹیشن پر سواریوں کا سامان بکثرت بھیجدیا تھا۔ مہاراجہ اس جوش اخلاص پر متعجب تھے۔ بارہ بجے شب کو مہاراجہ نادر باغ مین جو شہر سے ایک میل کے فاصلے پر ہے آکر ٹھہرے۔ کھانا تیار تھا۔ کثرت روشنی سے دن ہورہا تھا اور اصغر علیخان تحصیلدار حضور تحصیل منتظم تھے۔ ۲۳ - اپریل کو داخلے کا شگون نہ تھا اسلیے ۲۴ کو مہاراجہ صاحب جلوس کے ساتھ داخل شہر ہوے سلامی سر ہوئی۔ کوٹھی خورشید منزل مین قیام کیا پیشوائی کا برتاؤ اُسی عنوان سے عمل مین لایا گیا جس قاعدے کے ساتھ مہاراجہ سیندھیا کی تشریف آوری مین عمل مین آیا تھا جو گفتگو مہاراجہ سیندھیا نے مہاراجہ ہلکر سے نواب سید کلب علی خان کی بابت کی تھی اُس سے وہ چند مہاراجہ ہلکر نے بچشم خود حالات دیکھے۔ باہم مہاراجہ ہلکر اور نواب صاحب مین پگڑی بدلی گئی۔ نواب صاحب نے علاوہ رسم مہانداری کے تحائف بھی دیے۔ ۶ مئی کو مہاراجہ تیرتھ کو گئے اور ۲۴ جولائی کو براہ نینی تال پھر رام پور مین وارد ہوے اور دس گیارہ روز اور قیام کرکے ۳ - اگست کو ہنستے سدھارے اس سفر تیرتھ مین بھی سارا انتظام واہتمام ریاست رام پور کی طرف سے رہا اس مہانداری کے مصارف تمام وکمال ایک لاکھ پچاس ہزار چار سو ستاسی روپے دس آنے تین پائی

اور نوسو بیس عدد اشرفی ہین۔

۸ ۳۰ دسمبر ۱۸۸۴ء کو نواب شمس الامرا امیر کبیر خورشید جاہ رئیس حیدرآباد دکن مع پچاس ساٹھ ہمراہیوں کے تشریف لائے۔ ۱۷ توپ سلامی سر ہوئی۔ نواب صاحب نے نہایت خاطر سے کوٹھی خورشید منزل مین ٹھہرایا۔ ۳۱ دسمبر کو یہان سے نینی تال گئے اور ۳ جنوری کو پھر براہ رامپور مرادآباد روانہ ہوئے

الہ آباد۔ آگرہ۔ مرادآباد کو نواب صاحب کا سفر۔ اور مقام آگرہ مین عالی جناب شاہزادۂ ویلز بہادر (ایڈورڈ ہفتم) کے ہاتھ سے تمغہ ستارۂ ہند پانا

(۱) ۱۱۔ اپریل ۱۸۷۴ء کو نواب صاحب نے الہ آباد جاکر سر ولیم میور صاحب لفٹننٹ گورنر ممالک متحدہ سے رخصتی ملاقات کی اور سر جان اسٹریچی صاحب جدید لفٹننٹ گورنر سے ملاقات کرکے اُنکے تقرر پر مبارکباد دی۔

(۲) ۱۸۷۵ء مین عالیجناب البرٹ ایڈورڈ پرنس ویلز بہادر ولی عہد ہند و انگلستان سے جو ہندوستان کی سیر کو آئے تھے آگرے مین ملاقات کی اور نواب صاحب کی علالت سنگ مثانہ کے واسطے شاہی ڈاکٹر مقرر ہوا۔ مگر آپنے بلطائف الحیل عذر کیا اور شہزادہ موصوف نے ملکۂ معظمہ کوئن وکٹوریہ کیجانب سے تمغہ گرینڈ کمینڈر اسٹار آف انڈیا پہنایا بڑے لطف کے ساتھ ملاقاتین ہوئین۔ نواب سید کلب علی خان نے رامپور واپس آکر اس خوشی مین ٹڑا دربار کیا۔

(۳) ۱۷۔ اکتوبر ۱۸۸۳ء کو نواب سید کلب علی خان سر الفرڈ لائیل صاحب

لفٹننٹ گورنر ممالک متحدہ کی ملاقات کو مراد آباد گئے۔ ۱۸ کو ہز آنر موصوف اور نواب صاحب کی ملاقات ہوئی ۱۹ کو بازدید کی ملاقات اور دعوت کا جلسہ ہوا جس مین لفٹننٹ گورنر صاحب نے نواب صاحب کی تشریف آوری مراد آباد اور اُنکے عمدہ انتظام اور ایّام غدر کی خیر خواہیونکا بڑی منت پذیری سے ذکر کیا۔ ۲۰۔ اکتوبر کو لفٹننٹ گورنر مراد آباد سے نینی تال سدھارے ۲۱ کو نوابصاحب رامپور مین داخل ہوے۔

دربار قیصری۔ اور نواب صاحب کے مراتب ومناصب مین ترقی

سنہ ۱۵۹۹ء مین ملکہ الزبتھ نے چند سوداگرون کو ہندوستان مین سوداگری کرنے کا ٹھیکہ دیا۔ اُنھون نے اپنی تجارت شروع کی خدا نے اُس تجارت مین وہ برکت دی کہ اُسکے ساتھ سلطنت بھی قائم ہوتی گئی۔ اور بتدریج سارے ہندوستان مین ہمالیہ سے لیکر راس کماری تک پھیل گئی۔ جو لوگ نمونہ سلطنت سے ماہر ہین وہ اس بات کو خوب سمجھتے ہین کہ یہ سلطنت اُس قسم کی ہے کہ جسکا وجود پہلے دنیا مین نہ تھا یہ سلطنت انگریزونکی عالی دماغی اور بلند نظری اور مغل بادشاہونکی عیاشی۔ کاہلی اور والیان ملک کی باہمی پھوٹ اور غارتگری نے ایجاد کی ہے۔ اس ایجاد کا سلسلہ سوداگری سے شروع ہوکر قیصری پر پہونچا ہے سنہ ۱۵۹۹ء اور سنہ ۱۸۷۷ء اور ملکہ الزبتھ اور ملکہ معظمہ وکٹوریہ کو دیکھنا چاہیے کہ ایک ملکہ نے ایک سنہ مین تجارت کرنے کا ٹھیکہ دیا اور

دوسری ملکہ نے دوسرے سنہ مین خطاب قیصری اختیار کیا۔ اس دربار قیصری مین نواب سیّد کلب علیخان بوجہ علالت شریک نہ ہو سکے مگر اپنی جانب سے ولی عہد سیّد مشتاق علی خان کو مع جنرل سیّد علی اصغر خان اور مختصر ہمراہیون کے دربار دہلی کو بھیجا۔ لارڈ لٹن صاحب ویسرائے نے نواب سیّد کلب علی خان کے عذر کو قبول کیا اور نشان قیصری جس پہ نواب صاحب کا پورا نام مع خطاب لکھا ہوا تھا مرحمت کیا۔ بجائے تیرہ توپون کے پندرہ توپون کی سلامی مقرر ہوئی۔ اور ۱۸۷۸ء مین خطاب مشیر قیصرہ مزید ہوا۔ مگر یہ دونون اعزاز آپکی ذات سے متعلق رہے[1]

۲۶ اگست ۱۸۷۸ء کو مسٹر ایڈورڈ صاحب کمشنر و ایجنٹ ریاست بحکم سر جارج کوپر صاحب لفٹنٹ گورنر ممالک متحدہ رامپور مین آئے اور ایک دربار ترتیب دے کر تمغائے قیصرہ مرسلہ لارڈ لٹن صاحب ویسرائے کشور ہند پہنایا اور سند شاہی عطیہ جناب قیصرۂ ہند دے کر آپ کے حسن انتظام کی تعریف کی۔

قحط سالیون مین نوابصاحب کی طرف سے امداد

۱- ۱۸۷۴ء کے قحط بنگال مین نواب سیّد کلب علی خان نے قحط زدگان بنگال کے لیے معتد بہ رقم عنایت کی جس کی وجہ سے لارڈ نارتھ بروک صاحب گورنر جنرل کشور ہند نے نوابصاحب کا شکریہ ادا کیا۔

۲- ۱۸۷۸ء مین بوجہ نہونے بارش کے مخلوق سخت تکلیف قحط مین

---

[1] دیکھو تاریخ جلسہ قیصری مصنفہ جی ٹال بائز ویلر ۱۲

گرفتار تھی خصوصاً غریب اشخاص مزدوری پیشہ اور کاشتکار لوگ بلاے فاقہ کشی مین روز و شب گریان و نالان تھے نواب سیّد کلب علی خان نے بنظر ترحم و الطاف اپنی فاقہ کش رعایا کی دستگیری کی اور غلّے وغیرہ کی تقسیم کا یہ طریق تجویز کیا کہ ہندوؤن کو دیال داس پسر شیو پرشاد کی معرفت چنے تقسیم ہوتے تھے اور مسلمانون کو شہر مین چند مقامات پر دوسرے اہلکاران ریاست کی معرفت غلّہ تقسیم ہوتا تھا ریاست کی ہر ایک تحصیل کو بابت اژ دو دو ہزار روپیہ تحصیلدارون کے پاس بھیجدیا تھا کہ کاشتکارون کو بطریق مناسب مدد دیجاے اور بہت سے کام عمارت اور سڑکون کے ڈالنے کے جاری کیے تھے تاکہ طاقتور آدمی مزدوری کرکے پرورش پائین اور ضعیف ـ کم طاقت بوڑھے لوگون کے لیے غلّہ تقسیم کیا جاتا تھا۔ مزدورونکو روز کے روز مزدوری ملتی تھی ان مزدورون اور مزدوری کی کوئی تعداد مقرر نہین ہے البتہ غلّہ جو تقسیم کیا گیا تھا وہ بیس ہزار پانسو روپے کا تھا۔ اس فیاضی و دستگیری کی ضرورت تقریباً چار مہینے تک رہی تھی اس امداد و دستگیری کے کام مین مُلکی باشندے اور پردیسی سب برابر سمجھے جاتے تھے ایک کو دوسرے پر کسی طرح کا تفوق نہین دیا گیا تھا۔ تاہم فقرا کا ہجوم دلون کی بےصبری احتیاج کی مجبوری اور کبھی کبھی بعض کارواردون کی بےپروائی سے بہت سے آدمیون کو تکلیف بھی پہونچتی تھی اور اسی ہنگامے مین ایک یتیم خانہ ریاست کی جانب سے بنایا گیا تھا اُس مین لاوارث بچے شہر اور علاقے کے پرورش پاتے تھے شہر کے متمول لوگون نے بھی اس ہنگامے مین اپنے طور پر

بہت روپیہ صرف کیا تھا۔

زخمیان روم کی امداد کے لیے چندہ بھیجنا سلطان کے یہاں سے تمغاے مجیدی آنا

نواب سید کلب علیخان نے جنگ روم و روس واقع ۱۸۷۷ء مین زخمیان روم کی امداد مین ڈیڑھ لاکھ روپیہ اپنے خزانے سے دیا اور تیئیس ہزار چھ سو تراسی روپیہ شرفاے شہر سے چندہ کرایا اور یہ روپیہ مختلف وقتون مین اس تفصیل سے بھیجا گیا۔

۲۱ مئی ۱۸۷۷ء کو اپنے خزانے سے پچاس ہزار روپیہ۔

یکم جون ۱۸۷۷ء کو چندے سے بیس ہزار روپیہ۔

۱۸ جولائی ۱۸۷۷ء کو اپنے خزانے سے پچاس ہزار روپیہ۔ اور چندے سے دو ہزار روپیہ۔

۲۲ جنوری ۱۸۷۸ء کو اپنے خزانے سے پچاس ہزار روپیہ۔ اور چندے سے ایک ہزار چھ سو تراسی روپیہ۔

اس لیے سلطان عبدالحمید خان والی روم نے اس خیر خواہی کے صلے مین ۲۳ جمادی الآخر ۱۲۹۶ہجری کو ایک تمغاے مجیدی دوسرے درجے کا عطا کیا۔ چنانچہ ۱۷ دسمبر ۱۸۷۹ء کو حسین حبیب آفندی سفیر دولت عثمانیہ سلطانی تمغا لے کر آئے۔ سلامی سر ہوئی اور برٹش گورنمنٹ سے اجازت لیکر ۲۸ دسمبر کو مسٹر اڈورڈ صاحب کمشنر و ایجنٹ کی معرفت وہ تمغا نجے طور پر لیا گیا اور

فرمان سلطانی مرقومۂ ذیل سفیر صاحب نے خود دیا۔ ۳۱ دسمبر کو اس خوشی میں دعوت اور روشنی کا جلسہ ہوا۔ یکم جنوری ۱۸۸۰ء کو سفیر صاحب رخصت ہوئے

ترجمۂ فرمان عالیشان سلطان المعظم عبد الحمید خان غازی خلد اللہ ملکہ

فرمان شریف عالی شان شاہی مطاعان سلطانی و طغرائے غراے جہان ستان سلطانی خاقانی حکمی اقالیم رکن عالی۔ چون ذات امارت مآب فخامت انتساب کلب علی خان بہادر زاد علوہ و اجلالہ والی ریاست رام پور کہ در ہندوستان واقع ست باوصاف جمیلہ متصف و متحلی ست و آن صفات جلیلہ نزد ما بدولت احترامے حاصل کردہ جالب حسن توجہ و التفات شاہانہ ام گردیدہ۔ پس ارادۂ ملوکانہ ام برائے اظہار آن بطور علامتے مخصوص و مستقل یک قطعہ مجیدی نشان ذی شان از طبقۂ ثانیہ بمشار الیہ عطا کردہ۔ بنا علیہ این براءت عالی شان تصدیر یافتہ۔ مرقومہ ۲۳ جمادی الاخرے ۱۲۹۶ ہجری۔ المحروسۃ المحمدیہ قسطنطنیہ۔

طغرائے خاتمۂ فرمان عالی شان در دوجا عبد الحمید خان۔

عبارت پشت فرمان مجیدی نشان ذی شان برات مجلس۔

متفرق واقعات کا تذکرہ

۱۔ ۷ مارچ ۱۸۷۲ء کو نواب سید کلب علی خان نے بتقریب صحت شاہزادہ ویلز بہادر ولی عہد ہند و انگلستان بڑا بھاری جشن کیا۔ جناب ملکۂ معظمہ وکٹوریہ نے نہایت منت پذیری کے ساتھ اس کا شکریہ ادا کیا۔

۲۔ ۱۵ جون ۱۸۷۹ء کو نواب صاحب نے فتح کابل کے متعلق ایک

جشن کیا۔ ایک سو ایک توپ کی شاہی سلامی سر ہوئی۔ اور بذریعۂ تار جناب ملکہ معظمہ وکٹوریہ کو فتح کی مبارک باد دی ۴۔ اگست کو سر جارج کوپر صاحب لفٹنٹ گورنر ممالک متحدہ نے جناب ملکہ معظمہ وکٹوریہ کیجانب سے خوشنودی کا اظہار کیا۔

۳۔ ۱۸ ستمبر ۱۸۸۲ء کو ایک ہزار بندوقین مرسلۂ لارڈ رپن صاحب ویسرائے کشور ہند صاحب ایجنٹ ریاست کے توسط سے رامپور میں پہونچین یہ بندوقین ٹوپی دار پرانی قطع کی اتری ہوئی تھین گو کہ نواب صاحب نے پلٹن کے واسطے بقیمت طلب کی تھین مگر ویسرائے نے نواب صاحب کی قیمتی خیر خواہی پر خیال فرما کر بلا قیمت عطا کین۔

۴۔ ۲۱ مارچ ۱۸۸۵ء کو ڈیوک کیناٹ صاحب بہادر ترائی کے جنگل مین شکار کھیلنے آئے نواب صاحب نے ۲۵ ہاتھی اور دوسرا سامان شکار اور خیمے وغیرہ جنرل اعظم الدین خان کے ہمراہ سنڈیا گھاٹ بھیجے۔ جنرل صاحب نے بہت عمدہ طور پر شکار کھلایا۔ ۲۸ مارچ تک آٹھ شیر مارے شہزادہ موصوف نواب صاحب اور جنرل صاحب کے کمال ممنون ہوے اور عمدگی انتظام کی نسبت اپنی چٹھی مورخہ یکم اپریل ۱۸۸۵ء مین جو مقام میرٹھ سے نواب صاحب کے نام لکھی تھی اظہار توصیف کیا بلکہ اس خوشنودی کے جلدو مین اپنی اور اپنی لیڈی صاحبہ کی تصویرین نواب صاحب کے واسطے صاحب ایجنٹ کی معرفت ارسال کین۔

۵۔ نواب صاحب نے ڈیوک البنی فرزند چہارم جناب ملکہ معظمہ

وکٹوریہ کے قضا کرنے پر جن کا واقعہ ۲۸ مارچ ۱۸۸۴ء کو ہوا تھا بذریعہ تار جناب ملکہ وکٹوریہ کی خدمت مین تعزیت ادا کی ایک روز تمام محکمجات ریاست اور بازارون مین تعطیل اور ہرتال رہی۔

۶۔ دسمبر ۱۸۸۵ء مین فتح برہما کی مسرت مین جشن کیا صبح کو ۱۰۱ توپ کی شہنشاہی سلامی سر کی گئی اور شب کو روشنی ہوئی آتشبازی چھوٹی۔

۷۔ ۱۸ جون ۱۸۸۶ء کو اندور سے تار پر خبر آئی کہ ۱۷ جون کو مہاراجہ تکوجی راؤ ہلکر والی اندور نے چالیس برس ریاست کر کے قضا کی اور انکی جگہ سیواجی راؤ ہلکر مسند نشین ہوے۔ نواب صاحب کو مہاراجہ کے انتقال کا سخت صدمہ ہوا اور اسی وقت تمام محکمجات اور بازار بند کیے گئے۔

۸۔ ۲۱ جون ۱۸۸۶ء کو گوالیار سے تار پہونچا کہ ۲۰ جون کو جیاجی راؤ سیندھیا والی گوالیار نے ۳۲ برس حکومت کر کے انتقال کیا۔ نواب صاحب کو اپنے دوست کے انتقال پر صدمہ عظیم گذرا اور فوراً ہرتال کی گئی۔

۹۔ ۱۶ فروری ۱۸۸۷ء کو نواب صاحب نے بہ تقریب جشن جوبلی جناب ملکہ وکٹوریہ دربار کیا شاہی سلامی سر ہوئی شادیانے بجے روشنی ہوئی آتشبازی چھوٹی دو روز تعطیل رہی ۲۹ قیدی رہا کیے گئے۔ نواب صاحب کی تمام کارروائیون مین جوبلی کا جشن آخری کام تھا۔

نواب سید مشتاق علی خان فرزند ثانی کی ولیعہدی کی گورنمنٹ سے باضابطہ منظوری

۱۸۹۰ء مین بہ سبب لاحق ہونے عوارض چند در چند کے نواب صاحب ممدوح

کلب علی خان کو اپنی حیات کی جانب سے مایوسی ہونے لگی اور یہ خیال ہوا کہ کوئی تدبیر ایسی کی جائے کہ آیندہ کے واسطے قیام ریاست کا استحکام ہووے اور امور ریاست ہمارے بعد درہم و برہم نہ ہوں لہٰذا بہ نسبت منظوری ولی عہدی سید مشتاق علیخان گورنمنٹ سے تحریک کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بذریعہ مراسلۂ صاحب ایجنٹ مورخہ ۲۶ اکتوبر ۱۸۸۳ء نواب صاحب کو اس درخواست کی منظوری سے اطلاع ملی جس سے نواب صاحب کو فی الجملہ اطمینان ہوا۔ مگر منظور تھا کہ گورنمنٹ کی جانب سے ولیعہدی کا خلعت عطا ہو لہٰذا پھر اس بارے میں گورنمنٹ سے تحریک ہوئی یہ درخواست بھی منظور ہو کر چٹھی اطلاعی چیف سکرٹری لوکل گورنمنٹ موسومہ جنرل اعظم الدین خان سفیر ریاست مورخہ ۱۲ فروری ۱۸۸۴ء موصول ہوئی اور اس میں یہ بھی تحریر تھا کہ اس رسم کو خود لفٹنٹ گورنر بہادر ادا کرینگے۔ یہ چٹھی نیم ضابطہ تھی بعد اسکے ۲۳ فروری ۱۸۸۴ء کو باضابطہ مراسلہ صاحب ایجنٹ مورخہ ۱۹ فروری ۱۸۸۴ء مع نقل انتخاب چٹھی گورنمنٹ ممالک مغربی و شمالی نمبری ۶۳۴ اگست ۱۸۸۴ء بحوالہ چٹھی گورنمنٹ آف انڈیا آیا۔ ۱۷۔ اکتوبر ۱۸۸۴ء کو سر الیفرڈ لائل صاحب بہادر لفٹنٹ گورنر ممالک متحدہ آئے کوٹھی بے نظیر میں ٹھہرے ۱۸۔ اکتوبر کو ہز آنر نے سید مشتاق علی خان کو ولی عہدی کا خلعت پہنایا نواب سید کلب علیخان علیل تھے اسلیے اسپیچ شکریۂ نواب صاحب کی جنرل اعظم الدین خان نے پڑھی اور عطر و پان تقسیم کیے۔ تمام شہر میں روشنی ہوئی اور آتشبازی چھوٹی چوبی دروازے

بنوائے گئے تھے جنکی روشنی قابل دید تھی بہت سے حکام اس جلسے مین
مدعو تھے۔ ۱۹ کو لفٹنٹ گورنر واپس روانہ ہوے۔

جنرل اعظم الدین خان نے رپورٹ شش ماہی اوّل عہد نواب سیّد
مشتاق علیخان مین لکھا ہے کہ نواب سیّد کلب علی خان نے بذات خود اپنے
ولی عہد کی تعلیم مین نگرانی کی تھی۔ اور مادہ انتظام کی تکمیل کے لیے اُن کو
اکثر دہات ریاست مستاجری مین اپنی آخر عمر مین دیے تھے اور سمجھا دیا تھا
کہ مطالبۂ سرکاری باضابطہ طور پر ادا کیا جائے اگر بہ انتظامی یا دوسرے
سبب سے وہ قاصر رہین تو بلالحاظ بیٹا ہونے کے روپے کا بندوبست کرین
اور کئی سال تک ولی عہد موصوف نے لائق رفیقون کی امداد سے
عہدۂ صدر مرافعہ عدالت کا کام انجام دیا۔ ایک روز نواب صاحب اُنپر
ناراض ہوے جسکی وجہ سے اُن کے مزاج کو جو امراض جگر مین علیل تھے
ایسا صدمہ پہونچا کہ ماہ شوال ۱۳۰۲ ہجری مین اُن کی جانب راست پر
فالج گرا بڑی کوشش سے علاج ہوا کسی طرح اُمید نہ تھی کہ جانبر ہونگے
نواب صاحب بوجہ شدت بے قراری کے بے نظیر چلے گئے۔ تجہیز و تکفین کا
سامان بھی مہیّا ہو گیا تھا۔ خدا نے صحت دی نواب سیّد کلب علی خان کو جبکہ اپنے
جانشین کیطرف سے اطمینان ہوگیا تو اپنے اسلاف کی حکمت عملی کے بموجب اپنے آخر زمانہ
حیات مین صاحبزادہ سید شبیر علیخان کو ڈیڑھ لاکھ روپے کے پرامیسری نوٹ عطا فرما دیے۔

اہالی خاندان

نواب صاحب ارباب خاندان اور تمام ملازمین و رعایا کے لیے

کلب علی خان کو اپنی حیات کی جانب سے مایوسی ہونے لگی اور یہ خیال ہوا کہ کوئی تدبیر ایسی کی جائے کہ آیندہ کے واسطے قیام ریاست کا استحکام ہووے اور اُمور ریاست ہمارے بعد درہم و برہم نہوں پس نسبت منظوری ولی عہدی سید مشتاق علیخان گورنمنٹ سے تحریک کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بذریعۂ مراسلۂ صاحب ایجنٹ مورخہ ۲۶ اکتوبر ۱۸۸۱ء نواب صاحب کو اس درخواست کی منظوری سے اطلاع ملی جس سے نواب صاحب کو فی الجملہ اطمینان ہوا۔ مگر منظور تھا کہ گورنمنٹ کی جانب سے ولیعہدی کا خلعت عطا ہو لہذا پھر اس بارے میں گورنمنٹ سے تحریک ہوئی یہ درخواست بھی منظور ہو کر چٹھی اطلاعی چیف سکرٹری لوکل گورنمنٹ موسومہ جنرل اعظم الدین خان سفیر ریاست مورخہ ۱۲ فروری ۱۸۸۲ء موصول ہوئی اور اس میں یہ بھی تحریر تھا کہ اس رسم کو خود لفٹنٹ گورنر بہادر ادا کرینگے۔ یہ چٹھی نیم ضابطہ تھی بعد اسکے ۲۳ فروری ۱۸۸۲ء کو باضابطہ مراسلہ صاحب ایجنٹ مورخہ ۱۹ فروری ۱۸۸۲ء مع نقل انتخاب چٹھی گورنمنٹ ممالک مغربی و شمالی نمبری ۶۰۴ مؤرخہ ۱۸۸۲ء بحوالہ چٹھی گورنمنٹ آف انڈیا آیا۔ ۱۷ اکتوبر ۱۸۸۲ء کو سر الفرڈ لائل صاحب بہادر لفٹنٹ گورنر ممالک متحدہ آئے کوٹھی بے نظیر میں ٹھہرے ۱۸ اکتوبر کو ہز آنر نے سید مشتاق علی خان کو ولی عہدی کا خلعت پہنایا نواب سید کلب علیخان علیل تھے اسلیے اسپیچ شکریۂ نواب صاحب کی جنرل اعظم الدین خان نے پڑھی اور عطر و پان تقسیم کیے۔ تمام شہر میں روشنی ہوئی اور آتشبازی چھوٹی چوبی دروازہ

بنوائے گئے تھے جنکی روشنی قابل دید تھی بہت سے حکام اس جلسے مین مدعو تھے۔ ۱۹ کو لفٹنٹ گورنر واپس روانہ ہوے۔

جنرل اعظم الدین خان نے رپورٹ شش ماہی اوّل عہد نواب سیّد مشتاق علیخان مین لکھا ہے کہ نواب سیّد کلب علی خان نے بذات خود اپنے ولی عہد کی تعلیم مین نگرانی کی تھی۔ اور مادۂ انتظام کی تکمیل کے لیے اُن کو اکثر دہات ریاست مستاجری مین اپنی آخر عمر مین دیے تھے اور سمجھا دیا تھا کہ مطالبۂ سرکاری باضابطہ طور پر ادا کیا جائے اگر بدانتظامی یا دوسرے سبب سے وہ قاصر رہین تو بلالحاظ بیٹا ہونے کے روپے کا بندوبست کرین اور کئی سال تک ولی عہد موصوف نے لائق رفیقون کی امداد سے عہدۂ صدر مرافعہ عدالت کا کام انجام دیا۔ ایک روز نواب صاحب اُنپر ناراض ہوے جسکی وجہ سے اُن کے مزاج کو جو امراض جگر مین علیل تھے ایسا صدمہ پہونچا کہ ماہ شوال ۱۳۰۲ھ ہجری مین اُن کی جانب راست پر فالج گرا بڑی کوشش سے علاج ہوا کسی طرح اُمید نہ تھی کہ جانبر ہونگے نوابصاحب بوجہ شدت بے قراری کے بے نظیر چلے گئے۔ تجہیز و تکفین کا سامان بھی مہیا ہو گیا تھا۔ خدا نے صحت دی نواب سیّد کلب علی خان کوجبکہ اپنے جانشین کیطرف سے اطمینان ہوگیا تو اپنے اسلاف کی حکمت عملی کے بموجب اپنے آخر زمانۂ حیات مین صاحبزادہ سید شبیر علیخان کو ڈیڑھ لاکھ روپے کے پرامیسری نوٹ عطا فرما دیے

اہالی خاندان

نواب صاحب ارباب خاندان اور تمام ملازمین و رعایا کے لیے

علی الاطلاق فرمان روا تھے وہ اہالی خاندان جنکو ریاست سے وظائف اور پنشن دی جاتی ہے بعض کے وظیفے قدیمی اور موروثی ہین اور اکثر عنایت فرمانروا سے وقت پر منحصر ہین۔

اگرچہ نواب سید محمد سعید خان بہادر کے عہد سے یہ حکمت علی رئیسون کی جاری تھی کہ جہان تک ہوسکے اُن اخوان ریاست کے پر و بال مقراض تدبیر سے لیتے رہنا چاہیے جنکی نیش زنی کا کھٹکا ہو مگر نواب سید کلب علی خان کے اقبال اور حُسن تدبیر نے اس حکمت علی کو بھی حدّ کمال تک پہونچا دیا بعض خاندانیون مین سے صاحبزادہ سید کاظم علی خان عرف چھوٹے صاحب اور صاحبزادہ سیّد حیدر علی خان اور شمسۃ تاجدار بیگم اور سید محب علیخان عرف نیّا صاحب کو ریاست کے ساتھ گورنمنٹ انگریزی کے ساتھ مقدمہ بازی کا اتفاق ہوا اور نواب سیّد کلب علیخان پر استغاثہ گورنمنٹ کے کانون تک پہونچا مگر نواب صاحب کی گہری پالیسی نے اُنکو کامیابیان حاصل ہونے دین بلکہ جو صاحب ان مین سے جب تک مخالفانہ پیرایے مین ریاست سے باہر رہے نواب صاحب نے تنخواہ مین سے حبّہ نہ دیا جب شہر مین آگیے اور صفائی ہوئی تو تنخواہ کھولی۔ صفائی کے بعد بھی چھوٹے صاحب نے رامپور کی سکونت اختیار نہ کی بریلی مین ۹ محرم ۹۹ سنہ ۱۲ ہجری کو ستر برس کی عمر مین انتقال کیا۔

اس موقع پر جب ہم نواب سیّد کلب علی خان کے عدل و انصاف اور فیض و کرم پر نظر ڈالتے ہین تو تعجب ہوتا ہے کہ اُنھون نے اخوان ریاست کے ساتھ یہ کارروائیان کیون کین۔ لیکن یہ جو کچھ ہوا اُنکی خودسریون کا نتیجہ تھا

جب تک سیّد مہدی علی خان اور شمسۃ تاجدار بیگم اور ننّا صاحب زندہ رہے خیال مسند نشینی اُن کے ذہن سے رفع نہ ہوا ورنہ اس خصوص مین نواب سیّد کلب علیخان کا دامن انصاف ہر ایک قسم کے داغ سے پاک ہے اگر نواب صاحب اِن لوگون کو ایسی چشم نمائی نہ کرتے تو علاج کیا تھا۔ نہ اہل خاندان اپنی کارروائی سے باز آسکتے تھے نہ نواب صاحب اُن کو آزادی دے سکتے تھے۔ موقع ایسا پڑا تھا کہ بقاے ریاست اور اہل خاندان کی قوت کا اجتماع ناممکن ہو گیا تھا۔

نواب سیّد کلب علی خان کے عہد کا قانون و معدلت

اگرچہ شخصی اختیارات کا ایک لازمی خاصہ یہ ہے کہ فرمانروا سے وقت کسی عام ملکی قانون کا پابند نہین ہوتا ہے۔ شریعت کے مسلّم اُصول ہمیشہ اُسکی ذاتی خواہشون کے سانچے مین ڈھلے جاتے ہین مگر نواب سیّد کلب علیخان کا ملکی نظم و نسق اور پولیٹیکل انتظامات اور اُن کے سوشل حالات نہایت سنجیدہ تھے انتظام ریاست جس ہیئت پر اُنکے اب وجد نے منضبط کیا تھا اُسکو نا مقدور اُسی طرح قائم رکھا کوئی بڑا تغیر و تبدل نہین کیا بلکہ حق یہ ہے کہ اُن کا طرز حکومت اپنے پیشروؤن سے بھی لاجواب تھا۔

اُنکے عہد مین کوتوال شہر کو دیوانی کے مقدمات خفیفہ کا بیس روپے تک فیصلہ صادر کرنے کا اختیار تھا اور مقدمات فوجداری مین کوتوال کو قید سہ ماہ کا اختیار تھا۔ تحصیلات مین تحصیلدارون کو دیوانی کے مقدمات مین جو زر نقد سے متعلق ہون فیصل کرنے کا اختیار تھا لیکن وہ ایسے مقدمات جن مین دعوے

جائداد غیر منقولہ کا ہو فیصل نہین کرسکتے تھے اور انکو فوجداری کا کوئی اختیار نہ تھا تحصیل صرف صیغۂ دیوانی کی عدالت ابتدائی تھی۔

مُفتی دیوانی محض سول جج یعنی قاضی تھا اور اُس کو مقدمات دیوانی کی سماعت کا اختیار تھا اور یہ محکمہ باختیار ابتدائے دیوانی کی عدالت اعلیٰ تھا۔

مُفتی مرافعہ دیوانی کی تمام اپیلونکی تجویز کرتا تھا۔

صدر مرافعہ باختیارات دیوانی اعلیٰ عدالت اپیل کی تھی گو کہ اپیل خاص نواب صاحب کے حضور مین رجوع ہوسکتا تھا۔

انکے عہد مین عدالتہائے فوجداری کی یہ ترتیب تھی۔

عدالت فوجداری مُفتی فوجداری کو پورے اختیارات حاصل تھے یعنی قید ۳ سال جرمانہ حار سزائے تازیانہ ۳۰ ضرب۔

عدالت مرافعہ حاکم مرافعہ انتہائی سزائے قانونی صدر مرافعہ کی منظوری سے دے سکتا تھا۔

عدالت صدر مرافعہ اس مین حاکم صدر مرافعہ اختیارات قضاء ریاست کی عدالت عالیہ کے عمل مین لاتا تھا یہان کے فیصلے کا اپیل خاص نوابصاحب کے حضور مین ہوتا تھا۔

دیوانی کے حاکم کو مُفتی دیوانی اور فوجداری کے حاکم کو مُفتی فوجداری کہتے تھے۔عدالت مرافعہ کے حاکم کو بہ حیثیت سماعت مرافعہ دیوانی مُفتی مرافعہ و بہ حیثیت سماعت مرافعۂ فوجداری حاکم مرافعہ کہتے تھے عدالتہائے دیوانی کے خرچ کا آمدنی اسٹامپ وغیرہ پر انحصار نہین تھا علاقۂ قدیم مین جو بمقتضا بلحاظ

علاقۂ جدید کے نہایت وسیع و زیادہ ہے اسٹامپ معاف تھا۔ اُنھوں نے تیاری اسٹامپ کا کام کسی عہدہ دار سے متعلق نہ کیا تھا۔ اسٹامپ کی مہر جواہر خانے مین محفوظ رہتی تھی اور ضرورت کے وقت اپنے مصاحبین میں سے چند اصحاب کو جمع کر کے مہر اُن کو بالمشافہ ہدایت کے ساتھ دیدیا کرتے تھے۔ جو اپنی نگرانی سے سادے کاغذ پر مہر کردیا کرتے تھے۔ اُن کو جرمانے کی سزا دینی بہت ناپسند تھی۔ اکثر مقدمات بموجب شرع شریف فیصل ہوتے تھے قانون انگریزی عام طور پر رائج نہ تھا حکام عدالت دیوانی علما مقرر ہوتے تھے۔ فوجداری مین مفتی کیلیے عالم ہونے کی قید اُڑا دی تھی۔

محکمہ صدر۔ اس مین عدالتانہ خط و کتابت اور کاروبار ریاست انجام پاتا تھا بعد اختتام بغاوت ۱۸۵۷ء[۱] کے صاحبزادہ سید عباس علی خان خلف صاحبزادہ سید عبدالعلی خان عرف منجھلے صاحب فروری ۱۸۶۱ء تک کہ اس سال مین انکا انتقال ہوا حاکم صدر رہے وہ بالکل بہرے تھے انکو کچہری کے کام کی مشق اور تجربہ ہوگیا تھا البتہ اُنکے یہان اکثر محرر مزاج مین دخیل تھے۔ بعد انکے صاحبزادہ سید حیدر علیخان کچھ عرصے تک حاکم صدر رہے مگر وہ کبھی ایک گھنٹے سے زائد کارروائی روزمرہ کچہری مین متوجہ نہوے۔ سررشتہ دار اور نائب سررشتہ دار نے کامل طور سے اپنی مداخلت رکھی پھر چھٹن صاحب اور مولوی شمس الاسلام حاکم صدر ہوے لیکن ان کا بھی ترقی کے باب مین کوئی اثر نہ ہوا۔

---

[۱] دیکھو رپورٹ شش ماہی من ابتدا ۲۳ مارچ ۱۸۵۸ء لغایت ۳۰ ستمبر ۱۸۵۸ء نوشتہ جنرل عظیم الدین خان ۱۲

نواب صاحب کا انتقال ہوا تو محکمۂ عالیہ صدر مین تین ہزار اور کئی سو مثلین اور اسی قدر دوسرے کاغذات معاملات ریاست محتاج حکم آخر پائے گئے۔ حمید الظفر خان عرف ننّھے میان ڈپٹی کلکٹر مظفرنگر جو جنرل اعظم الدین خان کے بھائی تھے بحصول رخصت تین ماہ رامپور آگئے اور وہ مثلین اور کاغذات اُن کے سپرد کیے گئے اُنھون نے عرصۂ دو ماہ مین تمام مثلین فیصل اور تمام کاغذات طے کر دیئے۔

محکمۂ صدر کا سررشتہ دار نواب سیّد کلب علیخان کی بھی پیشی کرتا تھا اور کاغذات اور مقدمات سنگین صدور حکم کے لیے اُنکے پاس لیجایا کرتا تھا۔

آمدنی ریاست مالی حالت اور جواہر خانے وخزانے کی کیفیت

جس سال نواب سید کلب علیخان نے انتقال کیا تو جملہ اقسام خراج ریاست کی آمدنی بائیس لاکھ اڑتالیس ہزار نو سو ایک روپیہ سوا چودہ آنہ ہوئی تھی جسکی تفصیل یون ہے۔

علاقۂ قدیم کی آمدنی حال ۱۶۶۳۹۵۳ روپیہ ۱۴ آنہ

علاقۂ جدید کی آمدنی مال جو نواب موصوف نے تمامہ اپنی ذات خاص کے مصارف کیلیے مقرر کر لی تھی۔ ۱۸۱۶۷۱ روپیہ

آمدنی سولے یعنی مال کے علاوہ نزول نمک پرمٹ چوکیدارہ اسٹامپ اور مسکرات وغیرہ کی آمدنی۔ ۳۹۳۲۷۷ روپیہ ۹ آنہ

دو خزانے تھے ایک چھوٹا خزانہ جسکو خزانۂ عامرہ کہتے تھے اور دوسرے کو خزانۂ کلان۔ خزانۂ عامرہ سے مصارف و مداخل روزانہ متعلق تھے خزانۂ کلان وہ خزانہ تھا جس مین خزانۂ عامرہ سے وہ روپیہ جو ضرورت سے زائد جمع ہو جاتا تھا منتقل کیا جاتا تھا اور وقت اخراجات و ضرورت زائد وہان سے روپیہ لیا جاتا تھا پرامیسری نوٹ اور اشرفیان وغیرہ بھی یہان محفوظ رہتی تھین۔ خزانۂ کلان صرف گاہ گاہ کھلتا تھا خزانۂ عامرہ کی کنجی خزانچی کے پاس رہتی تھی جس کا عہدہ ذمہ داری کا ہے اور خزانۂ کلان کی کنجی خاص نواب صاحب کے صندوق مین رہتی تھی اُنکی وفات کے وقت خزانۂ کلان کے روپے کا مجموعہ ایک کروڑ پانچ لاکھ روپیہ تھا اسکے علاوہ چھیالیس لاکھ سات سو روپے کے پرامیسری نوٹ کا سرمایہ تھا اور ایک لاکھ دس ہزار چار سو بیاسی اشرفیان جمع تھین ان مین سے ایک لاکھ ہشت ماشی تھین اور سکہ متفرق دس ہزار چار سو بیالیس۔

اگرچہ کئی پشت سے رئیسان رامپور کو جواہرخانے کی طرف توجہ کامل رہی ہے اور دور دور سے جوہری عمدہ اور کمیاب مال لائے اور اُس کی قدردانی اُن کے دلخواہ ہوئی۔ مگر نواب سید کلب علی خان کو شوق خریداری جواہرات زیادہ رہا ہے۔ برسون لاکھون روپے کا جواہر خرید کیا اور بعض قبضہائے شمشیر و تاج و زیور اور انگرکھے کے لیے موتیون کی بیل ایسی نادر الوجود تیار کرائی جنکو چشم حقیقت بین دیکھکر دنگ ہوتی ہے۔

نوابصاحب[۱] کے عہد مین پٹواری کے کاغذات دیہی کی نگرانی اور جانچ کا کام کماحقہ باصول نہ تھا ادخال کاغذات دیہی کے وقت مقررہ کی پابندی پوری پوری نہ تھی پٹواری کے کام کا کوئی دستور العمل مرتب نہ تھا اکثر پٹواریون کے پاس دیہات کے نقشے و خسرے بھی نہ تھے۔ ہر سال پچھلے سال کے کاغذات کی نقل کچھ تھوڑی سی ردو بدل کر کے پٹواری تحصیل مین داخل کردیتے تھے۔ اُنکی تنخواہ بھی شش ماہی گذرنے کے بعد تقسیم ہوا کرتی تھی۔ وقت تقرر پٹواری جدید کوئی امتحان اُسکی لیاقت کے موازنے کا نہین ہوا کرتا تھا نذرانے اور حق وراثت کا لحاظ بہت تھا اس وجہ سے اکثر کم لیاقت اشخاص پٹواری مقرر ہو جاتے تھے پٹواریون کا اپنے علاقے مین آباد ہونا لازمی نہ تھا قانونگوے تحصیل کو سات روپے ماہوار ملتے تھے

علاقۂ جدید جو زمانۂ غدر کی خیر خواہی مین نواب سیّد یوسف علی خان کو برٹش گورنمنٹ سے عنایت ہوا تھا اُس کا تو بندوبست تھا اور پیمایش بھی ہو چکی تھی اور مختلف شرحونکی جمع بندی ہوئی تھی باقی تمام علاقۂ قدیم مین مستاجری قاعدہ جاری تھا اور نوابصاحب نے مستاجری پر دیہات کے بندوبست کرنے کا یہ طریقہ رکھا تھا کہ مستاجرون کی درخواست بہ تعین مالگذاری گذرنے پر اُن سے اضلافے کی فرمائش کی جاتی تھی۔ اہلکاران و ملازمان معرفت کے ذریعہ سے ہر تحصیل مین مستاجرون کو ترغیب و تحریص اضلافے کی ہوتی تھی اور سالہا سال تک بانتظار اضافہ موضع خام تحصیل

---

[۱] مضمون ذیل رپورٹ سالانہ ریاست نوشتہ قاضی ذکی الدین بابت ۱۸۸۷ء سے ماخوذ ہے۔

رکھا جاتا تھا اور آخر کو اضافے میں ہر طرح کی جدوجہد بلیغ ہونے کے بعد اُس مستاجر کے نام جو سب سے زیادہ رقم دینا قبول کرتا تھا منظور کر کے بندوبست کر دیا جاتا تھا اکثر مستاجر اپنی نادانی سے تباہ و پریشان ہو جاتے تھے اور اکثر قبل ختم میعاد مستاجری کے استعفا داخل کرتے تھے۔ لیکن بہت سے لوگ اس میں بن بھی گئے تھے کاشتکارون کی قسط بندی اس تفصیل سے تھی۔

کنوار مین - کاتک ۲؍ - اگہن ۲؍ - پوس ۲؍ - ماہ ۱؍ - پھاگن ۲؍ - چیت ۲؍ - بیساکھ ۳؍ - جیٹھ ۱؍ - کل ۱۶؍

ان اقساط مین یہ حکمت عملی مضمر تھی کہ کبھی مستاجر کے پاس سرکاری روپیہ جمع نہ رہے۔

زمینداری کے گانونکی قسط بندی کا یہ دستور تھا۔

ماہ نومبر ۴؍ - دسمبر ۴؍ - فروری ۲؍ - مئی ۳؍ - جون ۳؍ - کل ۱۶؍

نواب سید کلب علی خان نے آبپاشی کے لیے ایک نہر جدید دریاے کوسی سے باہتمام بلیغ نکلوائی۔ جو تحصیلات حضور تحصیل و ملک مین گذرتی ہے۔

اُنکے عہد مین تقریباً ہر تحصیل و دیہات کی آبپاشی مختلف تھی۔ کسی موضع مین فی روپیہ آدھ آنہ اور کسی مین پاؤ آنہ لیا جاتا تھا۔ بعض واضع پر فی صدی بارہ آنے یعنی ڈیڑھ پائی سے بھی کم مقرر تھا۔ علیحدہ ہر دو اس پور کے پانی سے جو زمیندار مستفید ہوتے اُن سے فی صدی پانچ روپے جمع بندوبست پر رسوم لینے کا

دستور تھا اور مینڈہ جو الٰی کے پانی سے مستفید ہونے والے زمینداروں سے جمع بندوبست پر صرف ڈھائی روپے فی صدی مالگذاری پر لیے جاتے تھے علاوہ اسکے مینڈھونکی بندش کے وقت تہ خانون سے مٹی اور گھانس مقدار معینہ سے مینڈھون پر پہونچانا زمینداروں کے ذمے تھا جسکی قیمت ریاست سے بہ شرح معینہ آمدنی رسوم سے دی جاتی تھی ایک تہ خانے کی مٹی کی قیمت ایک روپیہ مقرر تھا۔ جو زمیندار مینڈھے کی بندش کے وقت مٹی اور گھانس پہونچانے مین غفلت کرتے تھے تو ایسی حالت مین اُن کو حسب اقرار خود (جس وقت مین کہ ملازمین ریاست کو بلحاظ ضرورت اپنے اہتمام سے مٹی اور گھانس خریدنا پڑے) مٹی اور گھانس کی قیمت المضاعف دینی پڑتی تھی۔ جن دیہات قدیمہ مین فی روپیہ آدھ آنہ پر تھہ آبپاشی کا مقرر تھا۔ اُنکے گول اور چوگڑے کی صفائی کا خرچ دیہات کے مالگذاروں کے ذمے تھا۔ اور اُسکے ساتھ بعض دیہات مین تنخواہ ملازمین آبپاشی بھی ذمہ مالگذاران اور بعض دیہات کی ذمہ ریاست تھی۔ بعض دیہات مین گول وغیرہ کی صفائی کا خرچ بمقدار حصص معینہ ریاست اور مالگذار دونون کے ذمہ تھا مثلاً تحصیل سوار کے اکثر دیہات مین جو خرچ صفائی کا پڑتا تھا اُسکے دو خمس ریاست کے ذمے اور تین خمس مالگذاروں کے ذمے ہوتے تھے جس کے لیے بچھر و اصطلاحی لفظ مستعمل ہے اور علاقے مین یہ دستور تھا کہ مینڈھونکی بندش کے وقت دیہات متعلقہ کی رعایا سے مٹی بہ تعین تھنا نجات بے اُجرت لی جاتی تھی جس کو بیگار کہا کرتے تھے اور اسی ضرورت کے وقت

ملازمین آبپاشی پھاوڑے وغیرہ کا کام بھی رعایا سے بے اُجرت لیا کرتے تھے
نواب سیّد کلب علی خان نے غلّہ وغیرہ کا محصول کہ ایک لاکھ روپیہ سال کی آمدنی تھی یک قلم موقوف کر دیا صرف افیون۔ نمک اور شکّر کا محصول قائم رکھا لیکن اُنکے بعد جُز رس مدار المہاموں نے غلّہ وغیرہ ضروریات زندگی کے محصول کو بڑی رقم سمجھکر پھر جاری کرایا اور خلق خدا کی جیب کترکے خزانے کے توڑے بھرنا چاہے۔
منہیات اسلام کو حتی الوسع بالکل دُور کر دیا تھا صیغۂ آبکاری کو جو آمدنی ریاست کا ایک ذریعہ تھا موقوف کر دیا تھا اور کسی قسم کی شراب بنا کر یا باہر سے لاکر فروخت کرنے کی تمام علاقے مین ممانعت تھی اور بھٹیان بالکل موقوف کرادی تھین اور اسی بنا پر اور مسکرات پر محصول بڑھا کر اُن کے کم فروخت ہونے کا بندوبست کیا تھا۔ رامپور کے پٹھان جو روٹی کمانیکے ہنروں سے اکثر عاری ہین قرب وجوار کے انگریزی علاقوں سے شراب مشکیزون مین بھر کر چوری سے لاتے اور میخوارون کے ہاتھ بیچتے تھے اور جو پکڑے جاتے تھے تو سزائے سخت پاتے تھے۔
تنخواہ کی تقسیم کا سررشتہ بخشی گری سے متعلق تھا بخشی فوج کو حقوق نوملازی ملتے تھے اس سررشتہ مین ہر مہینے کی پہلی تاریخ کو برآورد گوشوارہ مرتب ہو جاتا تھا اور روپیہ اُسکے موافق خزانے سے برآمد ہو کر کل ملازمین اہل قلم و اہل سیف کی تنخواہین افسران سررشتہ کے ہاتھون تقسیم ہوتی تھین۔

نواب صاحب کی بیدار مغزی اور جزئیات پر اطلاع

نواب سید کلب علی خان کو ایک ایک جزئی واقعہ اور عام حالات کی اطلاع کا کچھ ایسا عشق تھا کہ سُن کر تعجب ہوتا ہے۔ ہرکارے تمام دن شہر میں پھرتے تھے اور شہر کا کچا چٹھا اُن کو پہونچاتے تھے۔ ہر صیغے پر جداگانہ خبر نویس اور واقعہ نگار مقرر تھے اور ریاست کا کوئی ضروری واقعہ اُن سے مخفی نہیں رہ سکتا تھا سررشتۂ اخبار اس کام کے لیے مخصوص تھا۔ اس سررشتے میں ستر آدمیوں کے قریب ملازم تھے جو ہرکارے کے نام سے پکارے جاتے تھے۔ یہ لوگ خاص اس کام پر متعین رہا کرتے تھے کہ سود و زیان ریاست کے متعلق اور خاص خبریں بالتحقیق بہم پہونچا کر منصرم دارالاخبار کے پاس تخلیے میں بیان کرتے اور منصرم اُن اخبار تازہ کو بامتیاز صدق و کذب قلمبند کرکے سررشتہ دار صدر کے پاس بھیجتا اور جس وقت کہ نواب صاحب کے حضور میں پیشی کاغذات کی ہوتی تو پرچۂ اخبار بھی سُنایا جاتا اس تعداد مذکورۂ بالا میں سے ایک ایک ہرکارہ محلہ جات شہر اور تحصیلات و تھانجات و دیگر ضروری مقامات میں متعین رہا کرتا تھا ہرکاروں کے فرائض میں یہ بات داخل تھی کہ روزانہ اخبار قابل اطلاع سرکار اپنے افسر کے پاس پہونچاتے رہیں مفصلات کے ہرکاروں کے پرچے بذریعہ ڈاک آیا کرتے تھے۔ جو خبریں قابل تحقیق و لحاظ ہوتی تھیں اُن کی کارروائی افسران عہدہ داران متعلق کے توسط سے حسب مناسب ہوتی تھی۔ اس دارالاخبار سے ریاست کو سرکاری نفع و نقصان کی خبریں اکثر ملتی رہتی تھیں۔

لیکن یہ عجیب بات ہے کہ اس قسم کی کاوش کا جو عام اثر ہوتا ہے یعنے ہر شخص سے بدگمان ہوجانا اور عوام کی آزادی سے تعرض کرنا نوابصاحب اس سے بالکل بری تھے اُنکی تاریخ زندگی کا ایک ایک حرف چھان ڈالو ایک واقعہ بھی ایسا نہیں مل سکتا جس سے اُنکی اس کارروائی پر حرف آسکے تاہم چار روپے ماہوار کے مشاہرہ وار ہرکارے کو اُس وقت مین ایک معقول عہدہ دار کی تنخواہ کا اوسط پڑتا تھا۔

تعمیرات کا شوق

نواب سید کلب علیخان کو شہر کی آرائش اور عمارات کی طرف خاص توجہ تھی اُنکی کوشش سے شہر کی حیثیت سنبھل گئی جس نے رام پور کی بنیاد ڈالی وہ نوابصاحب کے پردادا کے باپ نواب سید فیض اللہ خان بہادر تھے جنکے عہد مین نئی آبادی کے بعد رامپور کا نام مصطفےٰ آباد مقرر کیا گیا تھا مگر اُس وقت شہر مین خام مکانات اور خس پوش تھے خال خال پختہ مکان پائے جاتے تھے اور خاص قلعۂ رئیس کی تعمیر بھی ایسی شاندار نہ تھی جو قابل ذکر ہو اگرچہ نواب سید محمد سعید خان اور نواب سید یوسف علی خان نے بھی اس کام کو کچھ کچھ ترقی دی مگر پھر بھی ایسے نہ تھے جو شہر کی خوبی پیدا کرنے کے لیے کافی نہ تھی نواب سید کلب علیخان نے بڑے بڑے مشہور کاریگر اور صناع جمع کرکے عمارات جدید تیار کرانا شروع کین کوٹھی خورشید منزل و دیوانخانہ (جو نواب سید احمد علی خان و نواب سید محمد سعید خان نے بنوائے تھے) اُنکی مرمت کراکے ازسرنو درست کیا خاص بازار بنوایا قلعہ کے دروازے کی عمارت بصرف کثیر

نہایت خوشنما تعمیر کرائی یہ دروازہ دردولت کے نام سے مشہور ہوا۔ میر محمد زکی بلگرامی نے اُسکی تاریخ یون کہی۔

ساختہ دروازۂ رفعت نشان خسرو نام آور دعرش احتشام
گفت چنین سال بنائیش زکی ہست دردولت وباب السلام
۱۱۹۲ ہجری

اس دروازے کی تمام روکار مین آئینے منبت کاری مین جڑوائے تھے اور اُنکے آس پاس سبز اور سرخ اور زنگاری اور آبی رنگ بھروایا تھا اور منڈیر پر طلائی ملمع کی بُرجیان رکھوائی تھین اور دروازے کے سرپر ایک پری طلائی ملمع کی کھڑی کی تھی جس کا سر سورج مکھی کا تھا اور اس مین بطور آرسی کے آئینہ جڑا ہوا تھا اور اس پری کے دونون ہاتھون مین بازوؤن سے ملی ہوئی دو جھنڈیان ملمع کاری کی تھین یہ بُرجیان اور پری قلعہ جدید کے غربی دروازے پر نصب کی گئی ہین ایک ظریف نے ایک بار مذاقیہ اس دروازے کو گھوسن کی اوڑھنی کے ساتھ تشبیہ دی تھی یہ دروازہ جدید قلعہ کی دیوار کے اُس بُرج سے جو غرب رویہ کچہریونکی عمارات کے سامنے واقع ہے ۴۲ قدم پر جانب مشرق واقع تھا ۱۲۱۹ہجری مین نواب سید کلب علیخان نے عیدگاہ دروازے کی عوض شاہ آباد دروازے عیدگاہ تعمیر کرائی۔ اول عید الضحٰے کا دوگانہ بڑے جلوس کے ساتھ وہین ادا کیا آج تک وہی عیدگاہ قائم ہے اور ایک جامع مسجد بھی تعمیر کرائی۔ ۲۲ شعبان ۱۲۹۱ ہجری مطابق ۴ اکتوبر ۱۸۷۴ء کو علما وفضلا اور اولیاے شہر کے ہاتھ سے اسکی بنیاد کی اینٹ رکھوائی اور ۱۲۹۲ ہجری مین بنکر تیار ہوئی عمارت خوشنما اور وسیع تھی جسکے مصارف کی

تعداد لعب ۱۱ عدد ہے تفصیل اسکی یہ ہے ۔

تعمیر میں بیاسی ہزار آٹھ سو چار روپے سوا تین آنے ۔

کلسہاے ملمع طلائی چھ ہزار چار سو اٹھارہ روپے ساڑھے چودہ آنے ۔

نوابصاحب کے رہنے کے خاص مکان کا نام مچھی بھون تھا کیونکہ اسکی برجیوں پر طلائی ملمع کی مچھلیاں لگی ہوئی تھیں اُسکے قریب ایک کمرہ خس خانے کا گرمی کے آرام کے لیے تھا۔ مچھی بھون کے دروازے پر ایک لال پردہ پڑا ہوا تھا اسلیے یہ دروازہ لال پردے کے نام سے مشہور تھا اور اس دروازے کی چوکھٹ اور کواڑوں پر چاندی کے پتر چڑھے ہوے تھے ۔

بہرکیف نواب سید کلب علیخان گو روپیہ جمع کرنے کے وصف میں یکتا مانے جاتے تھے لیکن نئی تعمیر کے شوق میں اُن کی ہمت نے غیر معمولی پلٹا لیا اور ابتداے مئی ۱۸۶۵ء سے مارچ ۱۸۸۰ء تک نواب صاحب نے دس لاکھ چوراسی ہزار نو سو تیئیس روپے تین آنے تین پائی اور تین عدد اشرفی کوٹھیوں باغوں سڑکوں اور پلوں وغیرہ کی تیاریوں اور مرمت میں صرف کر دیے ۔

نواب صاحب نہایت کفایت شعاری سے کام لیتے تھے حتی کہ افسران تعمیرات پر جرمانہ کر دیتے تھے ۔ رسالدار محمود علی خان ابن شیخ علی بخش صاحب منصرم عمارات تھے ۔ نزدات میں ۳۴ ہزار ۱ سو ۸۰ روپیہ ۷ آنہ ۹ پائی کمی جانچ عمارات و نہر کوسی اُن کے نام پر باقی حساب طلب چلے آتے تھے مگر کبھی اُن سے کمی جانچ عمارات کا مطالبہ نہیں کیا گیا۔ نواب سید کلب علیخان کے انتقال کے بعد کونسل آف ریجنسی کے سامنے مولوی شمس الاسلام صاحب

اور علی بخش ڈوم عرف منا صاحب منصرم فیل خانہ کے حلفی بیان اور مولوی ارشاد حسین صاحب و مولوی عبدالحق صاحب خیرآبادی و اسد الدولہ صاحب و صاحبزادہ سید مبارک علی خان عرف منا میان ولد سیّد عبید اللہ خان پسر سیّد فتح علی خان ابن نواب سیّد فیض اللہ خان و حکیم محمد حسین خان و نواب مرزا خان داغ وغیرہ حاضرین دربار نواب سیّد کلب علیخان کی تحریرین مصدق و مؤید اس امر کی ہوتی ہین کہ نوابصاحب کو کمی جانچ کا محمود علی خان سے وصول کرنا منظور نہ تھا اور بارہا فرمایا کہ یہ رقم محمود علی خان کے ہاتھون پر محض دباؤ رکھنے کے لیے مصلحتہً درج رکھی ہے" جمع خرچ مدخلہ محمود علی خان رسالدار مین جو کمی جانچ کی گئی تھی وہ فرضی اور بلا کسی اصول کے تھی۔ مثلاً ایک عمارت کی تعمیر مین محمود علیخان کے زیر اہتمام دس ہزار روپیہ صرف ہوا اور جانچ کنندہ نے لکھدیا کہ آٹھ ہزار روپیہ لگا ہے مجروا سکی تحریر پر دو ہزار روپیہ کم کر دیا گیا۔ اور نزولات عمارت مین قائم رہا۔ اسلیے ۱۳ ستمبر ۱۹۱۶ء کو وہ روپیہ پر ورشاً محمود علیخان کو نواب سیّد مشتاق علی خان صاحب بہادر نے معاف کر کے حسابات مین مجرا دیا۔

نواب صاحب کا ذوق علمی۔ اہل علم کی قدر دانی۔ مدارس

اگرچہ بعض اہل خاندان کی سازشین۔ بار انتظام نواب سید کلب علیخان کے روزانہ اوقات اور دل و دماغ کو مصروف رکھتے تھے تاہم انکے علمی ذوق پر غالب نہین آسکتے تھے اس ریاست کو آج سے سو برس سے زیادہ ہوئے اس مدت مین ایک رئیس بھی ایسا نہین گذرا جو فضل و کمال کے شوق مین

نواب سید کلب علی خان کی شان یکتائی کا حریف ہو سکتا۔ افسوس یہ ہے کہ ریاست کے انتساب نے اُن کو نوابون کے پہلو مین جگہ دی ورنہ شاعری تاریخ۔ ادب۔ موسیقی۔ فقہ کونسی بزم ایسی ہے جہان فخر و شرف کے ساتھ اُنکو جگہ نہین دی جاتی۔ تحقیق مسائل کی جانب ہمیشہ توجہ رہتی تھی۔ مشکل اور دشوار مسئلے ہر فن کے کامل سے حل کرتے۔ مباحثے سے زیادہ ذوق تھا۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سی تحقیقات علمیہ کا ذخیرہ اُنکے ذہن مین جمع ہو گیا تھا۔ مشہور فارسی کے دیوانون اور شرحون مین شاید ہی کوئی کتاب ہو گی جو اُنکی نظر سے نہ گذری ہو کوئی تاریخی سرگذشت اکثر ہی فقہی مسائل علوم کے عمدہ مباحثے فلسفہ و حکمت کے نکتے ایسے نہ تھے جن مین وہ خود بحث و گفتگو کرنے کی لیاقت نہ رکھتے ہون ذہن خداداد حافظہ بے مثل شوق کا یہ عالم اہل کمال جمع اب کمی کس چیز کی تھی۔

نوابصاحب نے فارسی کتابین خلیفہ محمد غیاث الدین صاحب حسرت تخلص مؤلف غیاث اللغات سے پڑھی تھین جو خود علوم تحصیلی مین ناتمام تھے بلکہ زبان عربی سے ناواقف تھے۔ مسائل علمی سنے سنائے اور کتب فارسی مین دیکھکر اپنی مؤلفات مین جمع کرتے رہتے تھے اُنکی علمی معلومات کی یہ حالت ہے کہ لفظ سفسطہ کو جو حرف فا سے ہے غیاث اللغات مین سقسطہ قاف سے لکھدیا ہے (۲) اور تکسینان کو بکتینان ضبط کیا ہے حالانکہ لفظ اول مین پہلا حرف تاے فوقانی اُس کے بعد کاف تازی اُسکے بعد سین مہملہ ہے اُنھون نے پہلا حرف باے موحدہ دوسرا کاف فارسی تیسرا تاے فوقانی قرار دیا ہے

اور لفظ تمکین تحسین کا ہم وزن ہے جیسا کہ انجمن آرائے ناصری مین مذکور ہے

(۳) میر کو امیر کا مخفف کہا ہے اور یہ بھی غلطی ہے اس لیے کہ امیر اسم فاعل عربی کا ہے اور میر ترکی کا لفظ ہے سردار کے معنی مین جیسے میر لشکر میر شب- میر آب- میر سامان میرزا جیسا کہ کلیات صہبائی مین مرقوم ہے-

(۴) عبدالملک بن مروان کو بغداد کا خلیفہ بتایا ہے حالانکہ بغداد کی خلافت مروانیون کے بعد بنی عباس سے شروع ہوئی ہے-

(۵) بحر کی جمع ابحار بتائی ہے اور یہ صحیح نہین اس کی جمع بحار بحور اور ابحر ہے-

(۶) رانا لقب راجہ جیپور کا بتایا ہے اور یہ غلطی ہے یہ لقب والیان اودیپور ملک میواڑ کا ہے اُن کا یہ لقب رانا راہب کے عہد سے مقرر ہوا ہے متاخرین کا مہارانا لقب قرار پایا اور والی کو ہد کا بھی رانا لقب تھا جسکی اولاد کے قبضہ مین دھولپور کی ریاست ہے-

(۷) منتخب اللغات اور رسالہ معربات کے حوالے سے لکھا ہے کہ طبرزد طائے حطی و دال مہملہ کے ساتھ تبرزد کا معرب ہے حالانکہ ان کتب مین لفظ معرب کو ذال معجمہ کے ساتھ بتایا ہے-

نواب صاحب نے مولوی فضل حق صاحب خیرآبادی سے بھی کچھ علوم عقلیہ پڑھے تھے اور شمس العلما مولوی عبدالحق صاحب خیرآبادی سے بھی علوم عقلیہ کی بہت سی کتابین پڑھی تھین اور میر عوض علی خوشنویس سے اصلاح خط لی تھی اگرچہ نواب صاحب کی عام مجالسین بھی علمی تذکرون سے خالی نہین ہوتی تھین

لیکن مدت تک جمعہ کا دن اسی کام کے واسطے مخصوص تھا کہ علما جمع ہوتے اور ہر قسم کے مسائل اُن کے روبرو پیش کیے جاتے یہ عالم آپس میں گفتگوئیں کرکے ایک دوسرے کی گردنیں دباتے تھے نواب سید کلب علیخان خود بحث کرتے تھے لیکن اس آزادی سے گفتگوئیں ہوتی تھیں کہ گویا کسی شخص کو معلوم ہی نہیں کہ دربار میں نواب صاحب بھی موجود ہیں اور اس روز بعض بعض کو انعام بھی مل جاتا تھا اکثر اپنے ساتھ علما کو دسترخوان پر شریک کرتے اور علما سے بین الکلام وہی آداب ملحوظ رکھتے جو کہ نائب رسول کے مراتب میں نگاہ رکھنا چاہییں۔ بعض علما نواب سید کلب علیخان کے دربار میں ایسے بھی پیش تھے جو جو فروشی اور گندم نمائی سے دیندار اور ریاست میں صاحب اقتدار بنے ہوئے تھے بعض زبانی جمع خرچ اور لفاظی اور دھوکے کی دلیلوں سے علم کے دعوے دار بنے ہوئے تھے۔ مگر مولوی عبدالحق صاحب خیرآبادی خلف مولوی فضل حق صاحب خیرآبادی کا لوہا سب پر بیٹھا تھا۔ نواب صاحب مولوی صاحب کی کمال عزت کرتے تھے اور انکی نازک مزاجیوں کو جو بعض وقت اعتدال کی حد سے بھی تجاوز کرجاتی تھیں بڑے حلم و متانت سے برداشت کرتے تھے۔ مولوی صاحب مصاحبین میں ملازم تھے دو سو تیس روپیہ ماہوار تنخواہ پاتے تھے نواب صاحب اس تنخواہ کے علاوہ انکو ہزاروں روپیہ سالانہ دیا کرتے تھے مگر مولوی صاحب اپنے اسراف کی وجہ سے ہمیشہ تنگدست رہا کرتے تھے۔ وہ بھی اپنی کتب کے دیباچوں میں نواب صاحب کے نام نامی کو نہایت عزت کے الفاظ کے ساتھ یاد کیا کرتے تھے جس کی وجہ سے نواب کا ذکر

اہل علم کی مجالس مین خیر و خوبی کے ساتھ قائم رہے گا۔
مولویصاحب ایک با اخلاق اور وجیہ با مذاق شخص تھے کلام ایسا شیرین تھا کہ قند و مصری پر فوق رکھتا تھا قوت بیانیہ اور انتقال ذہنی اُنکے حصّے مین آئے تھے باریک اور مبہم مسائل فلسفہ کو بے تکلف اس خوبی سے طالب علم کو سمجھا دیتے کہ پھر جائے سوال باقی نرہتی۔ مولوی صاحب نقل حکایات اور واقعات دلچسپ سے بیان سے صحبت اور دل کو گلزار کر دیتے تھے کہ احباب کا اُنکا جلسے کو اور شاگردون کا سبق کو چھوڑنے کو دل نہ چاہتا تھا آپکے سامنے جب طالبعلم کتاب کھولے ہوئے تو ایسے لہکتے اور جھکتے تھے کہ وہ لطف باغ مین نہ گل کو حاصل ہے نہ بلبل کو مولوی صاحب کی باتون سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ عالم لطیفہ باز اور فاضل بذلہ سنج ہین چونکہ مولوی صاحب فلسفیانہ مذاق مین ڈوبے ہوے تھے جسکو پابند مذہب اور بزرگون کی لکیر پر چلتا دیکھتے تھے خاکہ اڑاتے تھے۔ گہری پالیسی کے اور زمانہ ساز آدمی نہ تھے اس لیے نواب سید کلب علیخان کے انتقال کے بعد جنرل اعظم الدین خان مدار المہام سے اُنکی نہ بنی اور رامپور چھوڑنا پڑا جب تک مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی زندہ رہے تو وہ نواب صدیق حسن خان کے کلام پر اعتراض کرتے رہے نواب صاحب اُنکے مقابلے کے لیے ہمیشہ یہ چاہتے رہے کہ مولوی عبدالحق صاحب بھوپال آجائین۔ نواب سید کلب علیخان کے انتقال کے بعد یہانکا سلسلہ روزگار جاتا رہا تو یہ وہ زمانہ تھا کہ مولوی عبدالحی صاحب بھی انتقال کر چکے تھے یہ بامید قدر دانی بھوپال ہوتے ہوے حیدرآباد گئے تو منصب دار ہوئے دو سو روپے ماہوار

مقرر ہوگئے۔ مولوی عبدالحق صاحب نواب سید حامد علیخان کے عہد اختیارات مین
پھر رامپور آئے اور نوابصاحب کی قدردانی سے وہی تنخواہ مقرر ہوگئی۔ مدرسۂ عالیہ کے
پرنسپل کردیے گئے اپنے وطن خیرآباد کو رخصت لیکر گئے تھے وہین ۱۳۱۶ سنہ ہجری مین انتقال کیا۔
ایسے صاحب کمال اور کمال آفرین لوگون کا مرنا نہایت افسوس کا مقام ہے
انکی خوبی کے لائق انکا افسوس کرنا کمال کی لاوارثی پر افسوس کرنا ہے۔

علاوہ علماے موجودہ رام پور کے جنکی معقول تنخواہین نوابصاحب نے
مقرر کردی تھین اور شہرونکے علما بھی اس شہرۂ قدردانی کو سُن کر رامپور آتے
اور نواب صاحب اُنھین رخصتانہ معقول دیتے ماہ محرم مین علما کو
طعام لذیذ و نفیس کھلایا جاتا اور اُن کے مکانون پر بھی مزعفر اور
بریانی وغیرہ کی دیگین بھیجی جاتین۔

مگر میرا جہان تک تجربہ ہے ان لوگون کے سینے مین خداترس دل اور
دل مین درد نہ تھا اپنے ہی شکم کی خیر منانے کے عالم تھے۔

نواب صاحب کے فاضلانہ لائف پر اگر کچھ نکتہ چینی ہوسکتی ہے تو یہ
ہوسکتی ہے کہ سررشتۂ تعلیم جو اُنکے عہد سے پیشتر سے مثل ایک کتاب پریشان
اوراق کے تھا اُسکی تہذیب و درستی عمدہ طور پر نہ کی ۱۸۰۹ و ۱۸۱۰ء مین صرف
دس مدرسے تھے ایک عربی کا مدرسہ خاص شہر مین تھا اس مین ۱۰ معلم اور
۸۶ طالب علم مقرر تھے یہ مدرسہ غالباً ابتداے ریاست سے قائم ہے
مگر عہد نواب سید محمد سعید خان سے غالباً اس کا پورا پورا اجرا ہوا کاغذات
سابقہ مین فقط مدرسہ لکھا جاتا تھا اور اب مدرسۂ عالیہ کہلاتا ہے

ممالک بنگال اور افغانستان سے اکثر طالب علم حصول علم کیلیے اس شہر مین آتے تھے اور مذہبی اور فلسفۂ قدیم کی تعلیم اس مدرسے مین پاتے تھے۔ ان غریب الوطنون سے تعلیم کی بابت ایک پیسہ نہین لیا جاتا تھا بلکہ برخلاف اسکے اکثر یہ لوگ شہر کی کسی مسجد مین قیام اختیار کرتے تھے تو اُنکے خورو نوش کا بندوبست محلے کے لوگ کر دیتے تھے دوسرا فارسی کا مدرسہ تھا اس مین ۴ معلم اور ۳۴ طالب علم تھے تیسرا مدرسہ محض قرآن مجید حفظ کرنے کے لیے تھا اسے مدرسۂ غوثیہ کہتے تھے اور اس مین حفاظ تعلیم قرآن کیلیے نوکر تھے چوتھا ناگری کا مدرسہ تھا اس مین دو معلم اور تین طالب علم موجود تھے پانچوان انگریزی کا مدرسہ تھا یہ مدرسہ نواب سید کلب علیخان نے قائم کیا تھا اور کل گھر مین جہان اب مہمان خانہ ہے مقرر کیا تھا اس مین دو معلم اور بیس طالب علم تھے چھٹا مدرسہ لڑکیون کا تھا اس مین ایک معلّمہ اور ۱۳ شاگرد لڑکیان موجود تھین جو وظیفہ بھی پاتی تھین اور صرف قرآن مجید پڑھایا جاتا تھا اور کچھ اُردو کی کتابین پڑھائی جاتی تھین چار مدرسے عربی اور فارسی کے شاہ آباد بلاسپور۔ ٹانڈہ اور ٹنک مین مقرر تھے ان مین ۹۵ طالب علم تھے لیکن معلّم صرف چار شخص۔ ہر مدرسے مین ایک معلّم معین تھا باقی بڑے لڑکے چھوٹے بچون کو تعلیم کر دیا کرتے تھے۔ ان تمام مدرسون کا خرچ اُن سالون مین [illegible] سالانہ کا تھا۔ خاص شہر کے مدرسون مین عربی مدرسے کے ۲۷ طالب علمون کو اور فارسی مدرسے کے ۱۳ طالب علمون کو اور مدرسۂ غوثیہ کے ۴۴ طالب علمون کو

وظیفہ ملا کرتا تھا۔ اس وظیفے کی تعداد ۶۳۴ روپے کی تھی۔ لڑکیوں کے مدرسے میں ۱۳۳ طالب علموں کو ۲۲ روپیہ ماہوار کا وظیفہ فی اسم دو روپیہ مقرر تھا۔ لڑکیاں اچھے مکان میں رکھی گئی تھیں انکو دینیات کی تعلیم ہوتی تھی۔ حفاظت اور پردے کا انتظام خوب تھا۔

کتب خانہ

اس ریاست میں کتب خانے کی بنیاد نواب سید فیض اللہ خان کے عہد سے قائم ہوئی ہے اگرچہ اُس وقت کا رجسٹر یا کوئی کاغذ دستیاب نہیں ہو سکتا جس سے اُسکی ابتدائی حالت کی شبیہ پورے طور پر کھینچی جائے لیکن عہد نواب سید محمد علیخان بہادر سے آخر عہد نواب سید احمد علی خان بہادر تک اس کتب خانے کو معتدبہ ترقی نہیں ہوئی عہد نواب سید محمد سعید خان اور عہد نواب سید یوسف علی خان میں کچھ کچھ ترقی ہونے لگی اور عہد نواب سید کلب علی خان بہادر میں ترقیات نمایاں ہونے لگیں ان کا دور اس فخر کے تاج کا طرہ ہے کسی قسم کے علم کی کتابیں ایسی کم باقی رہیں جو لپنے نادر کتب خانے میں جمع نکیں۔ کیونکہ نواب صاحب کو علوم و فنون سے خاص دلچسپی تھی اسلیے اُنکے اہتمام و توجہ کا اثر وہ ہوا جو ایک شوقین اور قدردان کا ہو سکتا تھا۔ منتخب خوشنویس نوکر رکھکے اُن سے کتب لکھواتے اور کتب ہمیشہ خریدتے رہتے تھے اور اُنکی قدر دانی کے لحاظ سے دُور دُور سے لوگ کتابیں لایا کرتے تھے جن لوگوں سے دوستانہ تعلق تھا چونکہ آپکا میلان اسی طرف پاتے تھے اسی مذاق کے تحفے ہدیہ یا بھیجتے تھے اُنکی خوش قسمتی یا قدردانی سے

۱۲ ہزار ۹ سو ۶۸ کتابین ہر علم وفن کی جمع ہو گئین نواب صاحب نادر اور نفیس کتاب کے لینے مین کسی طرح دریغ نہین کرتے تھے۔

مولوی سعد اللہ جو مشہور عالم تھے اور نوابونکے درباروں کے زیادہ خواہش مند تھے اُنکے کتب خانے مین کچھ کتابین ایسی تھین جو نوابصاحب کے کتب خانے مین نہ تھین۔ مولوی صاحب نے اس نظر سے کہ یہ کتابین ہمیشہ اُنکے بیٹے مولوی لطف اللہ صاحب کے قبض وتصرف مین رہین اور زبردستونکی دست بردسے بچین اپنی وفات سے کچھ دنون قبل یہ تدبیر کی کہ ایک مہر مین یہ عبارت کھدواکرا لوقف لایملک وہ مہرسب کتابون پہ لگادی اور ایسی کوئی عبارت کسی کتاب پر نہین لکھی جو وقف ہو جانے پہ دلالت کرتی۔ جب مولوی صاحب کا انتقال ہو گیا تو مولوی عبدالحق صاحب خیرآبادی نے نواب صاحب کو سمجھایا کہ اس عبارت سے کتاب وقف نہین ہو سکتی یہ عبارت کتب فقہ مین موجود ہے پھر وہ کتابین اس کے موجود ہونے سے کب وقف ہو جاتی ہین۔ مولوی سعد اللہ صاحب نے غیرونکے ہاتھ سے بچانے کی مصلحت کے لیے یہ کام کیا ہے نواب صاحب کو جب یہ نکتہ معلوم ہو گیا تو مولوی لطف اللہ صاحب سے نایاب کتابین لے کر اپنے کتب خانے مین جمع کرادین۔ میرے دوستو! غور سے دیکھو تو نتیجے کے اعتبار سے یہ کوئی برائی کا کام نہین کیونکہ وہ کتابین ہمیشہ کو محفوظ ہو گئین اور اسی ملک مین رہین اور علما اُن سے مستفید ہوتے رہینگے۔ نواب صاحب کی حیات مین ہر ایک مشتاق ان کتابون سے مستفید نہین ہو سکتا تھا یہ بے بہا اور نادر الوجود

کتب خانہ بآواز بلند نواب سید کلب علیخان کے علمی مذاق اور شوق کی داد دے رہا ہے اور اب بھی اس مین اضافہ نایاب کتب کا ہو رہا ہے۔ مختلف علوم و فنون قدیمہ کی قلمی عربی فارسی اور اُردو کتابین اس کثرت سے ایسی عمدہ اور کمیاب بلکہ نایاب موجود ہین جن پر کتب خانہ جس قدر فخر کرے بجا ہے۔ یہ مشرقی علوم کا کتب خانہ اگر اس کل ملک ہندوستان مین نہین تاہم ان اضلاع گرد و نواح ممالک متحدہ مین سب سے بڑا ہے۔ کتب خانے مین متقدمین و متاخرین مشاہیر خوشنویسون کے خط نسخ و نستعلیق و کوفی و ثلث وغیرہ کی کتابین لکھی ہوئی مُطلّا و مذہب اور قرآن شریف جنکی تیاری مین ہزار ہا روپے کی لاگت اور صرف کثیر آیا ہے پائی جاتی ہین بعض کتابین خود مصنفین کے ہاتھون کی لکھی ہوئی ہین۔ اکثر کتابین مثل دیوان الحادرہ اور صد کلمات جناب امیر علیہ السلام اور انوار البروق چھٹی صدی ہجری کے آغاز کی لکھی ہوئی ہین۔

حق یہ ہے کہ نواب سید کلب علیخان کی فیّاض دلی اور دلچسپی نے اپنے اسلاف کے غیر مکمّل و غیر مرتّب ذخیرۂ کتب کو ایک باشان و شوکت کتب خانہ کر کے دکھایا اور اعلیٰ درجے کے خوشنویس اور طلاساز اور نقّاش باہر سے بلوا کر نقل کتب کے واسطے ملازم رکھے اور صرف کثیر سے ہر فن اور ہر علم کی کتابین لکھوا کر اُن کے مصنفون کے مُردہ نامون کو زندہ کیا اور عرب و عجم سے قلمی اور چھاپے کے نسخے منگا کر کتب کی تعداد بہت بڑھائی۔

نواب سیّد کلب علیخان کے وقت کا فوجی نظام

انکے وقت مین فوج کی تعداد اڑھائی ہزار آدمیون سے زائد تھی اُسمین سے چھ سو سوار اور باقی پیدل تھے۔

سوار نواب صاحب کا باڈی گارڈ ایک عمدہ ترپ سوارون کا تھا اور وہ مضبوط کمیت گھوڑون پر سوار ہوتے تھے جو سب اچھّے معلوم ہوتے تھے اُنکے خُود اور توسدان جرمن سلور کے تھے جو لندن سے براہ راست ایک عمدہ اور مشہور کوٹھی سے منگائے گئے تھے اس رسالے مین ہتھیار صرف کرچ تھی۔ علاوہ اس ترپ کے ایک ترپ سو سوارون کا مختلف خدمات کے لیے تھا اور چار ترپ کا جن مین فی ترپ سو سوار تھے معمولی رسالہ تھا اس رسالے کو فتح جنگ کہتے تھے۔ یہ رسالے تلوار اور کابین سے مسلح تھے۔ باڈی گارڈ مین سپاہی کے بیس روپے اور دفعدار کے چوبیس روپے اور جمعدار کے چالیس روپے اور رسالدار کے ڈیڑھ سو روپے ماہوار مقرر تھے۔ باقی سوارونکی تنخواہ سپاہی کی اٹھارہ روپے دفعدار کی چوبیس روپے اور جمعدار کی چالیس روپے اور رسالدار کی پچھتر روپے ماہوار مقرر تھی۔ ان مین ایک وردی میجر بھی سو روپے ماہوار کا مقرر تھا۔

توپخانہ اس مین تین سو آدمی تھے جن مین سپاہی کی تنخواہ پانچ روپے اور نایک کی آٹھ روپے اور حولدار کی بارہ روپے ماہوار مقرر تھی انکے افسر دو صوبہ دار تھے ایک چالیس روپے اور دوسرا تیس روپے ماہوار پاتا تھا۔ اُنکے زیردست چار جمعدار پندرہ پندرہ روپے ماہوار کے مقرر تھے

یہ توپچی صرف تلوار سے مسلح تھے۔ توپخانے مین ۲۰ توپین موجود تھین آٹھ سے چودہ چھ پنی۔ چار نو پنی چار بارہ پنی اور ایک چودہ پنی تھی باقی پانچ توپون مین سے دو چار پنی دو دو پنی تھین اور ایک تین پنی تھی۔ ان پانچ توپون مین سے چار توپین وہ تھین کہ ۱۸۴۲ء مین نواب سید محمد سعید خان کو انگریزی سرکار سے مرحمت ہوئی تھین۔ یہ سب توپین مُنھ کی طرف سے بھرنے کی تھین اور بیلون سے کھینچی جاتی تھین انمین تے بچیس لائق کام کے تھین پلٹن یعنی باقاعدہ پیدلون کا رسالہ اس مین دس کمپنیان تھین جن مین فی کمپنی سو آدمی تھے۔ اُن کا مجموعہ ایک ہزار تھا۔ مشمول ایک بینڈ باجے کے اس پلٹن مین سپاہی کی تنخواہ پانچ روپے اور نایک کی آٹھ روپے اور حولدار کی دس روپے تھی انکے بڑے افسر دس صوبہ دار تھے جن مین سے ایک کی تنخواہ پچاس روپے ماہوار تھی یہ شخص صوبہ دار بہادر کہلاتا تھا اسکا عہدہ بمنزلے لفٹنٹ کے تھا اور باقی نو صوبہ دارون کی تنخواہ تیس تیس روپے ماہوار تھی انکے نیچے دس جمعدار بیس بیس روپے ماہوار کے مقرر تھے اس پلٹن کے پاس مُنھ کی طرف سے بھرنے کی سنگین دار بندوقین تھین جو ۱۸۵۸ء مین انگریزی سرکار سے ہزار بندوقین نواب سید کلب علیخان کو عطا ہوئی تھین۔ نواب سید محمد سعید خان کے عہد مین پلٹن قائم ہوئی تو بیرون شہر ڈونگر پور دروازے سے پون میل کے فاصلے پر ایک قدیمی کچی گڑھی تھی اُسمین اس پلٹن کا قیام تجویز ہوا اور کپتان فلس پلنیٹر کو اس پلٹن کا افسر مقرر کیا تخمیناً سترہ برس یہ پلٹن اس گڑھی مین قیام پذیر رہی اور متصل گڑھی کے

کپتان فلس کے لیے علٰحدہ بنگلہ بنوا دیا گیا جو اب تک موجود ہے۔ غدر ۱۸۵۷ء مین جب رامپور کی فوج کو نواب سید یوسف علی خان نے جا بجا متعین کیا اُس وقت پلٹن کو اپنے محلات اور خاص شہر کی حفاظت کا کام تفویض کیا اور ترپولیا کے چوک کے اندر دو کالونی مین اُس کا قیام تجویز ہوا جہان پلٹن ۱۸۹۲ء تک مقیم تھی غدر مین پلٹن نے وہ مستعدی اور افسرون نے وہ جانفشانی ظاہر کی کہ نواب سید یوسف علی خان نے فرمایا کہ پلٹن اسی مقام پر ہمارے پیش نظر رہا کرے اور اُس کی جگہ مقام گڑھی مین سوارون کا رسالہ رہا کرے ۳۶ برس پلٹن اسی مقام پر رہی۔

علی غول یعنی بے قاعدہ رسالہ پیدلون کا جن مین فی رسالہ سو جوان تھے وہ سات رسالے تھے ان مین سپاہی کی تنخواہ چار روپے دفعدار کی پانچ روپے ماہوار تھی ان کے اعلیٰ افسر رسالدار کہلاتے تھے اُس جماعت مین سات رسالدار تیس تیس روپے ماہوار کے اور سات نائب رسالدار بیس بیس روپے کے اور سات جمعدار دس دس روپے کے مقرر تھے ان رسالون مین سے دو رسالے خاص کہلاتے تھے اُن مین قریب دو سو آدمیون کے بھرتی تھے۔ یہ لوگ سرکاری مکانات کے دروازون پر اور پلنگ کے پہرے پر مقرر تھے انکے متعلق اور کوئی کام نہ تھا۔ باقی رسالے کچہریات اور تحصیلون وغیرہ کی خدمات پر مامور تھے۔ یہ بے قاعدہ پیدلون کا رسالہ تلوار اور توڑے دار بندوق سے مسلح تھا جو ٹوپی دار کی گئی تھین نوابصاحب کی حفاظت کے سپاہی جو پلنگ کا پہرا کہلاتا تھا امتیاز کے لیے چاندی کا

ایک ایک توڑا اپنے سرخ عمامے پر باندھے رہتے تھے علی غول کے پاس طنبور باجہ تھا۔
اس تمام فوج کا افسر اعلیٰ جنرل کہلاتا تھا۔ نوابصاحب بہادر کے
ابتدائے عہد سے اس عہدے پر صاحبزادہ سید علی اصغر خان مقرر تھے اُن کی تنخواہ
چارسو روپے ماہوار تھی اور یہی صاحبزادے شیخ وجیہ الزمان خانصاحب کے
انتقال کے بعد سے انگریزی سلطنت کے واسطے ریاست کی جانب سے
سفیر مقرر تھے۔ ۲۴ شعبان ۱۲۹۵ہجری مطابق ۲۴ اگست ۱۸۷۸ء کو
سید علی اصغر خان نے انتقال کیا۔ تو نواب سید کلب علیخان نے اعظم الدین خان کو
بمشاہرہ ماصہ ماہوار جنرل مقرر کیا۔ نواب ان سے بھی سفارت کا کام
لیتے تھے۔ اس ریاست میں یہ قاعدہ تھا کہ رجمنٹ فتح جنگ کی کمان کے واسطے
حسب تجویز گورنمنٹ آف انڈیا سردار بہادر مقرر ہوتا تھا۔ یہ قاعدہ عہد نواب
سید کلب علی خان تک برابر قائم رہا ۱۸۷۹ء میں وہ پابندی موقوف ہوئی
چنانچہ صاحب ایجنٹ نے اپنے مراسلہ مورخہ ۱۴ اگست ۱۸۷۹ء کے ذریعہ سے
باضابطہ گورنمنٹ کی جانب سے نواب صاحب کو مجاز کردیا کہ جس کو چاہیں
مامور کریں۔ نوابصاحب نے اس عہدے پر بھی جنرل صاحب کو ۲۰- اگست
۱۸۷۹ کو مقرر کردیا اور صہ روپے تنخواہ میں اضافہ کیے۔

پولیس

پولیس میں ۱۸۶۱ء کے ایکٹ نمبر ۵ کے بموجب کارروائی ہوتی تھی یہ پولیس فوجی قاعدے پر
بھرتی کیا گیا تھا اور اُسی قاعدے کے بموجب اُس کا رجسٹر وغیرہ چلا جاتا تھا اگرچہ انکی
تعلیم فوجی سپاہیوں کی سی تھی پولیس کے سپاہی کی تنخواہ چار روپے اور دفعدار کی

پانچ روپے سے سات روپے تک مقرر تھی اُنکے پاس چقماق دارین بندوقین اور تلوارین تھین جنکو نواب صاحب نے ٹوپی وار کرا دیا تھا۔ اور اس کام کیلیے ہر سپاہی کی تنخواہ سے اٹھارہ آنے کٹ گئے تھے اور جس نے بطور خود بندوق کو ٹوپی وار کرا لیا اُس سے کچھہ نہین کٹا سپاہیان پولیس معمولی کام کرنے کے بعد اپنے ذاتی کامون مین اکثر مصروف ہو جاتے تھے اور خاص ضرورتون کے وقت مین اپنے مقام تعیناتی پر کم ملا کرتے تھے مگر باوجود اس کے جرائم سنگین کا وقوع کم تھا اُس وقت ڈکے کا تو نام بھی سُننے مین نہ آتا تھا مجھے یاد ہے کہ انتظام کا یہ عالم تھا کہ ایک بڈھا کھوس راتون کو جو چیز چاہتا ہاتھہ مین لیے چلا جاتا جہان چاہتا پڑ رہتا علاقے مین بھی چور یا لُٹیرے کی مجال نہ تھی کہ آنکھ اُٹھا کر دیکھہ سکے۔ اہل پولیس واردات کی خبر سُنتے ہی فوراً موقع پر پہونچتے اور اُسکی تحقیق و تفتیش کرنا لازمی و ضروری سمجھتے اور واردات برآمد نہوتی تو نواب صاحب دباغت کے لیے تمام عملہ پولیس کی جس کا خاص تعلق موقع واردات سے ہوتا تنخواہ بند کر دیتے یا اُنکو معطل کر دیتے اسلیے سنگین سے سنگین واردات کا جلدی سراغ نکل آتا تھا اور پولیس برآمد کرنے مین جان توڑ کر کوشش کرتا تھا اگر شخص نے واردات کی اُسکے اپنے بیگانے سب گھیر لیے جاتے تھے اسلیے وہ ہاتھہ آجاتا تھا مشتبہ مجرم پکڑلیے جاتے تھے۔ اس مین شک نہین کہ اس مین کبھی کبھی ناکردہ گناہ بھی ایذا پا لیتے ہونگے۔ مگر سو مین دس کی نسبت ایسا ہوتا تھا۔ ورنہ پولیس ایسا جانچ کر اُن اشخاص کو پکڑتا تھا جن سے واردات کا پتہ چل ہی جاتا تھا اور ایک لکڑ کو آدمی کی شکل پر ڈول کر کوتوالی کے دروازے پر گاڑ دیا گیا تھا

نام اسکا لال خان کا لگڑ رکھا تھا کیونکہ اس کو لال رنگدیا تھا اس سے بندھکر بعض مجرم پٹتے تھے تاہم یہ علانیہ پٹوانا بیدردی اور سختی مین اُس ایذا سے کم ہے جو آج کل تہذیب کے پردے مین پہونچتی ہے۔ نام تو یہ ہے کہ مجرم کو پٹواتے نہین حکمت عملی سے اقبال جرم کراتے ہین مگر یہ حکمت عملی بہت سے دردناک مظالم سے بھری ہوتی ہے۔ آج کل باوجود اتنی قانونی کوششون کے بھی بدمعاشون کے ہاتھ سے رعایا زیادہ بے چین ہے۔ نواب سیّد کلب علیخان کے عہد مین انسداد جرائم یا دوسری عام انتظامی حالتون کا انحصار پولیس ہی کی کوششون پر نہ تھا۔ دوسرے ذرائع سے بھی بہت سے کام درست ہو جاتے تھے۔

اُس وقت علاقے مین چھ تھانے یعنی پولیس اسٹیشن تھے۔ (۱) سینگن کھیڑہ (۲) اجیت پور (۳) شاہ آباد (۴) ملک (۵) بلاسپور (۶) سوار۔ ان مقامون پر یہ پولیس کی چوکیان قائم تھین۔ ہر ایک تھانے مین ایک تھانہدار اور پندرہ سپاہی تعینات تھے۔ شہر مین سپاہیان پولیس کے رہنے کے لیے سولہ تھانے مقرر تھے۔ یہ تمام تھانے مع کوتوالی کے کوتوال شہر کے ماتحت تھے۔ شہر کا افسر پولیس کوتوال کہلاتا تھا۔ اُس کی تنخواہ پچاس روپے ماہوار تھی۔ اور تین جمعدار دس دس روپے ماہوار کے مقرر تھے۔ کوتوالی شہر مین کوتوال کے ماتحت سو سپاہی تھے انکے سوا سو سپاہی تحصیلات اور عدالتون مین متعین تھے۔ غرضکہ پانسو سپاہی مع ایک کافی تعداد چوکیدارون کے جو ہر ایک تھانے مین مقرر تھے تمام ریاست مین تھے پولیس کی تنخواہ ریاست کے خزانے سے ملتی تھی۔ سپاہیون کے علاوہ شہر مین جس قدر چوکیدار تھے انکی تنخواہ بھی ماہ بماہ

خزانے سے ملتی تھی مگر اُنکے صرف کے واسطے شہر کے مرفہ الحال آدمیون سے
چوکیداری کا ٹیکس وصول کیا جاتا تھا۔ غریب لوگون پر اس کا بار نہ تھا
یہ ٹیکس میر محلہ یا معزز لوگون کی معرفت وصول کیا جاتا تھا۔ علاقے مین
چوکیدارون کے لیے نقشی مین سے فی روپیہ پاؤ آنہ اور بٹائی مین سے
فی ہل تیس سیر ناج مقرر تھا۔ اِس کے علاوہ اُن کو گانون مین
تھوڑی سی زمین بھی معافی کی ملتی تھی۔ تمام انتظام پولیس
حاکم فوجداری کے ماتحت تھا اور پولیس کے تمام معاملات کی
کارروائی اُس کے ذریعہ سے ہوتی تھی ۱۸۸۰ء سے ۱۸۸۱ء تک کی
رپورٹ مین کُل ۲۶ خون اور ۲۳ چوری کی واردا تین پائی جاتی ہین
چوری کے مال کی سالانہ مقدار ۲۵۹۷۰ روپے سے لیکر ۴۰۳۴۹
روپے تک ہے جس مین سے ۱۳۵۷۳ سے لیکر ۱۵۲۵۷ روپے تک
برآمد کیے گئے ہین اسی طرح فی صدی ۲۳ آدمیون سے لیکر ۵۳ مجرمون تک
سالانہ سزایاب ہوئے ہین۔ مگر دختر کشی کا جرم کبھی وقوع مین نہین آیا۔

ایکبار نوابصاحب کے ایک لکھنوی مصاحب نے عرض کیا کہ حضور
بندہ زادہ جوان قابل خدمت سرکار ہے اور فلان تھانہ داری خالی ہے
اُس جگہ بندہ زادے کو مقرر فرما دیا جائے نواب صاحب نے
جواب دیا کہ یہ ملک پٹھانون کا ہے ان پر حکومت کرنا یہی لوگ
خوب جانتے ہین۔ اگر آپ پر آپ کے بیٹے کا خرچ بار ہے تو ہم اپنی جیب خاص سے
اُسکے مصارف کے لیے دیا کرینگے۔

قیدیون کی حالت

جیل خانہ حاکم فوجداری کی زیر نگرانی ایک جیلر کی سپردگی مین تھا۔ جس کے عملے مین بہت سے آدمی ماتحت تھے سنہ ۱۲۸۲ ہجری مین اس جیل خانے مین ۴۰۰ مرد اور ۴۷ عورتین مقید تھین۔ کام کاج کرنے والے قیدیون کی روزانہ اوسط چار سو آدمیون کے قریب تھی۔ ان مین سے ۱۷۵ جیل کے باہر سڑکون اور عمارات وغیرہ کے کام پر جاتے تھے باقی آدمی جیل کے اندر آٹا پیسنے رسیان بٹنے مونج کی چٹائیان بنانے کمبل بننے سوت کاتنے کپڑا بننے کاغذ بنانے قالین تیّار کرنے بانس کی چھڑیان درست کرنے پر مامور رہتے تھے۔ جیل کے صرف مین سالانہ اوسط فی قیدی ۴۵ روپے پڑتے تھے اور قیدیون کی محنت اور مزدوری کی آمدنی فی کس ۲۲۳ روپے سالانہ ہوتی تھی۔ یہ آمدنی مجرا کرکے ۲۲ روپے فی کس صرف مین پڑتے تھے۔ قیدیون کی خوراک مین فی کس اڑھائی پاؤ آٹا ڈیڑھ چھٹانک دال آدھ پاؤ بھنے ہوئے چنے نو ماشہ نمک تین ماشہ تیل تین پاؤ لکڑیان مقرر تھین اور ہفتے مین دو بار فی کس پاؤ بھر ترکاری ملا کرتی تھی کپڑون مین مَردون کو ایک کمبل اور عورتون کو دو جوڑے کپڑے سالانہ ملتے تھے۔ لیکن قیدیون کو اپنے گھر سے منگا کر صاف اور سادے کپڑے پہننے کی بھی اجازت دی گئی تھی نواب صاحب کے انتقال کے وقت ۳۷۵ قیدی مندرجہ فہرست تھے۔

نواب صاحب کی سرکار کے اہل کمال

نواب صاحب خوش اقبالی مین اپنے آباؤ اجداد سے بڑھے ہوئے تھے

علما فقرا اطبا شعرا وغیرہ تمام اہل ہنر کے بڑے قدردان اور جو یاسے کمال تھے نکتے کو کتابون کے مول خریدتے تھے۔ خصوصاً لکھنؤ کے تباہی زدون کے لیے یہی ٹھکانا تھا۔ جو وہان سے نکلتا تھا ادھرہی رخ کرتا تھا اور اتنا کچھ پاتا تھا کہ پھر دوسری طرف خیال نہ جاتا تھا۔ ہم اُن کے دربار اور عہد کے بعض اہل فضل وکمال کی یہان فہرست دیتے ہین جس سے اُن کی فیاضی کا اندازہ ہو سکتا ہے اگر اُن لوگون کے لائف لکھ کر اس فرض کو پورا پورا ادا کرنا چاہین تو اصل کتاب کے علاوہ کئی جلدین تیار کرنی پڑینگی۔ اگرچہ اُنکا دربار اکبری یا شاہجہانی دربار نہ تھا مگر اہل فضل وکمال شان یاست سے بدرجہا زیادہ تھے چونکہ نواب صاحب خود محقق اور ماہر فن تھے اور اُن کے دربار مین فروغ پانا کچھ آسان بات نہ تھی۔ شہر مین کمال عام کا رواج ہو گیا تھا اور اُس کے ساتھ نواب سید کلب علیخان کی پایہ شناسی اور فیاضیون نے اور بھی حوصلے بڑھا دیے تھے۔ نواب صاحب کے نام پر اکثر اُن شعرا کے قصیدے ہین جو آجکل اُستاد مانے ہوئے ہین جنکے دیکھنے سے اُنکی شان وشوکت کے جلسے آنکھون مین پھر جاتے ہین معلوم ہوتا ہے کہ اُنکے مصاحب بھی بڑے زندہ دل اور شگفتہ مزاج تھے

علما

مولوی عبدالحق صاحب خیرآبادی مؤلف شرح ہدایت الحکمۃ وشرح مسلم الثبوت وجواہر الغالیہ فی حکمۃ المتعالیہ وحاشیہ حمداللہ وحاشیہ میرزاہد امور عامہ وغیرہ۔ مولوی سعداللہ صاحب ابن مولوی نظام الدین مرادآبادی مؤلف القول المانوس فی صفات القاموس اور نور الصباح فی غثرات الصراح اور خلاصۃ النوادر اور نوادر البیان فی علوم القرآن اور رسالہ قوس وقزح

اور شرح ضابطہ تہذیب اور نوادر الاصول فی شرح الفصول اور عروض
باقافیہ وغیرہ۔ مولوی مسیح الدین صاحب۔ مولوی ارشاد حسین صاحب
مؤلف ارشاد الصرف وانتصار الحق وغیرہ مولوی سدید الدین صاحب
مولوی ریاض الدین صاحب۔ مولوی عبدالعلی صاحب ریاضی دان۔
مولوی عالم علی صاحب۔ مولوی محمود عالم صاحب۔ مولوی شاہ علی صاحب
مولوی سید حسن شاہ صاحب محدث۔ مولوی محمد شاہ صاحب محدّث۔
مولوی عبدالقادر خان صاحب مفتی عدالت دیوانی۔ مولوی سیف الدین
خان صاحب بلخی۔ مولوی ولی محمد خان صاحب بسمل۔ حافظ صدیق صاحب
نابینا۔ مولوی سیّد منیر علی صاحب خلف مولانا رستم علی صاحب محشی میرزاہد
رسالہ شاگرد مولوی عبدالعلی بحر العلوم۔ مولوی لطف اللہ صاحب
بن مولوی سعد اللہ صاحب۔

شعرا

منشی مظفر علی خان اسیرؔ تخلص شاگرد غلام ہمدانی مصحفیؔ۔ منشی امیر احمد صاحب
مینائی شاگرد منشی مظفر علی خان اسیرؔ۔ نواب مرزا خان صاحب داغؔ ولد نواب
شمس الدین خان صاحب شاگرد ذوقؔ۔ سیّد ضامن علی صاحب جلالؔ لکھنوی
شاگرد مرزا رضا برقؔ۔ منشی سیّد اسمٰعیل حسین منیرؔ شاگرد شیخ امام بخش ناسخ
و میر علی اوسط رشک۔ شیخ امداد علی صاحب بحرؔ شاگرد ناسخ۔ خواجہ ارشد علیخان
فلقؔ شاگرد شیخ ناسخ و خواجہ وزیر۔ حسین علی خان شادانؔ بن زین العابدین خان
عارفؔ شاگرد و نبیرۂ مرزا اسد اللہ خان غالب۔ خواجہ محمد بشیر صاحب۔

منشی امیر اللہ صاحب تسلیم لکھنوی شاگرد محمد اصغر علی خان نسیم دہلوی۔ صاحب عالم مرزا رحیم الدین حیا شاگرد شاہ نصیر دہلوی۔ مرزا معین الدین حید غمین شاگرد مرزا خانی نوازش۔ آغا علی نقی غنی شاگرد منشی سید اسمٰعیل حسین صاحب منیر۔ آغا محمد شیرازی نثار تخلص۔ مرزا احمد علی صاحب رسا رامپوری شاگرد شیخ احمد علی بیمار۔ میر محمد زکی صاحب بلگرامی زکی تخلص منشی گوبند لال صاحب صبا بخشی لالہ کنج بہاری لال صاحب حیرت تخلص۔ میر یار علی جان صاحب تخلص ریختی گو شاگرد نواب عاشور علیخان لکھنوی۔

شعرائے تاریخ گو

سید زین العابدین صاحب عرف سید منصور علی رامپوری منصور علی تخلص شاگرد میاں رفیع الدرجات نزہت۔ منشی صابر حسین صاحب سہوانی صبا تخلص شاگرد محمد انوار حسین تسلیم و مولوی محمد ایوب خان گلشن۔

کبیشر (بھاکا زبان کے شعرا)

پنڈت بدری چند صاحب ابن پنڈت اُتم چند۔ چوبے بلدیو داس تواری بلدیو تخلص ابن چوبے جگناتھ تواری۔ پنڈت دت رام صاحب دت تخلص ابن بھوانی داس۔ گوال رائے صاحب گوال تخلص ولد رائے سیوا رام۔

کاملین زبان فارسی

شیخ احمد علی صاحب احمد تخلص شاگرد عنبر شاہ خان و کبیر خان۔ عبدالرزاق خان شاگرد شیخ احمد علی صاحب۔ عبداللہ خان عرف بچا خان۔ حسین خان نامی تخلص شاگرد شیخ احمد علی صاحب۔ مولوی عبدالرحیم صاحب

عرف مولوی ابو الحمید صاحب فرخی۔

خوشنویس

۔میر عیوض علی صاحب نستعلیق نویس عدیل تخلص ابن میر چاند علی سیّد حسینی شاگرد حافظ نور اللہ صاحب۔ میر ناظر علی ناظر تخلص متبنّائے میر عوض علی صاحب۔ شیخ الٰہی بخش صاحب غریب تخلص المخاطب بمرجان رقم (یہ صاحب خط نسخ میں آغا غلام رسول صاحب کشمیری کے شاگرد ہیں اور نستعلیق میں میر عیوض علی صاحب کے) محمد کریم اللہ خان کریم تخلص شاگرد میر عیوض علی صاحب۔ سلام اللہ صاحب ولد میانجی رحیم اللہ صاحب آغا غلام رسول صاحب کشمیری نسخ نویس۔ مولوی غلام رسول صاحب رامپوری نسخ نویس شاگرد میانجی عبد اللہ۔ آغا محمد علی صاحب کشمیری شاگرد آغا غلام رسول کشمیری۔

حفاظ و قُرّاء

علی حسن صاحب۔ اور آغا علی صاحب۔

سوزخوان و روضہ خوان وغیرہ

سید امداد حسین عرف اچھے صاحب سوزخوان۔ آغا محمد حسین روضہ خوان حسین تخلص ابن آغا محمد علی ولد حاجی محمد بیگ۔ آغا محمد علی شیرازی کتاب خوان شید تخلص ابن حاجی مُلّا محمد شیرازی۔ آغا یوسف علی خان نحوی تخلص کتاب خوان

مشّاقان فنون سپاہ گری مثلاً بکیت و پھکیت و تیر انداز وغیرہ

(۱) محب علی خان بکیت ساکن کانپور یہ صاحب بانک کے کام میں

کامل تھے اور بانک لکڑی کی چھری ہوتی ہے دو آدمی ایسی دو چھریاں ہاتھوں میں لیکر آپس میں مارنے کے لیے داؤن پیچ کرتے ہین۔ تاکہ دشمن کو چھری سے مار لینے اور اُسکے حملے کو بیکار کر دینے کی مشق حاصل ہو جائے۔ بخلاف پٹے بازی کے کہ اُسکا یہ مقصود ہے کہ حریف پر چیرہ دستی کرکے اُس کو تلوار سے مار لینے اور خود بذریعہ ڈھال کے اُسکی ضرب سے بچنے پر قدرت حاصل ہو جائے زمانے کی رفتار تو دیکھیے جو فن کسی زمانے مین سپاہیانہ عادات کے لیے سرمایۂ نازش تھا۔ اُس کو نواب سید کلب علی خان نے اتنا بیہودہ سمجھا کہ محب علی خان کی تنخواہ مد مصاحبان سے نکالکر ارباب نشاط کے زُمرے مین داخل کردی وہان ساٹھ پاتے تھے یہان تین رہ گئے۔

(۲) سیّد حیدر حسین صاحب تیر انداز دہلوی۔

(۳) رسالدار میر محمد خان رامپوری وغیرہ۔

داستان گو

منشی انبا پرشاد رسا لکھنوی جن کا نام بعد قبول اسلام عبدالرحمن رکھا گیا ابن لالہ چندی پرشاد شاگرد مرزا تقی خان ہوس۔ میر نواب۔ سید حسین۔ اسی طرح بہت سے ارباب کمال مثلاً شاطر۔ نقاش۔ مصور۔ گنجفہ باز اور پہلوان بھی تھے جنکے نام بسبب طوالت کے قلم انداز کیے گئے اِن لوگون پر نوابصاحب فخر کرتے تھے کہ ہمارے یہان ایسے ایسے لائق لوگ موجود ہین کہ ہندوستان مین جن کا نظیر نہین ہے اور طبعی غیور ہونے کے باعث اُن کو یہ امر بھی گوارا نہ تھا کہ خاندان کا آدمی یا معزز ملازم کسی دوسرے رئیس سے

التجا سے ملازمت کرے۔

طرفہ یہ ہے کہ نواب صاحب نے ملازمین کی تنخواہ باعتبار تعلق وکمال فن بہت ہی کم رکھی تھی زبانی خاطر ومدارات ودلدہی اور انعام وعنایات زیادہ کرتے رہتے تھے۔ مثلاً محمود علی خان رسالدار کہ سو روپئے ماہوار تنخواہ پاتے تھے اصل خدمت رسالداری کی انجام دیتے تھے۔ میر عمارت بھی تھے یعنی جس قدر تعمیر ومرمت مکانات سرکاری کی ہوتی تھی اُنھی کے انتظام سے ہوتی تھی۔ مصاحبت رئیس بھی کرتے تھے اور اُن ریاستوں مین کہ جہان رسم اتحاد رئیس تھا سفارت بھی کرتے تھے۔ اسی طرح نواب مرزا خان داغ کہ مدمصاحبان شاعران مین ملازم تھے اور کارمنصرمی اصطبل سرکاری اور فراش خانے کا بھی ان سے متعلق تھا۔ یہ قوی ہیکل اور سیاہ فام تھے اور شد بود کا علم بھی رکھتے تھے زبان اچھی تھی اور غزل کی جان تھی لیکن طبیعت قصیدے کے مناسب نہ تھی جو دو چار قصیدے لکھے بھی ہین تو وہ غزلیت کی بندش چھوڑکر قصیدے کی قوت اور اصول متانت کو نہ پہونچ سکے تنخواہ بڑے بڑے آدمیون کی کم تھی جیسا کہ اس ریاست مین آج کل ہے یہ بات کہان تھی لیکن اُنکے عہد حکومت مین عہدہ دارون کی نگاہ مشاہرے سے زیادہ صلون اور انعامات پر لگی رہتی تھی جو وقتاً فوقتاً کسی خاص خوشی یا اظہار کارگذاری کے وقت اُن کو ملتے رہتے تھے۔

تاریخ ملازمت	تنخواہ	عہدہ	نام
	ما/	شاعر	منشی امیر احمد صاحب مینائی۔

مولوی عبدالحق صاحب خیرآبادی	مصاحب	ما/	۷ جون ۱۸۶۵ء
خواجہ ارشد علیخان قلق عرف خواجہ اسد۔	مصاحب	ما/	
منشی احمد حسن خان عروج۔	مصاحب	ما/	۱۷ مارچ ۱۸۶۷ء
نواب مرزا خان داغ۔	مصاحبت وغیرہ	معـہ	۱۴ اپریل ۱۸۶۶ء
منشی مظفر علیخان اسیر۔	شاعر	ما/	
حکیم علی حسین خان لکھنوی۔	طبابت	سا/	۱۰ اگست ۱۸۶۵ء
حکیم ابراہیم خان جو نصیرالدین حیدر اور قدسیہ محل کے معالج خاص تھے	طبابت	ما سے اما تک پہونچ گئے	۲۰ ستمبر ۱۸۶۵ء
حکیم حسن رضا خان لکھنوی۔	طبابت	ما/	ایضاً
حکیم احمد رضا خان ابن حکیم حسن رضا خان۔	طبابت	سہ سے صہ کو پہونچ گئے	
حکیم حسین رضا خان ابن حکیم حسن رضا خان۔	طبابت	سہ	
میر عوض علی۔	خوشنویس	ما	
سید امداد حسین عرف اچھے صاحب	سوزخوان	صہ	
محب علی خان ساکن کانپور۔	بکیت	سہ سے پنشن کر گئے	۳ مارچ ۱۸۸۶ء
انبا پرشاد جن کا نام بعد قبول اسلام عبدالرحمن رکھا تھا۔	داستان گو	صہ	۱۴ مارچ ۱۸۵۷ء

میر نواب لکھنوی۔	داستان گو	۵ر	
باقر علی۔	گویّا	مار	۱۶ ستمبر ۱۸۶۸ء
قطب بخش عرف قطب علی المخاطب منجانب واجد علی شاہ بادشاہ اودھ بہ قطب الدولہ۔	ستار نواز	۵۵	۲۰ جون ۱۸۶۵ء
بہادر حسین	گوّیہ وبین کار	مار	۲۶ اپریل ۱۸۵۵ء

نواب سیّد کلب علیخان کے نغمہ و سرود اور عیش و طرب کے جلسے

نواب صاحب ابتدا مین نغمہ و سرود سے بالکل محترز رہے چند روز کے بعد شوق پیدا ہوا مگر اتنا ہی کہ احتیاط کے ساتھ کبھی کبھی سُن لیتے تھے۔ پھر تو ایسی چاٹ پڑ گئی کہ ایک دن ان صحبتون کے بغیر بسر نہین کر سکتے تھے لیکن اگر انصاف سے دیکھیے تو اس مین تعجب کی کیا بات ہے۔ آزادی حوصلہ مندی لطافت طبع جوشِ شباب ہمیشہ زہد کی حکومت سے باغی رہتے آئے ہین۔ فراغ اطمینان زر و مال سب کچھ میّسر تھا۔ پھر کیا چیز تھی جو اُن کو زندگی کے حظ مقاصد سے روک سکتی۔ مذہب البتہ دراندازہو سکتا تھا لیکن جدّت پسند طبیعتین اُس کو بھی کھینچ تان کر اپنے ڈھب کا بنا لیتی ہین۔ نواب صاحب کے دربار مین مغنیون کا ایک بڑا گروہ موجود تھا جنھون نے علمی اُصول و قواعد کے موافق موسیقی کو معراج کمال تک پہونچا دیا تھا اور جن مین قطب الدولہ ستار نواز۔ باقر علی گویا۔ بہادر حسین بین کار۔ امیر خان بین کار اس فن کے استاد

تسلیم کیے گئے تھے۔ اور ان مغنیون کے سوا ایک گروہ طوایفون کا تھا جن سے نواب صاحب کے جلسون کو زینت تھی۔ جن لوگون نے نواب صاحب کو کبھی فقہا و رحدیث کا تذکرہ کرتے دیکھا اور کبھی اہل کمال کے ساتھ اُن کی عالمانہ بحثین سُنی ہین اگرچہ اُن کو اُن کے ان عیش و طرب کے جلسون سے تعجب ہوگا مگر انصاف یہ ہے کہ یہ جلسے بھی علمی مذاق سے بالکل خالی نہ تھے اس قسم کے جلسے جو شاعرانہ جذبات کو پورے جوش کے ساتھ اُبھار دیتے ہین اگر متانت و تہذیب کے ساتھ ہون تو انشا پردازی پر نہایت عمدہ اثر پیدا کرتے ہین۔ نواب صاحب خود سخن سنج اور موسیقی کے ماہر تھے۔ یاران مجلس بھی عموماً نازک خیال اور نکتہ شناس تھے۔ بات بات پر شاعرانہ لطیفے ایجاد ہوتے تھے کبھی موسیقی کی بحث چھڑ جاتی۔ کبھی مصرعون یا شعرون پر شعرا کی طبع آزمائیون کا امتحان ہوتا۔ کبھی الفاظ کی تحقیقات ہونے لگتی۔ مگر ہر ایک صحبت کے لیے ایک وقت خاص نہایت پابندی کے ساتھ مقرر تھا۔

نواب سیّد کلب علیخان کا مذہب اور رنیک کامونمین اُنکی سخاوت

نواب صاحب سُنّی مذہب حنفی مشرب تھے اور اس مذہب کے نہایت حامی و پابند تھے۔ جب آپ مسند نشین ہوے تو عشرۂ محرم مین جو امام بارہ سرکاری مین مجالس عزا منعقد ہوا کرتی تھین اُنکے صرف مین ترمیم کی اہل شہر بدستور مصروف عزاداری رہے۔ ہر سال تعزیے بکثرت بنتے رہے اور باضابطہ عام طور پر نواب صاحب مانع بھی نہوے۔ زمانے کا انقلاب دیکھو اُن کے پوتے کے

وقت مین یہ عالم ہوا کہ حامدی دربار کا رنگ ہی اور ہو گیا جو لوگ ایک زمانے مین دب کر سختی اُٹھاتے ہین کچھ عرصے کے بعد زمانہ ضرور اُنھین اُٹھا کر بلند کرتا ہے

نواب سید کلب علی خان اس بات مین بے شک نہایت تعریف کے مستحق ہین کہ باوصف اعلےٰ درجے کے عیش وعشرت کے مذہبی معاملات مین نہایت راسخ تھے فرائض اور اعمال کے سخت پابند تھے۔ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اُنکی جو سچی ارادت تھی عاشقانہ وارفتگی کی حد تک پہونچ گئی تھی۔ جب ایک نشان قدم پتھر پر آنحضرت کے قدم شریف کے نام سے اُنکو ملا تو اُس کو نہایت عقیدت کے ساتھ بے نظیر کے متصل ایک مذہبی زیارت کے طور پر قائم کیا اور اُسکی خوشنما عمارت تیار ہو کر ۱۶ محرم ۱۲۹۸ ہجری مطابق ۲۶ مارچ ۱۸۸۱ء کو منگل کے دن اُسکی رسم افتتاح ادا کی گئی۔ محدثین کو اس بات مین اختلاف ہے کہ آنحضرت سے کوئی ایسا معجزہ ظہور مین آیا ہے یا نہین۔ سیرت شامی مین معجزۂ قدم کا انکار ہی کیا ہے۔ ایک بار وہ قدم نواب صاحب کے عہد مین چوری بھی گیا تھا جو بہت سی کوشش کے بعد دستیاب ہوا جب سے نوابصاحب نے انتقال کیا ہے قدم شریف کا بھی چرچا گھٹ گیا۔

مسند نشینی سے آٹھوین برس نواب صاحب زیارت حرمین شریفین کو گئے اور حج کیا اور لاکھون روپیہ اس نیک کام مین خرچ کیا۔ ناظرین کو چاہیے کہ اس موقع پر اُنکے سفر حج پر ایک بار اور نظر ڈالین۔ اخبار دبدبۂ سکندری مین

نظر سے گذرا ہے کہ ۱۲۹۶ھ ہجری میں جب جبہ مقدس حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رامپور میں آیا تو نواب سیّد کلب علی خان کو رویت جمال سراپا کمال حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوئی فرمایا کلب علی کیا چاہتا ہے۔ عرض کیا یارسول اللہ آپ کے دولت دیدار سے مالا مال ہوا سعادت دارین ملگئی اس سے بڑھکر اور کیا نعمت ہے جو طلب کرون۔ فرمایا نہین۔ عرض کیا اے شہنشاہ دوسرا علیک التحیۃ والثنا دم مرگ میری مدد ہو حضور رحمت گنجور نے وعدہ فرمایا۔ جب نواب سید کلب علیخان بیدار ہوے تو خدام جبہ شریف سے بخواہش تمام استدعا کی کہ آپ رامپور ہی مین قیام پذیر رہین۔ انھون نے قبول کیا اور ایک سو تیس روپلے ماہوار اُن کی نذر مقرر کی گئی۔ نواب سیّد کلب علی خان ہمیشہ خدام تبرکات مقدس کو تحفے کھانے میوے وغیرہ بھیجتے رہتے تھے اور صبح وشام جب صلوٰۃ شریف کی آواز سُنتے تو رویا کرتے تھے۔ خدام جُبّہ شریف کو اہل شہر سے بھی بہت کچھ آمدنی ہے جس گھر مین یہ جُبّہ زیارت کو جاتا ہے صاحب خانہ تمام خُدام کیلیے کھانا پکاکر اُن کے گھر پر پہونچاتا ہے۔ علاوہ صاحب خانہ کے زر نقد کے زیارت کرنے والی عورتین انگوٹھی چھلّے دوُ آنی۔ چوانی۔ اٹھنی روپیہ حسب حیثیت دیتی ہین۔

کہتے ہین کہ یہ جُبّہ شریف وہی ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا تھا۔ اور اُن سے سادات جلال آباد تک پہونچا۔ شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے

تذکرۃ الاولیا مین لکھا ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اُن کی وفات کے وقت دریافت کیا گیا کہ آپ کا مرقع کس کو دیا جائے فرمایا اویس قرنی کو چنانچہ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے کوفے مین وہ مُرقع اُن کو دیدیا مگر صحاح ستہ اور اُن کی شروح اور اسماء الرجال اور سیر کی کتابون مین کہین اس کا ذکر نہین آیا ہے ہان صحیح مسلم کی ایک حدیث مین اویس قرنی کا ذکر آیا ہے مگر مُرقّع اور جبّہ کا نشان بھی نہین۔

نواب صاحب نے منہیات اسلام کو بالکل دور کر دیا شراب کی بھٹیان بالکل موقوف کرا دین ماہ رمضان مین کسی کی یہ مجال نہ تھی کہ علانیہ شارع عام مین کوئی چیز کھا پی سکتا۔ ہنود بھی ایسی جرأت نہین کر سکتے تھے۔

اولیاے کرام اور خدّام و مجاورین مزارات کے لیے وظیفے مقرر کیے مساجد کی مرمّت اور اخراجات کے لیے ایک رقم منظور فرمائی۔ ۵ اشعبان ۱۳۰۰ہجری کو جب سید غیاث الدین دیوان درگاہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ یہان آئے تو نواب صاحب نہایت ادب سے ملے۔ اور شیخ محمد صالح بن احمد خازن بیت اللہ شریف آئے تو اُن کو رنگ محل مین ٹھہرایا اور بہت کچھ نذر کیا۔ اجمیر مین بصرف کثیر تین مکان مسافرون کے لیے بنوائے جو سید رحمت علی وکیل کے سپرد ہین ایک شامیانہ کارچوبی مزار حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری

رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے بھیجا جو اس وقت تک وہاں استادہ ہے۔

جب سُنا کہ جامع مسجد دہلی جس کو شاہ جہان شہنشاہ ہند نے تعمیر کرایا تھا اکثر جگہ سے شکست ہو گئی اور انجمن اسلامیہ دہلی اُس کی مرمت کے واسطے چندے کا اشتہار دیا چاہتی ہے تو آپ نے انجمن اسلامیہ دہلی سے دریافت کیا کہ کسقدر روپیہ اُس کی مرمت کے واسطے درکار ہے۔ انجمن نے تخمینے کی فرد بھیجی جس کی تعداد ایک لاکھ بارہ ہزار روپیہ تھی۔ نوابصاحب نے سکرٹری انجمن کو لکھا آپ فراہمی چندے کی فکر نہ کیجیے یہ سب روپیہ ہم دینگے چنانچہ ایک لاکھ بچپن ہزار روپیہ اس کام کے لیے دیا گیا۔ لوکل گورنمنٹ کے ذریعہ سے یہ روپیہ صاحب کمشنر دہلی کے پاس بھیجدیا گیا کہ بطور مناسب کسی معتمد خاص کے توسط سے مرمت مسجد مین صرف کرین علاوہ اس مدد کے نوابصاحب نے دریان اور شامیانے اور سائبان بھی بھیجے۔

۲۹ محرم ۱۳۰۳ہجری کو مدینۂ منورہ سے تبرکات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جن مین موے مبارک اور دوسری چیزین تھین رامپور آئے نوابصاحب کی طرف سے کمال عقیدت کے ساتھ اُن کا استقبال کیا گیا ہاتھی اور سوار اور پیدلون کا رسالہ مع اور سامان جلوسی کے بھیجے گئے اور اسلامی شوکت کا بخوبی اظہار کیا گیا۔ ۱۷ شوال ۱۳۰۳ہجری کو ڈیڑھ سو خدام اجمیر شریف رامپور مین آئے تخمیناً چھ ہزار روپئے ہر ایک کو علی قدر مراتب دیے اور اُنکی مہمانداری عمدہ طور سے عمل مین آئی۔

جب اہل مجلس قومیون عین زبیدہ خاتون نے مرمت نہر زبیدہ کیلیے چندے کے اشتہارات دیے تو نواب سیّد کلب علی خان نے خاص خزانہ ریاست سے ساٹھ ہزار روپیہ اس تفصیل سے بھیجا۔

۲۹-اپریل ۱۸۸۳ء کو بیس ہزار روپیہ - ۱۹ جولائی ۱۸۸۳ء کو چالیس ہزار روپیہ -

عمائد شہر سے بھی بہت سا روپیہ چندہ کرا کے روانہ کیا جس کا شکریہ اہل مجلس نے بڑے شدّومد کے ساتھ اپنی فہرستہاے چندہ مین چھپوا کر شائع کیا۔ یہ نہر کوہ عرفات اور جبل ابو قبیس کے میدانون مین ہوتی ہوئی مصر کی طرف سے مکہ معظمہ مین آئی ہے بازارون مین زنجیرہ بندی سے روان ہے پانی اس کا نہایت شفاف اور خوش ذائقہ ہے۔ یہ نہر پختہ ہے اور اس کی شاخین جا بجا ہین کہنگی تعمیر کی وجہ سے روانی مین نقصان آ گیا تھا جسکے باعث لوگون کو تکلیف تھی ایک سال کے عرصے مین کوہ عرفات سے مکہ معظمہ تک کہ تقریبًا بارہ میل کا فاصلہ ہے بالکل دُرستی ہو گئی پہلے زمانے کی بہ نسبت کثیر شاخین کی گئی ہین پیشتر ایک مشک آٹھ آنہ کو حجاج کو مشکل سے ملتی تھی اب آدھ آنے کو مشک آتی ہے اس نہر مین مختلف مقامات پر خزانے مثل چھوٹے تالابون کے بنے ہین جنکے ذریعہ سے آبکشی مین آسائش و آرام ہے۔

نواب صاحب نے اپنے خزانے مین سے چہرہ دار منڈے روپے الہری چوٹی کے چھٹوا کر اور کچھ غیر مسکوک چاندی ملوا کر ایک نقرئی زینہ

قیمتی چھیاسی ہزار تین سو تریسٹھ روپے پندرہ آنے کا بنوا کر جنوری ۱۸۵۳ء مین حسین بخش خان رسالدار برادر علی بخش خان کے ہاتھ مکہ معظمہ کو بھیجا مگر حکام مکہ معظمہ نے اُسکی منصوبی منظور نہ کی اور کہا کہ اس باب مین حضرت سلطان روم کی اجازت آنا ضرور ہے۔ اس لیے حسین بخش خان نے ارکان قسطنطنیہ سے حصول اجازت کے لیے تحریک کی اور عبد الشکور ابن جعفر آفندی نے اس کوشش مین اُن کی بہت کچھ اعانت کی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ علما نے یہ اعتراض کیا تھا کہ چاندی کا مردون کے استعمال مین آنا ممنوع ہے تو دوبارہ رسالدار حسین بخش خان نے عثمان پاشا کے ذریعے سے حضرت سلطان کی خدمت مین درخواست کی اور اُن کی توجہ سے زینے کی منصوبی کا حکم حاصل ہوا اور یہ رائے قرار پائی کہ زینہ عورتون کے کام مین آیا کرے۔ دروازۂ خانہ کعبہ اونچے پر ہے اس لیے اُس مین داخل ہونے کے لیے زینے کی ضرورت ہے اور اب تک یہی زینہ عورتون کے لیے لگایا جاتا ہے یہ کل کارروائی دو برس کے عرصے مین ختم ہوئی اور حسین بخش خان کو اس مدت مین دو حج نصیب ہوئے

نواب صاحب حضرت غوث اعظم محی الدین عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے بہت محبت رکھتے تھے اور ابتدائے شعور سے اُنکی فاتحہ ہر مہینے مین کیا کرتے تھے۔ جب مسند نشین ہوے تو یہ حکم دیا کہ مقدار زرنذر ہر مہینے مین زیادہ کی جائے۔ چنانچہ اُن کی مسند نشینی کو تخمیناً ڈیڑھ سال گذرا ہوگا کہ اُس مقدار زرنذر نے اس قدر ترقی پائی کہ اُسی مین مدرسۂ غوثیہ قائم کیا گیا

اس مدرسے مین محض قرآن شریف حفظ کرایا جاتا تھا اور کچھ زنان بیوہ کی تنخواہین مقرر کی گئین۔ نواب صاحب کو سلسلۂ متبرکہ نقشبندیہ مین حضرت مولانا عبدالرشید صاحب قدس سرہما سے بیعت ہے۔ یہ خاندان امام ربانی احمد مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد مین انتخاب ہے کوئی آفتاب ہے کوئی ماہتاب ہے سلسلۂ نسب ان کا اس طرح ہے شاہ احمد سعید صاحب خلف اکبر شاہ ابوسعید صاحب ابن حضرت صفی القدر بن حضرت عزیز القدر بن حضرت عیسیٰ بن حضرت سیف الدین بن حضرت خواجہ محمد معصوم بن حضرت مجدد الف ثانی۔ مولانا عبدالرشید صاحب کے خلف الرشید شاہ محمد معصوم صاحب جب حرمین سے رامپور مین تشریف لاے تو نوابصاحب نے اُنکے ساتھ بہت سلوک کیے۔

ہر ایک وارد اور صادر درویش کے ساتھ نواب صاحب بڑی تعظیم سے پیش آتے۔ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب ساکن گنج مراد آباد جب کسی بندۂ خدا کے کام کے لیے نوابصاحب کو سفارش لکھتے تو اُنکے خط کے چھوٹے سے بیرنگ لفافے کا یہ القاب ہوتا میان کلب علیخان سلمہ اللہ تعالےٰ کو پہونچے نوابصاحب اس قدر تحریر کو بھی نہایت ادب سے دیکھتے۔

نواب صاحب کے دربار مین رامپور کے رہنے والون مین سے

وہ جن کو نکا بہت بڑا اثر تھا۔

۱۔ مولوی ارشاد حسین صاحب مرحوم مرید حضرت شاہ احمد سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے مریدون مین حضرت کے لفظ سے پکارے جاتے تھے اُنسے

نواب صاحب کو دلی عقیدت تھی مولوی صاحب فقیہ اور صوفی تھے
نواب سیّد صدیق حسن خان کو چونکہ امام ابو حنیفہ صاحب کے مقلد و نسے
دلی بیر تھا اس لیے اُنھون نے ابجد العلوم مین مولوی صاحب کو
خیر و خوبی سے یاد نہین کیا۔ نواب سید کلب علی خان کو مسائل شرعیہ مین
اُن سے بہت دستگیری تھی مولوی صاحب جس آزادی و دلیری سے
مسائل فقیہ مین نواب صاحب کے ساتھ رَدّ و قدح کرتے تھے شخصی حکومتون
اسکی بہت کم مثالین مل سکتی ہین نواب صاحب اپنے اجلاس سے
اکثر مقدمات کی مثلین بھی راے لکھنے اور فیصلہ تجویز کرنے کے لیے
مولوی صاحب کے پاس بھجوا دیا کرتے تھے۔ نواب صاحب نے مولوی صاحب کو
وقتاً فوقتاً زرکثیر عطا کیا کبھی چار ہزار روپیہ دیا اور کبھی دو ہزار مدِّ زکوٰۃ
و مصرف خیر وغیرہ سے بھی رقم مجموعی مولوی صاحب کو تقسیم کے واسطے
دیجاتی مولوی صاحب نہایت منتظم تھے ایکبار میرے سامنے کہ
مین تفسیر بیضاوی کے سبق مین اُنکے یہان شریک تھا ایک کمھار
اُپلے فروخت کرنے کو لایا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ اُپلے اُس وزن کے
اُپلون سے ہلکے ہین۔ اُسنے انکار کیا مولوی صاحب نے تحقیق کے لیے
ترازو منگاکر اُن کا وزن کراکر فرق دونون مین دکھا دیا۔ مین نے
اس واقعہ کی نقل مولوی عبد الحق صاحب خیر آبادی کے سامنے کی
وہ فرمانے لگے کہ اُن کے ہر تار نفس کو تار پیراہن سے تعلق ہے۔
مولوی صاحب نے نواب سیّد کلب علی خان کا دَور اس طرح بسر کیا تھا

شریعت کے پردے مین دربار کے ایوان امیرونکے دیوان بلکہ رعایا کے گھر گھر پر دھوان دھار چھا رہے تھے نواب صاحب مسائل شرعیہ مین اُنھین اپنے ساتھ موافق رکھنا اپنی حکومت کا جز سمجھتے تھے۔ مولوی ارشاد حسین صاحب کا یہ عالم تھا کہ جو مین کہون وہی آیت وحدیث مانو جو ذرا چون وچرا کرے اُسکے لیے کفر سے اِدھر کوئی ٹھکانا ہی نہین۔ ولیکن اُنکے مخالفونکے پاس بھی آیتون اور روایتون سے موجود تھین۔ بلکہ علمائے سلف کے جو فتوے اپنے مفید مطلب ہون وہ بھی آیت وحدیث سے کم درجے مین نہ تھے ان تمام علما کا یہ عالم تھا کہ جب مقابلہ ہوتا تو زبانونکی تلوارین کھینچکر پل پڑتے تھے کٹے مرتے تھے آپس مین تکفیر وتضلیل کرکے ایک دوسرے کو فنا کیے ڈالتے تھے اور ایک دوسرے کا گلّہ توڑتے تھے۔

۲۔ مولوی ظہور الحق صاحب یہ بزرگ تھوڑا سا علم ظاہری بھی رکھتے تھے۔ انکے حالات عجیب وغریب ہین۔ چنانچہ ابتدا مین ریاضت اور مجاہدہ کیا اور شاہ نظام الدین صاحب بریلوی کے مرید ہوے۔ حال وقال کی طرف اتنا میلان تھا کہ صدہا مرید کر ڈالے پھر عملیات کی طرف رجوع کی اور اس پیرایے مین بہت سے مسلمانونکے مقتدا بنے جب اُنکے مرید جھبو خان ہوے تو اُن سے بہت سی دولت ہاتھ آئی۔ اُن سے زر ومال وصول کرنے کے باب مین مولوی صاحب کے عجیب وغریب ہتکھنڈے مشہور ہین۔ مولوی صاحب کو اس وجہ سے ایک امیرانہ ٹھاٹھ حاصل ہوگیا اور شہرت کے شہپرون نے پرواز کی تو نواب سید کلب علیخان بہادر کے

پاس بھی رسائی ہوگئی نواب صاحب انکی اتنی عظمت کرنے لگے کہ اُن کی کھٹولی کے سامنے مولوی صاحب کے لیے ایک کرسی بچھتی تھی مگر جب دربارداری بڑھی تو کرسی کا تکلف برطرف ہوگیا۔ مولوی صاحب کے والد مولوی ظہور الحسن صاحب کو بھی تو اپنے ایسے بلند اقبال بیٹے کے عروج پر رشک تھا چنانچہ وہ کبھی ان کو ذکر خیر سے یاد نہیں کرتے تھے اور باپ بیٹو نمین صفائی نہین رہی اور یہ بھی کہتے رہے کہ باپ کا ہم پر کیا حق ہے لیکن ان کے کہنے سے باپ کے حقوق سارے اُڑ جائینگے کبھی نہین اس دنیا پرست دیندار نے عقلمند ولیون کی طرح حق گذاری اور دین آرائی کے رنگ مین خوب جلسے جمائے۔ جب نواب سیّد کلب علیخان کا انتقال ہوا تو مولوی صاحب نے نواب سید مشتاق علی خان کے دربار مین رسائی پیدا کی ان کے جلسونمین علی بخش بھانڈ نے بذلہ سنجی کی وہ کثافت پھیلائی کہ لاحول ولا قوۃ موقت کے رنگ نے مولوی صاحب کو دعوے ولایت کے خیرباد کہنے پر مجبور کیا اور علی بخش نے اُنسے اپنی ظرافت کی لڑی ملالی۔ پھر کرنیل ونسنٹ صاحب کی پریذیڈنسی کے عہد مین یورپین حکام کو راضی رکھنے کے لیے یورپین قاعدے کے موافق ٹی پارٹی ترتیب دینے لگے اور خدمات سرکاری بھی بجالانے لگے نواب سیّد حامد علیخان بہادر کے دربار مین بھی گھسے اور اب مصاحبین کی شان مین ظہور چاہا مگر جب وہان اپنی بات نہ جمتی دیکھی تو چھاتی پر صبر کی سل رکھکر دربار کی آمد و رفت کم کی۔ غرض کہ مولوی ظہور الحق مختلف رستونکے چلنے والے تھے اور انواع و اقسام کے رنگ بدلتے تھے۔

نواب سید کلب علیخان روزے کے نہایت پابند تھے آخر مین
سنگ مثانہ کی وجہ سے روزے مین سخت تکلیف ہوتی تھی لهذا کفارہ
دیا کرتے تھے۔ نماز کے بڑے ملتزم تھے قرآن شریف کی تلاوت تو
انتقال سے تین روز قبل سے نہو سکی لیکن نماز آخیر وقت تک پڑھی اس
ریاست کے تمام والیان مُلک مین سے نواب سید کلب علی خان ہی اس
فضیلت کے ساتھ مخصوص ہوے کہ اُنھون نے خزانۂ ریاست سے
زکوٰۃ نکالنا شروع کی اور اُنہی کے دم تک یہ بات رہی۔ جب وہ
مرض الموت مین مبتلا ہوے تو خزانۂ ریاست مین مدِ زکوٰۃ کے
پانچ لاکھ روپے جمع تھے نواب صاحب نے اپنی وفات سے تین چار روز قبل
صاحب کمشنر بریلی کو ایک خط لکھوایا کہ پانچ لاکھ روپے ہم آپ کے پاس
بھجواتے ہین آپ ان کو کسی معتبر جگہ جمع کرا دین اور اس کا نفع مولوی
ارشاد حسین صاحب کو ملتا رہے وہ جہان مناسب سمجھینگے صرف کرتے رہینگے
ہم نے اُن کو اختیار دیدیا اور مالک کر دیا ہے اس خط پر نواب صاحب کے
دستخط بھی ہو چکے تھے بلکہ نواب صاحب نے یہان تک حکم دیدیا تھا کہ
خزانے سے وہ روپیہ نکالکر مولوی ارشاد حسین صاحب کے سپرد کر دینا چاہیے
اُن پر ہمارا اعتبار ہے ورنہ ان روپیون کا ہم پر قرض باقی رہے گا
مگر اس عرصے مین اُنکی حالت ردی ہو گئی اسلیے صاحبزادہ سید حیدر علیخان
اور جنرل اعظم الدین خان نے وہ خط اور زکوٰۃ کا روپیہ روک لیا۔ مولوی
صاحب کو جنرل صاحب کے ساتھ اس وجہ سے ہمیشہ بغض رہا۔ علانیہ اور

رمز و کنایہ مین اُنکی مذمت کرتے رہے اور اِس خزانۂ کثیر کی ناکامیابی اُن کے سینے کو دیا سلائی بنکر سُلگاتی تھی اور ہر وقت غصے کے چراغ مین بتی اُکساتی تھی۔

نواب سیّد کلب علی خان کی عادات پر عام بحث اور اُنکے اوقات کی پابندی کے ساتھ تقسیم کا بیان۔ اور طریقۂ حکمرانی وطرز معاشرت کا تذکرہ

نواب سیّد کلب علی خان اگرچہ ایک اوسط درجے کی ریاست کے رئیس تھے مگر اپنے مزاج اور اولوالعزمی سے وہ بڑی شان و شوکت کے فرمانروا تھے اور سامان ظاہری اُنھون نے سلطنت کا برتا جب تک وہ زندہ رہے ناموری کے دفتر مین ہندوستان کے عام اخبار نویس اور شعرا اُنکے عدل و فضل اور جاہ و جلال کی داستانین جلی خط سے لکھتے رہے۔ اور اب مورخ اُن کی دانائی۔ بردباری۔ علم۔ رائے۔ تدبیر۔ ہیبت۔ عالی حوصلگی۔ فیّاضی کی داستانین سراہتے رہینگے۔ اگرچہ اُن کے ذاتی اخلاق بھی ایسے پاک اور برگزیدہ تھے کہ والیان ملک تو کیا فقیر اور درویشون مین بھی دو چار ہی ایسے گذرے ہونگے مگر یہ ساری سادہ مزاجی اور بے تکلفی ہمارے خیال مین ایسی عام نہ تھی جو اس باب خاص مین نواب سید فیض اللہ خان اور نواب سیّد غلام محمد خان مین تھی کہ اُنکی تاریخ زندگی کو نہایت مزین اور پُر اثر بنا دیتی۔ اگر اُن مین بے تکلفی اور سادہ مزاجی کی صفتین بڑھ جاتین تو اُنکی

افضلیت کا دائرہ اُنکے تمام اسلاف کو محیط ہو جاتا۔ اُن کو نام و نمود کا بڑا شوق تھا جو کوئی لکھنؤ یا دہلی کا اہل کمال یا صاحب وجاہت آتا تھا اُسے بہ چاہتے تھے اور نہایت دلداری و خاطر داری سے رکھتے تھے۔ بہرصورت یہ شخصی حکومت اور درباریان لکھنوی کی صحبت اور ستائش گر عادت کا اثر تھا کہ نوابصاحب کی بے تکلف طبیعت ایسی نمائش پسند نکلی کہ تھوڑی سی مدت مین اُن کے دربار کی سادہ خاصیتین بالکل نشانا نہ آداب اور تکلفات سے بدل گئی تھین۔ عام لوگ تو درکنار بعض وقت خواص کو بھی رئیس کا دیدار نصیب نہین ہوتا تھا۔ ورنہ تواضع۔ علم۔ عفو۔ فیاضی۔ دریا دلی۔ بلند ہمتی۔ دلیری۔ فرزانگی کوئی ایسی صفت نہین جو قدرت نے اُنسے دریغ رکھی ہو اور مجموعی حیثیت سے وہ رام پور کے افغانون کے ایک نامور ہیرو ہین۔

اُن کا عہد نہایت غنیمت اور طریقۂ زندگی مثل سلاطین مشرقی کی مانند تھا۔ اُنکے عہد مین تنفیذ اُمورات اور اجراے احکام کے لیے خاص وساطت محدود نہ تھی۔ بلکہ عام رفاہ اور فلاح کی غرض سے نہایت چھوٹی قسم کے ملازمین بھی لغبنی چوبدار وخدمتگار تک واسطہ ہو جایا کرتے تھے اور اکثر کامیابی ہوا کرتی تھی اُن کے عہد مین رتق و فتق مہمات مالی و ملکی متحد طور پر کسی کے تفویض نہین ہوے بلکہ اختیارات جزئی و کلی اکثر خود اپنے ہاتھ مین رکھتے۔ اگرچہ اُن کی توجہ معموری خزانہ کی طرف بہت تھی مگر جیسی ادھر توجہ تھی ویسے ہی بہت صرف خرچ تھا

کرڈالتے۔ انکی سخاوت اور دریا دلی کے اصلی اور عملی کارنامے حیرت انگیز فیاضیوں سے معمور ہین۔ جنھون نے مسند نشین ہوتے ہی غلہ وغیرہ کا محصول کہ ایک لاکھ روپیہ سال کی آمدنی تھی معاف کردیا۔ اُن کی سخاوت وفیاضی کے متعلق جس قدر مبالغہ کیا جائے وہ بے جا نہین۔ یہ ایک جزئی مثال ہے کہ شعرا اور اہل فن کو ہزارون روپے عطا کردینا اُنکا ایک معمولی کام تھا۔

ایسی ایسی چھوٹی باتون کا کہ چندہ کونٹس ڈفرن فنڈمین پانچہزار روپے نقد دیے جس کا شکریہ لیڈی صاحبہ نے بوساطت لارڈ ڈفرن صاحب دیسرلے کے ادا کیا۔ یا سیّد احمد خان بانی مدرسۂ علی گڑھ کو دس ہزار روپے نقد دیے اور سو روپے ماہوار ہمیشہ کے لیے مقرر کردیے اُنکی سخاوت اور داد و دہش کے روبرو ذکر کرتے شرم آتی ہے۔

اُنھون نے مئی ۱۸۶۵ء سے مارچ ۱۸۸۰ء تک علاوہ زکوٰۃ وخیرات کے صرف انعام وعنایات مین دس لاکھ اٹھہزار دو سو چون روپے ایک آنہ اور چار ہزار نوسو چھپن عدد اشرفی مختلف المقدار صرف کردین۔ کیونکہ اُن کے عہد مین مُلکی اور فوجی مصارف آج کل کے سے نہ تھے اُس وقت مین نہ اتنے مختلف صیغے اور عہدے تھے نہ اتنی کثیر تنخواہین اس لیے خزانے کا ایک حصہ اُن فیاضیون مین صرف ہوتا تھا۔ نئے تعلیم یافتہ نوجوان جس کو آج کل اسراف بتاتے ہین اس قدر روپیہ عمر بھر مین عطا کردینا ایک والی مُلک کے لیے کوئی فخر کا موجب نہین ہوسکتا

مگر یہان بڑی خوبی اس بات مین ہے کہ یہ روپیہ حقیقی مستحقین پر صرف ہوا اور موقع جائز مین خرچ پڑا۔ ناتجربہ کاری کے ساتھ بے موقع اور نااہلون پر صرف نہین ہوا۔

ہرچند کہ نواب سید کلب علی خان پندرہ سولہ برس سے مریض رہتے تھے مگر باوجود امراض لاحقہ کے وہ تمام ریاست کا کام خود کرتے تھے۔ جب مریض ہوکر صاحب فراش ہو گئے تھے تو ہمیشہ تین بجے رات کو اُٹھکر بعد انفراغ فرائض و اوراد قبل از طلوع آفتاب مُلکی کام کرتے تھے جاڑون مین صبح کے آٹھ بجے اور گرمیون مین ساڑھے چھ بجے دربار برخاست ہوجاتا تھا اس کے بعد تفریحاً کبھی کبھی بعض مصاحبون کو شطرنج اور گنجفے کے شغل کا حکم دیتے تھے۔

کھانا نہایت تکلف کا کھاتے اور اُسکی تیاری مین بڑا اہتمام ہوتا۔ سلطان کباب پز۔ سید عاشق علی۔ محمد سعید رکابدار۔ سید عالم علی۔ محمد بخش رکابدار لکھنوی۔ شیخ ببر علی لکھنوی بڑے بڑے نامی طباخ اس کام کے لیے نوکر رکھے تھے دن مین ایک مرتبہ صبح کے وقت کھانا کھاتے تھے۔ گھی بہت تناول کرتے تھے اور اسکے بعد بلا فصل استراحت کرتے تھے۔ داستان گو[1]

---

[1] یہ رسم ہندوستان اور ایران مین شاہان سلف کے زمانے سے رائج ہے۔ بادشاہون کے دماغ اُمورات مالی و ملکی و قضایاے ظالم و مظلوم کے خیالات سے معمور رہتے ہین کام سے فارغ ہونیکے بعد جب استراحت کرتے ہین تو حالت بیکاری مین اُن خیالات کا زیادہ ہجوم ہوتا ہے اسلیے خیال کو ایک خاص طرف متوجہ کرنے سے نیند آجاتی ہے ۱۲

جو اسی کام کے لیے ملازم تھے کوئی قصہ یا داستان وغیرہ شروع کرتے تھے دو بجے تک آرام کے بعد نماز ظہر پڑھکر متفرق طور پر امور ریاست کیطرف متوجہ رہتے تھے اور اسوقت خاص خاص ندیم و جلیس جنکی حاضری شب و روز مین اُسی وقت مقرر تھی حاضر ہو کر مصاحب منزل مین منتظر طلب رہتے تھے۔ اِنسے شعر و سخن اور مباحثات علمی کا چرچا رہتا تھا مصاحب اُنکے نصیب اُنکے پورے تھے جنکی بدولت ان کے دربار مین پہونچکر اہل شہر کو شاہی بلکہ خدائی کی شان دکھاتے تھے ان کے ہاتھ گھی مین تر اور اُنگلیاں رزق کی کنجیاں تھین۔ بعض ان مین سے کسی فن مین نہ پورے تھے نہ ادھورے اور بعض ایسے بھی تھے کہ اپنی زبان کے زور سے دلائل اکابرین کو روئی کی طرح دُھنکتے تھے ان مصاحبون کا کام یہ تھا کہ مناسب حال ظرافت کا گرم مصالح چھڑکتے رہین مغرب کے وقت یہ لوگ رخصت ہو کر چلے جاتے تھے اور نواب صاحب نماز مغرب و عشا اس طرح پڑھتے تھے کہ مغرب وقت خاص پر خاص جماعت کے ساتھ پڑھ لیتے تھوڑی دیر مین جب کہ عشا کا اول وقت شروع ہوا نماز عشا پڑھ کر دس گیارہ بجے تک ہنگامۂ صحبت گرم رہتا تھا اُس وقت ارباب نشاط اور گوّیے بھی حاضر ہوتے تھے۔ گیارہ بجے استراحت فرماتے تھے اور بااین ہمہ پابندی اوقات کاروبار لازمی کے واسطے کوئی صحبت اور کوئی شغل مانع نہ تھا۔ اگرچہ ریاست اوسط درجہ کی تھی مگر اُن کی داد و دہش اور قدردانی نے ہند سے عرب و عجم تک سب سے شہرت عامہ سلطانی کا سارٹیفکٹ حاصل کر لیا تھا۔

حکّام انگریزی کی نظرون مین اُن کا بہت بڑا وقار تھا۔ اُنھون نے اتحاد دولت انگلشیہ کو خوب ترقّی دی اور ریاست ہاے اجی گڑھ۔ جاورہ۔ بنارس۔ بڑودہ۔ اندور۔ پٹیالہ۔ دھولپور۔ بلرامپور۔ گوالیار۔ جوناگڑھ۔ رتلام۔ کپورتھلہ۔ ٹونک۔ ٹیڑھی لوہارو سے مراسم اتحاد و یکجہتی و سلسلۂ رُسل رسائل جاری کیے۔ بلکہ علاوہ ریاستہاے صدرالذکر کے اور بہت سی ریاستون سے مراسم اتحاد قائم کیے جنکی تفصیل طوالت ہے۔ انہی کے عہد سے ان ریاستون مین بہ تقریب تہنیت و تعزیت اِس ریاست سے سفیر بھیجا جاتا ہے اور اسی طرح وہان سے بھی آیا کرتا ہے۔

نواب صاحب نے دربار کی طرز انعقاد وغیرہ کا رنگ زمانۂ سابق سے بالکل بدل دیا تھا شاہانہ رہتی جلا کردی تھی۔ مصاحبین و اراکین دولت اور جوبدارون کے جمعدار تک کوئی حاضر ہونے والا بغیر شال والوان وغیرہ کے سامنے جانے کا مجاز نہ تھا۔ رضائی اور دولائی اوڑھکر سامنے آنے کی قطعاً ممانعت تھی نشست اور برخاست اور سلام کے قاعدے شاہانہ تھے نواب صاحب کی اِس شاہانہ مزاجی سے عموماً باشندگان ریاست کی طرز معاشرت مین ایک انقلاب پیدا ہوگیا۔ اس کا سامان کسی قدر دہلی سے کہ وہان کے شرفا اور عالی خاندان حاضر دربار رہتے تھے اور زیادہ تر اہل لکھنؤ سے جو انتزاع سلطنت کے بعد نواب صاحب کی قدردانی سے وقتاً فوقتاً مہمان بھی آئے اور مقیم ریاست بھی ہوے حاصل ہوا۔ بہرحال ان دونون مشہور دارالسلطنتون کے باشندون کی سکونت اور ورود اور

اختلاط کو اُنکے عہد مین اس قدر ترقی ہوئی کہ کسی عہد مین نہین ہوئی تھی اور اسی وجہ سے یہان کے دربار اور پٹھانون کی طرز معاشرت مین ایک معتد بہ تغیر ہو گیا۔ بالخصوص اہل خاندان کی زبان اور لباس مین۔ اہل لکھنؤ و دہلی کی مختلف رسمونکے ابتک کافی نشان ہین۔

نواب سیّد کلب علیخان صاحب بہادر کی وفات

نوابصاحب ۲۰ ذیحجہ ۱۲۵۰ ہجری مطابق ۱۹۔ اپریل ۱۸۳۵ء روز یکشنبہ کو صبح کے وقت پیدا ہوئے تھے۔ مسند نشینی کے وقت اُنکی عمر ۳۰ سال کی تھی۔ ۲۷ جمادے الاخرے ۱۳۰۴ ہجری مطابق ۲۳ مارچ ۱۸۸۷ء کو بروز چہارشنبہ ۳ بجے دن کے بائیس برس سات مہینے حکومت کرکے ۵۳ سال چھ مہینے سات روز کی عمر مین رہگرائے ملک بقا ہوئے سُنا گیا ہے کہ جب نواب صاحب کی حالت ردی ہوئی تو جنرل اعظم الدین خان کو جو ہر وقت موجود رہتے تھے نواب سید مشتاق علی خان ولیعہد کی مسند نشینی کے بارے مین بہت کچھ وصیت کی اور تجہیز و تکفین کے واسطے مولوی ارشاد حسین صاحب کو وصیّت کی اور کہا کہ اخیر وقت تک میرے پاس رہیے۔ نوابصاحب کو کچھ روپے اپنی مان کے ترکے مین سے پہونچے تھے اور بعض کہتے ہین کہ بن سے ایندھن منگواکر فروخت کرایا تھا اُسکی قیمت کے روپے تھے۔ یہ روپے علیحدہ صندوقچی مین اُنکے پاس جمع رہتے تھے۔ مرض الموت مین یہ روپے مولوی ارشاد حسین صاحب کو دیدیے اور فرمایا کہ ان سے ہماری تجہیز و تکفین ہو۔ نوابصاحب نے اپنے غسل کے لیے آب زمزم بھی بہت سا

پہلے سے مہیا کر رکھا تھا۔ دم واپسین تک اسم ذات جاری تھا نواب صاحب کو اول اس معمولی پانی سے غسل دیا گیا۔ بعد اسکے بہت سا آپ زمزم اوپر سے ڈالا گیا انتقال کے دن نو بجے شب کے جنازے کی نماز میدان چوک مین پڑھی گئی۔ دس ہزار سے زیادہ آدمی شریک نماز تھے۔ حسب وصیت جنازہ اُسی جلوس کے ساتھ اٹھایا گیا جس طرح سواری عیدگاہ کو جایا کرتی تھی۔ جنازہ جس وقت جارہا تھا شہر مین کہرام برپا تھا عورت و مرد بلکہ بچے تک روتے تھے عربون کا جنازے کے ساتھ بلحن داؤدی اشعار دردآمیز پڑھنا ہر ایک کو ذبح کرتا تھا۔ جس کروفر سے نواب سید احمد علی خان کا جنازہ اُٹھایا گیا تھا اُس سے بڑھا ہوا تزک نواب سید کلب علیخان کے جنازے مین تھا۔ حافظ جمال اللہ صاحب کے مزار کے قریب مغربی جانب قبل سے اپنی قبر کندہ کرائی تھی اور خام چوکے بنواکر اُن پہ قرآن مجید ختم کراسے تھے وہین دفن ہوے اور اُن چوکون کا کٹہرا لگایا گیا۔ سو حافظ اِس کام پر ما مور تھے اور حسب وصیت وہی حفاظ بعد انتقال مزار پہ قرآن مجید پڑھتے اور ثواب انکی روح پہ پہونچاتے ہین اور اُنکے وقف کی آمدنی سے تنخواہ پاتے ہین نواب مرحوم کا لقب بعد الوفات خلد آشیان مقرر ہوا۔

اولاد

(۱) سید ارشاد علیخان۔

(۲) سید بندہ علیخان یہ دونون بچپن ہی مین قضا کر گئے۔

(۳) سید ذوالفقار علیخان یہ جوان ہو کر دیں ساٹا دی راہی

ملک آخرت ہوے۔

(۴) نواب سید مشتاق علیخان بہادر جنھون نے مسند آبائی پائی یہ چارون نظامی بیگم ملقب بہ سکندر زمانی بیگم بنت صاحبزادہ سید امداد اللہ خان پسر صاحبزادہ سید کفایت اللہ خان خلف نواب سید نصر اللہ خان کے بطن سے ہین اور نظامی بیگم کی والدہ کا نام آفتاب بیگم بنت صاحبزادہ سید کریم اللہ خان خلف نواب سید فیض اللہ خان ہے۔

(۵) سید شبیر علیخان مبارک بیگم کے بطن سے۔

(۶) معظم النسا بیگم۔

(۷) حیات النسا بیگم ملقب بہ عالیہ سلطان بیگم زوجۂ صاحبزادہ سید محمد حسن خان خلف صاحبزادہ سید ہدایت علی خان ولد سید عبد العلی خان ابن نواب سید غلام محمد خان اور سید محمد حسن خان کے انتقال کے بعد انکا نکاح ثانی صاحبزادہ سید وحید الدین خان ابن سید نجف علیخان ولد سید نجش اللہ خان پسر سید کفایت اللہ خان خلف نواب سید نصر اللہ خان کے ساتھ ہوا۔

(۸) زینب سلطان بیگم ملقب بہ قیصر زمانی بیگم زوجۂ صاحبزادہ سید محمد علیخان عرف چھبن صاحب مخاطب بہ امیر دولہ ولد صاحبزادہ سید کاظم علیخان عرف چھوٹے صاحب خلف نواب سید محمد سعید خان یہ تینون صاحبزادیان بھی سکندر زمانی بیگم کے بطن سے تھین جنکے ساتھ نواب سید کلب علیخان بہادر کی شادی ۱۲۷۲ھ ہجری مین ہوئی تھی۔

اُنکی تاریخ کتخدائی یہ ہے۔ ؎

چو فرزند نواب فیّاض دوران شدہ کتخدا عالمے گشت شادان
پئے سال تاریخ آن گفت ہاتف مُبارک بود عقد کلب علی خان

لفظ کلب علی کی تحقیق

بعض صاحبون کو نواب صاحب کے نام کے الفاظ اور ترکیب مین کلام ہے اور کہتے ہین کہ کلب علی کے ساتھ لفظ محمد استعمال نکرنا چاہیے چنانچہ سید احمد بہاء الدین مدیر حرم شریف نبوی نے ۱۷ ذیقعدہ ۱۲۸۹ھ ہجری کو قندیل حرم کی جو رسید صاحبزادہ سیّد علی اصغر خان کی معرفت دی تھی اُسمین آپ کا نام اِس طرح لکھا ہے" دو لتلو فخا متلو نواب محمد علی خان بہادر" مگر ایسے لوگونکی رائے صحیح نہین ہے تحقیق یہ ہے کہ عَلم دو طرح پر ہوتا ہے۔

(۱) مفرد جیسے محمد۔ علی۔ حسن۔ آگرہ اور متھرا۔

(۲) مرکّب پھر اِسکی کئی صورتین ہین۔

(الف) جو مرکب ہو مبدل منہ اور بدل سے جیسے مرزا شیدا۔ نواب آصف الدولہ۔ شاہ قاسم انوار اور بابا فغانی مبدل منہ کا حرف آخر ساکن ہوتا ہے مگر بہت کم مکسور بھی آتا ہے۔

(ب) دو اسم سے مرکب ہو جیسے محمد جعفر۔ محمد علی۔ احمد حسین۔ محمد سعید اور محمد قاسم ایسے اسما کا پہلا جزو ہمیشہ ساکن الآخر ہوتا ہے اُسکو متحرک کرنا غیر صحیح ہے۔

(ج) مضاف و مضاف الیہ سے مرکب ہو جیسے عبد اللہ۔ عبد الرحمن۔

کلب حسن اور کلب علی ایسے اسما مین لفظ اول کا حرف آخر متحرک ہوتا ہے
لفظ مرکب حالت علمیت مین کلمۂ مفرد کے حکم مین ہوتا ہے۔ اجزا تو ہوتے ہین
مگر اُنکے علٰحدہ علٰحدہ معانی پر لحاظ نہین ہوتا۔ پورا علم اپنے مسمّٰے کے لیے
موضوع ہوتا ہے۔ جزو مرکب جزو معنے پر دلالت نہین کرتا اور اُن الفاظ کے
درمیان جو کچھ نسبت ہوتی ہے وہ علمیت کی حالت مین مفہوم نہین ہوتی
اسلیے ترکیب سے افراد کی طرف منقول ہو جاتا ہے اگر نسبت اُن الفاظ مین
ملحوظ ہوا اور ہر ایک لفظ سے علٰحدہ علٰحدہ معنی لیے جائین تو علم نرہے جب
اس ترکیب مین کوئی قباحت نہوئی تو تیمّناً لفظ محمد لگانا درست۔

نواب سید کلب علی خان کی انشا پردازی اور شعر و شاعری

تمام نوابان رامپور کی فہرست مین نواب سید کلب علی خان جامعیت کی
حیثیت سے ایک خاص امتیاز رکھتے تھے آغاز سن تمیز سے کسب علوم کا شوق تھا
اُنھون نے ابتدائی عمر کو اور امیرزادون کی طرح کھیل کود مین برباد نہین کیا تھا
اُن مین خود بھی اگرچہ فن ادب اور بلاغت کی استعداد تھی مگر اُن کی ریاست
اکثر شعرا اہل فہم اور اہل کمال کو اُنکے دربار مین کھینچ لائی تھی وہ علما کے
قدردان تھے اہل تصنیف اور شعرا کو عزیز رکھتے تھے ایسے لوگونکی صحبت مین
طبیعت خود بخود اصلاح پاتی گئی اور کاوش فکری سے جو شاعری کا
جزو اعظم ہے اُنکی طبیعت مین زور اور فکر مین قوت غور پیدا ہو کر اصناف سخن پر
قادر ہوگئے تھے رفتہ رفتہ اُنھین خود صاحب زبانی کا دعوے ہو گیا اور
بہت نامانوس الفاظ چھوڑ دیے اور اپنے محاورات اور بول چال پر دلائل

قائم کرنے لگے۔ فن شاعری کی پوری ضروریات سے واقفیت پیدا کر لی اور نظم و نثر مین اُنکی پابندی کرنے لگے اُنکی خوش بیانی اور برجستہ گوئی کا عموماً لوگ اعتراف کرتے تھے شعر لکے بہت سے شعر اور قطعے اور مثالین اُنکو نوک زبان یاد تھین۔ اُنکی نثرین اب بھی موجود ہین جنکے ہر فقرے سے شستہ بیانی اور زور طبیعت کی شہادت ملتی ہے۔ الفاظ کی دھوم دھام دکھائی رہے فقرے پر فقرے مترادف سولکیے ہین عبارت آرائی بہار افشانی گلریزی رنگینی۔ مترادف فقرونکے جوڑے لگے ہوے ہین مقفٰے فقرونکے کھٹکے برابر چلے جاتے ہین مینا بازار لگا دیا ہے رسائل طغرا سجا دیے ہین فن شعر مین منشی امیر احمد صاحب مینائی سے مشورہ تھا اور اُن کے شوق کی وجہ سے شاعرون سے اُن کا شہر اور دربار معمور ہو گیا تھا کیونکہ ایشیائی حکومتون مین کسی چیز کی اشاعت کے لیے صرف یہ بات کافی ہے کہ فرمانروا سے وقت اُسکا قدردان ہو۔

سخنوری کے لحاظ سے وہ ایک اچھے شاعر تھے کہ بڑے بڑے ماہرین فن اُنکے کلام کو باُصول جانتے تھے اُنکے اُستاد کو اُنکے شعر مین کسی لفظ کی کمی بیشی اور پس و پیش کرنے مین بڑی بڑی دلیلین لانا ہوتی تھین۔ اُستاد بیچارے فرمانبردار نوکر اپنی مصلحت کو سمجھتے تھے آقا اور نوکر کے مراتب کو خوب پہچانتے تھے ابتدا سے ذوق سخن سے نثر نویسی کی طرف التفات رہا۔ اُردو و فارسی نثر مین بلبل نغمہ سنج۔ قصیدۂ مہر و ماہ جاہ۔ ترانۂ غم۔ قندیل حرم اور شگوفۂ خسروی مشہور ہین اور ایک تاریخ بھی آپکی تالیفات سے ہے

جس مین شاہان ماضیہ کے خاندانونکا حال مختصر طور پر لکھا ہے۔

زبان اردو مین چار دیوان ہین اول نشہ خسروانی دوسرا تسلیۂ خاقانی تیسرا درۃ الانتخاب چوتھا توقیع سخن ہے۔ نواب تخلص کرتے تھے اُن کی نظم اردو مین بڑے بڑے الفاظ مضمون فارسی کی عمدہ ترکیبین اُنکی درستیان جو جو اُن کے لوازم ہین سب موجود ہین۔ عموماً کلام اُنکا شاعری کے ظاہری عیبون اور لفظی سقوطون سے پاک ہے مگر تاثیر کم ہے۔ اور بعض نازک خیالیان ایسی ہین کہ کوہ کندن وکاہ بر آوردن۔ جب محاورے کے کوچے مین آکر صاف صاف کہنا چاہتے ہین جو انکی جدت پسند طبیعت کے خلاف ہے تو لطف سخن مفقود ہو جاتا ہے وہ اپنی فارسی کی انشا پردازی کے شوق کو بھی بڑی کاوش اور عرق ریزی سے نباہتے ہین۔ اُنکے لفظون مین شان وشکوہ اور معنون مین دقت اور کلام مین دھوم دھام ہے مگر خیالات کی بلند پروازی اور مبالغے کے جوش وخروش نے یہان بھی تاثیر کم کر دی ہے اُنکے کلام مین نمک ظرافت کا چٹخارا بھی کم ہے زاہد اور ناصح جو شعراے اردو وفارسی کیلیے ہر جگہ رونق محفل ہین یہ جب اُن سے ہنسکر دل بہلاتے ہین تو گرمی سخن بجھ جاتی ہے۔

اُن کا نظم فارسی مین بھی ایک مختصر سا دیوان ہے جسکا نام تاج فرخی ہے اُنھون نے یہ دیوان اصلاح کے لیے مرزا محمد تقی خان سپہر ملقب بلسان الملک مستوفی اول دیوان ہمایون اعلیٰ سلطنت ایران مؤلف ناسخ التواریخ کو کچھ تحائف کے ساتھ گورنمنٹ انگریزی کی معرفت سفیر ایران متعینہ

ہندوستان کی وساطت سے بھجوایا تھا اور آغا محمد شیرازی نثار تخلص ابن مرزا علی بابا شیرازی شہرت تخلص کو اس کام میں پیروی کیلئے علیحدہ ایران کو روانہ کیا تھا۔ نواب صاحب نے جو خط سپہر کے نام لکھا تھا اُس کے فقرے اس طرح سجائے تھے "مؤلفات خودرا مع تحائف اینجا بتوسط امنا دولت انگلیش مرسل ساختم یقینی کہ تصنیفاتم از توجہ آن مخدوم گوناگون حلیۂ اصلاح زیب و زینت یافتہ با پری چہرگان فصاحت ہم آغوش گردد و آوازہ گوش ارباب ہوش" نثار ہی ایران سے اُس دیوان کو واپس لیکر آیا اِس دیوان کے ساتھ میں سپہر کی طرف سے نثر میں ایک تقریظ مرقومہ محرم ۱۲۹۴ سنہ ہجری اور نوے شعر کا ایک قصیدہ نواب صاحب کی مدح میں اور ایک نظم نواب صاحب کے خط کے جواب میں تھی۔ اُس نظم میں نواب صاحب کے خط کو لفظ پروانہ کے ساتھ تعبیر کیا ہے۔ اُس کا شعر اول یہ ہے۔ ؎

از سلیمان مور را مژدہ رساند ہی مرحبا حبذا مرغ سلیمان فرخا پیک سبا

اور اُس دیوان کو اور بھی کئی امرا و فضلائے ایران نے ملاحظہ کرکے چھوٹی چھوٹی سی عبارتوں میں تصدیق لکھی تھی اُنکے نام یہ ہیں:۔

(۱) اعتضاد السلطنۃ علی قلی مرزا وزیر علوم و رئیس مدرسۃ الفنون و تمام مدارس دولت ایران و وزیر معادن و ضراب خانۂ دولت و وزیر بنا ہائے ایران۔

(۲) مرزا ہدایت اللہ وزیر دفتر۔

(۳) مرزا محمد حسین دبیر الملک وزیر رسائل تمام ایران۔

(۴) حاجی مرزا محمد خان مجد الملک وزیر وظائف و اوقاف تمام ایران۔

(۵) حسن علی خان وزیر مختار دولت علیۂ ایران و وزیر فوائد عامہ۔

(۶) مرزا علی مستوفی اول دیوان اعلیٰ پسر مرحوم و مغفور قائم مقام۔

(۷) مرزا محمد صدیق الملک رئیس دفتر وزارت خارجہ دولت علیۂ ایران و نائب اول وزارت خارجہ۔

(۸) مرزا ہدایت خان دانش مستوفی دیوان ہمایون اعلیٰ ابن مرزا لسان الملک سپہر۔

یاد رکھو کہ مرزا محمد تقی خان سپہر نے جو قصیدہ نواب صاحب کی مدح میں لکھا ہے اُسکا مطلع یہ ہے ؎

خوشۂ زریخت بر برگ رزان باد خزان ‏ ‏ ‏ کاین چنین زرین شد از باد خزان برگ رزان

نوابصاحب کا جہان نام ذکر کیا ہے وہان لکھتے ہین۔

این بہار دلفروز و این شراب خوشگوار ‏ ‏ ‏ ہان بیا تا او تو باشیم شاد و شادمان

در چنین بزم و چنان بستان پیاپے در کشیم ‏ ‏ ‏ ساغر صہبا بیاد داد گر کشورستان

دادگر کلب علیخان بہادر آنکہ ہست ‏ ‏ ‏ داور کشورستان و خسرو ہندستان

طرفہ یہ ہے کہ اس قصیدے کے ۴۶ شعر مع مطلع جلد دوم تذکرۂ مجمع الفصحا کے صفحہ ۱۷۱ مین سپہر کے ذکر مین موجود ہین اور یہ قصیدہ ناصر الدین شاہ قاچار والی ایران کی مدح مین ہے۔

چنانچہ اس شعر کی جگہ ؎

داد گر کلب علی خان بہادر الخ + +

یہ شعر ہے ۔ ۵

نصرت دین ناصر الدین شاہ غازی آنکہ ہست
داد گر کشورستان و خسرو صاحب قران

باقی اشعار اس قصیدے کے صاحب مجمع الفصحا نے نقل نہین کیے ہین مجمع الفصحا ۱۲۸۴ہجری مین تالیف ہو کر ۱۲۹۵ہجری مین چھپا ہے ۔

اور اُس نو شعر کے قصیدے کے جو نواب صاحب کی مدح مین ہے ۵ شعر سپہر کے اُس قصیدے مین ہین جو اُس نے اعتماد الدولہ مرزا آقا خان صدر اعظم کی مدح مین لکھا ہے جسکا مطلع یہ ہے ۔ ۵

آنچہ شاہان کرد نتوانند با تیغ و سنان
مرد دانا کرد داند با زبان و با بنان

یہ قصیدہ براہین العجم فی قوانین المعجم کے اندر موجود ہے یہ کتاب سپہر نے فن قافیہ مین ۱۲۴۸ہجری مین تالیف کی ہے اور ۱۲۷۲ہجری مین چھپی ہے

وہ پانچ شعر یہ ہین ۔ ۵

کامران چون چرخ و کیوان پاک دل چون مہر و ماہ
حکمران چون دہر و دوران نامور چون بحر و کان

دیگرت کوکب نہ بیند یک نظیر از صد نظر
دیگرت گردون نیارد یک قرین از صد قران

مدحتت شہد لیست ما را کہ فارغ از شرانند
خدمتت سود لیست مردم را کہ ایمن از زیان

دشمنت بے نوش و نان و حاسدت بے برگ و ساز

ناصحت با آب و رنگ یا دولت با قدر و شان

مال بادت بے قیاس و ملک بادت بے حساب

بخت بادت بے زوال و عمر بادت بیکران

نواب صاحب کی نظم فارسی کی روش کا اگر انتہائی فخر ہو سکتا ہے تو اسی قدر ہو سکتا ہے کہ اسمیں نظیری و عرفی و ظہوری وغیرہ کی تتبع کا رنگ چڑھانے کی کوشش کی گئی ہے لیکن آج کل اہل زبان اس طرز کو نام رکھتے ہین اور تسلیم نہین کرتے جیسا کہ رضا قلی خان ہدایت نے اپنے تذکرہ مجمع الفصحا مین تصریح کے ساتھ لکھا ہے سب قدما کی روش کو پسند کرتے ہین اور انہی کی تتبع کا دم بھرتے ہین حالانکہ انکے طبقے مین بڑے بڑے نامور شعرا گذرے ہین جنکے کمال اور استادی کا انکار نہین ہو سکتا اسی وجہ سے آج کل کے شعرائے ایران کے کلام مین بمقابلے ان شعرا کے جنھون نے صفویہ اور مغلیہ کے عہد حکومت مین ایران یا ہندوستان مین علم امتیاز بلند کیا تھا روانی اور بے ساختہ پن زیادہ ہے۔

منشی صابر حسین صبا سہسوانی ابن محمد احتشام الدین جب ریاست رامپور سے ترک روزگار کرکے بھوپال چلے گئے تو وہان ایک بار انکے سامنے سبخر نے نواب صدیق حسن خان سے کہا کہ یہ جو قصیدہ سپہر کی طرف سے نثار شیرازی ایرانی سے نواب سید کلب علی خان والی رامپور کی مدح مین لکھا کر لایا ہے یہ بالکل دروغ بے فروغ ہے اس لیے کہ:-

(۱) سپہر ایک بڑی سلطنت مین ایک جلیل القدر منصب پر ہے اور

پھر ایرانی آدمی ہے اور شاعر بھی ہے جو علے العموم متکبر ہوتے ہین ممکن نہین کہ وہ ایسا قصیدہ ایک ایسے رئیس کو لکھتا۔

(۲) اگر کوئی ہندوستانی یہان سے بھیجا جاتا تو اُسکی رسائی سپہر تک ہونے مین زیادہ دشواری نہوتی جتنی ایک ایرانی کی وہان تک پہونچنے مین ہے اور خاصکر نثار تو وہان کے ایک نان بائی کا بیٹا ہے اسلیے اُسکا وقار سپہر کے دربار مین نہین ہوسکتا تھا۔

(۳) یہ قصیدہ ناصر الدین شاہ ایران کی مدح مین ہے اور مجمع الفصحا مین چھپ گیا ہے سپہر مین اتنی جرأت نہین ہوسکتی کہ وہ شاہ کی زندگی مین اُن کے نام کے قصیدے کو ایک غیر شخص کی مدح مین بدل کے اُن کا نام نکال ڈالتا۔

(۴) سپہر کی طبیعت مین کیا اتنی قوت نہ تھی کہ وہ دوسرا قصیدہ نواب کی مدح مین لکھ دیتا۔

(۵) جن جن لوگون کے نام سے نواب کے دیوان کی تصدیق مرقوم ہے اور اُن کی مُہرین لگی ہوئی ہین اُن مین سے اکثر دو تین برس پیشتر مر چکے ہین اور نہ یہ مُہرین ایسی ہین جو اُمرا کی ہونی چاہئین

(۶) سپہر نے نواب سید کلب علی خان کے مرسلہ تحائف تو سپہر نہین نثار سے کہدیا تم خود ہی وصول کرلو۔

صبا نے یہ تمام تقریر نواب صاحب کو لکھ بھیجی مجمع الفصحا اُس وقت تک نواب صاحب کے ملاحظے سے نہین گذرا تھا نواب صاحب نے صبا کو

جواب لکھا کہ تم مع سنجر اور مجمع الفصحا کے رامپور آجاؤ۔ چنانچہ یہ دونون یہان آئے نواب صاحب نے مجمع الفصحا کو ملاحظہ کیا۔ سنجر نے عرض کیا کہ جو کچھ مین نے نواب صدیق حسن خان کے سامنے بیان کیا تھا اُس سے مقصود حضور پر عیب لگانا نہ تھا بلکہ نثار کی چالاکی دکھانا مقصود تھا۔ کچھ دنون کے بعد نواب صاحب نے ان دونون کو چار چار سو روپے دیکر رخصت کردیا نثار ان دنون رامپور مین موجود نہ تھا جب وہ رامپور مین آیا تو نواب صاحب نے اُس سے کچھ نہ کہا بلکہ للعہ ماہوار کی جگہ سو روپے ماہوار مقرر کردیے۔

مولوی فرخی صاحب نے نثار سے اس تمام ماجرے کی حقیقت دریافت کی تو اُسنے صرف اس قدر کہا کہ اس مین میرا کوئی دخل نہین مین مجبور تھا۔ نثار کی مراد یہ تھی کہ مین نے یہ جو کچھ کیا ہے نواب صاحب کے ایما سے کیا ہے۔ مگر میرا خیال ایسا ہے کہ نثار کا یہ جواب بھی چالاکی سے خالی نہین نواب صاحب بہادر ایسی شان کے آدمی تھے کہ انکی غیور طبیعت کبھی ایسے گرے پڑے منصوبے کو روا نہ رکھتی۔

انتخاب تاج فرخی

اے نام ہمایونت زینت دہ عنوانہا — امید عطاے تو آموختہ عصیانہا
ذات تو بود سرمد شوق تو بود بے حد — اشک غم تو باشد آرائش مژگانہا
از شان جمال تو گل کرد کمال تو — افشاندہ نوال تو عطرے بگلستانہا
آن احمد مرسل را کردی بجہان پیدا — تو دادہ بیک ایما یک عالم ایمانہا

ابر گردش هر دم دُر ریز بهر عالم — نواب چرا رنجم از گردش دورانها

غزل

به شب فرقتم اے مونس غمخوار مخسپ — باش بیدار به بالینم و زنهار مخسپ
بخت من ساخته چون وعدهٔ بیدار رہا — تو هم امشب همه من در بر غمخوار مخسپ
محتسب میکده ناشد درین راه بجوش — گذر از هوش و سر کوچهٔ خمار مخسپ
دی صنم آمد و بودی تو بخواب نوشین — اے دل امروز چنین غافل و سرشار مخسپ
شاید آن اثر از غیب بیاید نواب
گریه چون شمع نما و به شب تار مخسپ

دوش در میکده این مژده به مستان دادند — که شما را دو جهان رندی و ایمان دادند
گل که افشاند برفت که مبارکباد — عندلیبان به دو صد نغمه و الحان دادند
از ازل کشمکش محنت و طغیان بلا — بهر آرایش گیسوے تو فرمان دادند
روز محشر عوض نامهٔ اعمال مرا — پارهٔ چند ز صد پاره گریبان دادند
نرگس شوخ ترا مست نمودند زناز — چشم بیخواب مرا خواب پریشان دادند
بعد عمرے به بهشت خاک شدم شکر خدا — انچه مرغوب دلم بود بمن آن دادند
دی بیاد تو همی رفت به گلشن نواب
بخرامیے که دو صد مست بران جان دادند

زان به آغوش تو هر لحظه طالعت دارم — که به دنبال وصالت شب فرقت دارم
به صد الطاف برو بوالهوسان باش کهن — بهمین جور و جفاے تو قناعت دارم
شوق تو گر بگذارد بدل من صبرے — بهر طول شب هجر تو امانت دارم

کس مبادا چو من سادہ دل اندر عالم   کز چو تو دل شکنے چشم مروت دارم

حشر نواب گر آورد بلائے من ہم
ز آہِ جان سوز بدل طرفہ قیامت دارم

از چاک جیب گر بوصالش رسیدمے   صد پیرہن ز شوق بوحشت دریدمے
ترسیدم از رقابت خلقے وگرنہ من   دستے زدہ بحشر نقابت کشیدمے
مے کردم آن بہانہ کہ خود ہم ندانمش   ناخواندہ گر بہ بزم تو روزے رسیدمے
مرگم نیامد آہ وران ساعتے کہ من   نام تو از زبان عدوے شنیدمے
محرم شوی ز راز نہانی اگفتمے   گر دست خود بہ سینۂ من برنہی دمے
پیوند بستی از سرِ زلفت بوصل من   تا روز حشر صورت ہجران ندیدمے
مے شد پسند طبع تو ار گریۂ رقیب   اشکے شدہ ز دیدۂ دشمن چکیدمے
بیخود ز شوق گشتہ زدم بوسہ بر لبت   آ کے بعشق تو لبِ حسرت گزیدمے
گر آمدی چو زلف شکستہ بخانہ ام   بہر نثارِ عمرِ خضر را خریدمے

نواب کاش قسمت خارم شدے نصیب
آورده هش بپائے عدوے خلیدمے

انتخاب رشید خسروانی

عکس سے تیرے ہوئے ہیں وہ جوہر پیدا   جسکے ہر قطرے سے ہو چشمۂ کوثر پیدا
شوق مستی میں ہوئی شورش محشر پیدا   جاؤں میخانہ اگر ہو کوئی رہبر پیدا
سیکڑوں میرے جلانے کو بنائے اغیار   نہ کیا چرخ نے تیرا کوئی ہمسر پیدا
تو بھی کچھ قدر کر اسکی کہ ہوا ہے ظالم   بعد اک عمر کے ایسا دل مضطر پیدا

چرخ بے مہر کی زینت سے خدا کو کیا کام — میرے گننے کو شبِ غم کیے اختر پیدا
نہ مٹے ذوقِ خلش و لیے اگر ہون لاکھون — ہر بنِ مو کی عوض جسم پہ نشتر پیدا
کوستے کیون ہو مجھے آج کھڑے مقتل مین — ذبح کرنے کو نہین کیا کوئی خنجر پیدا
ڈوب مرنے کو مرے چاہِ ذقن کیا کم تھا — چشمِ تر نے کیے کیون سات سمندر پیدا
قتل کرتے ہو اشارون سے نظر بازون کو — تیغِ ابرو نے کیے کب سے یہ جوہر پیدا
خاکِ در سے ترے ظالم ہوئی پیدا چرخ — ورنہ ہوتا نہ کبھی ایسا ستمگر پیدا
شکوۂ دردِ سر اتنا تجھے تو اب ہے کیون
ہاتھ ٹوٹے ہین ترے یا نہین پتھر پیدا

وہ چشم و رخ دکھاتے ہین سیرِ گل و شراب — گیسو و لب ہین پیشِ نظر سنبل و شراب
واعظ تماز و روزہ مبارک ہے تجھے — یان بزم مین ہے زمزمۂ قلقل و شراب
سمجھے نہ اصل خسرو و جمشید کی وہ مست — اسد جس کو دے صنم بابل و شراب
خوشبو ہو یا رب اسکی تو اسکا سرور ہو — پیدا اگر ایسی شے کہ ہم ہون گل و شراب
مطرب ہے دورِ جام ہے تو اب تو بھی چل
گلشن مین آج جمع ہین پھر بلبل و شراب

انتخاب دستنبوے خاقانی

جس شوخ سے ہو سب کو عداوت کی توقع — کیونکر ہو مجھے اس سے محبت کی توقع
بیماری عاشق کا سبب کوئی نہین اور — اسکو ہے فقط تیری عیادت کی توقع
افسوس وہ دیکھے غمِ ہجران کی مصیبت — جس دل مین بھری ہو تری وصلت کی توقع
وہ صدمے اٹھائے ہین کہ اب و زخم ابھی — دل مین نہ رہی کوئی اذیت کی توقع

الفت مین کسی شوخ ستمگار کی مجھکو — آفت کی ہے اُمید قیامت کی توقع
پھر جائینگے دن رحمت حق ہی سے وگرنہ — طالع سے تو ہے اپنے مصیبت کی توقع
حیرت ہے مجھے ہو گئی زاہد تجھے کیونکر — واعظ کے فقط کہنے سے جنت کی توقع
نومید ہون لے چرخ ترے جور سے مین کیا — خصلت سے تری ٹوٹی ہے خلقت کی توقع
اب بات بھی کرنے کو نہین چاہتا ہو دل — پہلے تھی بہت حرف و حکایت کی توقع
اس دن کو نہ رکھے مجھے خالق کہ مین رکھون — کہنے سے عدو کے شب وصلت کی توقع

مایوس ہون مین اپنے گناہون سے تو نواب
پر ذات سے خالق کے ہے رحمت کی توقع

انتخاب درۃ الانتخاب

منہ سے ہی مانگا کرے مرگ کی ظالم — پر دے سے خدا کیلیے دم بھر تو دعا ہے
تسمہ ابھی کچھ کچھ مری گردن مین لگا ہے — قربان تری تیغ کے اک اور لگا ہاتھ

تم دل سے تو کیا جان سے بھی جاؤ تو نواب
ہرگز نہ اُٹھائین وہ کبھی بہر دعا ہاتھ

جفا سے ہاے مین گھبرا گیا ہون آ گیا ہوگا — یہی صورت رہی یارب جو عمر جاودانی کی
بسر کی اسطرح ہمنے شب فرقت کہ دنیا مین — حکایت رہ گئی تا حشر اپنی سخت جانی کی
نہ تو واقف جگر بھی درد سے پیارا دہا ہے — کوئی حد ہی نہین ہے اب ہماری بدگمانی کی

غم ہجران مین اب نواب تمکو خوب ہی سوجھی
نہ تم مرتے نہ وہ تعریف کرتے جانفشانی کی

نوابصاحب کے چند ایسے شعر جن مین اور اُستادون کے مضامین کا

توارد ہوا ہے ہم اس موقع پر لکھتے ہیں جن سے اُنکے کلام کی نازک خیالی اور مضامین کی خوبی اور طبیعت کی رسائی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

نواب سید یوسف علی خان ناظم از غزل ذو بحرین

تم نہ گھبراؤ نہ تہمت سے ڈرو   روز مر جانے کی عادت ہے مجھے

نواب سید کلب علیخان نواب تخلص

تجھکو میری قسم نہ رو مجھکو   روز مر جانے کی ہے خو مجھکو

سنگی بیگ گرفتار شاگرد شاہ حاتم

درد ہو جس کی کچھ دوا کیجے   جی ہی سے بے چین ہو تو کیا کیجے

نواب

درد ہو تو دوا کرے کوئی   تم نہ آؤ تو کیا کرے کوئی

شیخ امام بخش ناسخ

خط جو ہم کرچکے تحریر تو پہونچانے کو   آشیانوں سے نکل آئے کبوتر باہر

نواب

نامہ یہ کسکو لکھا ہے جو کبوتر سیکڑوں   میرے آگے بیٹھے ہیں مشتاق پرکھولے ہوے

میر حسین تسکین

اب یہ حالت ہے کہ اُن سا بے درد   میرے بچنے کی دعا مانگے ہے

نواب

اب تو یہ شکل ہے کہ اُن کو بھی   حال پر میرے رقّت آتی ہے

یہ ناتوان ہوں کہ ہوں اور نظر نہیں آتا   مومن ہوئی مرا بھی حال ہوا ہے تری کمر کا سا

نواب

کاہش غم سے ہجر مین نواب کہین تیری کمر نہو جائے

نواب موصوف کے عہد کی مردم شماری

۱۸۷۲ء کے پہلے یہان کے تمام علاقے کی آبادی تین لاکھ بیس ہزار سے لیکر چار لاکھ تک مشہور تھی مگر سنہ مذکور مین ممالک مغربی و شمالی (ممالک متحدہ) کی آخری مردم شماری کے بموجب یہان کی تعداد مردم شماری ۴۰۰۰۷۵ تک ہوگئی۔ اس مین سے ۲۱۴۸۶۶ مرد تھے ۱۹۰۴۰۲ عورتین تھین۔ اسی طرح ۴۳۲۲۸۳۲ ہندو اور ۸۵۳۶۵ ۲۲ مسلمان اور دو شخص کرسچین مذہب کے شمار مین آئے تھے۔ لیکن بڑی مردم شماری پر ۱۷ فروری ۱۸۸۱ء کو اس مردم شماری کی تعداد ۵۴۴۹۱۴ ہوگئی ان مین سے ۳۰۲۹۸۹ ہندو اور ۲۳۸۹۲۵ مسلمان تھے مسلمانون مین سے ۱۲۲۴۲۷ مرد اور ۱۱۶۴۹۸ عورتین تھین۔ ہندون مین سے ۱۵۹۹۳۲ مرد ۱۴۳۰۵۷ عورتین تھین اس حساب سے کل مرد ۲۸۲۳۵۹ تھے اور کل عورتین ۲۵۹۵۵۵ تھین اس حساب سے مردون کی تعداد عورتون کی نسبت ۴۰۲۸۰۲ یا ۸ فی سیکڑہ زیادہ تھی اور تمام مرد و عورت ملا کر ۱۰۹۴۳ آدمی اگلی تعداد پر یا ۹ ر ۶ فی صدی اضافہ ہوگئے۔ حالانکہ گذشتہ ۹ سال مین ۱۸۷۷-۷۸ء کو قحط سالی اور ۱۸۷۸-۷۹ء کے وبائی بخار نے اس علاقے کو بہت نقصان پہونچایا تھا اس خلاف قیاس اضافے سے ظاہر ہے کہ سال مذکور کی مردم شماری نہایت صحت اور درستی کے ساتھ عمل مین

آئی تھی یہ بھی خیال ہو سکتا ہے کہ ۱۸۷۲ع کی مردم شماری مین
تمام ممالک مغربی و شمالی (ممالک متحدہ) کے اضلاع کی صحیح تعداد تحریر مین
نہ آئی ہو مردم شماری کے وقت اکثر لوگون کے پوشیدہ کرنے سے جسقدر قوم
اور پیشیون کی تحقیق مین اختلاف ہوتا ہے اُس ہے زیادہ عورتونکی تعداد مین
تفاوت پیدا ہوتا ہے ۱۸۷۲ع کی مردم شماری کی نسبت ۱۸۸۱ع مین
۱۵۵۴۵ مرد اور ۱۹۳۶۵ عورتین زیادہ شمار ہوئی ہین ان دونون
قسمونکے اتنے اضافے سے ثابت ہوتا ہے کہ اس بار عورتون کی تعداد
پہلے سے زیادہ تر صحیح لکھی گئی تھی یہ تعداد یہان کے تین قصبون ۷۰ اگانون کو
شامل تھی پہلی تحقیقات کے بموجب گھرون کی تعداد ۱۸۰۱۹ دوسری صحت
کے بموجب ۸۵۱۶۰ تھی ۱۸۷۲ع کی مردم شماری کی نسبت ۱۸۸۱ع مین
۱۵۵۴۵ مرد اور ۱۹۳۶۵ عورتین زیادہ شمار ہوئی تھین اس پوری
مردم شماری مین مردون کی تعداد بہ نسبت عورتونکے ہر دس آدمیون مین
۵۲۱۰ کی نسبت سے تھی اور ہندو بہ نسبت مسلمانون کے ہر دس ہزار مین
۵۵۹۱ سکھے اسی طرح ہندوؤن کی کُل تعداد مین ہر دس ہزار کی مقدار پر
۵۲۷۸ مرد اور مسلمانون کی کُل تعداد پر ہر دس ہزار کے گروہ مین
۵۱۲۴ مرد اندازہ کیے گئے تھے۔ تمام مقدار مین ۶۱۶۴۵ شخص
اس علاقے کی پیدایش سے نہین تھے باقی سب یہین کی پیدایش سے تھے
اس تعداد مین سے ۳۶۷۰۸ عورتین اور باقی مرد تھے مسلمانونکی کُل تعداد
۲۳۸۹۲۵ مین سے ۵۳۵ آدمی جن مین عورتین شامل تھین

شیعہ مذہب تھے اور باقی کل سُنّت وجماعت حنفی مذہب کے لوگ تھے۔

اخبار دبدبۂ سکندری کا اجرا

نواب خلد آشیان کے ایما سے ۱۲ جمادی الاخرےٰ سنہ ۱۲۸۳ ہجری مطابق ۱۵۔ اکتوبر سنہ ۱۸۶۶ء سے مطبع حسنی میں ایک اُردو اخبار ہفتہ وار موسُوم بہ دبدبۂ سکندری جاری ہوا۔ اِس اخبار کے بانی مولوی محمد حسن خان ابن نور محمد خان متوفے ۲۵ صفر سنہ ۱۲۷۱ ہجری ابن شاہ محمد خان ہیں۔ ان شاہ محمد خان کو نواب سید فیض اللہ خان اپنے ہمراہ افغانستان سے اُسوقت لائے تھے جب احمد شاہ دُرّانی کے پاس سے ہندوستان کو لوٹے تھے نواب سید کلب علیخان نے مولوی محمد حسن خان کے ساتھ بہت سے ایسے مخفی احسان فرمائے ہین جن سے یہ خاندان عہدہ برآ نہین ہوسکتا۔ نواب سیّد مشتاق علیخان نے بھی اپنے عہد حکومت مین مولوی محمد حسن خان کی عزّت کی اور نواب سید حامد علیخان صاحب بہادر نے بھی مولوی صاحب کے ساتھ انھین مراعات واکرامات کا برتاؤ کیا۔ مولوی صاحب نے ۱۷ شوال سنہ ۱۳۱۴ ہجری کو تہجد کے وقت سفر آخرت اختیار کیا۔ انکی حیات سے انکے بڑے بیٹے مولوی محمد حسین خان اخبار کے مہتمم تھے۔ اُنھون نے ۲۹ شعبان سنہ ۱۳۲۲ کو انتقال کیا۔ غریق رحمت الٰہی مادۂ وفات ہے۔ ان کے بعد شاہ محمد فاروق حسن صاحب صابری مہتمم واڈیٹر قرار پائے جو مولوی محمد حسن خان کے تیسرے فرزند ہین موجودہ مہتمم صاحب پر سلوک کا مذاق غالب ہے اور شاہ محمد حسن صاحب صابری قدوسی رامپوری سے بیعت ہے ان کا

لباس بھی رنگین اور صابری طریقے پر ہے -

تاریخ انتقال خلد آشیان از مجیب علی خان ساکن امروہہ

وہ فخر ہند تھے تو یہ فخر زمان ہوئے   نواب اپنے وقت کے شاہ جہان ہوئے
افسوس حیف کلب علیخان نواب ہند   دنیا سے سوے عالم عقبیٰ روان ہوئے
سونی ہوئی ہے ہند اداسی ہے ملک مین   جس وقت سے وہ عازم باغ جنان ہوئے
قائم تھا انکی ذات سے نام سخا وجود   حاتم کو بھی کہو یہ رتبے کہان ہوئے
عالم تھے قدردان تھے مردم شناس تھے   وصاف انکے خلق کے پیر و جوان ہوئے
تعریف انکے عدل کی مین کیا کرون بیان   بے شبہ اپنے وقت کے نوشیروان ہوئے
ایسا ہوا نہ ایک بھی ہندوستان مین   نواب یون تو اور بھی ہونے کو ہان ہوئے
فارغ نماز و روزہ و حج و زکوۃ سے   مقبول بارگاہ خدا بے گمان ہوئے
تاریخ نقل سال یہ کروے مجیب رقم   جاکے وہ اس مکان سے خلد آشیان ہوئے

از جناب منشی امیر احمد صاحب مرحوم

الامان از برق تابہاے چرخ چنبرین   الحفیظ از فتنہ سازیہاے این آفت کمین
جاے عبرت باشد این آشوب گاہ پرفتن   چشم بکشا و دمے نیرنگ دنیا را ببین
کافتاب آسمان شوکت جاہ و جلال   ماہ چرخ دولت و اقبال و فیض داد و دین
فخر ارباب سلف سرمایۂ ناز خلف   افتخار اولین و اعتبار آخرین
حق پرست حق پذیر و حق پژوہ و حق شنو   حق شناس و حق پسند و حق گذار و حق گزین
شاغل ذکر و نماز و داخل حج و زکوۃ   پیرو شرع حبیب خاص رب العالمین
خوش مذاق و خوش بیان و خوش خصال و خوش جمال   خوش خط و خوشگوے خوش گفتار و خوش لحن و حسین

وارث بے وارثان و چارۂ بےچارگان
میہمان پرور مسافر دوست غمخوار حزین

از در فیضش اعالی چون ادانی بہرہ یاب
اغنیا از خرمنش ہم چون گدایان خوشہ چین

دوست دشمن ہر دو منقاد و مطیع حکم او
زانکہ رایاتش مظفر بود و آیاتش مبین

پیش قدرش آسمان انداختے رفعت بخاک
با وقارش کوہ تمکین ساختے نذر زمین

چون نشستے بر سر تخت از پئے جود و نوال
جم بُدے بر آستان و یم بُدے در آستین

شیر دل کلب علیخان بہادر نامور
مالکِ طبل و علم رونق دہ تاج و نگین

آنکہ با یک کاروان از تابعانِ خویش گشت
زائر بیت الحرام و روضۂ سلطان دین

آنکہ اندر عہد او شد رامپور آرام پور
مصطفیٰ آباد شد در دور او این سرزمین

در ہزار و دو صد و پنجاہ پیدا گشت و شد
در ہزار و دو صد و ہشتاد و یک مسند نشین

در ہزار و سہ صد و چار از جمادی الآخرہ
بست و ہفتم چارشنبہ بود ساعت چاشتین

ناگہان زد کوس رحلت سوے دار آخرت
ذوق دین میداشت از دنیا بر افشاند آستین

چشم حق بینش نیفگندے نظر جز سوے حق
حق چو او را مشتغل با خویشتن دید این چنین

خواند در پیشِ خودش تا مورد رحمت کند
حق پرستی روح او را برد تا عرش برین

تیرہ تر شد از فراقش روز روشن ہمچو شب
شد سیہ پوش از غم داغش ہر کہین و ہر مہین

مہر و مہ بے نور گشت و جان و دلہا بے سرور
آسمان شد پُر غبار و خاک بر سر زد زمین

رفتہ رفتہ تا حرم چون رفت این ماتم خبر
در حریم ہر دلے چون محرمان غم شد مکین

واے قسمت ناز بردارم ز دنیا رفت و من
زندہ ام اندر صفِ ماتم ز سر تا پا غمین

بدترم از مردگان اما نمی میرم ازان
رہ نمے یابد اجل سوے منِ اندوہگین

ہر نفس در سینہ از پژمردگیہائے دلم
می کشد تصویر حسرت چون نگاہ واپسین

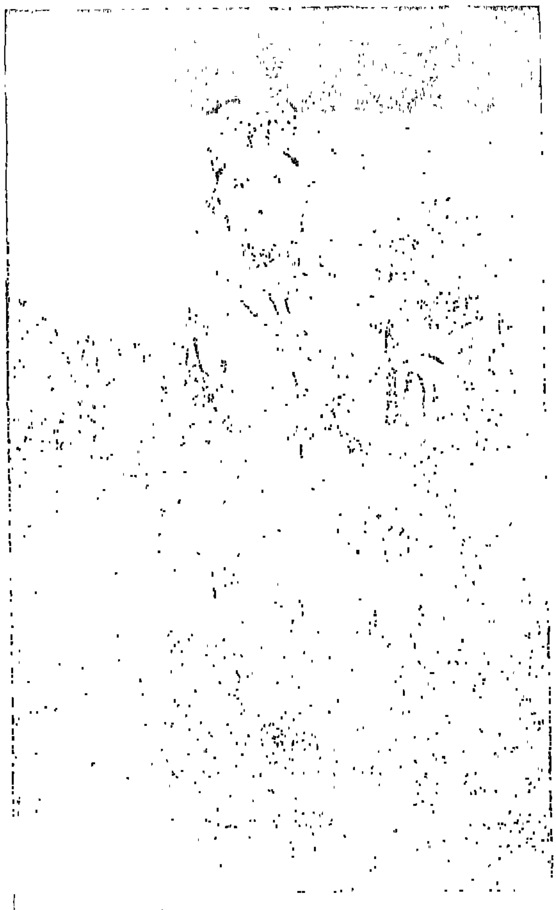
عہد پیری راحت افزون خواہد ور جست کجا — میکند راحت رسان آرام در زیر زمین
تا بہ کے افسانۂ این درد نا لیہا امیر — تا کجا اظہار سوزِ دل بہ آہِ آتشین
دست زن در دامن رحمت باخلاص و نیاز — تا دہد جائے بزرگش حق بہ فردوس برین
وز پے سالِ وفات آن شہ خلد آشیان — محوِ دیدارِ جمالِ رحمۃ للعالمین

نقش کن از خامۂ حسرت سر لوحِ مزار
خوابگاہِ حامی اسلام امیر المومنین
سنہ ۱۳۰۴ھ

نواب سیّد مشتاق علی خان بہادر خلف نواب سید کلب علیخان بہادر کی مسند نشینی

نواب سیّد مشتاق علی خان ۷ جمادی الاخرے ۱۳۰۵ ہجری مطابق ۲۳ مارچ ۱۸۸۷ء روز چہار شنبہ یوم وفات نواب سید کلب علی خان مرحوم سے رئیس تسلیم کیے گئے۔ مگر ۲۹ جمادی الاخرے مطابق ۲۵ مارچ کو لنگ صاحب کمشنر نے رامپور آکر مسند نشین کیا۔

۲۵ مارچ کے دربار مسند نشینی میں صاحبزادہ سید محمد علیخان عرف چھٹن صاحب شریک نہ تھے یہ مخالفانہ طور پر غیر حاضر تھے۔ پولیٹکل ایجنٹ نے گورنمنٹ ہند کی طرف سے نواب سید مشتاق علیخان کے رئیس ہونے کا اعلان کیا جنرل اعظم الدین خان نے ایک اسپیچ دی جس میں انتظام آیندہ کے مقاصد اور فوائد ریاست اور نواب صاحب کے نیک ارادے کو اپنی رعایا کے مطمئن اور گورنمنٹ عالیہ کے خوش کرنے کے لیے بیان کیا۔ چند لائق لوگوں نے اس وقت نظم و نثر میں تہنیت نامے نواب صاحب کے حضور میں پیش کیے صاحبزادہ سید حیدر علیخان نے آخر میں اٹھ کر ایک اسپیچ کی جس میں مختصر طور پر نواب سید کلب علیخان کی مفارقت دائمی کا رنج ظاہر کرکے اپنا اطمینان ظاہر کیا



جناب نواب سید مشتاق علی خان بہادر عرش آشیان

کہ ریاست جانشین جائز کے تفویض ہوئی جس سے بہت فائدونکی امیدین ہین
نوابصاحب نے مسند نشینی کی خوشی مین ۶۲ قیدی رہا کیے۔

تاریخ مسند نشینی از داغ

بہت قدیم نمک خوار معتمد ممتاز | یہ داغ مدح سرا ساکن جہان آباد
امیدوار ترحم ہے خوستگار کرم | نگاہ لطف رہے خلد آشیان سے زیاد
دعائین دیکے یہ لکھا ہے مصرع تاریخ | جلوس خسرو عالم پناہ نیک نہاد

محب علی محب ساکن امروہہ

درین عالم بہر جا ئے تغیر ہا شد دہر دم | گہے عشرت گہے کلفت گہے شادی گہے ماتم
چو کردم فکر تاریخ جلوس و ماتم حضرت | خرد گفتہ برفت اسکندر آمد سلیمان ہم

از سید شاہ محمد اکبر سجادہ نشین خانقاہ دانا پور ملک بنگالہ

آن رئیس رامپور کلب علیخان شیر حق | رفت زین دنیا و با آرام در مرقد بخفت
نور عین او کہ باشد تاجدار و زیب تخت | عدل او خاشاک ظلم و جور از عالم برفت
یافت و تخت پئے تاریخش از اکبر سروش | تاجدار دولت و اقبال زیب ملک گفت

جنرل اعظم الدین خان کی مدار المہامی

نواب سید مشتاق علیخان نے اپنے عہد مین پہلا کام یہ کیا کہ جنرل اعظم الدین خان کو دو ہزار روپے ماہوار پر مدار المہام ریاست مقرر کیا۔ نیابت کا کام نواب سید کلب علیخان کے آخر عہد مین صاحبزادہ سید حیدر علیخان کے پاس نام تھا۔ نواب سید مشتاق علیخان کی مسند نشینی کے آٹھ دس روز کے بعد سے اُنھون نے یہ کام چھوڑ دیا تھا باوجودیکہ یہ نواب

سید کلب علیخان کے مقرر کیے ہوے تھے لیکن جب جنرل صاحب نے ان سے کُنجیان طلب کین تو فوراً دیدین۔

جنرل صاحب عقل کے پتلے تھے اُنھون نے نواب سید مشتاق علیخان کو ایسا شیشے مین اُتارا اور اُنکے مزاج مین ایسا دخل پایا کہ وہ علانیہ کہا کرتے تھے کہ مُدار المہام صاحب میرے بھائی ہین میری ریاست کے مالک و مختار ہین جو کچھ وہ کہین وہ کرو۔

۳ مئی کو نواب صاحب نے ایک دربار منعقد کرکے فرمایا کہ "گو مین نے یوم مسند نشینی سے جنرل اعظم الدین خان کو مدار المہام ریاست مقرر کیا ہے لیکن آج کی تاریخ بصلاح صاحب ایجنٹ و نواب لفٹنٹ گورنر آپ سب صاحبونکو مطلع کرتا ہون کہ آپ لوگ اُنکے ہر ایک حکم کی مثل میرے احکام کے تعمیل کرین اور اُنکی اطاعت مثل میری اطاعت کے فرض و واجب جانین مین نے تمام اختیارات ترقی و تنزل۔ تغیر و تبدل کے اُنکے سپرد کیے ہین نظم و نسق ریاست کے جملہ اُمور اُنکے مشورے سے ہونگے کوئی رقم خزانے سے بغیر اُنکی رائے کے نہ دی جائے گی"

آغاز ماہ نومبر ۱۸۸۷ء مین نواب صاحب نے جنرل صاحب کے پانسو روپے تنخواہ مین اور اضافہ کیے یعنی اڑھائی ہزار روپے ماہوار مقرر کیے گئے۔

ریاست کے انتظامات جدید

(۱) خزانۂ کلان سے ایک کروڑ پانچ لاکھ روپون کے پرامیسری نوٹ خرید لیے گئے۔

(۲) محکمۂ آبکاری جاری ہوا شراب کی فروخت کا ٹھیکہ دیا گیا۔

(۳) علاقۂ قدیم کے لیے اسٹامپ تجویز ہوا۔

(۴) کچہریونکا اجلاس ۹ بجے سے ۳ بجے تک سردی کے موسم مین اور طلوع آفتاب سے ۱۱ بجے تک گرمی کے موسم مین مقرر کیا۔

(۵) صحے کی تخفیف اُن مستاجرونکے لیے منظور کی جنکے موضعات مستاجری کی جمع نواب سید کلب علی خان کے عہد سے سخت تھی یا اُن پر باقی چلی آتی تھی۔

(۶) ایک کونسل مدارالمہام صاحب کے زیردست مقرر ہوئی جس مین یہ چار ممبر تھے۔ نادر شاہ خان۔ اصغر علی خان۔ عبداللہ خان۔ لالہ نمپسیری داس یہ ممبر جنرنیل صاحب کے مشورے سے مقرر کیے گئے تھے۔ یہ لوگ نواب سید کلب علی خان کے وقت مین بھی ہمیشہ عمدہ مشیر اور امور مالی و ملکی مین خیر خواہ ریکن خیال کیے جاتے تھے۔

(۷) ایک کونسل پانچ ممبرون کی جو خاندان ریاست رامپور کے مختلف شاخون مین سے تھی تمام معاملات خاندانی کے انفصال و انضباط کے لیے مقرر کی۔ اِس کمیٹی کے ممبر قرعہ اندازی کے طور پر ایک جلسہ خاندانی کے مجمع مین جو اِس کام کے واسطے رنگ محل مین ۲۵ ستمبر ۱۸۸۷ء کو صبح کے وقت منعقد ہوا تھا انتخاب کیے گئے۔ اِس جلسے کے بذات خاص نواب صاحب بہادر میر مجلس تھے اور نواب کی خواہش ایسی ایک کونسل کی ترتیب و انعقاد کے باب مین عام طور پر ایک مختصر اور جامع اسپیچ کے ذریعہ سے ظاہر کی گئی جس کا مقصد یہ تھا کہ پانچون ممبر جو اِس طور پہ منتخب کیے گئے ہین باہم باقاعدہ

جمع ہوکر مہینے مین دو تین بار خاندان کے مُقدمات کو فیصل کیا کرین۔ تجویزین اس کونسل کی صرف حکمران وقت کی نظر ثانی کے قابل قرار پائین۔

(۸) ایک پنچایت چار معزز ممبرون کی جو ہندؤن کے چار اصلی فرقون یعنی برہمن۔ چھتری۔ ویش۔ اور شودر مین سے تھے مقرر کی۔ انکا کام یہ تھا کہ مقدمات دیوانی یعنی وراثت تبنیت۔ شادی اور دوسرے رسوم ورواج ہنود کا فیصلہ کرین بشرطیکہ فریقین مقدمہ ہنود ہون اور اگر فریقین مین ایک فریق ہندو ہو اور دوسرا مسلمان تو وہ مقدمات مفتی دیوانی کے زیر اہتمام ہونگے جسکے لیے پنچایت ایک میر مجلس اُن شرائط اور قرارداد کے موافق جو قواعد متعلقہ پنچایت مین قرار دیے گئے ہین منتخب کرے گی۔

(۹) خیرات مانگنے کے لیے بازار مین بہت آدمی پھرتے تھے جو درحقیقت محتاج خیرات وصدقات نہ تھے بلکہ صحیح الاعضا تھے جو قوت بازو سے محنت کے ذریعے سے بسر اوقات کر سکتے تھے اور طرہ یہ کہ یہی لوگ سرکار سے بھی نمیلہ صدقات بہت کچھ حاصل کرتے تھے مگر جو لوگ واقعی محتاج تھے وہ محروم تھے اسلیے مستحقین مثلاً پردہ نشین عورتون کو فی اسم دو روپے یابانا تجویز ہوا۔ سنہ ۱۸۸۹ء تک نقد روپیہ تقسیم ہوا مگر اکتوبر سے ایک وسیع محتاج خانہ قائم کیا گیا جس مین کھانا پکوا کر محتاجون کو تقسیم کیا جاتا ہے اور سرما و گرما کے قابل لباس بھی ملتا ہے۔

(۱۰) مساجد و زیارات شہر کی مرمت اور انکی آبادی و درستی کیلیے ایک کمیٹی شہر مین قائم کی جس کے ممبر علما تھے کمیٹی کو بیس روپے تک

کسی ایک کام مین اپنی راے سے صرف کرنے کا اختیار دیا گیا تھا اُس سے زیادہ خرچ کرنے کے لیے منظوری حاصل کرنی ہوتی تھی اسی طرح مفصلات کے سب ہر پرگنے مین تحصیلدار کے زیر اہتمام ایک کمیٹی مقرر کی گئی جس کا کام مساجد کی مرمّت اور آبادی مین کوشش کرنا تھا۔

(۱۱) سررشتۂ پولیس مین سپرنٹنڈنٹ مقرر کیا قواعد سکھائی متواتر ترقیان اور انعام دیے۔

(۱۲) ایک ایک روپیہ سپاہیان فوج کا اضافہ کیا گیا دو کمپنیان گورکھیونکی بھرتی کی گئین اور ایک جیل کمپنی اور قائم کی گئی۔

(۱۳) بجٹ آمد وخرچ ریاست کا سلسلہ شروع ہوا۔

(۱۴) مدرسۂ عالیہ مین ریاضی اور ادب کی شاخ بڑھائی گئی اور تمام ضروری قواعد وضوابط تعلیم کے باب مین ایک کمیٹی کے ذریعہ سے جسمین سربرآوردہ علماے شہر شامل تھے مقرر کیے گئے۔ موضع کھاتہ پرگنہ ملک مین ایک انگریزی مدرسہ قائم کیا اور ابتدائی مدارس تحصیلات مین جاری کیے ہنود اہل ہنود کی تعلیم کے لیے شہر اور مفصلات مین مدرسے کھولے۔ صدر کے انگریزی مدرسے کو ترقی دی گئی اسکی بنیاد اگرچہ نواب سید کلب علیخان نے قائم کی تھی مگر نواب سید مشتاق علی خان بہادر کے عہد سے پہلے انگریزی تعلیم کی جانب توجہ کم تھی اِس سے قبل تک اہل رامپور اور اُن کے بزرگون کا جو کچھ سرمایۂ فخر وکمال تھا وہی عربی کے علوم اور عربی زبان تھی یکم مارچ ۱۸۸۷ء کو نواب موصوف کی منظوری سے سرکار انگریزی کے مدرسون کے موافق مدرسہ

انگریزی کا انتظام کیا گیا اور اس مدرسے مین مڈل کلاس تک تعلیم کا بندوبست ہوا۔ نواب موصوف کے مرنے کے بعد کرنیل ونسنٹ صاحب کی پریزیڈنٹی کے عہد مین اس مدرسے کو بہت ترقی ہوئی اور انٹرنس کی پڑھائی اسمین ہوتی ہے مگر کسی طالبعلم سے فیس نہین لی جاتی۔

(۱۵) یکم اکتوبر ۱۸۸۰ء کو خاص تحصیل تخفیف مین لاکر اُسکے دیہات دوسری تحصیلات کے شامل کردیے۔

(۱۶) ایک عملہ شہر رامپور کی صفائی کے واسطے مقرر کیا گیا۔

(۱۷) یکم جولائی ۱۸۸۱ء سے کانجی ہوس مقرر کیے ایک خاص رامپور مین اور چار تحصیلات بلاسپور۔ سوار۔ ملک۔ اور شاہ آباد مین۔

صیغۂ مالگذاری مین انقلاب عظیم

ریاست کی آمدنی زمین کے وصول کرنے کا ٹھیکہ دیا جاتا ہے اور جسکی معرفت یہ روپیہ وصول ہوکر آتا ہے اُسکو مستاجر کہتے ہین معمولی حد ٹھیکے کی دس سال کی ہوتی ہے مستاجر سے قبولیت نامہ لیکر ریاست کی جانب سے پٹہ دیا جاتا ہے قبولیت نامے کا مضمون مقرر ہے اُس مین مستاجر کی جانب سے چند شرطونکا اقرار ہوتا ہے اول روپے کا اقساط مقررہ پر ادا کرنا دوسرے رعایا کے ساتھ عمدہ سلوک کرنا اور اُنکو دوسرے کے ظلم اور دباؤ سے بچانا تیسرے ہر قسم کے درخت کی حفاظت کرنا چوتھے زراعت مین ترقی کرنا۔ اگر ٹھیکے مین کئی آدمی شریک ہوتے ہین تو اُن سب سے شامل اور جدا گانہ اقرار نامہ لیا جاتا ہے اگر مستاجر کے ظلم سے کوئی اسامی بھاگ جاتی ہے تو اُس مستاجر سے ہنگام ختم

ہونے ٹھیکے کے فی ہل مفرور پندرہ روپے جرمانے کے داخل کراے جاتے ہین یہ شرط بھی قبولیت نامۂ مذکورۂ بالا کی شرطون کا ضمیمہ ہوتی ہے اور کل ہل ہنگام سپردگی پٹہ کے شمار کرکے دیے جاتے ہین۔ اُسی کے بموجب ہنگام ختم ٹھیکے کے گن لیے جاتے ہین یہ بندوبست اس علاقے مین نہایت موثر ہے اور یہ اقرارنامے بطور قوی سند کے مانے جاتے ہین۔ نواب سید کلب علیخان کے عہد تک ٹھیکہ دینے کا طریقہ یہ تھا کہ مستاجرون کی درخواستون پر دیا جاتا تھا ہر تحصیل کے تمام گانوون کو کئی حصّون پر تقسیم کرکے ایک حصّہ کا نام لمبر رکھا ہر لمبر کا ٹھیکہ علٰحدہ علٰحدہ ہوتا۔ جس وقت ایک لمبر کا ٹھیکہ قریب اختتام پہنچتا یعنی اُسکی میعاد مستاجری ختم ہونے کو ہوتی تو بذریعۂ اشتہار یہ گنّے کے صدر مقام اور نیز دوسرے مشہور مقامون پر اعلان کردیا جاتا۔ ہر درخواست دہندہ بغیر اجازت سرکاری کے اپنی ذمہ داری اور کفالت سے بری نہین ہوسکتا کفالت مین جائداد منقولہ اور غیرمنقولہ دونون مقبول کی گئی تھین منقولہ مین نقد روپیہ یا کسی معتبر مہاجن کا ٹومہ ہوتا تھا اور غیر منقولہ مین مُلک معافی باغات اور مکانات لیے جاتے تھے۔

یہان کی مستاجری کا طریقہ جو گرد و نواح کے انگریزی علاقے کے قانون سے کسی قدر تفاوت رکھتا ہے اُس مین بہت بڑی نتیجہ اور مصلحت نکلتی ہے اس سے مستاجری کا عہدنامہ مستاجر کی زندگی تک اُس کو فائدہ پہونچا سکتا ہے اُسکے مرنے کے بعد حق وراثت اُسپر مرتّب نہین ہوسکتا اگر ایسا نہوتا تو اس علاقے مین اس قدر مالکانہ دعوے پیدا ہوتے کہ

ریاست کو بڑی تشویش مین مبتلا ہونا پڑتا۔ اس قسم کے داخل خارج جن سے موجودہ مستاجر کے حقوق تلف ہو سکتے ہین اس ریاست مین رائج نہین ہین۔ کسی مستاجر یا مالگذار کو بمعافی لگان کسی قطعہ زمین کی کاشت کرلنے کا یا اُس مین باغ لگولنے کا بلا اطلاع ریاست اختیار نہین اور اپنی میعاد ٹھیکہ سے زیادہ مدت کے لیے معافی نہین دے سکتا۔

نواب سیّد مشتاق علی خان کے عہد مین مستاجری کا قاعدہ بدل دیا گیا اس طرح کہ نکاسی موضع کا نقشہ مرتب و طبع کرا کے مشتہر ہونے لگا اور نیلام کی تاریخ و وقت کا تعین ہو کر جلسۂ عام مین نیلام ہونے لگا ہر شخص اپنی خوشی اور اندازے کے موافق اضافہ کرنے لگا اور اس وجہ سے جمع مالگذاری مین بہت توفیر ہو گئی چنانچہ ۸۹-۱۸۸۸ء کے سال مین علاقہ قدیم وجدید مین مطالبہ مالگذاری ۱۹۲۲۷۹۷ روپیہ ۱۵ آنہ ۱۱ پائی تھا آمدنی سوائی اِس کے سوا تھی۔ بظاہر یہ طریقہ بمقابلے طریقہ سابق کے بلحاظ رفاہ عام و بہبود ملک کے زیادہ مناسب و بہتر معلوم ہوتا ہے کہ مستاجر سوچ سمجھکر حیثیت موضع پر لحاظ کر کے جلسہ نیلام مین گانوٴن لیوین مگر یہان وسائل آمدنی کم ہین لیٹیے ہر شخص گانوٴن کی مستاجری لینے کو آمادہ ہوتا ہے اور اس صورت مین جمع سنگین ہو جاتی ہے اور پھر مستاجر تباہ و پریشان ہو جاتے ہین اور اکثر قبل میعاد ختم مستاجری استعفا داخل کرتے ہین۔ جو لوگ شرائط نیلام مثلاً ادخال زر ضمانت وغیرہ مین قاصر رہتے ہین۔ اُنسے گانوٴن نہین چل سکتے

تو اُنکے دیہات دوبارہ نیلام ہوتے ہین اور جزو کی نیلام حتے الامکان اُنسے وصول ہوتا ہے۔

گانون جس قدر جمع پر مستاجر کے نام پر چھوٹتا ہے اُس کے علاوہ مستاجر کو ابواب کی رقم بھی دینی ہوتی ہے اور شرح ابواب تمام ریاست مین یکسان نہین ہر ایک جگہ علیحدہ ہی کہین پندرہ روپیہ سیکڑہ ہے کہین اٹھارہ روپیہ کہین بیس روپیہ وغیرہ وغیرہ۔ نواب سید فیض اللہ خان کے عہد مین کارخانون کے مصارف کیلیے رعایا کے ذمے جو چیزین مقرر تھین بعد کو اُن سب چیزون کے بدلے نقد قیمت مقرر ہوکر ابواب کی صورت پکڑ لی اس مین اور بھی بہت سی رقمین شامل ہین پھول پھل اور پانی اور جنگل کے منافع کی رقومات کو اسی مین محسوب کر لیا ہے۔

مستاجر کو اپنے کل ٹھیکے یا اُس مین سے بعض حصے کے شکمنہ یعنی اجارہ دینے کی اجازت ہے مگر سرکاری معاملات مین مستاجر اول کی ذمہ داری قائم رہتی ہے شکمنہ دار سے کچھ واسطہ نہین ہوتا مگر جبکہ پورا اطمینان شکمنہ دار کی طرف سے ہو جائے اور ریاست منظور کرلے تو اُس وقت مستاجر اول سبکدوش کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح شکمنہ دار بھی اپنی طرف سے دوسرے کو اجارہ دے سکتا ہے کہ اُس کو شکمنہ دار کہتے ہین۔ لفظ شکمنہ دار شاید شکنے سے ماخوذ ہے۔

نواب سید محمد سعید خان جب اس ریاست مین مسند نشین کیے گئے تو جہان اُنھون نے اور سررشتون کی درستی کی وہان ریاست کے

مال کی بھی درستی کی مگر اس صیغے کا کوئی دستور العمل مدون نہین کیا بلکہ
اُنکے وقت مین اور نیز نواب سید یوسف علی خان اور نواب سید کلب علیخان
اور نواب سید مشتاق علی خان کے عہد تک عند الضرورت احکام ہدایتی
جاری ہوتے رہے نواب سیّد یوسف علی خان کے وقت مین صرف ایک
دستور العمل لگان ۱۲۷۷ھ ہجری مین بطور خلاصہ ایکٹ سرکار انگریزی
جو اس وقت جاری تھا مرتّب و مطبوع ہوا تھا مگر اُس کا کبھی عمل درآمد
قرار واقعی نہین پایا گیا۔ علاقہ جدید کے انتظام مین رعایت قواعد
سرکار انگریزی کی قرار پائی ہے اسلیے اُسکے واسطے سرکار انگریزی کے قواعد
مرتب و مُجتمع ہین۔ علاقۂ قدیم کے لیے کونسل آف ایجنسی ریاست رامپور نے
ایک قانون لگان مرتّب کرکے ۲۳ نومبر ۱۸۹۱ء سے نافذ کیا۔

علاقۂ جدید مین قواعد زمینداری پورے پورے انگریزی علاقے
کے موافق مروج ہین یہ علاقہ جب ملا تھا تو اُسکی آمدنی ایک لاکھ اٹھائیس ہزار
پانسو ستائیس روپے چار آنے تھی۔ ان دیہات کا بندوبست گذشتہ
بست سالہ من ابتدائے ۱۲۷۵ فصلی لغایت ۱۲۹۴ فصلی ریاست کے
زیر اہتمام ایک ہندوستانی عہدہ دار نے ضلع بریلی کے قواعد کے موافق
کیا تھا کوئی انگریزی افسر ریاست کی طرف سے مامور نہ تھا اُس وقت مین
ایک لاکھ پچیس ہزار نوسے روپے کی جمع مقرر ہوئی تھی۔ اس میعاد کے
منقضی ہونے پر پھر بندوبست مطابق میعاد گذشتہ بست سالہ صاحبزادہ
سید ہادی علی خان نے تجویز کیا ان دیہات مین کوئی گانون ایسا نہ تھا

جسکا بندوبست بوجہ دریا برد و برآمد ہونے کے پنج سالہ کیا جاتا۔ بحساب حصہ و طلعہ علے العموم جمع ان دیہات کی تجویز کی گئی ہے۔ جمع حال نواب سید مشتاق علی خان بہادر نے ایک لاکھ ترسیٹھ ہزار دو سو ساون روپے منظور کی۔

علاقہ جدید مین معافیات پر ابواب مقرر نہ تھا کونسل کے زمانے مین اسکی نسبت تحریک ہوئی تھی اور مثل بھی مرتب ہوئی تھی مگر قطعی حکم ۱۹ جنوری ۱۸۹۷ء کو ہوا۔ کہ تعداد نکاسی مندرجہ نقشجات تحصیلی پر بارہ روپے فی صدی کا ابواب باندھ دیا گیا۔

ٹھیکہ اور زمینداری کے گانون کی قسط بندی کا یہ دستور ہوا۔ نومبر مین ۴ر۔ دسمبر مین ۴ر۔ فروری مین ۲ر۔ مئی مین ۴ر۔ جون مین ۲ر کل ۱۶ر۔

ہر مہینہ کے آخر مین باقی کا کاغذ جس کو نوز لیع کہتے ہین ہر تحصیل مین تیار کیا جاتا ہے اور باقی دارون پر اُس کاغذ کے بموجب دستک جاری ہوتی ہے باقی کا روپیہ نہ ادا کرنے کی حالت مین ٹھیکہ دارون پر بہت کشاکش ہوتی ہے جنکے گانون نفع کے ہوتے ہین اُن کے گانون خام کرلیے جاتے ہین مزاول مقرر ہو جاتے ہین اور زمیندارون سے بموجب قاعدۂ انگریزی کے اُنکی زمین فروخت کرکے باقی کا روپیہ بھر لیا جاتا ہے۔ جن کاشتکاران ساکن دیہہ کا قبضہ اراضی پر مدت بست سال یا زائد سے باولے ایک لگان مقررہ کے بلافصل چلا آتا ہے وہ کاشتکار دخیل کار کہلاتے ہین اُن کے حقوق بجز وراثت

قابل انتقال متصور نہین ہین۔ مزارعان اصلی کو اختیار حاصل ہے کہ بقرار داد کسی قدر لگان کے اراضی مقبوضہ اپنی مین کسی اسامی سے کاشت کرائین اور خود لگان وصول کرین اگرچہ زمین پر باقی پڑتی ہے اور اصل کاشتکار سے وصول ہونے کی امید ضعیف ہوتی ہے تو زمین کی پیداوار سے اور مزارع ذیلی سے باقی لی جاتی ہے۔ پیمانہ معینہ اسامیون کے لیے یہ ہے کہ جب آبادی کی گانون مین زیادتی ہو جاتی ہے تو قلبہ خام یعنی دو بیلون پر ۴۲ بیگہ خام اور فی قلبہ پختہ یعنی ۴ بیلون پر ۶۰ بیگہ خام کافی سمجھی جاتی ہے مع اراضی موروثی و غیر موروثی کے۔

زمین کا لگان بطریق نقشی یعنی نقد بھی وصول کیا جاتا ہے اور بطور بٹائی غلہ بھی لیا جاتا ہے مگر بٹائی کا رواج اس علاقے مین زیادہ ہے۔ تمام کاشتکارون سے پدھان کی عزت اور اعتبار گانون مین زیادہ مانا گیا ہے اُس کو ہمیشہ بٹائی مین اور کسانون سے زیادہ حصہ دیا جاتا ہے۔ خاصکر ضلع ترائی سے ملے ہوے علاقے کے پدھانون کی عزت بہ نسبت اور علاقے کے بہت زیادہ مانی جاتی ہے اُن دیہات مین پدھانون کا حصہ مستاجر یا زمیندار کے حصے سے پچگنا اور چھ گنا ہوتا ہے باقی اور کسانون کا حصہ چوگنا اور تگنا مقرر ہے۔ دوسرے علاقے کے دیہات مین پدھانون کو حصہ دوگنا اور تگنا دیا جاتا ہے اور دوسرے کاشتکارون کو برابر یا دوگنا ملتا ہے مستاجر کو کوئی اختیار موقوفی و تقرر پدھان کا نہین ہوتا پدھان ریاست سے بعطاے سند مقرر ہوتا ہے۔

غلّے کی بٹائی کا ٹھیک ٹھیک اندازہ بہت کم ہوتا ہے یہ دستور ہے کہ کاشتکار غلہ تیار کرکے اُنکے ڈھیر لگا دیتے ہین۔ بٹائی کے وقت ہر کاشتکار کے ڈھیر کو تین یا چار یا پانچ حصون مین تقسیم کرکے برابر ڈھیر لگا دیتے ہین اُن مین سے ایک ڈھیر متاجر لے لیتا ہے باقی دو یا تین یا چار ڈھیر کاشتکار لے جاتا ہے۔ اِن مین سے متاجر کے ڈھیر کو نہایت جُھکتا ہوا تلوا کر اُس وزن غیر صحیح کو پٹواری کے کاغذ مین لکھوا دیا جاتا ہے اِسلیے کسی موضع کی کسی ایک فصل کے بھی غلّے کی صحیح تعداد پٹواری کے کاغذ مین درج نہین ہوتی اور اس کارروائی سے صرف گانون کی صحیح آمدنی اور نفع کا چھپانا مقصود ہوتا ہے زمانۂ سابق مین ٹھیک ٹھیک بٹائی غلّے کی بہت کم ہوتی تھی۔ اکثر یہ دستور تھا کہ ایک بسوہ زمین کا غلہ کاٹ کر اُسکی پیداوار پر تمام کھیت کا تخمینہ کر لیا جاتا تھا ہر زمین کا پیداوار اُسکے لگان اور بیج مین مکفول سمجھا جاتا ہے جب تک لگان اور بیج بیباق نہین ہوتا دوسرا مطالبہ کسی قسم کے قرضے یا ڈگری وغیرہ کا اُسکی پیداوار سے وصول نہین کیا جا سکتا۔

نقشی اور بٹائی دونون قسم کے کاغذات گانون کے پٹواری کے پاس تیار رہتے ہین نواب سید کلب علی خان کے عہد تک پٹواری کے کاغذات دیہی کی نگرانی اور جانچ کا انتظام مکمل نہ تھا۔ پٹواری کے کام کا کوئی دستور العمل مقرر نہ تھا۔ سب پٹواریون کے پاس دیہات کے نقشے وخسرے بھی نہ تھے ہر سال پچھلے سال کے کاغذات کی نقل کچھ تھوڑی سی فرضی ردّ و بدل کرکے پٹواری تحصیل مین داخل کر دیا کرتے تھے اُن کی تنخواہ بھی ششماہی

گذرنے کے بعد تقسیم ہوا کرتی تھی وقت تقرر پٹواری جدید کوئی امتحان اُسکی لیاقت کے موازنے کا نہین ہوا کرتا تھا اس وجہ سے اکثر کم لیاقت اشخاص پٹواری مقرر ہو جاتے تھے پٹواریون کا اپنے علاقہ مین آباد ہونا لازمی نہ تھا۔ قانون گوے تحصیل کو سات روپے ماہوار ملتے تھے۔ نواب سید مشتاق علیخان نے جب سید علی حسن ڈپٹی کلکٹر کی خدمات برٹش گورنمنٹ سے اپنی ریاست مین لین اور اُنکو ریاست کا ریونیو ممبر کیا تو اس سنگین نقص کی اصلاح ہوئی اور پٹواریون اور قانون گویون کے لیے دستور العمل مطابق حالات و معاملات ریاست کے مرتّب ہو گیا جو ممالک متحدہ کے قواعد سے مشابہ اور اکثر امور مین مطابق ہے اس دستور العمل کے موافق پٹوارونکو تحصیلات مین تعلیم ہونے لگی جہان اس کے لیے مدرسے قائم کیے گئے۔ مدارس کے کورس مین حساب کسور عام و اعشاریہ تک اور پیمائش تختہ مسطح کی اور دستور العمل و املا نویسی و عکس کشی نقشے کی داخل ہے۔ ہر ششماہی مین زیر تعلیم پٹواریون اور اُمیدوارن کا امتحان لیا جاتا ہے کاغذات کے داخل کا وقت مقرر کیا گیا ہے۔ پٹواریون سے نقل نقشہ اور خسرے کی خانہ پُری موقع پہ کرائی جاتی ہے جس سے وہ اپنے بقیہ کاغذ مرتب کرتے ہین ہر تحصیل مین گرداور قانون گو۔ رجسٹرار قانون گو پٹواریون کے کام و کاغذات کی نگرانی اور جانچ کے لیے مقرر ہو گئے ہین اور ایک صدر قانون گو مقرر کیا گیا ہے جو تحصیلات کے قانون گویون کے کام کی نگرانی کے ساتھ پٹواریون کے مدرسون کا بھی ناظر ہے۔ تنخواہ پٹواریون کی ماہ بماہ تقسیم ہوتی ہے

جو زیر تعلیم ہین اُنکی تنخواہ کا حصہ مناسب اُن کے گماشتون کو دیا جاتا ہے
جو وہی کام کرتے ہین۔ قدیم قاعدہ پٹواریون سے نذرانہ لینے کا
بالکل مسدود کردیا گیا ہے۔ پٹواریون کو اُن کے حلقے ہین آباد کیا جاتا ہے
وہاں کی حلقہ بندی کردی گئی ہے تکمیل مقصود کے لیے اتنی بات اور
گذارش کرتا ہون کہ ملازمان آبپاشی مینڈھون کی بندش کے وقت
رعایا سے جو بیگار لیا کرتے تھے اس کام کو بند کرکے مزدوری کا باریون پورا
کیا گیا کہ بجاے پاؤ آنے کے آدھ آنہ اور بجاے آدھ آنے کے ایک آنہ معافی بیگار دیا کرین

عمارات

انگریزی طرز کی عمارات کا رواج سرشتہ ریاست ہین نواب سید
مشتاق علی خان کے عہد سے شروع ہوا کہ اُنھون نے مسٹر رائٹ کو طلب کرکے
چیف انجینیر مقرر کیا۔ اصطبل مہمانخانہ یہ دو عمارتین اُن کے عہد مین تیار
ہو گئی تھین بعد اس کے نواب سید حامد علی خان کے عہد مین بڑی بڑی عمارتین
تیار ہوتی رہین۔ نواب سید کلب علیخان نے ۱۲۹۱ ہجری مین محکمۂ صدر
تعمیر کراکے مختلف مقامات کے محکمے کسی قدر ایک جگہ کر دیے تھے۔ نواب
سید مشتاق علی خان کے عہد سے محکمے بڑھنا شروع ہوئے
تو یہ عمارت اُن کے رہنے کو کافی نہ ہوسکی اس لیے عمارات قدیمہ مین
عارضی طور پر ترمیم کی گئی کرنیل ونسنٹ صاحب کی کونسل نے
ایک عالی شان عمارت تیار کرائی جس مین ۱۶ جنوری ۱۹۰۳ء سے
کل محکمے آگئے۔

قانون معدلت

نواب سید کلب علیخان کے عہد تک دیوانی و فوجداری بلکہ تمام معاملات علمائے شریعت کے ہاتھ مین تھے جب انگریزی قانون کا سایہ ریاست کے سر پر پڑا۔ تو سوائے دیوانی کے شریعت کی حکومت گھٹ گئی نواب سید کلب علیخان کے عہد مین کوتوال شہر کو جو دیوانی کے مقدمات مین باستثنائے ترکہ وحقیقت بیس روپے تک فیصلہ صادر کرنے کا اختیار تھا اور مقدمات فوجداری مین کوتوال کو قید سہ ماہ کا اختیار تھا نواب سید مشتاق علی خان نے کوتوال شہر سے اختیارات دیوانی و فوجداری کیلیے ایک عدالت خفیفہ جدید قائم کی اُس کا ضابطہ مرتب کرایا اس محکمے کے قائم ہونے سے مفتی دیوانی کو مقدمات خفیفہ کے کام سے بہت بڑی سبکدوشی ہو گئی جس کے یہان دیوانی کے کل مقدمات دائر ہوتے ہین علاوہ اسکے تحصیلداران پرگنات کو فوجداری کے اختیارات ذیل دیے۔ قید ۳ ماہ۔ جرمانہ صـ۵۰ـ سزائے تازیانہ عـ

نواب سید کلب علی خان کے عہد تک عدالتون مین کام فارسی زبان مین ہوتا تھا اس عہد مین دفاتر کی زبان اُردو کردی گئی۔ یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ نواب سید یوسف علیخان کے ابتدائے عہد مین سرکاری دفاتر مین سنہ ہجری موقوف ہوکر عیسوی قرار پائے تھے۔

نواب سید مشتاق علیخان کی مسافرت

ا۔ نواب صاحب نے ۲۸۔ اپریل ۱۸۸۸ء کو سرالفرڈ لائل صاحب

لفٹنٹ گورنر ممالک متحدہ سے پہلی ملاقات بریلی جاکر کی اور ۲۹ کو دعوت کا جلسہ ہوا۔

۲۔ ۲۷ جنوری ۱۸۸۰ء کو نواب صاحب بریلی کو گئے۔ ۳۰ کو سر آکلنڈ کالون صاحب بہادر سے ملاقات ہوئی ۳۱ کو ہزآنر نواب صاحب کی ملاقات بازدید کو آئے اہلکاران ریاست نے نذرین دین اور رعایاے رامپور کی جانب سے مولوی محمد حسن خان مالک اخبار دبدبۂ سکندری نے لفٹنٹ گورنر کے حضور مین ایک ایڈریس پیش کیا۔ ۲ فروری کو نوابصاحب نے رامپور کو مراجعت کی۔

۳۔ ۲۶۔ اکتوبر ۱۸۸۰ء کو نواب صاحب سر آکلینڈ کالون صاحب کی ملاقات کے لیے مرادآباد کو گئے ۲۷ کو اُنسے ملاقات ہوئی۔ علی بخش بھانڈ جسکو نوابصاحب کے مزاج مین نہایت رُسوخ تھا اور اپنی بیحد زندہ دلی اور ظرافت کی وجہ سے جنرل صاحب کی نظرون مین ناگوار تھا لفٹنٹ گورنر کے ایما سے نواب صاحب نے اُس کو اپنے پاس سے مرادآباد مین علٰحدہ کردیا اور اِس بات کا اُن کو صدمہ بھی ہوا۔ بعد اسکے نواب صاحب مرادآباد سے بذریعۂ ریل نینی تال گئے دو روز وہان قیام کرکے رامپور کو واپس آگئے۔

یہ ساری سختیان سفر کی نواب صاحب کو اس لیے گوارا کرنا پڑین کہ نواب صاحب ولیعہدی مین مبتلاے فالج ہوچکے تھے اب اہالی خاندان جو مخالفت پر آمادہ تھے وہ گورنمنٹ انگریزی مین یہ بات پیش کرتے تھے کہ نواب صاحب ریاست کرنے کے قابل نہین ہین۔

گورنمنٹ انگلشیہ مین نواب صاحب کی طرف سے ایک خیرخواہانہ درخواست

۲۳ دسمبر ۱۸۸۵ء کو نواب سید مشتاق علی خان نے لوکل گورنمنٹ کے توسط سے ویسرا کو اطلاع دی کہ ماہ ستمبر ۱۸۸۵ء مین میرے والد نواب سید کلب علیخان نے بنظر اتحاد دولت انگلشیہ درخواست کی تھی کہ مین بوقت ضرورت ایک رجمنٹ پیدل کے اخراجات دینے کو حاضر ہون چونکہ مین اُنکا جانشین اور اپنے پیشرو کے قدم بقدم ہون اور دولت انگلشیہ کے اتحاد قدیمی کو ترقی دینا چاہتا ہون۔ لہذا گذارش ہے کہ میرا بھی وہی خیال ہے اگر بوقت ضرورت گورنمنٹ ایک جدید رجمنٹ پیدلون کی جس مین تجربہ کار انگلش افسر ہون قائم کرے گی اور اُس کا نام پلٹن رامپور رکھا جائے گا۔ تو مین نہایت خوشی سے اُسکے اخراجات اداکرونگا اسپر ویسرا نے نہایت خوشی سے لوکل گورنمنٹ کے ذریعہ سے اُنکا شکریہ ادا کیا

جنرل اعظم الدین خان کو عہدۂ مدار المہامی سے معزول کرنیکے لیے نوابصاحب کا ارادہ کرنا

اہالی خاندان اور عمائد ریاست درکنار بعض وقت خود نواب سید مشتاق علی خان بھی جنرل اعظم الدین خان مدار المہام کے وسعت اختیارات سے کبیدہ ہونے لگے۔ اُنکی طبیعت دور اندیشی کے خلاف جنرل صاحب کو

یہ سرافرازی دے اور دلا چکی تھی۔ اگرچہ نواب صاحب کے پاس والے
جنرل صاحب کے اختیارون کو دیکھ نہ سکتے تھے مگر کام ایسے پیچیدہ پیش آتے تھے
کہ اُنکے سوا کوئی ہاتھ نہ ڈالتا تھا سب کو اُن کے پیچھے چلنا ہی پڑتا تھا
اسی عرصے مین کچھ جزدی باتون پر نواب صاحب اور مدار المہام مین
دلی اختلاف پڑا اس پر مصاحبون کا چمکا نا غضب اور اب وہ وقت آیا
کہ یا اعظم الدین خان کی ہر تجویز عین تدبیر تھی یا ہر بات نظروںمین کھٹکنے لگی
اور حکمون پر سرگوشیان ہونے لگین۔ اب اُنکی معزولی کے لیے فکر شروع ہوئی
جنرل صاحب نے بھی اُکھاڑ پچھاڑ شروع کردی تھی جن جان نثارون کو
برسون کی محنت مین نواب سید کلب علیخان نے جمع کیا تھا اور اُن کے
محرم راز تھے اُنکو دربار مین سے ہٹانے لگے۔ جنرل صاحب نے جب سے
عہدۂ سفارت ریاست خالی کیا تھا عبداللہ خان اس کام کو بھی کبھی کبھی
انجام دیتے تھے۔ نواب صاحب نے مسند نشین ہونے سے چار ماہ کے بعد
جولائی ۱۸۸۷ء مین ایک روز تحصیلدار اصغر علی خان نادر شاہ خان
عبداللہ خان اور منشی للتا پرشاد کو باغ بے نظیر کی کوٹھی مین بلا کر کہا کہ تم
کس کے نوکر ہو اُن لوگون نے عرض کیا حضور کے فرمایا کہ ہم جنرل اعظم الدین
خان کو موقوف کر کے صاحبزادہ سید حیدر علی خان کو اُن کی جگہ مدار المہام
مقرر کرنا چاہتے ہین۔ اُنھون نے عرض کیا کہ حضور کو اختیار ہے جب اس حکم کا
روبکار لکھنے کے لیے نواب صاحب نے فرمایا تو نادر شاہ خان نے عرض کیا
مناسب یہ ہے کہ اس بارے مین پہلے صاحب کمشنر کا استمزاج کر لیا جائے

نواب صاحب نے اس صلاح کو پسند کیا۔ اِن دنون جنرل صاحب منڈیا گھاٹ کی طرف شکار کے لیے گئے ہوے تھے نواب صاحب نے عبد اللہ خان کو صاحبزادہ سید حیدر علیخان کے ہمراہ صاحب کمشنر سے یہ کہنے کیلیے بریلی بھیجا کہ نواب سید مشتاق علی خان جنرل اعظم الدین خان کی جگہ صاحبزادہ سید حیدر علیخان کو مقرر کرنا چاہتے ہین یہ پیغام صرف زبانی تھا نوابصاحب نے کوئی چٹھی نہین دی تھی۔ اُدھر نادر شاہ خان نے ایک شتر سوار کی معرفت جنرل صاحب کو یہ تمام حال لکھ بھیجا۔ جنرل صاحب کو جب اپنے خلاف سازش پیدا ہونے کا حال اُس تحریر سے معلوم ہوا تو وہ بہت جلد رامپور کو چلے آئے۔ نادر شاہ خان کی یہ رائے ہوئی کہ نواب صاحب کے پاس جریدہ جائین اور نشیب و فراز سمجھا کر نواب صاحب کو پھر قابو مین لائین کہ فتنہ انگیزون کو پھر فساد کا موقع نہ ملے حریفون کو یہ ڈر ہوا کہ جب یہ نواب صاحب کے سامنے آئے اپنے مقاصد کو پُر اثر تقریر کے ساتھ اس طرح ذہن نشین کرینگے کہ جو نقش ہمنے اتنے دنون مین بٹھائے ہین سب مٹ جائینگے۔ جنرل صاحب نواب صاحب کے پاس کوٹھی بے نظیر مین پہونچے اور نواب صاحب کو راضی کرلیا۔ اور اُن کو سوار کرا کے شہر مین لے آئے۔ بعد اس کے نواب صاحب نے جنرل صاحب کو حکم دیا کہ عبد اللہ خان وغیرہ کو واپس بلا لین۔ جنرل صاحب کا خط بریلی مین ۹ بجے عبد اللہ خان کو پہونچا جس مین لکھا تھا کہ تم صاحب کمشنر سے ملاقات نہ کرنا نواب صاحب خود ملاقات کرینگے لیکن یہ گیارہ بجے اطلاع دے چکے تھے

بہرصورت یہ سفارت ناکام واپس آئی۔ اور جرنیل صاحب کو نادر شاہ خان کے ساتھ بہت خلوص پیدا ہو گیا۔ اور عبداللہ خان کی طرف سے اُنکے دل مین ملال آگیا۔ اور اُنکی طرف سے خیال ہوا کہ اُنھون نے کچھ نواب کے کان بھرے ہونگے کیونکہ وہ چلتے ہوے پُرزے نواب سید کلب علی خان کے دربار کے تھے۔ یہانتک کہ عبداللہ خان کو ۲۱۔ اگست ۸۶ء کو ممبری کونسل سے استعفا داخل کرنا پڑا جو منظور نہ ہوا اگر وہ اپنے کام پر واپس نہ آئے۔ اور خاص نواب سید مشتاق علی خان نے اُن پر بذریعہ کونسل سولہ ہزار روپے کا دعوے کیا کہ سرکاری بقایا ادا ہو۔ نوابصاحب اپنا حکم جرنیل صاحب کے پاس بھیجتے تھے اور وہ کونسل مین بھیجدیتے تھے۔ روپے کی عوض مین جائداد فروخت ہوئی عبداللہ خان مرادآباد چلے گئے اور وہان سے دوبارہ استعفا بھیجدیا اور رامپور واپس نہ آئے جرنیل صاحب مرادآباد مین عبداللہ خان کے پاس گئے اور اُن کو مقام شاہ آباد مین نوابصاحب کی خدمت مین لے گئے اور اس معاملے کا فیصلہ ہوا عبداللہ خان کو اُن کا اسباب واپس ملا اور نواب صاحب نے صرف خاص سے زر متدعویہ ادا کر دیا۔

نوابصاحب کو خلعت مسند نشینی دینے اور کونسل قائم کرنے کے لیے لفٹنٹ گورنر کا رامپور آنا

۱۷۔ اپریل ۸۸ء کو سر آکلینڈ کالون صاحب بہادر لفٹنٹ گورنر

ممالک متحدہ رامپور مین آئے۔ نواب ولی عہد سید حامد علی خان بہادر اور جنرل اعظم الدین خان اور ڈپٹی سید علی حسن صاحب اور کنور لطف علیخان نے استقبال کیا۔ باغ بے نظیر کی کوٹھی مین ٹھہرائے گئے نواب سید مشتاق علی خان نے باغ بے نظیر مین جاکر اُن سے ملاقات کی۔ ۱۸ اپریل کو صبح کے وقت لفٹننٹ گورنر نے دیوان خانے مین دربار منعقد کرکے نواب صاحب کو خلعت مسند نشینی پہنایا۔ ۱۱ توپ سلامی سر ہوئین۔ شام کو روشنی اور دعوت کا جلسہ ہوا۔ ۱۹۔ اپریل کو لفٹننٹ گورنر نے محکمات اور شہر رامپور کی سیر کی۔ ۲۰۔ اپریل کو مرادآباد کو واپس چلے گئے۔ ۲۱۔ اپریل کو نواب صاحب کو ملازمین نے نذرین دکھائین داغ اسکی تہنیت مین کہتے ہین ؎

نواب کو ہو حصول یا رب | دارین مین برتری بلندی
خلعت کا ہے داغ عیسوی سال | تشریف شریف ارجمندی

کونسل انتظامیہ کا تقرر

۱۸۔ اپریل ۱۸۸۹ء کو بوجہ علیل ہونے نواب سید مشتاق علیخان کے کونسل انتظامیہ قائم ہوئی جسکے خود نواب صاحب پریذیڈنٹ اور جنرل اعظم الدین خان وائس پریزیڈنٹ مقرر کیے گئے اور دو لائق ممبرونکے لیے لفٹننٹ گورنر ممالک متحدہ سے استدعا کی انھون نے سید علی حسن کو ممبر مال مقرر کیا۔ جنکی خدمات ۱۰ دسمبر ۱۸۸۸ء سے ریاست رامپور کے سپرد کی گئی تھین دوسرے کنور لطف علی خان چھتاری سے آئے

اور اُنھون نے ممبری کونسل صیغۂ جوڈیشلی کا چارج لیا۔ بموجب اُن قواعد کے جو لفٹنٹ گورنر اور نواب سید مشتاق علی خان کی شرکت سے منظور ہوے تھے۔ کونسل انتظامیہ کو معاملات ملکی مین اختیار دیا۔ بموجب اُن قواعد کے ممبران کونسل علیحدہ علیحدہ اور بحیثیت مجموعی اپنی خدمات حسب مندرجہ ضمیمہ ہاے منسلکہ قواعد مذکور انجام دیتے ہیں۔

جنرل اعظم الدین خان نے بڑی دانائی یہ کی کہ ۱۲۔ اپریل ۱۸۸۰ء کے دربار مین اپنی اسپیچ مین نواب صاحب سے یہ استدعا کی کہ آج تک جس قدر اعزاز نواب سید کلب علی خان نے اور حضور نے عطا کیا وہ میری حیثیت سے کہین زیادہ ہے اور جس قدر تنخواہ حضور نے میری مقرر فرمائی ہے وہ میرے مصارف سے بہت زیادہ ہے اور چونکہ کل نتیجہ ۳۰۔ اپریل سے اپنی کونسل کا وائس پریسیڈنٹ قرار دیا ہے اور کونسل کے دونون ممبرون کے لیے بارہ بارہ سو روپے تجویز فرمائے ہین اسلیے میری استدعا ہے کہ میری بھی تنخواہ ممبران کونسل کے برابر منظور فرمائی جاے۔ اُس تاریخ سے انکے بارہ سو روپے مقرر ہوگئے اور اس طرح یہ شکایت رفع ہوگئی کہ نواب صاحب نے اتنی کثیر تنخواہ جو کبھی آج تک اس ریاست میں کسی نائب کی مقرر نہین ہوئی تھی ایک دم سے مقرر کرکے خزانۂ ریاست پر بار ڈالا ہے۔ کنور لطف علی خان کو کونسل کی ہوا موافق نہ آئی۔ نواب سید مشتاق علی خان اور جنرل صاحب سے انکی نہ بنی۔ ڈپٹی سید علی حسن بڑی رسائی کے آدمی تھے اُنسے نواب صاحب اور جنرل صاحب دونون

راضی رہے اُنھون نے اپنی راے پر اُن کی مرضی کو مقدم رکھا اور کنور لطف علی خان اس طبیعت کے آدمی نہ تھے۔ تقریباً آٹھ مہینے پندرہ دن اُنھون نے یہان کام کیا۔ بعد کو لوکل گورنمنٹ نے نواب صاحب کی استدعا پر کنور صاحب کو بدل دیا۔ ۲۲ دسمبر ۱۸۸۸ء کو عہدۂ جوڈیشل ممبر کونسل سے وہ علیحدہ ہوے۔ جاتے وقت نواب صاحب یا دوسرے ممبران کونسل سے کنور صاحب نے ملاقات رخصتانہ تک نہ کی اور اُن کی جگہ اکرام اسد خان ملقب بہ نواب یار جنگ کاکوری کے قدیمی رئیس زادے حسب الطلب لفٹنٹ گورنر صاحب حیدرآباد سے آگئے اور ۲ جنوری کو صیغۂ جوڈیشل کا چارج لیا۔ نواب یار جنگ پہلے اس نواح مین مال اور فوجداری مین ڈپٹی کلکٹر وغیرہ رہے تھے اب ریاست نظام حیدرآباد مین صوبہ وار گلبرگہ تھے۔ اور ان تین ممبران کونسل کے تین اسسٹنٹ مقرر ہوے۔

(۱) نادر شاہ خان ابن دائم خان وائس پریسیڈنٹ کے اسسٹنٹ
(۲) لالہ بیسرپداس ولد رام کشن جوڈیشل ممبر کے اسسٹنٹ۔
(۳) اصغر علیخان ابن علی بخش خان ریونیو ممبر کے اسسٹنٹ۔

نواب سید مشتاق علی خان صاحب نے اپنی ذات خاص کے مصارف اپنے اختیار مین رکھے تھے۔

اہالی خاندان کی ریاست سے مخالفت

نواب سیّد مشتاق علیخان مسند ریاست پر اچھّی طرح بیٹھنے بھی نہ پائے تھے

کہ اہل خاندان سے اور ریاست سے جنرل اعظم الدین خان کے رسوخ کی بدولت مخالفت پیدا ہو گئی باوجودیکہ نواب صاحب نے اپنے رشتہ دارون کے وظیفون مین ترقی فرمائی جسکی تعداد مجموعی الےامامے ماہواری ہوتی ہے اور خزانۂ ریاست سے ایک لاکھ اعےماماسے جو پرانا قرضہ مہاجنون کا اُنکے رشتہ دارون اور افسرون کے ذمے تھا ادا کیا۔ اِن خاندانیون کا شمار تقریباً ۵۴ تک پہونچگیا تھا۔ اخبار دبدبہ سکندری مین ان کے حالات وقتاً فوقتاً چھپتے رہے جنکا اقتباس یہ ہے "یہ خاندانی کبھی رام پور اور اکثر مرادآباد جاکر رہنے لگے اطاعت وانقیاد فرمانروائے وقت سے کنارہ کیا اس وجہ سے وقتاً فوقتاً اُنکے وظائف اور تنخواہین مسدود ہونےلگین اس پر بھی جس نے رئیس سے اپنے عفو تقصیر کی درخواست کی رئیس نے چشم پوشی کی ان لوگون کی جہان اور بے جا خواہشین تھین ایک یہ بھی خواہش تھی کہ ہم حکام سے عرض کر کے اپنی تنخواہین آزاد کرا دینگے اور جہان چاہینگے وہان بیٹھ کر تنخواہین لینگے۔ اِن لوگونکی تالیف قلوب اور وعدۂ رعایت وحفظ مناصب وازدیاد مراتب کے ساتھ ہر طرح کی کوشش کی اور سمجھایا مگر ان پر تو زندہ پیر اور چلتے گرد کا منتر ایسا مؤثر ہو چکا تھا کہ کوئی بات کسی کے خیال مین نہ آئی" اِن تمام خاندانیون کی لیاقتین ایک ہی نسل کا دودھ پیکر جوان ہوئی تھین اسلیے وہ حقیقت طرازی کو افسانہ سرائی اور خوشی کے ابھار کو سوگواری سمجھتے تھے۔ انکی خودرائیان مدبرین ریاست کی تدبیرون سے اس طرح کرنی شروع ہوئین جیسے درخت کے

پکّے پھل گرتے ہین کیونکہ ریاست بے قاعدگی مین کسی کا لحاظ کرنیوالی نتھی جسکی بات بے جا سمجھتی تدارک کرتی اہل تدبیر مہمات ریاست اور کاروبار زمانہ کو خوب سمجھتے تھے۔

جب آغاز ۱۸۵۹ء مین بریلی مین سر آکلینڈ کالون صاحب لفٹنٹ گورنر کی آمد آمد ہوئی تو اہل خاندان کے چھیاسٹھ مرد اور سات عورتین آزادی تنخواہ کی دھن مین چل کھڑے ہوے۔ شاید ان لوگون نے یہ سمجھا ہوگا کہ اسگلے گورنر جنرلون اور لفٹنٹ گورنرون کے حکم لارڈ ڈفرن نے منسوخ کر دیے یا یہ سمجھا ہوگا کہ وہ حکم بالتخصیص نواب سید احمد علی خان اور نواب سید محمد سعید خان اور نواب سید یوسف علی خان اور نواب سید کلب علی خان کے واسطے تھے یا یہ سمجھا ہوگا کہ نئے لفٹنٹ گورنر آئے ہین اُن کو کیا علم ہوگا جو ہم کہینگے وہ ہو جائے گا۔ حالانکہ گورنمنٹ کا وہ حکم اُن وثیقونکی تنخواہونکی نسبت تھا جو نواب آصف الدولہ اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے عہدنامے مین وقت عطیہ ریاست نواب سید احمد علی خان کے داخل کر دی گئی تھین اور بعد اسکے وقت تفویض ریاست نواب سید محمد سعید خان سے گورنمنٹ نے اُن کے دینے کا وعدہ لے لیا تھا۔ اور مخالفت حال مین اُن وظائف کے اشخاص تھے جو نواب سید کلب علی خان کسی کو برادرانہ سلوک اور کسی کو بزرگانہ رعایت سے دیتے تھے اور کسی کو مد زکوٰۃ سے عنایت فرماتے تھے۔ افسوس اگر یہ لوگ قاعدہ و مصلحت گورنمنٹ سے واقف ہوتے کہ کوئی حاکم لفٹنٹ گورنر یا گورنر یا وائسرائے احکام ماسبق کو بے وجہ منسوخ نہین کرتا ہے

توشاید ایسا نہین کرتے۔

سر آکلینڈ صاحب کو اِن لوگون کے حال پر رحم آیا۔ نواب سید مشتاق علی خان سے استمزاج کیا تو نواب صاحب کو عطا پاشی خطا پوشی کے ساتھ آمادۂ مراعات پایا۔ آخرالامر ہز آنر نے سب کو رامپور بھیج کر ملوا دیا اپنی اسپیچ مین جو وقت عطیۂ خلعت کہی تھی۔ اہل خاندان کے یکجا جمع ہونے پر اظہار خوشنودی کیا۔ لفٹنٹ گورنر کے چلے جانے کے بعد اُن لوگون نے ریاست پر وہ بار ڈالنا چاہا جس کا تحمّل ممکن نہ تھا کہ علاوہ اضافہ و آزادی تنخواہ اپنے املاک کا زر نقد دوچند بلکہ چہار چند چاہا۔ نواب صاحب نے ہر ایک بات کا وعدہ کیا اور املاک کے تصفیے کے واسطے کہا کہ خود چار منصف مقرر کردین۔ اُس کا یہ جواب ہوا کہ نہین ہم جو چاہتے ہین وہ ہمکو دیا جائے جب اس ارادے مین کامیابی نہوئی تو بلا اطلاع بہت سے خاندانی مرادآباد کو چلے گئے۔ ۲۶۔ اکتوبر ۱۸۸۰ء کو جب نواب سید مشتاق علی خان لفٹنٹ گورنر کی ملاقات کے لیے مرادآباد کو گئے تو مرادآباد کے آدمی جنکو ریاست سے کچھ علاقہ نہ تھا استقبال کے واسطے کنارۂ شہر پر حاضر ہوے اور اہل خاندان مین سے صاحبزادہ سیّد مرتضےٰ خان کے سوا جن کا قصور معاف ہونے کے علاوہ اضافۂ تنخواہ بھی ہوا کوئی حاضر نہ ہوا۔

۲۷۔ اکتوبر کو لفٹنٹ گورنر مرادآباد آئے جو کہ وہ سب کو ہدایت اطاعت شعاری اور وفاداری کی کر گئے تھے یہان معاملہ اُس کے برعکس دیکھا تاہم ازراہ مہربانی فرقۂ ناراض سے کہلا بھیجا کہ تمھارے واسطے بہتر و پسندیدہ

یہی بات ہے کہ تم رامپور چلے جاؤ اور اظہار اطاعت کرو۔ مگر کسی کا اس پر بھی التفات نہوا۔ آخر الامر ہز آنر نے کہا کہ قاعدہ مستعملہ ریاست کا ریاست کو اختیار ہے اور جو لوگ حدود ریاست سے بلا اطلاع باہر چلے آئے ہین انکی تنخواہ ندینے کے نواب صاحب مجاز ہین چنانچہ نوابصاحب کے جلاس سے ایک روبکار کمیٹی خاندان کے نام جاری ہوا کہ ۱۹۔ اشخاص جو حدود ریاست سے باہر ہین اُنکی تنخواہون کی کیفیت لکھوا۔ اب کمیٹی نے تمام کیفیت ہر ایک شخص کی تنخواہ کی مرتب کرکے نوابصاحب کے حضور مین بھیجی پیشگاہ کونسل و نوابصاحب سے جو تجویز ہوئی وہ روبکار ذیل سے ظاہر ہے۔

نقل روئداد تجویز اجلاس کامل کونسل انتظامی ریاست رامپور تاریخ ۸ ماہ نومبر ۱۸۸۶ء

آج مثل روبکار اجلاس خاص حضور پر نور دام اقبالہم وملکہم در بارۂ ترتیب فہرست اہل خاندان جو خلاف مرضی رئیس وقت ریاست سے غیر حاضر ہین مع نقشہ اسما مرتبۂ ممبران کونسل خاندان پیش ہوئی۔ تجویز ہوا کہ صاحبزادۂ سیّد حیدر علیخان۔ صاحبزادۂ سید ہدایت علیخان۔ بنی بیگم صاحبہ ڈیوڑھی صاحبزادۂ سید ہدایت علیخان صاحبزادۂ سید محمد علیخان عرف چھٹن صاحب امامی بیگم ڈیوڑھی چھٹن صاحب شہریار دولھا۔ عباسی بیگم ڈیوڑھی شہریار دولھا۔ سید رضا علی خان۔ سیّد نظام الدین خان۔ ڈیوڑھی سید نظام الدین خان۔ خورشید نانی بیگم ڈیوڑھی سید قربان علی خان۔ صاحبزادۂ سید محمود علیخان۔ ڈیوڑھی صاحبزادۂ

سیّد محمود علیخان ۔ سیّد نجف علی خان ۔ سید ہادی یار خان ۔ سیّد احسان اللہ خان سیّد قدرت اللہ خان ۔ سید علاء الدین احمد خان ۔ سیّد مُحب علیخان عرف نبّا صاحب ۔ اُنیس آدمی ایسے ہین جو جادۂ اطاعت و فرمانبرداری رئیس وقت سے منحرف ہین اور بیرون حدود ریاست مقیم ہین حسب دستور قدیم مسلمہ ریاست تنخواہ اشخاص غیر حاضر کی قابل مسدودی ہے منشاے جناب نواب لفٹنٹ گورنر بہادر بھی یہی ہے کہ جب تک یہ اشخاص حضور نواب صاحب بہادر مین حاضر ہو کر عفو تقصیرات نکرالین اور اطاعت و وفاشعاری نکرین تنخواہ ندی جائے حضور پُر نور دام ملکہم و اقبالہم نے بھی اس تجویز کو منظور فرمایا ایک خط اطلاعی معرفت دار الانشا صاحب ایجنٹ بہادر ریاست کی خدمت مین مُرسل ہوا اور صاحب ریونیو ممبر بہادر کے اجلاس سے احکام ضابطہ جاری ہون " دیکھو انگریزون کے سایہ حمایت مین آکر رئیسون کو اپنے ہان سے کسی امیر یا سردار یا عالم کا اُکھیڑ دینا کوئی کٹھن منزل نہین رہا ۔

ذکر صاحبزادۂ سیّد مُحب علیخان عرف نبّا صاحب

اُن کا وظیفہ زمانۂ دراز سے بند تھا بصورت عدم مسدودی اُن کو حساب کی رو سے ایک لاکھ ۴۶ ہزار دو سو ۲۳ روپے دس آنے پنشن وعنایات کے بل چکے ہوتے نواب سید مشتاق علی خان نے یہ پچھلا روپیہ تمام و کمال تین چار مہینے کے عرصے مین بہ تعین اقساط ماہوار اُن کو دلا دیا۔ صاحبزادے صاحب نے قبل وصول پانے کے متفرق طور پر رئیس کے حضور مین

آمد و شد رکھی لیکن روپیہ وصول ہو جانے کے بعد رخصت لیکر مرادآباد چلے گئے جہانسے پھر واپس نہین آئے۔

اِس تمام تشریح سے ثابت ہے کہ اپریل ۱۸۸۸ء کے بعد اہالی خاندان غیر حاضر کی تعداد بہت گھٹ گئی تھی اور نواب سید مشتاق علی خان نے ۴۵ مین سے ۲۶ کی معذرت کو منظور کرلیا۔ صرف ۱۹ باقی رہے جنکے حق مین روبکار ۸ نومبر ۱۸۸۸ء کو لکھوایا گیا۔

جنرل اعظم الدین خان کی رپورٹ کا انتخاب

جنرل اعظم الدین خان نے نواب سید مشتاق علی خان کے عہد مین ششماہی اول کی رپورٹ (۲۳ مارچ ۱۸۸۷ء سے ۳۰ ستمبر ۱۸۸۷ء تک) لفٹنٹ گورنر ممالک مغربی و شمالی (ممالک متحدہ) کی خدمت مین بھیجی تھی اُس مین خاندان ریاست کا بڑی تفصیل سے ذکر کیا ہے اور اُنھون نے اس رپورٹ مین جو دل کے دھوین نکالے ہین وہ فقرے نہین جلے ہوے کبابون کو چٹنی مین ڈبو کر بھیج دیا ہے۔

اُن حالات کے پڑھنے سے اِس بات کا ضرور افسوس ہوتا ہے کہ جن لوگون کا ریاست مین بڑا گہرا استحقاق ہو اور جن کے اسلاف نے اپنے خون بہا کر ریاست پیدا کی ہو۔ اعلیٰ حکام گورنمنٹ کے سامنے چند روزہ حکومت کیلیے اُنکا کچا چٹھا پہونچایا جائے جو اُن کے وقار کو برباد کرتا ہو سلسلۂ سخن کے پورا کرنے کے لیے مین اُن حالات کو یہان نقل کرتا ہون۔

(وہو ہذا)

"تقریباً پچاس اہالیان خاندان کی مفروری نے تاریخ روہیلہ کے ناظرین کی یاد کو از سر نو تازہ کر دیا جبکہ یہ مفرورین نواب سید احمد علی خان کی ریاست کے زمانے مین۔ سالہا سال تک مرادآباد۔ بنارس۔ کلکتہ مین پناہ گزین رہے۔ اُنھون نے گورنمنٹ کے دفتر کو بلا وجہ اور ناقابل قبول شکایات سے طوفان کر دیا۔ اُنھون نے تین سال تک جلاوطن رہنے کے بعد اپنے آقا کی طرف مراجعت کی جس نے موافق اپنی جبلی فیاضی کے اُنکے قصور معاف کیے اور اپنے گوشۂ عنایت مین جگہ دی اور تنخواہین حسب معمول جاری کر دین۔

جب جناب نواب سید محمد سعید خان بہادر رامپور مین حکمران بنائے گئے اُس وقت بھی بہت سے مخالف دعویدار پیدا ہو گئے۔ چونکہ وہ گورنمنٹ کی جانب سے نامزد ہوے تھے کسی شخص نے اُنکے برخلاف مسند نشینی رامپور کی نسبت آواز نہ نکالی۔ لیکن اُن کے بیٹے نواب سید یوسف علیخان بہادر کی مسند نشینی کے بعد وہی پُرانا تنازعہ مسند نشینی کے بارے مین صاحبزادہ سید مہدی علی خان اور اُنکی زوجہ شمسۂ تاجدار بیگم کی سربراہی سے برپا ہوا۔ شمسۂ تاجدار بیگم ایک کنیزک سے نواب سید احمد علی خان بہادر کی ایک بیٹی تھین۔ اپنی بیہودگی سے عاجز آکر اور مفسدان اہل خاندان کے مشورون سے ذلیل ہوکر سید مہدی علی خان نے ایک اندیشہ ناک دریائی سفر انگلستان کا اختیار کیا الخ۔

بعد اسکے جب نواب سید کلب علی خان بہادر مسند نشین ہوے

تو انکے چچا سید کاظم علی خان نے اول بخلاف منشائے حکمران ایسے طریقے سے بغاوت کی کہ اُن کو رامپور چھوڑنا پڑا اور باقی ماندہ ایام بریلی مین بسر کیے اُسی عرصے مین سیّد حیدر علی خان اور شمسۃ تاجدار بیگم اور ننّا صاحب اور بعض دیگر اشخاص نے دوبارہ نواب مرحوم کو اپنی مفروری اور بمقابلہ آرام و مسرت اور وطن اصلی مین رہنے کے جلا وطنی کو پسند کرنے سے دق کیا۔ سید محمود علی خان بھی بہ سبب اپنی متلون اور کجرو خصلت کے سرکش ہوگئے اور تھوڑے عرصے تقریبًا دو سال مین جب وہ رامپور سے باہر گئے ہوے تھے اپنا تمام روپیہ اُڑا دیا اور اپنی عزت وآبرو کو برباد کیا چھٹن صاحب نے نواب سید کلب علیخان کو ناخوش کر کے بغداد کا سفر کیا اور اس طرح اپنے سلسلۂ تعلق حکومت کو جو کچہری صدر مین تھا ضائع کیا۔

واقعات مذکورۂ بالا سے بخوبی ثابت ہے کہ ان مختلف شکایات و تنازعات کا برپا ہونا جو محض خراب اور خود غرض مقاصد کی بنیاد پر ہوا ہے ریاست رامپور کے حالات مین کوئی خاص اور جدید امر نہین۔ جیسا کہ تاریخ سے ثابت ہے باغی اور مخالف لوگ اب ہارے ہوے ہین اُنکی جماعت ٹوٹ گئی اور صرف تین شخص علانیہ میدان دشمنی مین باقی ہین اُن مین سے اعلیٰ درجہ صاحبزادہ سید حیدر علیخان کا ہے وہ نواب سید کلب علیخان بہادر کے سوتیلے بھائی ہین نواب موصوف اُنکی چالاکی اور فطرت سے بہت متخوف رہا کرتے تھے۔ باوجودیکہ سید حیدر علیخان نے ہر قسم کے دعوے متعلق ریاست سے ایک مقدار کثیر خزانۂ ریاست سے حاصل ہونیکے عوض مین اپنے باپ کے زمانے مین دست برداری کی

تھی جس مد خرچ کی پوری تعداد چار لاکھ سینتالیس ہزار روپے تھی جسکو انکے عقلمند باپ نے گورنمنٹ پرامیسری نوٹ کیا تھا تاکہ اُنکے آیندہ کو گذارے کے لئے آخر حال تک ایک آمدنی کا ذریعہ ہو جائے۔ نواب سید کلب علی خان بہادر کے زمانۂ ریاست مین ان صاحبزادے کے ساتھ بڑی مہربانی اور شفقت کا برتاؤ کیا گیا۔ نواب صاحب مرحوم نے مختلف موقعون پر بہت سا زر نقد عطا فرمایا لیکن صاحبزادے صاحب نے ہمیشہ جدید مطالبہ قائم رکھا اور خیال کیا کہ جیسا چاہیے ویسا اُنکے ساتھ سلوک نہین ہوتا اُنکے رامپور سے دوبار علیحدگی کے زمانے مین اُنکی اول بود و باش لکھنؤ اور اجمیر اور کلکتہ مین رہی اور جو دعوے عرصے تک اُنکی طرف سے پولٹیکل ایجنٹ اور نواب لفٹنٹ گورنر کے حضور مین دائر رہا اس بات کا قوی ثبوت ہے کہ صاحبزادے صاحب نواب سید کلب علی خان کے زمانۂ ریاست مین کبھی قانع و رضامند نہین رہے

یہ واقعہ مسلّم ہے کہ جب نواب سید کلب علی خان بہادر نے سفر عرب کی حج کی غرض سے تیاری کی تو اُس وقت اپنا یہ اندیشہ کہ یہ صاحبزادے بہت چالاک ہین اور میری غیبت مین خاندانکی خلل اندازی کیلیے مستعد ہین اپنے بعض انگریز دوستون سے کہ بعض اُن مین سے انگلستان مین ہین اور باقی ماندہ ابھی تک اس ملک مین ہین بیان کیا تھا نواب صاحب مرحوم کو واقعی گمان تھا کہ یہ صاحبزادے صاحب بالخاصیت حوصلہ مند اور چالاک ہین خاندانیون کو زیادہ تکلیف دینگے اور میرے ہندوستان سے جانے کے بعد انتظام ریاست مین بھی خرابی لائینگے چنانچہ اُنھون نے اپنے اس خیال

کی نسبت سر ولیم میور صاحب بہادر سے جو اُس وقت ممالک مغربی شمالی (ممالک متحدہ) کے لفٹنٹ گورنر تھے مشورہ کیا جنھون نے صاحبزادے صاحب کی سکونت کو رامپور کے قریب سے منتقل کرنا تجویز کیا اور جس وقت یہ حکم قطعی دیا گیا کہ رام پور سے فاصلۂ بعید پر سکونت اختیار کرین تو صاحبزادے صاحب نے نواب صاحب کی اطاعت اختیار کرکے بمبئی پہونچکر شرکت کی اور اپنی در پردہ چالاکیون سے معذرت کرکے مکے تک ہمراہ گئے اِس ملک مین واپس آنے کے بعد صاحبزادے صاحب نے نواب صاحب کو رنج پہونچانے کے لیے تجدید کی اور پھر رامپور چھوڑ دیا۔ بہرکیف نواب صاحب مرحوم کے اعتقاد کے موافق صاحبزادے صاحب کی جو صُلح میرے ذریعہ سے نواب مرحوم سے ہوئی تھی وہ مضبوط خیال کی جاتی تھی لیکن صاحبزادے صاحب اپنے دل مین میرے اُس دوستانہ کام کے شکرگذار نہوے گو مین نے اُن کی اجمیر سے رامپور کو واپسی مین زیادہ مدد کی تھی۔ یہ مصالحت کچھ زیادہ عرصے تک نہین رہی کیونکہ صاحبزادے صاحب نے نواب سید مشتاق علیخان بہادر کے زمانۂ ریاست مین دو مرتبہ رامپور کو چھوڑا۔ اور ۱۰ ستمبر کو صاحبزادے صاحب نے اِس تقویت پر کہ حیدر گنج کی دوکانون کے مالک ہین دوکانداروننے خواہش ظاہر کی کہ وہ جھوٹے استغاثے نواب صاحب کے مقابلے مین صاحب پولیٹیکل ایجنٹ کے حضور مین پیش کرین۔ انھون نے ایسا کرنے سے انکار کیا تو اِس پر صاحبزادے صاحب نے اپنے کارندون کو کچھ آدمیون کے ہمراہ بھیجکر حکم دیا کہ دوکاندارونکی بلا اطلاع اُن کا اسباب نکالکر سڑک پر

پھینکدوا اور ایک گھنٹے سے کم مین بازار بند ہو گیا اور دوکانداروں نے فوراً پولیس کو رپورٹ کی اور اِس امر کی پولٹیکل ایجنٹ کو بھی اطلاع کی گئی بازار ابھی بند ہے۔

سیّد مُحب علیخان عرف ننّا صاحب سیّد مہدی علی خان کے بیٹے ہین اُنکی مان شمسۂ تاجدار بیگم نواب سید احمد علیخان بہادر کی بیٹی تھین۔ نواب سید احمد علیخان بہادر نے چونکہ کوئی بیٹا نہین چھوڑا تھا اِس لیے گورنمنٹ ہند نے نواب سید محمد سعید خان بہادر کو مسند نشین کیا تھا اُس وقت سے شمسۂ تاجدار بیگم اور اُن کے بیٹے نے ہمیشہ حکمران مجاز کی مخالفت کی اُنھون نے علانیہ دعوے دائر کیے اور جب تک یہ نسل باقی ہے خیال مسند نشینی غالباً اُنکے ذہن سے رفع نہوگا۔ سب سے اول سیّد مہدی علی خان نے مخالفت ظاہر کی اُنھون نے اپنے دعوے جناب ملکہ معظمہ کے حضور مین دائر کیے لیکن وہ اِس مُلک کو بالکل ناکام واپس آئے دوسری مخالفت شمسۂ تاجدار بیگم کی جانب سے ظاہر ہوئی جو نواب سیّد کلب علی خان مرحوم کے زمانے مین آگرہ - بریلی - مرادآباد اور دوسرے مقامات مین رہتی تھین اور اُنھون نے گورنر جنرل کے یہان اپیل کیا تھا لیکن کامیاب نہوئین۔ گورنمنٹ رزولیوشن نمبری ۱۶۴۳ مورخہ ۲۶ مئی ۱۸۸۰ء محکمۂ فارن ڈپارٹمنٹ اِس امر کی تصدیق کرتا ہے۔ نواب سید کلب علی خان بہادر نے شمسۂ تاجدار بیگم کے انتقال کے بعد بمقتضاے اپنی معمولی فیاضی کے ننّا صاحب کی مدد معاش کے واسطے ایک وظیفہ جسکا ذکر

روبکار مورخہ ۲۴۔ اکتوبر ۱۸۸۳ء مین ہے مقرر کیا تھا اور مقدار واجب سے ایک حبہ اُس مین کم نہ تھا۔ لیکن ننا صاحب نے اپنی موروثی کراہت وعداوت کے موافق اُسکے وصول کی طرف توجہ نہ کی اور رسید دینے سے انکار کیا جسکی نسبت نواب مرحوم کے روبکار مین حکم تھا ننا صاحب نے رامپور کو ۱۳ جنوری ۱۸۸۲ء سے چھوڑ دیا اور اب وہ مرادآباد مین رہتے مین اور ابتداے روانگی رامپور سے اُنھون نے اپنی تنخواہ کے واسطے گورنمنٹ مین استغاثہ کرنا شروع کیا ہے جو محض اس وجہ سے کہ اُنھون نے رسید پر دستخط کرنے سے انکار کیا ہے اور بلا حصول اجازت معمولی کے رامپور کو چھوڑ دیا ہے ملتوی ہوئی ہے۔ موجودہ انتظام سے کوئی کارروائی اُنکی تنخواہ کے ملتوی ہونے کی نسبت نہین ہوئی بلکہ کئی بار اطلاع دی گئی تھی کہ اگر وہ روبکار مورخہ ۲۴۔ اکتوبر ۱۸۸۳ء کی تعمیل کرین تو تنخواہ وصول کر سکتے ہین۔

مین افسوس کرتا ہون کہ ننا صاحب نے سید حیدر علیخان اور دوسرے مخالفون کے شریک ہونے مین حکمران حال سے مقابلہ کرنے کے لیے تامل نہ کیا اور مفسدانہ تار اور عرضیان گورنمنٹ کو بھیجین۔

سید محمد علیخان عرف چھٹن صاحب سید کاظم علیخان کے بیٹے ہین جو نواب سید یوسف علیخان بہادر کے چھوٹے بھائی تھے۔ ابتداے غدر ہندوستان مین سید کاظم علیخان علانیہ باغی ہوگئے تھے اور اُنھون نے انگریزی عملداری کا ایک حصہ جلا دیا اور غارت کیا اُن کا مقام بغاوت بھابھر مین تھا

جمعدار تحصیل جو جرنیل ایچ رامزی صاحب کا رفیق تھا مارا گیا نواب سیّد یوسف علیخان بہادر نے اپنے چھوٹے بھائی کا جرم بغاوت معلوم کر کے لارڈ کیننگ بہادر سے فتح گڑھ کے دربار مین سفارش کی۔ باوجود اسکے جب نواب سید کلب علیخان بہادر رامپور کے حاکم ہوے تو سید کاظم علیخان نے اُنکے ساتھ بہت عداوت کی اور رامپور سے نکل کر اپنی سکونت بریلی مین اختیار کی اور پانچ سال کا عرصہ ہوا کہ وہان انتقال کیا۔ اور اب اُن کی جائداد کورٹ آف وارڈس کے اہتمام مین ہے نواب سید کلب علیخان کی ایک بیٹی چھٹن صاحب کو بیاہی تھی۔ اُس کے انتقال کے بعد امامی بیگم بنت نواب سید یوسف علیخان بہادر کے ساتھ چھٹن صاحب کا عقد ہوا وہ زندہ ہین اور تین بچون کی مان ہین۔ نواب سید کلب علیخان نے مثل اپنے داماد کے چھٹن صاحب کی تنخواہ ماہوار بطور مدد معاش مقرر کر دی اور ۱۸۸۲ء سے سو روپے ماہوار تنخواہ کچہری صدر کے پانے لگے۔ جب چھٹن صاحب نے نواب سید کلب علیخان کو ناخوش کیا اور رامپور چھوڑ کر بغداد گئے۔ تو کچہری صدر کا تعلق ۱۹ جنوری ۱۸۸۸ء سے قطع ہو گیا۔ جب نواب سید مشتاق علیخان بہادر کے رئیس ہونے کا اعلان کیا گیا تو چھٹن صاحب معمولی نذر پیش کرنے کے واسطے نوابصاحب کے حضور مین حاضر نہ ہوے اور نہ وہ عید کے دربار مین اور نہ دوسری مجلسون مین شریک ہوے اُنکی زوجہ امامی بیگم نے اپنی آمدنی بذریعہ پرامیسری نوٹ تعدادی ہزار روپیہ قائم کی جو نواب صاحب نے ۳۰ مئی ۱۸۸۸ء کو اُنکو دیے تھے۔ علاوہ اس

عطا و عنایات کے یعنی بلا شرط ٹونک کی سپردگی کے نواب صاحب نے ماصہ ماہوار اُن کی تنخواہ بھی مقرر کرنا چاہی تھی باوجود اِس مہربانی و نوازش کے چھٹن صاحب نے رئیس جائز سے علانیہ طور پر دشمنی رکھنا پسند کیا اور سید حیدر علی خان اور دوسرے مخالفین کے شریک ہو گئے بلکہ چھٹن صاحب کی سرگرمی اہالیان بغاوت کی مدد کرنے میں اس درجہ بڑھی ہوئی تھی کہ انھیں بظاہر سرغنہ شمار کیے جاتے تھے۔

سید محمود علی خان نواب سید یوسف علیخان کے تیسرے بیٹے ہیں اور ۴۲ سال کی عمر ہے اُنکے مہربان باپ نے گورنمنٹ پرامیسری نوٹ ڈیڑھ لاکھ روپے کے اُنکو دیے تھے لیکن سید محمود علیخان نے اپنے بالغ ہونے پر عیاشی شروع کردی اور اپنے پرامیسری نوٹ کو بہت جلد ضائع کردیا۔ نواب سید کلب علیخان بہادر نے اپنے بھائی کو تکلیف کی حالت میں پاکر بمقتضاے اپنی فیاضانہ امداد کے سات سو روپے ماہوار تنخواہ مقرر کردی جن کو نواب سید مشتاق علی خان بہادر نے جاری رکھا اسکے علاوہ اُن کی ذات کا قرضہ معہ سامصہ کا ادا کردیا۔ اور ریاست کے جواہرات جو اُنکے تفویض تھے اُن کو صحیح و سالم پاکر اُنکی تنخواہ کے واسطے نوابصاحب حال نے اجازت دی تھی باوجود اِس کے اُنھوں نے رئیس کے دشمنوں کی شرکت بہتر خیال کی چنانچہ اب ریاست کے انتظام پر جھوٹے الزام لگانے کے لیے اُنھوں نے اپنی بیگمات سمیت رامپور چھوڑ دیا اور حیدرآباد و بمبئی کو چلے گئے ہیں اور وہانسے انگلستان کا قصد رکھتے ہیں۔ صاحبزادے صاحب نواب سید

کلب علیخان بہادر کے زمانۂ ریاست مین جنکو نواب صاحب اُنکی تُند خوئی اور تلوّن مزاجی کی وجہ سے ناپسند اور بُرا خیال کرتے تھے ریاست کے کسی معاملے مین دخیل نہین ہونے تھے۔ مگر اُنھون نے فریق مخالف سے ملکر نواب صاحب حال کی عنایتون کو بہت ادنےٰ طور پہ بدل دیا اور جو کچھ اُنھون نے بدسلوکی کی تھی اُس کی وجہ سے اب رئیس حال کا اعتماد ہرگز حاصل نہین کرسکتے۔

سید مصطفےٰ علیخان عرف مُنّا صاحب سید محمود علیخان کے بیٹے ہین سترہ سال کی عمر ہے نواب سید کلب علیخان بہادر کو اُنکی طرف رغبت ہوئی اور اُنکی پرورش کرنے کا حکم دیا اور اُنکے خاندانی حقوق اور محاصلات ریاست کے عوض مین اُن کو گورنمنٹ پرامیسری نوٹ ڈیڑھ لاکھ روپے کے دیدیے اور اُنکی شادی سید کاظم علیخان کی بیٹی سے کی جنکو اُنکی جائداد سے جو کورٹ آف وارڈس ہے دوسو روپے ماہوار تنخواہ ملتی ہے۔ منا صاحب مدرسۃ العلوم علی گڑھ مین طالب علمی کرتے ہین اُنکے باپ نے بوجوہ جو اُنکے علم مین ہین اُن کو اور اُن کی بی بی کو ریاست کی مدد سے باہر کیا ہے۔ ۱۰ جولائی ۱۸۹۸ء کو منا صاحب کے گورنمنٹ پرامیسری نوٹ ڈیڑھ لاکھ روپے کے اُنکو دیدیے گئے اور اب اُنکے جزو کل دعوے طے ہوگئے۔

سید احمد علیخان عرف شہریار دولھا سید رضا علی خان کے بیٹے ہین جو سید عبد اللہ خان کی اولاد سے ہین اُنکی عمر اب اکیس سال کی ہے اُنکے نکاح مین عباسی بیگم بنت نواب سید یوسف علیخان ہین یہ بیگم اول عنایت حسین خان سے

منسوب ہوئین پھر سید احمد علیخان عرف بنّن صاحب ولد سید مبارک علیخان کے نکاح مین آئین اُنسے طلاق لے لینے کے بعد شہریار دولھا اُن کے تیسرے شوہر ہوے نواب سید کلب علی خان بہادر شہریار دولھا کو بطور مدد معاش کے ماہوار دیتے تھے وہ تنخواہ اِس وقت تک موقوف نہین ہوئی۔ عباسی بیگم نے اپنی آمدنی گورنمنٹ پرامیسری نوٹ سے جسکا سود بالفعل ریاست کے تحویلدار کی تفویض مین ہے قائم کی ہے شہریار دولھا کو نواب صاحب کے حکم سے اطلاع دی گئی تھی کہ وہ اپنی زوجہ کے پرامیسری نوٹ وصول کرنے کے اپنی مرضی سے مجاز نہین ہین تاہم شہریار دولھا اور اُن کی زوجہ ماہ مئی ۱۸۹۳ء سے رامپور سے غیر حاضر ہین اور دہلی مین رہتے ہین۔ شہریار دولھا کے لیے اپنے رئیس نواب حال کے حضور مین معمولی دربار عید مین حاضر ہونا لازم تھا مگر وہ غیر حاضر رہے اور نواب صاحب کو اپنی غیر حاضری کے سبب اور قصور کی معافی کی التجا مین کوئی عرضی نہ بھیجی مگر مین ظاہر کرنا چاہتا ہون کہ نواب صاحب بالطبع مہربان کریم اور فیاض ہین اور اُن کی ہمدردی اپنے رشتہ دارونکے ساتھ قابل تعریف ہے وہ اپنے رشتہ دارون کی حفاظت اور حقوق اور لحاظ پرورش مین بہت محتاط ہین۔ جس وقت عباسی بیگم اپنی نیک فہمی سے رامپور مین آئین اور نواب صاحب کا سایۂ عاطفت حاصل کرین تو وہ غالباً نواب صاحب سے عطیات جدید پائینگی جو نئے وظائف کے طور پر ماہواری ہونگے۔

اس سے قبل کہ قصہ مخالفین اہالیان خاندان کے چلے جانے کا ختم کیا جائے ایک اور واقعہ کا بھی ذکر کرتا ہون اور وہ یہ ہے کہ مخالفین نے یہ کوشش کی تھی کہ قلعہ سرکاری کی بیگمات مخالف ہوکر محلات اور خاندان نواب صاحب سے خارج ہو جائین اس محل مین صرف ایک دروازہ آمد و برآمد کا ہے جو رات کو بہت نگہبانی سے مقفل ہو جاتا ہے باوجود اسکے اُن چھ بیگمون سے جو نواب سید یوسف علی خان بہادر کی ازواج ہین اِن لوگون نے مشورہ کیا اور اُن کی جانب سے حکمران حال کے برخلاف گورنمنٹ کو عرضیان بھیجین لیکن مین بڑی مسرت سے بیان کرتا ہون کہ معاندین اپنے ارادے مین ناکام ہوے۔ ۱۴ ستمبر ۸۷ھ کو ان بیگمات نے اپنی رضامندی کامل طور سے ظاہر کر دی۔ اور نواب صاحب نے اُنکے پچھلے قصورات کی معافی بخشدی۔ بیگمات اب بالکل حالت اطمینان و آرام مین ہین اور مین امید کرتا ہون کہ مخالفین کی شرارت یا تدبیرات سے آگے کو زنانہ محل کی ہوا پر خراب اثر نہ پڑیگا۔

اِس مقام جرنیل اعظم الدین خان کی تحریر کو تمام کرنے کے بعد مین اتنا کہتا ہون کہ اِس بیان مین کئی مقام قابل گفتگو ہین۔ مگر مین اُنکی نسبت اپنے قلم سے کوئی حرف نکالنے مین احتیاطاً تامل کرتا ہون۔

حاتم زمانی بیگم اور اُنکے سمدھی

خاندانیون کی ناچاقی کا افسوس نواب سید مشتاق علیخان اپنے ارمان بھرے دل مین اپنے ساتھ لے گئے یہی وجہ تھی کہ وہ دور دور کے

خاندانیون سے میل نکالنے لگے اپنے موافق اور دوست خاندان پیدا کرنے لگے جنرل اعظم الدین خان کو بھی اسکی ضرورت تھی کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ جب انسان اپنے مقابل مین دشمنون کو نہایت قوی دیکھتا ہے اور اُن کی عداوت کا تدارک مشکل معلوم ہوتا ہے تو لیسے بااقتدار لوگون سے رشتے ملاتا ہے جو دشمنون سے چھٹے ہوے ہون اور بُرے وقت مین کام آئین۔

چنانچہ سید زین العابدین خان ابن صاحبزادہ سید اصغر علی خان ابن صاحبزادہ سید محمد عبداللہ خان خلف نواب سید غلام محمد خان کو جیپور سے اور خواجہ محمد خان رئیس دھولپور کو مع اُنکی سمدھن[1] حاتم زمانی بیگم کے جو نواب سید مشتاق علی خان کی پھوپھی ہوتی ہین بُلایا اور نہایت خاطر و مدارات کی۔ حاتم زمانی بیگم کو نواب سید یوسف علیخان نے اپنی ولیعہدی کے زمانے مین مواضعات سرادہ اور الف گنج اور باغ حضور پسند وغیرہ بذریعۂ ہبہ نامہ ہبہ کیے تھے۔ اور اپنی ریاست کے وقت مین بذریعۂ روبکار ۸ جولائی ۱۸۶۳ء اُسکی تصحیح و تصدیق کی۔ حاتم زمانی بیگم کے یہان سے چلے جانے کی وجہ سے نواب سید کلب علی خان نے جائداد مذکورہ کو سرکاری قبضے مین کرلیا تھا۔ نواب سید مشتاق علیخان نے اُس جائداد کو کہ ڈیڑھ لاکھ روپے کی ہے بذریعۂ روبکار ۱۵۔ اگست ۱۸۸۷ء واگذاشت فرمایا اور اٹھتیس ہزار روپے نقد قرضہ ادا کرنے کیلیے مرحمت فرمائے۔ حاتم زمانی بیگم صاحبزادہ سید حیدر علی خان ابن نواب سید

[1] [illegible] ۱۲

یوسف علی خان بہادر کی حقیقی بہن ہین۔ اُنھون نے اپنی بیٹی دلبری بیگم کی شادی خواجہ محمد خان کے بیٹے رستم علیخان کے ساتھ کردی تھی۔ یہ خواجہ محمد خان رانا بھگونت سنگھ والی دھولپور کے صلب سے ایک مسلمان طوائف کے بطن سے ہین نواب سید کلب علی خان بہادر کو اس رشتہ داری کا نہایت قلق تھا اور اُنھون نے صاحبزادہ سید حیدر علی خان کی طرف سے اُنکی تولیت کی بنا پر گورنمنٹ مین یہ دعوے دائر کرایا کہ دلبری بیگم نابالغ ہے یہ نکاح بغیر اجازت ولی کے جائز نہین اور پیروی کے واسطے تحصیلدار اصغر علی خان مقرر ہوے مگر بہت جلد نواب صاحب نے اس مقدمے کے چلانے مین اپنی توہین خیال کرکے پیروی مقدمہ سے دست برداری کرادی۔

نواب سید مشتاق علیخان کے طبعی عادات

نواب صاحب بوجہ علالت کے نہایت ضعیف ہورہے تھے اور کسی قدر اُن کے قوائے دماغی کو بھی اس علالت سے نقصان پہونچا تھا رمضان مین روزے بھی نہین رکھ سکتے تھے اور اُنکے باپ کی طرح کفارے مین یومیہ کھانا مساکین کو کھلایا جاتا تھا۔ عشرۂ محرم مین تعزیہ داری کرانے لگے دس روز برابر مجلسین ہوتی تھین۔ سو روپے روز کی شیرینی اور لنگر تقسیم ہوتا تھا اور تعزیہ کے ساتھ کربلا تک پلٹن باڑھ اُڑاتی جاتی تھی۔ نواب سید مشتاق علیخان ہمت وسخاوت مین حاتم کو مات کرتے تھے اُنکے خاص خاص منظور نظر آدمیون کے ساتھ اُنکی سخاوت و دریادلی کے

حالات دیکھ کر عقل حیران ہوتی ہے۔ انتظامی کام تمام اُنکی پیش دستی مین کونسل کرتی تھی۔ نوابصاحب بوجہ ضعف وعلالت کے آرام مین مصروف رہتے تھے اسی قسم کے آدمی جمع تھے اہل دربار کی زبانین کھُل گئی تھین۔ علی بخش وغیرہ مصاحب گل افشانیان کرتے تھے یہ شخص نواب موصوف کے مزاج مین بہت دخیل تھا مسندنشینی کے بعد سے اس کا اقتدار بہت بڑھ گیا تھا۔ ایام ولیعہدی سے اُن کی خدمت مین رہتا تھا۔ نواب نے اُس کو ایک لاکھ روپے کا پرامیسری نوٹ عطا کر دیا مگر جنرل اعظم الدین خان نے ایسی ہوشیاری کی کہ وہ نوٹ نقدی کے ساتھ تبدیل نہو سکا اور ناچار واپس کرنا پڑا نوابصاحب کی فیاض طبیعت نے علی بخش کو مالا مال کر دیا۔ اور وہ بھی کتنا ظرافت کا نون مرچ اور مزاحت کا گرم مصالح باتون کے کباب پر چھڑکتا تھا جو نواب کو بھاتا تھا اور اسکے چٹخارے مین اسکا کام نکل آتا تھا ۔

جنرل اعظم الدین خان ۸ مئی ۱۸۸۵ء سے ۴ جولائی تک سخت علیل رہے مرادآباد و نینی تال کو علاج کے لیے گئے ڈاکٹر فرر صاحب سول سرجن مرادآباد معالج تھے ۱۲ جولائی کو صحت پاکر رامپور مین آئے تو نوابصاحب نے ڈاکٹر کو ایک لاکھ روپے کا پرامیسری نوٹ عطا کیا اور جو نقد روپیہ بدفعات دیا گیا وہ علیحدہ ہے خدا کی شان وہی خزانہ جو نواب سید کلب علیخان نے سالہاسال مین جمع کیا وہ مال اسطرح خرچ ہوئے ۔

اجمیر کے خواجہ صاحب کے روضہ کی مرمت ومیناکاری بصرف زرکثیر کرائی ۔

لارڈ ڈفرن صاحب کا عہدہ ویسرائی ہند سے سبکدوشی کی اور لارڈ لینسڈون صاحب کا اس عہدے پر اپنی منصوبی کی اطلاع دینا

لارڈ ڈفرن صاحب ویسرائے کشور ہند نے بذریعہ خریطہ مورخہ ۸ دسمبر

۱۸۹۹ء نواب سید مشتاق علیخان کو اطلاع دی کہ مین ہندوستان سے جاتا ہون اور میرے قیام ہندوستان مین جو خیر خواہیان آپنے اور دوسرے رؤسانے کی ہین انکو مدتون یاد رکھونگا۔ بعدہ لارڈ ایلنسڈون صاحب نے ۲۷ دسمبر کے مراسلے مین نواب صاحب کو اطلاع دی کہ مین نے دس دسمبر کو لارڈ ڈفرن صاحب سے اپنے عہدے کا چارج لیا میری آرزو ہے کہ باہم برٹش گورنمنٹ کے اور آپکی ریاست کے جو سلسلۂ اتحاد اس قدر عرصہ دراز سے جاری ہے مستحکم و برقرار رہے اور جس طرح والسرایان ماسبق نے سلسلۂ اخلاص قائم رکھا ہے مین بھی قائم رکھون۔

نواب سیّد مشتاق علی خان کی علالت اور وفات

نواب صاحب ۷ رمضان ۱۲۵۱ ہجری مطابق ۲۲ اپریل ۱۸۳۵ء کو پیدا ہوے تھے اور ۲۵ فروری ۱۸۹۸ء مطابق ۳ جمادی الآخر ۱۳۱۵ ہجری کو دوشنبے کے دن ظہر کے وقت ڈیڑھ مہینہ علیل رہ کر بعد مسند آرائی ۲۷ ماہ اس جہان فانی سے رحلت کی عرش آشیان کے لقب سے ملقب کیے گئے۔

نواب صاحب کو ابتدا ًزکام ہوا تھا اسکے بعد وقتاً فوقتاً دوسرے عوارض مختلفہ لاحق ہوے آخر مرض سرسام و درد جگر تھا حالت نزع مین جنرل اعظم الدین خان موجود تھے اُسی وقت صاحب ایجنٹ بہادر کو تار دیا تھوڑی دیر کے بعد سید علی حسن ریونیو ممبر اور نواب یار جنگ جوڈیشل ممبر بھی آگئے۔

جس مکان مین نواب صاحب رہتے تھے اُس کے جانب مغرب صحن دیوان خانہ مین سراچہ استادہ کر کے غسل دیا گیا۔ جب جنازہ تیار ہوا

اُس وقت نواب ولی عہد بہادر اور جنرل صاحب اور دوسرے اراکین ریاست نے مُنھ دیکھا بعد مغرب جنازہ اُٹھا توپ دروازے کے صحن مین جو قلعہ جدید کے اندر مشرقی دروازے کے متصل واقع تھا نماز ہوئی ہزارون آدمی شریک تھے۔ مولوی ارشاد حسین صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی۔ جنازے کے ہمراہ نواب ولی عہد مع ممبران کونسل و ملازمان سول و ملیٹری و اہل خاندان و عمائد شہر پاپیادہ تھے ڈنکا آگے بجتا جاتا تھا۔ ہاتھیون پر جُبّہ اور دوسرے تبرکات تھے۔ خادمان جُبّہ صلوٰۃ پڑھتے جاتے تھے۔ حافظ جمال اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مقبرے کے احاطے مین صحن چبوترہ سے متصل قبر حافظ صاحب کے سامنے دفن کیے گئے اس مقام کو نواب صاحب نے اپنی حیات مین قبر کیلیے تجویز کیا تھا۔ کونسل نے نواب سید مشتاق علیخان کی یادگار مین دو لاکھ روپے کے نوٹ اُن کے نام سے وقف کر کے اُسکے منافع محتاج خانہ کے مصارف کے ہمیشہ کے لیے متعلق کر دیے جس سے بہت سے محتاج پرورش پاتے ہین۔

تبصرہ

جس زمانے مین نواب صاحب نے انتقال کیا تو ایسا سُنا گیا تھا کہ اُن کو بہت زیادہ مقدار مین اسٹرکنیا یعنی کچلے کا جوہر دیا گیا تھا جسکے زہر سے ہلاک ہوگئے۔ اُسی وقت یہ چرچے ہونے لگے کہ نوابصاحب کے سارے بدن پر نیلے داغ پڑ گئے ہین جس وقت اُن کو لحد مین لٹایا گیا تھا تو جنرل صاحب نادر شاہ خان کو اُنکی لاش پر لے گئے اور کہنے لگے کہ

خانصاحب دیکھیے تو انکے بدن پر نیلے داغ کہاں ہین۔

اولاد

۱۔ نواب سید حامد علیخان بہادر فرمان روائے حال جنکو بچپن مین مُنّن صاحب کہا کرتے تھے۔ بطن نواب خورشید جہان بیگم صاحبہ دختر کلان صاحبزادۂ سید عنایت حسن خان عرف اِنّا میان ولد سید علی عباس خان ابن سید علی حسین خان پسر سید عظیم اللّٰہ خان ولد سید مصطفٰے خان ابن سید الہ یار خان خلف نواب سید علی محمد خان بہادر سے اور نواب خورشید جہان بیگم صاحبہ کی والدہ کا نام کلثوم بیگم صاحبہ عرف منجھلی بیگم صاحبہ بنت صاحبزادۂ سید کاظم علیخان عرف چھوٹے صاحب خلف نواب سید محمد سعید خان بہادر سے ہے۔

۲۔ صاحبزادۂ سید ناصر علی خان عرف منجھو صاحب بطن عسکری بیگم صاحبہ دختر سید مبارک علی خان فرزند چارمی نواب سید محمد سعید خان جنت آرام گاہ سے۔

انکو نواب سید حامد علیخان صاحب بہادر نے جبکہ وہ کونسل ریاست رامپور کے پریزیڈنٹ ہوگئے تھے انگلستان کو تعلیم کیلیے بھیجا۔ پھر یہ واپس نہ آئے وہان ایک انگریز کی بیٹی سے نکاح کرلیا اور وہین وطن اختیار کرلیا۔ انکی جائداد غیر منقولہ جس قدر رامپور مین تھی اُسکو فروخت کراکے قیمت منگالی۔

قطعہ تاریخ رحلت نواب سید مشتاق علیخان نتیجہ فکر جناب منشی امیر احمد صاحب امیر

دنیا ہے عجب مقام عبرت ۔۔۔ یہ حسرت و یاس کا مکان ہے

اس گھر مین کہان ثبات کو دخل　　　اس گھر مین جو ہے وہ میہمان ہے
اس گھر مین ہے ایک شب بسیرا　　　آیا ہے جو آج کل روان ہے
ویرانے ہین حسرتون کی بیٹھک　　　دیوارون سے بیکسی عیان ہے
ہو اہل زمین کو خاک راحت　　　گردش مین ہمیشہ آسمان ہے
فانی ہے یہان کا عیش و آرام　　　ہے آج بہار کل خزان ہے
دیکھو کہ جمادی الآخرہ کی　　　چوبیسوین ۲۴ کی یہ داستان ہے
نواب وہ جن کا نام نامی +　　　مشتاق علی کے ساتھ خان ہے
رحلت فرما ہوے جہان سے　　　بسمل اس غم سے اک جہان ہے
ہے رنگ جو آسمان کا نیلا　　　آہون کا گھٹا ہوا دھوان ہے
مانند زمین ہے خاک برسر　　　اس درجہ مکدر آسمان ہے
ہے ماتمیون کا دود دل وہ　　　جسپر کہ سحاب کا گمان ہے
بتیس ۳۲ برس کی عمر پائی +　　　مرجانے کی عمر یہ کہان ہے
انصاف و سخا و خلق سب کا　　　شاہد ہر پیر و ہر جوان ہے
احسان جو کیے ہین حد سے باہر　　　باہر امکان سے بیان ہے
احسان کا بندہ ہے ہر انسان　　　تعریف سے خلق تر زبان ہے
جاتا ہے سلوک رائگان کب　　　اب ساتھ وہ جود و امتنان ہے
صبر آئے امیر دل کو کیونکر　　　یہ ماتم مرگ نوجوان ہے
اس غم مین چلا مین سوے صحرا　　　جو خاص مقام وحشیان ہے
ہر دم تھا یہی مری زبان پہ　　　آقا مرے ہاے تو کہان ہے

عبرت ہوئی راہبر اُدھر کو
حسرت کا خاص جو مکان ہے

دِکھلا کے بہت سی کہنہ قبریں
بولی یہ نشانِ رفتگان ہے

ہیں ملک عدم کے سب مسافر
ہے پیر کوئی کوئی جوان ہے

شیخ ان میں ہے کوئی کوئی سیّد
کوئی ہے مُغل تو کوئی خان ہے

دارا و سکندر و فریدون
سب مرگھٹوں کا یہی نشان ہے

پوچھ اُسسے کہاں وہ شان و شوکت
پوچھ اُسسے کہاں وہ عز و شان ہے

پوچھ اُسسے کہاں ہے وہ چھپر کھٹ
پوچھ اُسسے کہاں وہ سائبان ہے

کیوں دھوپ میں خاک پہ پڑے ہیں
ہے چتر نہ تخت کا نشان ہے

یہ دیکھ کے چیخ اُٹھا میں بیتاب
ہے ہے یہ عدم کا کاروان ہے

پھرتا تھا اِدھر اُدھر تڑپتا
کہتا ہوا ہائے وہ کہاں ہے

میں جس کی تلاش میں ہوں برباد
جس کے لیے دِل مرا تپاں ہے

آیا نظر اک زمین کا تختہ
سمجھا میں کہ تختۂ جنان ہے

فردوس کے پھول ہیں سرِ قبر
ابرِ رحمت کا سائبان ہے

دولھا سا بنا ہے کوئی لیٹا
تُربت پہ سیج کا سمان ہے

دوڑا لیئے فاتحہ سوے قبر
سمجھا کہ یہی وہ آستان ہے

آئی یہ ندا ادب سے آنا
یہ مرقدِ عرشِ آشیان ہے

نتیجۂ فکر منشی غلام احمد صادق

کیا ہی غم ہی مرگ شاہ مصطفےٰ آباد کا
ہو رہی ہی جس سے اک عالم کے دلکو بیکلی

سال رحلت کیلیئے دی روح قنبر نے ندا
بس گئے بزم علی میں آج مشتاق علی

تیسرا حصّہ

ناصر الملک مخلص الدولہ مستعد جنگ نواب سید حامد علیخان بہادر دام اقبالہ و ملکہٗ فرزند اکبر نواب سیّد مشتاق علی خان بہادر کے حالات مین

تاریخ ولادت ۲۹ رجب سنہ ۱۲۹۲ ہجری مطابق ۳۱ اگست سنہ ۱۸۷۵ء موافق بھادون سدی یکم سمبت ۱۹۳۲ بکرمی یوم سہ شنبہ کو دن کے گیارہ بجے ساعت سعید مین پیدا ہوے۔

سیّد محمد جعفر علیخان۔ جعفر رئیس شمس آباد نے نواب سید کلب علی خان کو یہ قطعۂ تاریخ ولادت تصنیف کر کے مبارکباد دی تھی ؎

یوسف لقا نواب کا روشن قمر پیدا ہوا | مسند نشین پیدا ہوا لختِ جگر پیدا ہوا
منگل رجب انتیسوین سے دوپہر کو ماہ نو | عالی حسب آصف نشان فرخ سیر پیدا ہوا

تاریخ جلوس ۲۶ جمادی الاخریٰ سنہ ۱۳۰۶ ہجری مطابق ۲۷ فروری



تمثال ہمایون - کرنیل ہز ہائنس عالیجاہ فرزند دلپذیر دولت انگلشیہ مخلص الدولہ ناصر الملک - امیر الامرا نواب سید
محمد حامد علی خان بہادر مستعد جنگ - جی - سی - آئی - ای - جی - سی - وی - او - فرمانفرمائے ریاست رامپور

۱۸۸۹ء روز چہارشنبہ کو رامپور اسٹیٹ کے تاج نے حامدی اقبال کے رنگ مین جلوہ دکھایا۔

تاریخ جلوس از منشی امیر احمد صاحب امیر

بارک اللہ جلوہ گر شد بر سریر سروری ۔۔۔ نامور حامد علی خان سروری را مستحق
آنکہ باشد حق پرست و حق پسند و حق پژوہ ۔۔۔ آنکہ باشد حق شناسی قدیمان را احق
فیض باشد از کتاب خلق او یک صفحہ ۔۔۔ خلق از مجموعۂ اوصاف او تش یک ورق
ابر جودش گر نبارد بر سر کشت امل ۔۔۔ تخم ہر امید را باشد چو گندم سینہ شق
غازہ مالد در طرب گاہش فلک بر رخ خویش ۔۔۔ مردم از نا آگہی خوانندش از نام شفق
گر بر پروانہ را سوز و شبے در بزم او ۔۔۔ داغ گردد شمع و سرتا پا شود غرق عرق
پیش دست تیغش آسان شود ہر مشکلے ۔۔۔ ناخن فکرش کند حل ہر معمائے ادق
درمیان گرز ہائے گاو سر خصمش بود ۔۔۔ صورت لامیکہ باشد در دو این قاف قلق
ملک و دولت یافت از ناز نگاہ لطف او ۔۔۔ رشتۂ شیرازہ بہر دفتر نظم و نسق
سال ہجری و مسیحی زد رقم کلک امیر ۔۔۔ گوہر تاج ریاست + ابر رحمت ظل حق

مسٹر نیل صاحب قائم مقام ایجنٹ لفٹنٹ گورنر بہادر نے ۲۶ جمادی الآخری سنہ ۱۳۰۶ ہجری مطابق ۲۷ فروری ۱۸۸۹ء روز چہارشنبہ کو دربار کرکے گورنمنٹ انگلشیہ کی طرف سے نواب سید حامد علی خان بہادر کی وراثت و جانشینی کا اعلان کرکے جو کلمات نصیحت آمیز کہے اُسکے جواب مین نوابصاحب نے مستحکم وعدہ کیا کہ خدا نے چاہا تو اسی طرح عملدرآمد ہوگا اور ہمیشہ میری دلی آرزو ہوگی کہ تحصیل و تکمیل علوم اور اپنی رعایا کی پرورش اور اُنکی ترقی

اور انصاف رسانی مین بدل مصروف رہون اور آبا و اجداد کی خیر خواہیون کو رونق دون تاکہ اتحاد وارتباط دولت انگلشیہ مین ترقی اور ملک و رعایا کی بہبود ہو۔

اس دربار مین جنرل اعظم الدین خان نے جو اسپیچ دی اُسکا خلاصہ یہ ہے

اِس دربار مین ہمکو اِس بات کا ذکر کرنا مناسب معلوم ہوا کہ بعض ناواقف اخبارات ہندوستانی وانگریزی نے رحلت نواب عرش آشیان کو مشتبہ تحریر کیا ہے آپ لوگ خوب واقف ہین کہ ۲۴ دسمبر ۱۸۸۹ء سے مزاج مبارک نواب مغفور ناساز ہوا اور باوصف علاج علالت اپنے مختلف رنگون سے ترقی کرتی گئی چند روز قبل از رحلت مسٹر فریر صاحب سول سرجن مرادآباد آئے اور جو حالت نا امیدی اُس وقت مترشح تھی مخفی نہین ہے۔ بعض بعض ارا کین حضار دربار سے لیسے بھی ہین جو اکثر اوقات نواب عرش آشیان کے پاس موجود ہوتے تھے۔ ممبران کونسل نے آخر وقت تک زمانۂ علالت مین متواتر پھیرے مختلف وقتون مین کیے یہ نمک خوار چوبیس گھنٹے مین بہت کم قریب سے ہٹتا تھا۔ ظاہر ہے کہ حکم حاکم حقیقی مین مجال کم وبیش وتبدل وتغیر نہین۔ کوئی شخص اُس وقت جبکہ کسی کا وقت برابر ہوگیا ہو کسی کی جان کو بچا نہین سکتا ورنہ یہ جان نثار اپنی نصف عمر کو بخوشی دے سکتا تھا۔ اُن کی حالت علالت ایسی اظہر من الشمس تھی جس سے سب باخبر ہین تو شبہ کو کوئی اثر نہین ہوسکتا یہ بیان میرا جواباً نہین ہے اسلیے کہ ناواقفان حال کی تحریر کا جواب خاموشی سے بہتر کوئی نہین ہوسکتا۔ لیکن مناسب سمجھا گیا تاکہ سکوت

اس حملے کے قبول پر دلالت نکرے اور کونسل کا وقار بھی مقتضی تھا کہ تھوڑا سا ذکر کیا جائے۔

رامپور مین کونسل آف ریجنسی کا مقرر ہونا نواب صاحب بہادر کا قیام تعلیم کی غرض سے نینی تال اور بریلی مین تجویز ہونا۔

مسند نشینی کے وقت نوابصاحب کا سن چودہ سال دس مہینے ۲۷ دن کا تھا۔ کونسل انتظامیہ کو بوجہ صغرسنی نواب صاحب بہادر سے بلفظ کونسل آف ریجنسی ملقب کیا گیا الا کان مین کوئی تغیر نہین ہوا۔ پریزیڈنٹ کے عہدے پر صاحبزادہ سید صفدر علی خان ابن نواب سید محمد سعید خان بہادر مامور کیے گئے طوفان مخالفت مین جو نواب سید مشتاق علیخان کے عہد مین موجزن ہوا تھا اُنھون نے رئیس کی اطاعت کی۔ جو چیزین ذات خاص سے متعلق تھین۔ گورنمنٹ نے جنرل اعظم الدین خان وائس پریزیڈنٹ سے متعلق رکھین۔ جنرل صاحب کے اختیار بڑھے ہوے تھے سب کام وہی کرتے تھے عہدۂ پریزیڈنٹی پر سید صفدر علی خان کا نام صرف آڑ کے لیے تھا جنرل صاحب کی رضامندی کے بغیر سید صفدر علیخان کوئی سرکاری کام نہین کر سکتے تھے اُن کو کوئی اختیار نہ تھا۔ نواب سید مشتاق علی خان کے انتقال کے بعد اہل خاندان زیادہ مخالفت پر کمربستہ رہے۔ کونسل کے انتظام اور استقلال سے وہ نازک وقت اچھی طرح ختم ہو گیا۔ مراتب مسند نشینی خوب تزک و احتشام سے ادا ہوے۔ اگرچہ خلاف دستور ریاست تھا کہ رئیس کے جنازے کے ساتھ

وارث تاج و تخت بھی جائے مگر نواب صاحب بہادر اپنے پدر بزرگوار کے دفن مین برابر شریک رہے۔ مسٹر نیل صاحب ایجنٹ و کمشنر ۲۹ مارچ کو رامپور مین آئے اور ۳۰ مارچ کو صبح کے سات بجے دیوانخانہ مین دربار منعقد کر کے موافق حکم گورنمنٹ ہند دو کاموں کا اعلان کیا:-

ایک یہ کہ تا سن بلوغ نواب صاحب کے انتظام ریاست کے واسطے ایک کونسل قائم کی گئی جس کا نام کونسل آف ریجنسی رکھا گیا اور اُسکے پریزیڈنٹ صاحبزادہ سید صفدر علی خان اور وائس پریزیڈنٹ جنرل اعظم الدین خان اور سینیر ممبر کونسل صیغۂ جوڈیشل نواب یار جنگ اور ممبر مال سید علی حسن مقرر کیے گئے۔ اور کہا کہ "اے حضّار دربار آپ کو چاہیے کہ آپ اس کونسل کی ایسی اطاعت کرین جیسی آپ سابق والیان ریاست کی کرتے رہے ہین اور عمدہ طور سے منشاے گورنمنٹ کو پورا کرین"۔

دوسرا امر متعلق تعلیم نواب صاحب کے تھا اسکی بابت کہا کہ نواب صاحب کی تعلیم اور دوسرے اُمور خانہ داری کے عہدۂ اتالیقی پر کپتان جی کالون صاحب (جو لفٹننٹ گورنر کے پرائیوٹ سکرٹری تھے) مقرر کیے گئے اور کچھ دنون تحصیل علوم کے لیے نواب صاحب بہادر نینی تال مین مقیم رہینگے۔ تاکہ علوم مغربی کی تعلیم مین اچھی مدد ملے۔ صاحب ایجنٹ نے اس موقع پر یہ بھی کہا کہ بعض صاحبون کو اختلاف ہے کہ نواب صاحب بہادر جو نینی تال بھیجے جاتے ہین یہ پرانی رسم کے خلاف ہے مگر یہ خیال کچھ ٹھیک نہین ہے اس لیے کہ اگلے زمانے مین تعلیم مغربی کی اس قدر حاجت نہ تھی جیسی کہ اب ہے۔ امید ہے

کہ عمدہ مغربی تعلیم کے بعد وہ اختیارات ریاست کو اپنے ہاتھ مین لینے کے قابل ہو جائینگے انسب نے سفر نینی تال کو پسند کیا اور وہان رہنا بہتر جانا اس دربار کے تقرر سے دو گھنٹے کے بعد نواب صاحب مع اپنے اتالیق کپتان کالون صاحب کے نینی تال کو روانہ ہوگئے۔ نواب صاحب کے نینی تال بھیجے جانے پر تمام شہر اور محلات مین نہایت اضطراب و قلق تھا۔ مگر عیدین کی تقریبات مین نواب صاحب اکثر رامپور آتے رہے نینی تال مین ہندوستانی مسافرون کے لیے کوئی سرائے نہ تھی نواب صاحب نے اپنی فیاضی سے ایک سرائے تعمیر کرائی۔ گرمی کے موسم مین اُن کا قیام نینی تال پر رہتا اور جاڑون مین بریلی مین رہتے تھے۔

اہالی خاندان کا ریاست سے تصفیہ

ارباب خاندان اور ریاست مین جو شکر رنجی اور مخالفت واقع تھی وہ اس عہد مین دور ہونا شروع ہوئی چنانچہ ۸ جولائی ۱۸۸۹ء کو صاحبزادہ سیّد حیدر علی خان ابن نواب سیّد یوسف علی خان بہادر نے فیصلہ مجوزہ کونسل آف ریجنسی رامپور مرقومہ ۴ جولائی کو صاحب ایجنٹ کے روبرو تسلیم کیا اس فیصلے مین تیرہ شرطین ہین۔

نقل تجویز اجلاس کونسل آف ریجنسی ریاست رامپور

جو کہ یہ معاملات زمانۂ انتقال نواب خلد آشیان (نواب سیّد کلب علیخان بہادر) نسبت نزاع محکمۂ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر اور ریاست مین زیر تجویز تھے اور نواب عرش آشیان (نواب سیّد مشتاق علیخان بہادر) کے زمانے مین ایک فیصلہ باہمی عبدالسلام خان

اور حمید الظفر خان کے توسط سے ہوا تھا وہ بھی بعض وجوہات سے اس وقت تک زیر تجویز رہا۔ نہایت خوشی کی بات ہے کہ اب کونسل آف ریجنسی نے اُن سب تنازعات کو رفع کر کے اُنکا تصفیہ حسب ذیل کر دیا جو پہلے کاغذات اور کارروائیاں تھیں وہ کالعدم ہوئیں اب یہ فیصلہ ناطق تصور کیا جائے گا۔

۱۔ تنخواہ دو ہزار روپیہ ماہواری جو نواب سید کلب علیخان نے حسب رواج خاندان مقرر فرمائی تھی کونسل کی یہ رائے ہے کہ یہ مشاہرہ نسلاً بعد نسلٍ اور بطناً بعد بطنٍ صاحبزادے صاحب کو ریاست سے دیا جائے۔ رسید اسکی مثل سابق ہو (یعنی جیسے نواب سید کلب علیخان کے عہد میں دیتے تھے) لیکن سکونت حدود ریاست رامپور کے اندر محض کونسل یا فرمانروائے وقت کی منظوری پر منحصر ہوگی۔

۲۔ علاوہ مشاہرۂ دو ہزار روپے ماہوار کے مبلغ پانسو روپیہ ماہواری تاحیات صیغۂ عنایات سے صاحبزادے صاحب کو ریاست سے بعوض اُن نقصانات کے جو ترک سکونت رامپور کی وجہ سے عائد ہوئے ملے۔ نفاذ اس فیصلے کا یکم جولائی ۱۸۹۰ء سے ہوگا اور ایام گذشتہ کی بابت صاحبزادے صاحب بشرح اضافہ شدہ کوئی دعوےٰ پیش نہ کر سکینگے۔

۳۔ اور کونسل کی یہ رائے ہے کہ مبلغ چھ ہزار روپیہ سالانہ تاحیات صاحبزادے صاحب کو بصیغۂ عنایات بعوض تقاریب و تیوہار و سرمائی و دیگر مصارف غیر معمولی اُن کے اور اُن کی اولاد کے دیا جائے لیکن ہر تقریب کی بابت اس وقت سے صاحبزادے صاحب کو صرف اطلاع

کرنا ہوگی یہ رقم بھی صاحبزادے صاحب کو یکم جولائی ۱۸۹۰ء سے دی جائے اور ایام گذشتہ کی نسبت صاحبزادے صاحب دعوے پیش نکر سکینگے۔

۴۔ قیمت مکان واقع رامپور کی بابت کونسل کی یہ رائے ہی کہ ایک انجنیر صاحبزادے صاحب تجویز کرین اور ایک چیف انجنیر ریاست دونون ملکر تخمینہ کردین وہ کونسل منظور کرے اور اگر باہم دونون انجنیرون کے اختلاف ہے تو صاحب ایجنٹ کا فیصلہ اُسمین ناطق ہوگا۔

۵۔ سامان فرش و آرائش وغیرہ متعلقہ مکان کی بابت حسب دفعہ ۴ فیصلہ پنچایتی کیا جائے۔

۶۔ معافی کے گانؤن کی بابت یہ رائے ہے کہ اُس کی اول دہ سالہ نکاسی قائم کرکے اُس مین سے خرچ منہا دیا جائے اور بقیہ منافع پر بست گنی قیمت لگادی جائے۔

۷۔ دفعات نمبر ۴ و نمبر ۵ و نمبر ۶ کی بابت یعنی مکان وغیرہ قیمت مین زر نقد دیا جائے۔

۸۔ جب کونسل آف ریجنسی باجلاس کامل اِن اُمور پر غور کرکے فیصلہ صادر کرے تو فیصلے کی دو نقلین تیار کی جائین ایک صاحب ایجنٹ کو استحکام معاہدہ اور اطلاع گورنمنٹ کے لیے دی جائے اور ایک نقل صاحبزادہ سید حیدر علیخان کو وائس پریزیڈنٹ صاحب ایجنٹ کے روبرو دین۔

۹۔ صاحبزادے صاحب صاحب ایجنٹ کے روبرو یہ اقرار و تصدیق

کردینگے کہ جس قدر ہمارے معاملات اس وقت تک رجوع ہوئے تھے اور پیش ہین۔ اُن سب کی نسبت کونسل آف ریجنسی نے پورا فیصلہ کردیا اور ہم نے اُس کو بہمہ وجوہ تسلیم کرلیا۔ اب کسی قسم کی دعویداری مزید ہم کو ریاست سے نہین رہی۔

۱۰۔ صاحبزادے صاحب اور اُن کی اولاد حدود ریاست رامپور کے اندر کونسل یا فرمانروائے وقت کی پروانگی حاصل کیے بغیر سکونت اختیار نہین کرسکتے۔

۱۱۔ دو ہزار روپیہ مشاہرے کی بابت جو نسلاً بعد نسلٍ ہو صاحبزادے صاحب کو اختیار ہے جس طرح سے وہ اپنی اولاد پر تقسیم کرینگے ریاست منظور کرے گی

۱۲۔ جب فرمانروائے وقت کا گذر ایسے مقام پر ہو جہان صاحبزادہ سید حیدر علی خان یا اُن کی اولاد مقیم ہو تو لازم ہوگا کہ وہ حاضر ہون اور نذر پیش کرین۔

۱۳۔ بحالت خلاف ورزی شرائط مندرجۂ عہدنامۂ ہذا لازم ہے کہ جملۂ مواجب پنشن و وظیفۂ حیاتی وعنایتی صاحبزادۂ سید حیدر علی خان مصرح صدر لفٹنٹ گورنر بہادر وقت کی منظوری کے بعد ضبط کیے جائین

دستخط نواب سید محمد صفدر علی خان پریزیڈنٹ کونسل۔

دستخط صاحب وائس پریزیڈنٹ۔ دستخط جوڈیشل ممبر دستخط ریونیو ممبر

۱۸ جولائی ۱۸۸۹ء کو صاحبزادہ سید محمود علی خان ابن نواب سید یوسف علیخان بہادر نے بھی فیصلہ مجوزۂ کونسل آف ریجنسی ریاست رامپور

مورخہ ۱۷ جولائی کو صاحب ایجنٹ کے رو برو اقبال و تصدیق کیا اس فیصلے مین نو شرطین ہین نقل اسکی یہ ہے۔

نقل تجویز کونسل بمقدمہ سید محمود علی خان

صاحبزادے صاحب نواب سید کلب علیخان بہادر مغفور کی وفات کے بعد رئیس وقت یعنی نواب سید مشتاق علیخان بہادر کے شریک رہے اور انکے حال پر خاص توجہ تھی لیکن افسوس ہے کہ تھوڑے عرصے کے بعد یہ بھی شریک مخالفت ہوے اور بہت نقصان اٹھایا۔ اب کونسل آف ریجنسی کو منظور ہے کہ کل معاملات کا نہایت انصاف و صفائی کے ساتھ فیصلہ ہو جائے اسیلیے حسب شرائط ذیل صاحبزادہ سید محمود علی خان سے تصفیہ کیا جاتا ہے۔

۱۔ نواب سید کلب علی خان بہادر کے عہد مین صاحبزادے صاحب کو مبلغ سات سو روپیہ تنخواہ خزانۂ ریاست سے ملتی تھی۔ جس مین سے دو سو روپیے وہ اپنی ڈیوڑھی خسرو زمانی بیگم والدۂ منشا صاحب کو اپنے ہاتھ سے دیتے تھے۔ اب کونسل کی یہ رائے ہے کہ مبلغ سات سو روپیے بدستور صاحبزادے صاحب کو خزانۂ ریاست سے دیے جائین اور اُن کو پورا اختیار رہے خواہ اس مین سے اپنی ڈیوڑھی کو کچھ تنخواہ دین یا نہ دین اس لیے کہ کوئی معاہدہ اس کی بابت ریاست مین اس وقت تک باہم زن و شوہر کے موجود نہین ہے اور نہ کوئی علیحدہ تنخواہ خسرو زمانی بیگم کی ریاست سے بموجب کسی حکم کے مقرر ہوئی ہے۔

۲۔ یہ سات سو روپیہ ماہوار جب سے صاحبزادے صاحب نے وصول نہین کیا ہے کل بقایا اس وقت تک دی جائے۔ صاحبزادے صاحب کو اختیار ہوگا کہ جہان چاہین سکونت کرین یہ تنخواہ سات سو روپیہ ماہ بماہ خزانۂ ریاست سے پایا کرینگے البتہ حدود ریاست رامپور کے اندر نہ داخل ہوسکین گے نہ سکونت کرینگے جب تک صاحب پریزیڈینٹ کونسل یا فرمانروائے وقت کی اجازت حاصل نکرلین۔ رسید مثل سابق لی جائے گی۔

۳۔ بوجہ ترک سکونت رامپور صاحبزادے صاحب کو نقصان عائد ہوگا اسلیے کونسل کی یہ رائے ہے کہ تاحیات مبلغ تین سو روپیہ ماہواری خزانہ ریاست سے انکو بہ صیغۂ عنایات دیا جائے اور رسید مین لفظ عنایات ہوگا اسکی بقایا کی بابت کچھ مطالبہ نہو سکے گا۔ ابتدائے یکم اگست ۱۸۹۰ء سے یہ مشاہرہ واجب سمجھا جائیگا۔

۴۔ کونسل کی یہ رائے ہے کہ ابتدائے یکم اگست ۱۸۹۰ء سے ایک سو روپیہ ماہواری خزانۂ ریاست سے تاحیات خسرو زمانی بیگم ڈیوڑھی صاحبزادے صاحب کو صیغۂ عنایات سے دیا جائے رسید مین لفظ عنایات ہوگا اور اس رسید پر بیگم صاحبہ کی مُہر ہوگی اور دستخط یا مُہر صاحبزادے صاحب کے بھی اس غرض سے ہونگے کہ وہ اپنے شوہر کی اطاعت کرین اور کوئی امر خلاف دستور یا ننگ و ناموس خاندان کے نکرنے پائین۔

۵۔ ایک مکان صاحبزادے صاحب کا رامپور مین موجود ہے اُسکی نسبت یہ قرار پایا ہے کہ ایک انجینیر صاحبزادے صاحب مقرر کرینگے اور ریاست

کی جانب سے چیف انجنیر تخمینہ مکان کا کرینگے بحالت اتفاق رائے تخمینے کے مطابق روپیہ قیمت کا صاجزادے صاحب کو ریاست سے دیا جائیگا اور بحالت اختلاف دونون تخمینے صاحب ایجنٹ کی خدمت مین بھیجے جائینگے اور اُن کا فیصلہ ناطق اور قطعی ہوگا۔

۶۔ صاجزادے صاحب پر لازم ہوگا کہ جب فرمانروائے وقت کا گذر ایسے مقام پر ہو جہان وہ مقیم ہون تو سلام و نذر کے واسطے حاضر ہون۔

۷۔ صاجزادے صاحب صاحب ایجنٹ کے روبرو اقرار کرینگے کہ جو مقدّمات ہمارے رجوع تھے سب کا تصفیہ ہوگیا اور اب کوئی دعوے مزید ریاست پر نہین رہا۔

۸۔ بحالت خلاف ورزی شرائط مندرجۂ عہدنامۂ ہذا کونسل اور فرمانروائے وقت کو اختیار ہوگا کہ کُل تنخواہ صاجزادے صاحب کی نواب لفٹننٹ گورنر وقت کی منظوری کے بعد ضبط کرے۔

۹۔ اِس فیصلے کی تصدیق صاجزادے صاحب خود اور کونسل آف ریجنسی کی جانب سے جنرل اعظم الدین خان وائس پریزیڈنٹ صاحب ایجنٹ کے روبرو کرینگے۔ ایک نقل بعد تصدیق صاجزادے صاحب کے حوالے ہوگی اور ایک نقل ریاست کو بھیجی جائیگی ایک نقل محکمۂ ایجنٹی مین رہے گی۔ اور یہ فیصلہ ہمیشہ کے واسطے نافذ رہے گا یعنی کسی وقت ناجائز نہ سمجھا جائیگا۔

دستخط پریزیڈنٹ۔ دستخط وائس پریزیڈنٹ۔ دستخط جوڈیشل ممبر۔ دستخط ریونیو ممبر۔

صاحبزادہ سیّد حیدر علی خان ۔ صاحبزادہ سید محمود علیخان صاحبزادہ سیّد محب علی خان عرف کبّا صاحب ۔ صاحبزادہ سیّد ہدایت علی خان ۔ بنی بیگم ڈیوڑھی صاحبزادہ سید ہدایت علی خان ۔ صاحبزادہ سید احسان اللہ خان ۔ صاحبزادہ سید ہادی یار خان صاحبزادہ سید قدرت اللہ خان ۔ صاحبزادہ سیّد نجف علی خان ۔ صاحبزادہ سیّد نظام الدین خان ۔ ڈیوڑھی صاحبزادہ سید نظام الدین خان صاحبزادہ سید علاء الدین احمد خان نے اپنا اپنا نفقہ مختص خزانۂ ریاست سے آخر جون ۱۸۸۹ء تک وصول کر لیا ۔

صاحبزادہ سید محمد علی خان عرف چھٹن صاحب اور اُن کی ڈیوڑھی ۔ شہریار دولہا اور اُن کی ڈیوڑھی (یہ دونوں صاحب نواب سید یوسف علیخان کے داماد ہیں) اور صاحبزادہ سید محمد رضا خان نے اپنی تنخواہیں اُن خاندانیوں کے ساتھ نہیں وصول کیں ۔ کونسل کو بدل یہ منظور تھا کہ یہ لوگ بھی اپنی اپنی تنخواہیں وصول کرلیں ۔ اور اہالیان خاندان کی شکررنجی بالکل رفع ہو جائے ۔

سید حیدر علیخان اور سید محمود علیخان کے مکانات کا بھی تصفیہ ہو گیا یہ دونوں مکان ریاست نے اُن سے خرید لیے اور سید حیدر علی خان کے مکان کا نام تاریخی ظفر منزل (۱۳۰۶ ہجری) اور گنج کا نام ظفر گنج کونسل نے قرار دے کر اعلان کرادیا ۔ واہ خوب ظفر یابی ہوئی کہ ریاست کا لاکھوں روپیہ نکل کر کمزور اور ناکارہ مکان لیے گئے ۔ سچ پوچھو تو اس معاملے میں سید حیدر علیخان کی

سراسر نفع رہا۔

بلوۂ گاؤکشی

۹ ذیحجہ ۱۲۹۶ہجری کو ایک مسلمان دُھنیے نے محلۂ گنج کے متصل نیاز کی تقریب مین ایک گائے ذبح کی ہنود ہمسایہ کو یہ امر شاق گذرا اور اکرام اللہ خان جوڈیشل ممبر کے اجلاس مین عرضی گذرانی وہان سے مجسٹریٹ کو حکم ہوا کہ عمل درآمد قدیم کے خلاف نکرنے دو۔ اور جو امر جدید کرے تو اُسے روکو اسپر تحقیقات کے بعد اُس دُھنیے کو حراست مین رکھا گیا۔ ۱۰ ذیحجہ کو جوڈیشل ممبر کے حکم سے مُفتی مرافعہ اور مجسٹریٹ اور سپرنٹنڈنٹ پولیس اور سرشتہ دار صدر اور لالہ بنیسری داس اسسٹنٹ ممبر جوڈیشل سہ پہر کے وقت پھر موقع پر گئے لیکن اختلاف راے کی وجہ سے پورا تصفیہ نہ ہوا۔ ۱۱ ذیحجہ کو وائس پریزیڈنٹ کے ایما سے نادر شاہ خان اسسٹنٹ وائس پریزیڈنٹ۔ اصغر علی خان اسسٹنٹ ممبر مال اور لالہ بنسیدہ اس اسسٹنٹ جوڈیشل ممبر اور چودھری بلدیو داس (کہ رامپور کے ایک معزز شخص تھے بطور ثالث) مع سرشتہ دار صدر و سپرنٹنڈنٹ پولیس و کوتوال تصفیہ کے لیے بھیجے گئے مگر مسلمانونکا مجمع ہونے اور بلوہ پیدا ہو جانے کے خیال سے ان صاحبون نے مسلمانون کے حق مین تصفیہ کیا اور قربانی کی اجازت دی گئی اور یہ بھی طے ہو گیا کہ جہان ہمیشہ سے قربانی ہوتی تھی کی جائے۔ مسلمانون نے موقع پر اس فیصلے سے رضامندی ظاہر کی مگر تھوڑی دیر کے بعد ہزارون آدمی عوام و جہلا جمع ہو گئے۔ اور لالہ بنیسری داس کے مکان پر پہونچے اور اُسکے متصل ایک گاے ذبح کردی

ایسے موقع پر بعض بعض ملازمان پولیس طرح دے گئے اور قبل اس کے کہ پورا پولیس اپنا کار منصبی بجا لائے سب لوگ منتشر ہو گئے جنرل اعظم الدین خان بھی تھوڑی دیر کے بعد تصفیہ سے موقع متنازعہ پر پہونچ گئے تھے۔ اہل ہنود دوکاندار حملے کے خوف سے دوکانین بند کرتے تھے تھوڑی دیر کے بعد جنرل اعظم الدین خان نے اپنے مکان پر لالہ پنمیسر پرداس وچودھری بلدیو داس اور چند معزز ہنود کو بلا کر اطمینان کر دیا۔ چنانچہ سب لوگ اپنی اپنی دوکانون پر بدستور مصروف کار ہو گئے اس شورش کی نسبت مختلف خیالات تھے انمین سے ایک وجہ لالہ پنمیسر پرداس کی قدیمی سخت زبانی اور کج خلقی بھی قرار دی جاتی ہے جبکہ بلوائی اُن کے مکان پر پہونچے تو لالہ مکان پر نہ ملے ورنہ شاید اُنکا کام بھی تمام کر دیتے۔ اس ہنگامے مین کسی قسم کے جان ومال کا نقصان نہین ہوا اس گروہ کے منتشر ہو جانے کے بعد جن کی شناخت ہوئی وہ لوگ گرفتار بھی کیے گئے مگر کونسل نے اپنی بدنامی اور بدنظمی مشہور ہونے کے خیال سے کیونکہ نواب سید فیض اللہ خان کے عہد سے اس وقت تک یہان کے ہندو مسلمانون مین کوئی ایسا واقعہ نہین گذرا تھا اور یہ واقعہ مخصوصیات کونسل ہی مین سے تھا اس معاملے کو یون خاموش کر دیا کہ ۲۲ اگست ۱۸۸۹ء کو ہندو مسلمانون کا ایک جلسہ منعقد کر کے مولوی ارشاد حسین صاحب کی معرفت صلح کرا دی

نواب حامد علیخان بہادر کے ابتدائے عہد کے مفید عام وبہبودی ملک کے کامون کا سرسری نظر محکمہ تعمیرات کے منافع۔ فوج کی ترقی۔ سب محکمہ جات کی انگریزی اصول پر

درستی۔ بلحاظ ضروریات و حالات موجودہ کے قانون کی ترتیب پر توجہ
پنشن اور ترقی کے صیغے۔ پولیس کمیٹی۔ کیش بُک یعنی کتاب جمع خرچ
قریب قریب کتاب مروجہ اضلاع انگریزی کے مرتّب ہونا جس سے
کُل مختلف رقوم کا حساب باقاعدہ بلا دقّت معلوم ہو سکتا ہے اور
اسی کتاب سے خزانے کی وصول باقی روزانہ مرتّب ہوتی ہے کُل حساب
ریاست کی جانچ کے لیے سررشتہ آڈٹ قائم ہونا۔ کُل سواروں کیلیے
جنگی لین میں چھاؤنی تجویز ہونا اور پلٹن کے واسطے ڈونگرپورہ دروازے
کے باہر بارکین تعمیر ہونا بسبب کثرت کار مجسٹریٹ شہر کے ایک عہدہ
ملقب بہ اسسٹنٹ مجسٹریٹ مقرر ہونا اور اُس کو درجہ دوم کے اختیارات
ملنا۔ عدالتہائے فوجداری میں منجانب سرکار کورٹ انسپکٹر مقرر ہونا۔
کتب خانے میں انگریزی کتب کا سلسلہ بڑھنا اور اُس کو تہذیب دیگر
پیرس و انگلینڈ کی لائبریریوں کے نمونے پر لانا۔ ریاست کی طرف سے
ایک گزٹ جاری ہونا۔ شہر میں بجائے چھوٹے چھوٹے سولہ تھانوں کے
بڑے بڑے نو تھانے قائم ہونا۔ سیلاب کوسی کی طغیانی سے بہت نقصان
شہر کو پہونچتا تھا صدہا مکانات منہدم ہو جاتے تھے نواب سید کلب علیخان
کے عہد تک یہی حال رہا اس سیلاب کی محافظت کے لیے بند تیّار ہونا
جس سے شہر کو بہت امن ہو گئی۔ علاقے کی سڑکون کی درستی اور مرمت
اور اُن پر پُل بننا ضروری اور گذرگاہ مقامات پر پختہ کنوین اور
پچھلے کنوؤن کی مرمت جو بالکل خراب حالت مین تھے یہ سب نیک کام

اسی وقت مین ہوے۔

میلۂ بے نظیر کا تذکرہ گذشتہ ابواب مین کیا گیا ہے اس کا موسم اور مقام دونون کسی قدر نامناسب تھے اس عہد مین اُس کا مقام دریاے کوسی لب سڑک مراد آباد دہلی آخر ماہ نومبر مین کہ شباب سرما کا موسم ہے قرار پایا۔ علاوہ تفریح طبع اور سامان جشن کے صنعت وحرفت اور زراعت وتجارت وغیرہ اُمور رفاہ عام اور بہت سی کارآمد ومفید باتین اضافہ ہوئیں اجراے ریلوے مین کوشش نمایان ہوئی۔ زمانے کی ضروریات سے انگریزی اسکول کو ترقی دی گئی صنعت وحرفت کی ترقی کا سامان ہوا کارخانۂ نوربافان جاری ہوا سرکار سے جولاہون کو مدد ملی۔

جنرل اعظم الدین خان کے اخلاق طبعی

جنرل اعظم الدین خان ولد جلال الدین خان ولد نواب غلام معین الدین خان عرف کھنبھو خان ابن نواب ضابطہ خان خلف نواب نجیب الدولہ کے بیٹے ہین جنرل صاحب کا وطن نجیب آباد ہے مگر پرورش اسی دارالریاست مین جنرل سید علی اصغر خان کے ہان جو اُن کے حقیقی خالو تھے پائی ۱۸۳۵ء مین پیدا ہوے تھے اگرچہ اُن کی فارسی اور انگریزی کی استعداد فاضلانہ نہ تھی مگر رواج علم اور صحبت کی برکت سے ان دو نون زبانون کے محاورات سے بخوبی واقفیت تھی۔ طبیعت پر سپاہگری کا شوق اور انگریزی طرز معاشرت کا ذوق غالب تھا۔ طبیعت ایک ہیولےٰ تھی کہ ہر قسم کی صورت پکڑ سکتی تھی باوجود اسکے تیزی اور جلدی اس قدر کہ سیماب کی طرح قرار نہ تھا اسی واسطے

جس کام کو شروع کرتے تھے اُس مین وقت سے پہلے نتیجے کے منتظر ہوتے تھے
جو اہل تدبر کی شان سے بعید ہے اور بہت سے کامون کو ایک دم سے
شروع کر دیتے تھے جس سے اکثر اوقات خوض وغور اور تفکر مین بسر ہوتی تھی
اور عام بے چینی پھیل جاتی تھی۔ یہ چڑ اخبار کے بہت دِل دادہ تھے۔
شکی طبیعت رکھنے کی وجہ سے اُن کا رُجحان کسی ایک شخص پر زیادہ عرصے تک
قائم نہین رہ سکتا تھا اور اُنکی طبیعت جدّت پسند عجیب وغریب باتون کی
متمنی پیدا ہوئی تھی کہ عیّار آدمی بہت جلد اُن پر اپنا اثر ڈال سکتا تھا اگر
اُن کو کوئی جہاندیدہ سبز باغ دکھاتا تو فوراً گرویدہ ہو کر اُسکی قدردانی پر
متوجہ ہو جاتے تھے قلم اُن کا اونچا تھا ریاست زرخیز تھی معراج ترقی پر
پہونچا دیتے تھے مگر اپنے تلوّن کی وجہ سے ذراسی بے ترتیبی اُس مین دیکھتے ہی
فوراً اُسکی طرف سے کھنچے پڑ جاتے تھے۔ شورا شوری اور بے نمکی یہ دونون
مادّے قدرت نے اُنکی طبیعت مین ضرورت سے زیادہ ودیعت کیے تھے۔
مگر ان ابن الوقت آدمی اکثر اُنپر اپنا اثر قائم رکھ سکتا تھا۔ چنانچہ مرتے دم تک
شاہ عبدالصمد الہ آبادی کے اثر مین رہے۔ یہ شاہ صاحب عیّاری کے پُتلے
اور نام کے شاہ جی اور دُنیا دارون کے کان کترنے والے تھے باتون باتون مین
بات تو کیا ہے پتال کا پتا نکال لیتے تھے۔ قدرت نے اُن کو عجیب باتین
بنانی سکھائی تھین۔ ایسے طوطے مینا اُڑاتے کہ جرنیل صاحب اُنکو مدبرین عالم کا
پشت وپناہ سمجھتے تھے۔ جرنیل صاحب کو گھوڑون اور کتّون سے
بڑا شوق تھا۔

اگرچہ جنرل صاحب کا اعزاز اول اول فریق مخالف کے دل مین کانٹا بنکر چبھتا رہا مگر آخر مین اُن کی ظاہری ملنساری کی پالسی غالب ہوگئی جنھون نے اُن سے مخالفت کی اُن سرفرازون مین اکثر کو اپنی گرم بازاری کے لیے اُکھیڑ کر پھینک دیا اور کیا کیا کام کیے یہ کچھ ایسی ملامت کی بات نہین آخر وہ انسان تھے فرشتہ نہ تھے۔

گو سلسلۂ کلام پھیلتا جاتا ہے مگر اتنی بات کہے بغیر اِس مضمون کو ختم نہین کرسکتا کہ جنرل صاحب جو مناسب تدبیر دیکھتے تھے کر گذرتے تھے اُسمین کسی کا لحاظ نکرتے تھے جو لوگ پہلے سے ریاست مین محیط ہو رہے تھے جنرل صاحب کے سامنے اُنکے چراغ نہ جل سکتے تھے وہ ایسے مقام پر تھے کہ اِس سے اُوپر جانے کو رستہ ہی نہ تھا اگرچہ ہر شخص کے ہونٹ نواب سید مشتاق علی خان صاحب کے کان تک پہونچ سکتے تھے مگر پھر بھی اُنکے ہوتے بات کا پیش جانا مشکل تھا اور قدم جمنے دشوار تھے۔ مولوی ارشاد حسین صاحب جو کہ فضیلت اور پارسائی کے دعوون سے ریاست مین دخیل تھے اور نواب سید کلب علی خان کے دربار مین شریعت کے وارث بنے ہوے تھے وہ بوجہ ایک خاص امر کے جنرل اعظم الدین خان سے سخت عداوت رکھنے لگے ان کے کلام کو لوگون کے دلون مین تاثیر تھی کیونکہ اگلے درباری زور کے ساتھ اپنے درس و تدریس۔ مسجد کی امامت۔ خانقاہ کی نشست اور مجلسون کے وعظون سے دلون پر قابو حاصل تھا انھون نے جنرل صاحب کے احکام پر مخالفت شرع کا الزام لگا کر عوام کے دلون مین ولولہ ڈالدیا تھا۔

جنرل اعظم الدین خان کا مارا جانا

۲ رمضان سنہ ۱۳۰۸ ہجری مطابق ۳- اپریل ۱۸۹۱ء روز دوشنبہ شب کے وقت مصطفےٰ خان عرف منجھلے خان تحصیلدار پسر عبداللہ خان نے جلسۂ دعوت خاص طور سے بہ تقریب شادی فرزند ترتیب دیا تھا اور اُس مین جنرل اعظم الدین خان اور اکرام اللہ خان المخاطب بہ نواب یار جنگ جوڈیشل ممبر اور سید علی حسن ریونیو ممبر اور دوسرے معززین مدعو کیے گئے تھے۔ جنرل اعظم الدین خان افطار کرکے قریب ۷ بجے جلسۂ دعوت مین گئے کھانے کے بعد رقص و سرود ہوا آتش بازی چھوٹی اول دونون ممبر چلے گئے سب کے بعد قریب ۹ بجے جنرل اعظم الدین خان نہایت شادان و فرحان کہ اُس وقت گلے مین پھولون کے ہار پڑے ہوے تھے ٹمٹم پر سوار ہوے۔ جون ہی ٹمٹم کاروان سرا کے دروازے کے قریب پہونچی کہ چند سفاکون نے چلتی ہوئی ٹمٹم پر فیر کیا۔ گھوڑا زخمی ہوا۔ جنرل صاحب نے انھین للکارا اس عرصے مین ٹمٹم آگے بڑھ گئی اور ٹھیک اُس نالے کے مقابلے مین آ گئی جو سرا کی شمالی دیوار کے نیچے برساتی پانی کے مرور کے لیے ہے اور دوسرے موسم مین اُس مین راستہ نقابون کی جانب جاری رہتا ہے۔ نالے مین غالباً بہت سے آدمی تلوارون اور بندوقون اور تیغون سے مسلح مخفی تھے جب ٹمٹم نالے کے مقابل آئی تو انھون نے ایک دم سے گولیان چلائین۔ جنرل صاحب خوب اُن کے نشانے پر تھے چھ سات گولیان خاص اُن کے لگین اور ستر گولیان دیوار گاؤخانے مین لگین (اب گاؤخانہ ٹوٹ کر وہان کوتوالی کی عمارت بن گئی ہے) جنرل اعظم الدین خان

کی نسبت بعض کا قول ہے کہ گولیان کھاکر ٹمٹم سے گر پڑے اور بعض کہتے ہین
کہ گولیون سے مجروح ہوکر گاڑی سے اُترے اور بیرا کی مدد سے جو اُنکے پیچھے
ایک ٹمٹم پر بیٹھا تھا اور ایک دوسرے شخص کی جو اُس طرف سے گذرتا تھا پچاس ساٹھ
قدم اپنے قدمون سے چل کر منشی مشفع احمد اپنے اجلاس کے پیشکار کے مکان کو
جو صاحبزادہ سید علیم اللہ خان کی حویلی کے قریب اور بازار سید نصر اسد خان
مین واقع ہے گئے۔ قاتل جنرل صاحب کا کام تمام کر کے چلتے لگے۔
حافظ مبارک علی خان ابن علی بخش خان نے جو اِس جلسۂ دعوت مین
شریک تھے اور جنرل اعظم الدین خان سے اول پیادہ پا چلے آئے تھے
سُنا کہ کسی نے جنرل صاحب پر حملہ کیا تو یہ پیچھے کو لوٹے اور حملہ آورون کو
پہچان کر کہا کہ "تمنے یہ کیا حرکت کی مگر خیر تمکو پہچان لیا ہے"۔ یہ کہنا تھا کہ
ایک شخص نے اُنکے گولی ماری اور دوسرے نے دو وار تلوار سے ایسے کیے
کہ اُسی وقت بلا تکلم اُنکا سر تن سے قریب جدائی کے ہوگیا اور کل حملہ آور
فرار ہوگئے۔ جب حملہ آور فرار ہوگئے تو پھر ایک غل برپا ہوگیا کہ جنرل
اعظم الدین خان کو کسی نے مار ڈالا اِس آواز کو جس نے سُنا وہ سراسیمہ آیا
اور جس جگہ جنرل صاحب خاک و خون مین غلطان پڑے تھے وہان ہجوم کیا
مشفع احمد کا مکان قریب تھا وہ آئے اور پلنگ پر ڈالکر اپنے مکان مین لے گئے
پانچ چھ زخمون سے خون جاری تھا اور نہایت کرب و اضطراب طاری تھا
ایک گولی سیدھی کنپٹی مین پار ہوکر اُلٹی جانب نکل گئی تھی جس نے غالباً دماغ کو
جلا کر زبان بند کردی اور بینائی کھودی تھی دوسری گولی جگر اور قلب مین

پار ہو کر باہر نکل گئی تھی دو گولیان دو مونڈھون پر لگی تھین جو غالباً
جسم مین تھین اور ایک گولی یا چھرے کا زخم سینے اور پیشانی پر نہایت
سخت تھا۔ قیاس چاہتا ہے کہ مشفع احمد بیشکار کے مکان پر پہونچے تھے
تو حالت نزع تھی کہ تھوڑی دیر کے بعد حرکت قلب موقوف ہو گئی۔ بڑے درد
اور کرب سے انتقال ہوا صاحبزادہ سید صفدر علی خان پریزیڈنٹ
یہ خبر سُن کر پاپیادہ مشفع احمد کے مکان پر پہونچ گئے۔ سید علی حسن ممبر مال
اور مہور علی سپرنٹنڈنٹ پولیس اور کوتوال شہر بھی سپاہیان پولیس کی
جمعیت لیکر حاضر ہو گئے اور بارہ بجے کے قریب جنرل اعظم الدین خان کا
جنازہ اُنکے مکان پر پہونچایا اور حافظ مبارک علی خان کی لاش اُن کے
مکان پر پہونچائی گئی۔ اِس وقت پریشانی اور اضطراب اور خوف
ممبران کونسل پر غالب تھا اِسلئے تمام فوج سوار و پیدل کو طلب کیا
اور ایک کمپنی علاوہ مقررہ فوج کے جیل خانے پر مقرر کی اور تمام
کارخانون کو زبردست گاردون سے مستحکم کیا۔ جنرل اعظم الدین خان کے
مکانات اور قلعہ سرکاری کے چارون طرف جدید پہرے قائم کیے اور
خزانے پر ایک کمپنی جنگی سامان سے مقرر کی اور سوار و پیادے شہر کی
گشت کے واسطے مقرر کیے اور پوسٹماسٹر اور ٹیلیگراف ماسٹر کو صاحبزادہ
سید صفدر علی خان نے اپنے پاس بلا لیا تھا۔ مہور علی سپرنٹنڈنٹ کی
اِس وقت یہ رائے ہوئی کہ عبداللہ خان کے مکانات کو گھیر لینا چاہیے
مگر رہیلون کی گئی ہوئی ہیبت نے اُس وقت حکام کے دلون پر

وہ اثر کیا تھا کہ اُسکی یہ رائے ناپسند کی گئی۔

بذریعۂ تار نواب سید حامد علیخان بہادر کو نینی تال مین اور لفٹنٹ گورنر کو الہ آباد مین اِس واقعہ کی اطلاع دی۔ ۱۴۔ اپریل کو علی الصباح حافظ مبارک علی خان اُسی لباس مین بلا غسل و کفن دفن کیے گئے۔ اور اِسی تاریخ قریب ۹ بجے نواب صاحب نے نینی تال سے اور تھوڑی دیر کے بعد لفٹنٹ گورنر نے الہ آباد سے جنرل اعظم الدین خان کے مارے جانے پر افسوس اور تعزیت کے اظہار کے لیے تار بھیجے۔ دس بجے کے قریب ڈاکٹر نے صلاح دی کہ جنرل صاحب کے دفن کا انتظام کرنا چاہیے زیادہ دیر کرنے مین لاش کے بگڑنے کا خوف ہے چونکہ جنرل صاحب نے زخمی ہونے کے بعد کسی قدر حرکت اور دو ایک کلام کیے تھے اِسلیے اُن کو غسل و کفن دیا گیا۔ ۱۲ بجے جنرل سید علی اصغر خان کے مقبرے مین دفن کیے گئے سُنا ہے کہ قبر تک خون برابر جاری تھا۔ جنازے کے ہمراہ ارباب کونسل و اہل خاندان اور دوسرے عزیز و اقارب اور خاص و عام کا جم غفیر تھا۔ اِسی تاریخ دو بجے دن کے کیڈل صاحب کمشنر روہیلکھنڈ و ایجنٹ ریاست حسب ہدایت لفٹنٹ گورنر انتظام آیندہ کے واسطے آئے اور ۱۸۔ اپریل روز شنبہ کو بریلی واپس چلے گئے۔ اور بطریق دلجوئی کے فوج ریاست کو پانچہزار روپے بطریق انعام عطا کر گئے۔ اور ۱۹۔ اپریل کو صاحبزادہ سید محمد علی خان بریلی کو لفٹنٹ گورنر کے پاس گئے اور انتظام ریاست کی گفتگو کر کے ۲۰ کو رامپور کو واپس آئے۔ ۲۱ کو دیوان خانے مین ایک مختصر دربار

منعقد کر کے حسب ہدایت لفٹنٹ گورنر صاحب یہ اعلان کیا کہ تا صدور حکم ثانی وہ کام جو جنرل اعظم الدین خان انجام دیتے تھے۔ دونون ممبران کونسل انجام دینگے۔

صاحبزادہ سید صفدر علی خان جنرل اعظم الدین خان کی آڑ کے لیے پریزیڈنٹ بنائے گئے تھے ورنہ وہ کچھ بھی نہ تھے اس بات کو لفٹنٹ گورنر صاحب بھی خوب سمجھتے تھے۔ اسی لیے اب سے دوسرے پریزیڈنٹ کے تقرر کی لفٹنٹ گورنر کو فکر ہوگئی۔

۲۳۔ اپریل کو صبح کے وقت فخر الدولہ مرزا امیر الدین احمد خان بہادر والی ریاست لوہارو رامپور مین آئے اور رسم تعزیت ادا کر کے ۲۶ اپریل کو لوہارو لوٹ گئے۔

حکام کی توجہ اس بات کی طرف بھی بہت مائل ہوئی کہ موجودہ طریقۂ حکمرانی کی طرف سے رعایا کے دلون مین نفرت باقی نہ رہے اور سب کے دلونمین صفائی پیدا ہو جائے کیونکہ ریاست مین ایک تہلکہ پیدا ہو جانے کا خوف تھا پس طبائع افاغنہ کے جوش کو دھیما کرنے کی کوششین ہوتی تھین۔

تہور علی سپرنٹنڈنٹ پولیس نے رعایا کے دلون کو سخت متنفر کر دیا تھا۔ یہ شخص حضور رحمت گنجور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل مین مشہور تھا مگر مزاج اس پستہ قامت اور منحنی آدمی کا نہایت بے رحم اور سخت واقع ہوا تھا یہانتک کہ رعایا کا یہ حال تھا کہ جب اسکی صورت دیکھ لیتی تو آنکھون مین خون اتر آتا۔ مگر جنرل اعظم الدین خان کے پنجۂ فولادی نے سب کو دبا رکھا تھا۔

۱۲۸۲ھ ہجری مین موضع بھوٹ بقال علاقہ سوار مین سخت ڈکیتی واقع ہوئی تھی اور تخمیناً دس ہزار روپے کا مال غارت گیا تھا اس مقدمے کے نکلنے مین جو شدائد اس شخص نے شہر کے کئی مسلمانون پر کیے انکو بالتفصیل بیان کیا جائے تو کلیجہ منھ کو آئے۔ چنانچہ میر علی حیدر نے اسکی سختیون کو جنرل صاحب پر ثابت کردیا مگر جنرل صاحب کو اپنے آورد و نکا بہت پاس ہوتا تھا۔ کونسل خوب جانتی تھی کہ بہتور علی سے اہل شہر بلکہ ملازمان پولیس بھی بے حد ناراض ہین۔ اس خیال سے یہ مناسب سمجھا کہ اُسکو یہان سے ٹال دینا چاہیے اور موقوفی کا دھبہ اس پر نہ لگا کر چھ ماہ کی رخصت کے نام سے ۲۴ اپریل کو اُسکے اہل وعیال سمیت رامپور سے روانہ کردیا اور بنظر احتیاط اُس کے ہمراہ کچھ آدمی بھی کردیے تھے۔

وجہ اسکی یہ ہے کہ یہ شخص جنرل اعظم الدین خان کی حیات مین کرایہ کی گھوڑا گاڑی پر بیٹھ کر مراد آباد کو جارہا تھا رستے مین صاحبزادہ سید احمد رضا خان عرف پیارے صاحب کے دو آدمیون نے چھری سے اسپر حملہ کیا اور ناک کاٹنی چاہی اس کے ہاتھ مین زخم آیا مگر اس نے تمنچے کی گولی حملہ آور کے سینے مین ماری اُس کا کام تمام ہوگیا۔ معاون اُس کا بھاگ گیا جنرل صاحب نے پیارے صاحب کے ایما سے یہ فعل پاکر اُن کو شہر سے کھڑے نکلوا دیا۔ بھوٹ بقال کی ڈکیتی کی سراغ رسانی کے زمانے مین اس نے پیارے صاحب کے آدمیون پر تشدد کیا تھا۔ انکی بنیاد یہ ہے ان مین بہت سے جواری اور بدمعاش بھی رہتے تھے۔

اس سال نوابصاحب بہادر عید کے ادا کرنے کے لیئے رامپور تشریف نہین لائے جیسا کہ وہ پہلے سے تقریب عید مین رامپور آجایا کرتے تھے اس لیے رامپور مین بڑی بے رونقی اور سنسان اور قلق کا عالم تھا۔

قاتلون کی گرفتاری کے لیے اشتہار جاری ہونا۔ ورثۂ جنرل صاحب کے لیے وجہ معاش کا ریاست سے مقرر ہونا

مسٹر بدل صاحب ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس ممالک مغربی و شمالی جنرل صاحب کے قاتلون کی تلاش اور مقدمہ برآمد کرنے کیلیے لوکل گورنمنٹ کی جانب سے مقرر کیے گئے کونسل نے قاتلون کی گرفتاری کیلیے پندرہ ہزار روپے کے انعام کا اشتہار دیا جس مین سے پانچہزار کا کونسل آف ریجنسی کی جانب سے اور پانچہزار کا گورنمنٹ انگریزی کی طرف سے اور پانچہزار کا نوابصاحب نے اپنی جیب خاص سے دینے کا وعدہ کیا۔

یہ وہ وقت تھا کہ رامپور کا ہر ایک بڑا آدمی دل مین خائف تھا کہ گورنمنٹ کو میری طرف سے یہ شک نہ پیدا ہو جائے کہ اُس کی طرف سے یہ حادثہ سرزد ہوا ہے یا اس واقعہ سے یہ شخص خوش ہوا ہے پھر خدا جانے اُسے کیا خیال ہو اور کدھر بجلی گرے۔

نوابصاحب نے واسطے قائم رکھنے اعزاز اور واسطے وجہ معاش ورثۂ جنرل اعظم الدین خان کے معقول تجویز کی جسکی بنیاد پر صاحب ایجنٹ نے کونسل کو ایک خریطہ ۲۱ اپریل ۱۸۹۱ع کو نمبری ۱۲۳۹ بھیجا اور کونسل نے بر طبق اُس کے جنرل صاحب کی تنخواہ کے بارہ سو روپے ماہوار کو اُن کے ورثہ پران شرائط کے ساتھ مقرر کر دیا۔

شرط اول تعداد ورثہ حسب ذیل قائم ہوئی (۱) قدسیہ بیگم والدۂ جنرل اعظم الدین خان (۲) نوشابہ بیگم معزز دُلھن زوجۂ اول جنرل

اعظم الدین خان (۳) فاطمہ بیگم جنرل دلہن زوجہ دوم جنرل اعظم الدین خان
(۴) نادر زمانی بیگم عرف صاحبزادی بیگم دختر جنرل اعظم الدین خان
شرط دوم کوئی تفریق اس تنخواہ میں نہ کی جائے بلکہ والدہ جنرل صاحب
مرحوم کو ولی اور ٹرسٹی اس وظیفے کا مقرر کیا جائے کہ وہ اپنی تجویز سے
تفریق و تقسیم کریں اور انہی کی ذمہ داری اور مہر سے یہ روپیہ خزانہ سے
وصول ہووے اور ولی کو تفریق وظیفہ کی کمی بیشی اور موقوفی و بحالی کا
ہر وقت اختیار حاصل رہے گا۔
شرط سوم وارثان مرحوم رئیس وقت کے مطیع و منقاد رہیں اور
اپنی عصمت و عزت خاندانی کو محفوظ رکھیں۔
شرط چہارم مخالفین رئیس و ریاست سے ارتباط نہ رکھیں۔
شرط پنجم یہ وظیفہ حین حیاتی مقرر کیا جاتا ہے اور تاحین کسی
ایک وارث مذکورۃ الصدر کے جاری و قائم رہے گا۔

صاحبزادہ سید صفدر علیخان کا کونسل آف ریجنسی کی پریزیڈنٹی کے عہدے کو خالی کرنا اور انکی جگہ ونسنٹ صاحب کا مقرر ہونا

۱۶ مئی ۱۸۹۱ء کو مسٹر ولیم کے صاحب ایجنٹ نے رامپور آکر دیوانخانے میں
ایک دربار منعقد کر کے اسپیچ کہی اس میں جنرل اعظم الدین خان کی بہت کچھ
تعریف کی اور کہا کہ وہ اب سرکار انگلشیہ پر یہ امر فرض ہے کہ یہ خدمت و
جانفشانی جنرل اعظم الدین خان کی ضائع نہ ہونے پائے جنرل صاحب کا

قتل رامپور مین شارع عام پر واقع ہوا اگر رامپور کے اہلکارون کی طرف سے قاتلون کی گرفتاری فوراً ہوتی بلکہ اگر اُنکی طرف سے کوشش بھی ہوتی کہ اصلیت اس حرکت بد کی کھل جائے تو دونون صورتون مین تسلیم ہو سکتا کہ کونسل اہلِ ہندوستان سے انتظام ریاست کا ممکن ہے جبکہ نہ ملزم پکڑے گئے نہ رامپور کے ملازمون نے ملزمون کا ابتک پتہ لگایا تو یہ ظاہر ہوا کہ تبدیل شکل انتظام کی ضرور ہونا چاہیے لہذا نواب لفٹنٹ گورنر ممالک مغربی و شمالی (متحدہ) نے یہ تجویز فرمائی کہ کونسل تو قائم رہے لیکن افسر اعلیٰ اُس کونسل مین ایک معزز یورپین افسر ہو ہز ہائنس نواب صاحب کی مسند نشینی تک اختیارات اعلیٰ افسر موصوف کے ہاتھ مین رہینگے اُس افسر کو اول توجہ اور خیال اس امر کی بابت ہوگا کہ قاتلان جنرل صاحب کا پتہ لگائے اور اُنکے ترغیب دہندون کو گرفتار کرائے اور اُن کو سزائے مناسب دلوائے"

سید صفدر علی خان جنرل صاحب کی زندگی مین یہ سمجھتے تھے کہ اُنکی وجہ سے میری پریزیڈنٹی کو فروغ نہین اگر اُن کا قدم درمیان مین نہو تو ہمی ہم ہین دوسرے ممبران کونسل جو ہم کہین وہ کرین مگر اُن کو یہ معلوم نہ تھا کہ وہ صرف جنرل صاحب کی آڑ کے لیے مقرر ہوے ہین اس اسپیچ کو سُن کر سید صفدر علیخان کے چھکے چھوٹ گئے اور اُنکی سادہ لوحی تو دیکھیے کہ لوکل گورنمنٹ کا تو وہان انتظام ہوگیا کہ جدید پریزیڈنٹ کونسل آف ریجنسی ریاست رامپور کے لیے کوئی یورپین مقرر کیا جائے اور یہ حضرت رامپور مین اپنی بقاے پریزیڈنٹی کے انتظام کرنے لگے اور یہ سمجھے کہ اگر مجرمون کی سُراغ رسانی

ہو جائے گی تو میری پریذیڈنسی باقی رہ جائے گی۔ ۲۹۔ مئی ۱۹۱۸ء روز جمعہ کو صبح کے آٹھ بجے اپنے مکان پر دربار ترتیب دیکر اسپیچ میں یہ بیان کیا کہ "ایسے سنگین مقدمے کے برآمد نہونے کی وجہ سے گورنمنٹ کو انتظام جدید کرنے کی ضرورت پڑی۔ مین نے درخواست دو مہینے کی مُہلت کی باتفاق رائے ممبران کونسل نواب لفٹنٹ گورنر کے پاس بھیجی ہے کیا اچھا ہوگا کہ پہلے اس میعاد کے آپ صاحبون کی مدد اور کوشش سے مقدمہ برآمد ہوجائے گورنمنٹ کو انتظام جدید کی ضرورت زیادہ تر اس مقدمے کے نہ برآمد ہونے کی وجہ سے پڑی ہے اور اس انتظام جدید سے جو انقلاب ہونگے اُس کا آپ سب صاحب اندازہ کر سکتے ہین یہ ریاست اسلامیہ ہمیشہ سے اہل اسلام منتظم کے ہاتھ مین رہی ہے جسکے ہم لوگ عادی ہین اور ہمکو آیندہ بھی حالت موجودہ قائم رہنے کی امید ہوسکتی ہے کاش آپ سب صاحبون کی دلی کوشش اور توجہ سے یہ مقدمہ برآمد ہوجائے" سید صفدر علیخان کی یہ آرزو دل کی دل ہی مین رہی کہ لفٹنٹ گورنر صاحب نے جون ۱۹۱۸ء مین نینی تال بلاکر کونسل کی پریذیڈنسی سے استعفا دینے کیلیے ایما کیا اور اُنھون نے ۳ جون کو نینی تال سے واپس آتے ہی عہدۂ پریذیڈنسی کونسل سے استعفا دیدیا جسکی نسبت لوگون پر یہ ظاہر کیا گیا کہ نہایت افسوس کے ساتھ لفٹنٹ گورنر نے منظور کیا اور میجر ایچ لے فنشٹ کمانڈر رسالۂ دوم سنٹرل انڈیا کو اس عہدے کے لیے انتخاب کیا جو ۲۹ جون کو دن کے دو بجے رامپور مین آگئے تھے۔ یکم جولائی کو مسٹر ڈبلیو کے

صاحب ایجنٹ نے دیوانخانے مین دربار منعقد کرکے اُن کے عہدہٗ پریزیڈنٹی پر مقرر ہونے کا حکم سُنا دیا۔ اور واقع مین وہ کونسل آف ریجنسی جس کو لوکل گورنمنٹ نے گورنمنٹ ہند کی منظوری سے مقرر کیا تھا واقعۂ قتل جنرل اعظم الدین خان وائس پریزیڈنٹ کے باعث سے اپریل ہی مین شکست ہو گئی تھی۔ جبکہ نواب سید مشتاق علیخان کو خلعت مسند نشینی دیا گیا تھا اُس وقت لفٹنٹ گورنر نے کہا تھا کہ جو تین ممبر حسب مشورۂ نواب صاحب کاروبار مین امداد کیلیے مقرر کیے گئے ہین وہ نوابصاحب موصوف کے ہم مذہب و ہم ملت ہین۔ جو طریقہ کہ نواب سید مشتاق علیخان کے عہد مین بابت تقرر ممبران کونسل کے تجویز کیا تھا اُس قاعدے کو اب بادل ناخواستہ چھوڑنا پڑا۔ یہان کے معاملات کی درستی اور انتظام کے قائم رکھنے کے لیے بڑے پولیٹکل محنتی اور رعب دار آدمی کا کام تھا۔ اسلیے کونسل مین ایک صاحب انگریز افسر اعلیٰ صاحب وقار و حکومت کی احتیاج تھی۔ حمید الظفر خان عرف ننھے میان برادر خرد جنرل اعظم الدین خان اس کونسل کے سکرٹری مقرر ہوے اور یکم فروری ۱۸۹۲ء سے انکو کونسل آف ریجنسی نے علاوہ سکرٹری کونسل کے توپخانے کا کمانڈنٹ اور کُل فوج کا میجر مقرر کیا۔

مقدمۂ قتل جنرل اعظم الدین خان کی تحقیقات۔ پہلی تحقیقات مین ماخوذین کا اس الزام سے بری ہو جانا۔ دوبارہ تحقیقات ہونا آخر کار مقدمے کا برآمد ہو کر قاتلون کا سزا پانا

میجر ونسنٹ صاحب نے رامپور مین آتے ہی اس مقدمے کی

سُراغ رسانی مین بڑی کوشش کی اور موقع واردات کے پاس کی بہت سی رعایا پر پولیس نے تشدد کرکے گواہ بنایا اور مصطفےٰ خان عرف منجھلے خان اور سعد اللہ خان پسران عبد اللہ خان پر مقدمہ قائم کیا اُنکے تمام ملازمان کو حوالات کر دیا اور صاحب سپرنٹنڈنٹ نے گورنمنٹ کی واقفیت اور منظوری کے بعد اشتہار جاری کر دیا کہ عبد اللہ خان کو مع تینون بیٹون اور ایک داماد وغیرہ کے کونسل نے جلاوطن کیا اور ہدایت کی کہ عبد اللہ خان رامپور مین اپنے آنے کے بغیر دو تین روز کی میعاد مین کسی ذریعہ سے اپنی عورتون اور بچونکو مع اشیاے منقولہ ہٹالین ورنہ مکانات مین قفل پڑجائینگے اور گارد تعینات ہوجائینگے اُن کا آدمی آنے جانے کا مجاز نہوگا اور اُنکی جائداد غیر منقولہ کا معاوضہ صاحب ایجنٹ کی طرف سے مقرر کیے ہوے پنچ جو تجویز کرین ریاست کی طرف سے دینا قرار پایا۔

لوکل گورنمنٹ کے حکم سے اس مقدمے کی تحقیقات بریلی کے مجسٹریٹ کے اجلاس مین شروع ہوئی مسٹر ہل صاحب گورنمنٹ کی طرف سے خاص اس مقدمے کے برآمد کرنے کے لیے مامور کیے گئے۔ ۴ ستمبر ۱۸۹۱ء کو بریلی کے مجسٹریٹ نے حسب منشاے دفعہ ۱۴۳ ایکٹ مبادلہ مجرمون کی تحقیقات شروع کی۔

اس عنوان سے۔

ملکۂ قیصرۂ ہند مدعی بذریعہ مسٹر ڈلن گورنمنٹ پراسیکیوٹر	بنام	مصطفےٰ خان وسعد اللہ خان مسٹر فنشا و ... صاحبان

سعد اللہ خان اور مصطفےٰ خان گرفتار کیے گئے اور مقدمے کی تحقیقات ہوئی بشیتر گواہان اثبات جرم کے بیان سے جھوٹا بنایا جانا مقدمے کا ثابت ہوگیا چنانچہ خود گورنمنٹ کے وکیل مسٹر ڈلن نے اپنے ایڈریس مین جو عدالت کو دیا صاف کہدیا کہ عدالت اپنی رپورٹ مین شاید ذیل کے نتائج سے ایک نتیجہ قائم کرے گی (الف) الزام غالباً سچ ہے۔ (ب) الزام غالباً غلط ہے (ج) سچائی الزام کی مشکوک ہے۔ نتیجہ اس تحقیقات کا یہ نکلا کہ باوجود اپنی کوشش اور اصرار کے لوکل گورنمنٹ کو ماخوذین کو رہا کرنا پڑا۔

میجر ونسنٹ صاحب کی کوشش سے یہ مقدمہ ۱۸۹۲ء مین پھر اُبھرا کہ کونسل آف رجنسی کی جانب سے درخواست ہوئی کہ مقدمہ قتل جنرل اعظم الدین خان مین ملزم ریاست کے تفویض کیے جائین چنانچہ اُن کی بابت پیشگاہ گورنمنٹ سے وارنٹ جاری ہوے حاجی مجتبےٰ خان مصطفےٰ خان عرف منجھلے خان سعد اللہ خان پسران عبد اللہ خان اور جمال الدین خان عطا خان۔ سید گوہر علی۔ غازی خان۔ جان علی روپوش ہوگئے۔ اس پیے کونسل نے پسران عبد اللہ خان کی گرفتاری کے لیے فی کس پانسو روپیہ کا انعامی اشتہار اور باقی کی گرفتاری کے لیے فی کس اڑھائی سو روپیہ کا انعامی اشتہار جاری کیا۔ اسد اللہ خان پسر عبد اللہ خان بھوپال سے گرفتار ہوکر انگریزی پولیس کی حراست مین رامپور لائے گئے۔ ۱۹۔ مارچ روز دوشنبہ ۱۸۹۲ء سے لوکل گورنمنٹ کے حکم سے دوبارہ ابتدائی تحقیقات مقدمہ قتل جنرل اعظم الدین خان کی

رامپور مین شروع ہوئی۔ مسٹر ہاسکنس صاحب سپرنٹنڈنٹ اس مقدمے کے برآمد کرنے کے لیے گورنمنٹ کی طرف سے مقرر ہوئے۔ مسٹر آر جی ہارڈی صاحب کلکٹر و مجسٹریٹ جھانسی تحقیقات کے لیے مقرر ہوئے۔ ایوان دیوانخانہ کلان مین جو کوٹھی خورشید منزل کی جانب جنوب محاذات مین واقع تھا (اور اب دونون باقی نہین رہے) ریلوے سٹور بنا دیا گیا۔ صاحبزادہ سید حیدر علی خان اور صاحبزادہ سید محمد علی خان عرف چھبن صاحب بھی گواہی کیلیے مراد آباد سے آئے۔

ملزمان کے طرفدارون نے بھی بڑی ہمت وری کے ساتھ برئیت کیلیے پیروی کی اور ہر طرح سے آخر حال تک ریاست کے نقطۂ مقابل اس خاص کام مین بنے رہے۔

چھوندا خان اور عزن خان شرکائے قتل معافی خطا کا وعدہ دیکر سرکاری گواہ و مخبر بنائے گئے تھے۔ ۲۸ مارچ تک ابتدائی تحقیقات ختم ہوگئی اور مقدمہ ایک کمیشن کے سپرد ہوگیا اس کمیشن کے دو ممبر تھے (۱) کرنیل نیوبری صاحب سشن جج لکھنو (۲) مسٹر آر ایس ایک من صاحب ڈسٹرکٹ و سشن جج فرخ آباد۔ اس کمیشن کا اجلاس ۲ مئی سے رامپور مین شروع ہوا اور ۳ جون کو کارروائی مقدمہ ختم ہوکر عدالت برخاست ہوئی اور دونون جج ممبران کمیشن لفٹنٹ گورنر کے پاس مثل لیکر نینی تال کو اپنی رائے پر منظوری حاصل کرنے کیلیے چلے گئے سپرنٹنڈنٹ ریاست بھی نینی تال کو گئے ۱۲ جون کو ممبران کمیشن اور سپرنٹنڈنٹ ریاست اور علی حسن مہتمم پال اور حمید المظفر خان نینی تال سے

رامپور آ گئے ۲۲ جون کو صاحبان جج نے مقدمہ مذکور کا آخری فیصلہ سُنایا
کہ اسد اللہ خان پسر عبداللہ خان رہا کیے گئے۔ عزن خان اور بھوندا خان
جو سرکاری گواہ قرار دیے گئے تھے وہ بھی رہا ہوے۔ حمایت خان۔ سید
حمایت علی۔ سدن خان اور علی حسین خان ان چارون کی نسبت پھانسی کی
[illegible]

ستمبر سنہ ۱۸۹۲ء مین جمال الدین خان ملزم قتل جنرل اعظم الدین خان بھی
ہاتھ آ گیا مولوی محمد اصغر سشن جج ریاست رامپور نے تحقیقات کر کے
۲۴ دسمبر سنہ مذکور کو پھانسی کا حکم دیا۔ جنرل صاحب کے خون کی کشش
تو دیکھو کہ افغانستان سے مصطفےٰ خان عرف منجھلے خان فرزند عبداللہ خان کو
جو قاتلان جنرل صاحب سے تھے ۱۴ جون کو خود بخود کشان کشان بلا کر
مقید کرا دیا۔ مجسٹریٹ ریاست کے اجلاس مین تحقیقات مقدمہ شروع ہوئی
اور اس کام کے بخوبی انجام دینے کی غرض سے شیخ مظہر اسد مؤلف قوانین
ریاست رامپور قائم مقام مجسٹریٹ بنائے گئے اس کام کے بعد ہی اُن کا بیٹا
سراج احمد دس پندرہ روپے ماہوار کی ادنےٰ محرری سے ترقی کرتا ہوا
جوڈیشل ممبر کے اجلاس مین عہدہ پیشکاری پر پہونچ گیا اور اُن کے بہت سے
اہل خاندان کے ساتھ بڑے بڑے سلوک ہوے ۱۰ اگست کو ابتدائی تحقیقات
ختم ہوئی مقدمہ دورہ سپرد کیا گیا۔ یکم ستمبر کو لاہور مین مصطفےٰ خان کے
چھوٹے بھائی سعد اللہ خان ایک طوائف کے مکان سے گرفتار ہو کر ۸ ستمبر کو
انگریزی پولیس کی نگرانی مین رامپور پہونچے اُنکی ابتدائی تحقیقات

مجسٹریٹ ضلع رامپور کے اجلاس مین ہوکر دورہ سپرد ہوے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

اس خون نے کیا کیا اپنے کرشمے دکھلائے کہ بھاگے ہوؤن کو رجعت قہقری کرا کے داوری گاہ باز پرس مین لایا ۲۹۔ اکتوبر ۱۸۹۳ء کو محمد صغر صاحب سشن جج رامپور نے اپنی تحقیقات کامل کے بعد قتل جنرل اعظم الدین خان کے جرم مین مصطفٰے خان کو سزاے حبس دوام بعبور دریاے شور اور سعد اللہ خان کو سزاے پھانسی تجویز کی تھی۔ اس تحقیقات مین بھی صاحبزادہ سیّد حیدر علی خان اور کپتان صاحب مرادآباد سے شہادت کو سشن جج کی عدالت مین آئے تھے اس مقدمے کے مرافعہ کے لیے گورنمنٹ ممالک متحدہ آگرہ و اودھ سے مسٹر ٹی آر ریڈفرن صاحب سشن جج بریلی اور مسٹر ایچ جی پیرس صاحب سشن جج آگرہ مقرر ہوے۔ ۱۱ ستمبر سے کوٹھی خورشید منزل کے روبرو دیوانخانے مین اجلاس شروع کیا اور ۲۰ دسمبر کو تحقیقات و غور کامل کے بعد کارروائی سماعت مرافعہ ختم کی۔ اور ڈسٹرکٹ و سشن جج ریاست رامپور کی تجویز بحال رکھی اور حسب قاعدہ ایک مہینے کی مجرمون کو مہلت دی گئی دونون قیدیون نے سر چارلس کراسٹھویٹ صاحب سی۔ ایس۔ آئی لفٹنٹ گورنر کے حضور مین ترحمانہ اپیل کیا لیکن اُنھون نے بھی بعد غور کامل صاحبان جج کی راے بحال رکھی کہ سعد اللہ خان کو پھانسی دی جائے اور مصطفٰے احسان بعبور دریاے شور مدۃ العمر قید رہین۔ ۲۶ جنوری ۱۸۹۴ء یوم جمعہ کو صبح کے سات بجے سعد اللہ خان کو پھانسی دی گئی۔ لاش کو ورثہ غسل و کفن دیکر

جامع مسجد مین لے گئے بعد نماز جمعہ نماز جنازہ ہوئی اور کھاری کھیڑے مین دفن کیا۔ مصطفےٰ خان کو عبور دریاے شور کے لیے جیل خانہ ریاست رامپور سے گورنمنٹ انگریزی مین روانہ کیا۔

اگر حافظ مُبارک علیخان مقتول نہ ہو جاتے تو رسالدار محمود علیخان اور ان کے خاندان کی خیر نہ تھی۔ اُنپر بھی الزام قتل جنرل اعظم الدین خان کی چھینٹ غالبًا پڑ جاتی۔

چھٹن صاحب نے اپنے بیان مین لکھایا تھا کہ سعداللہ خان نے مُجھ سے بیان کیا تھا کہ جنرل صاحب کے قتل کے لیے زرچندہ مین رسالدار محمود علی خان نے بھی شرکت کی ہے علاوہ اسکے یہ لوگ جنرل اعظم الدین خان کے ساتھ عداوت رکھنے مین بھی متہم تھے۔

اور صاحبزادہ سید صفدر علیخان بھی اس مقدمے کی تحقیقات مین لتنے ضرور مشکوک ہو گئے تھے کہ انکی بھی قتل جنرل اعظم الدین خان مین سازش ہے اگر کونسل کی بدنامی اور تہتک کے خیال سے وہ بچا نہ لیے جاتے تو اُنپر بھی ترغیب قتل جنرل اعظم الدین خان کا الزام آجانے مین کوئی کسر باقی نہ رہی تھی اس تحقیقات کے دوران مین اُن کے دل کی نہایت متوحش حالت رہی۔ اُنکے معتمد برابر درویشون کے پاس دعاؤن کی استمداد کے لیے پھرتے تھے کہ خدانخواستہ اُنپر بھی اس آتش جانسوز کی آنچ آجائے کیونکہ اُنکی نسبت بھی بعض صاحبون کے لب پر الفاظ ترغیب و شرکت اہتمام قتل جنرل اعظم الدین خان آگئے تھے۔ منشی مشفع احمد نے اپنے اظہارات مین کہا کہ جب جنرل صاحب نے

مصطفٰے خان کی دعوت قبول کرنے سے انکار کیا تو سیّد صفدر علی خان نے جو وہان موجود تھے سفارش کی اور جنرل صاحب سے کہا کہ دعوت منظور کیجئے مین بھی چلونگا۔ اور سید صفدر علیخان دعوت مین باوجود قبول کر لینے کے بلا کسی عذر اور بلا کسی اطلاع کے نہ آئے دوسرے صاحبزادہ سید محمد علیخان عرف چھٹن صاحب نے اپنے بیان مین صاف طور پر کہدیا تھا کہ سعد اللہ خان نے مجھ سے بیان کیا کہ جنرل صاحب کے قتل کرنے کیلیے جو زرچندہ جمع ہوا ہے اُس مین سید صفدر علی خان اور محمود علی خان رسالدار اور عبد اللہ خان میرے باپ نے روپیہ دیا ہے۔ اور مین نے جنرل صاحب کے قتل کا فتوے مولوی ارشاد حسین صاحب سے لے لیا ہے۔ تیسرے صاحبزادہ سیّد حیدر علیخان نے بیان کیا کہ جب بمبئی مین عبد اللہ خان سے میری مُلاقات ہوئی تو اُنھون نے یہ بھی کہا تھا کہ سید صفدر علیخان نے روپیہ دیا ہے۔

اگرچہ کونسل کے اغراض و اعزاز کے خیال سے سیّد صفدر علیخان کے دامن پر بظاہر کوئی داغ نہ لگا تاہم اسکے بعد وہ رامپور مین نہ ٹھہر سکے باہر ہی باہر پھرتے رہے کبھی لکھنؤ گئے کبھی دلّی کبھی کلکتہ یہان تک کہ ۲۶ جمادے الآخر ۱۳۱۰ ہجری مطابق ۱۶ جنوری ۱۸۹۳ء کو شب مین تخمیناً ۴۶ سال کی عمر مین مقام کلکتہ مین لاولد انتقال کیا۔ ۱۸ جنوری کو لاش صندوق مین رکھ کر رامپور لائی گئی اور حافظ جمال اللہ صاحب کے احاطے مین دفن کیے گئے۔ تمام مکانات مین ریاست کی طرف سے قفل پڑ گئے۔

پھر کونسل نے کورٹ آف وارڈس مقرر کی ورثہ مین بہت تنازعہ رہا اُنکی بیگمات کونسل سے خلاف مراد آباد کو چلی گئین۔ اور ایک بیگم نے شیخ امداد حسین نامی ایک کارندے کے ساتھ نکاح کرلیا۔ اور اُنکے بھتیجے سیّد احمد علی خان عرف بنّن صاحب کی ڈگری کے اجرا کے لیے ۱۸۹۴ء کے میلے متصل گنیش گھاٹ مین محکمہ ججی ریاست رامپور کی معرفت سید صفدر علیخان کا مال واسباب اور محل سرائے کہنہ متصل نواب دروازہ اور باغ فرحت افزا متصل باغ بے نظیر اور حسین باغ واقع پہاڑی دروازہ نیلام پر چڑھے۔

سید صفدر علی خان کا کلام منظوم نہایت پاکیزہ ہے اُن کے اُستاد منشی امیر احمد صاحب مینائی کے زور قلم پر آفرین ہے کہ اُنھون نے سید صفدر علیخان کو ایک مقبول شاعر بنا دیا اور اپنا وہ روزمرّہ جو فصاحت کے عالم مین انتخاب ہے اُنکی زبان مین رکھ دیا۔ ورنہ یہان یہ خزانے کہان تھے۔ اُنھون نے اِس کلام کی شہرت کے لیے اعلان زبانی کردیا تھا کہ جو کوئی غزل یاد کرکے ہمکو سُنائے گا اُسکو انعام کے پانچ روپے دینگے پھر چار روپے مقرر کیے پھر تین پھر دو پھر ایک کر دیا فسانۂ آزاد مین بھی یہ بہت سا کلام داخل ہو کر شہرت کا موجب ہوا ہے مین نے خود دیکھا کہ جو شخص غزل پڑھتا ہے مزے لیتا ہے۔

اِس مقدمے کے چلانے مین کونسل نے بڑی کشادہ دلی سے روپیہ صرف کیا اثبات مقدمہ کے شہود اور پیروکارون کو اچھے اچھے مناصب پر سرافراز کیا۔

مسٹر ہملٹن صاحب جو صاحبزادہ سید حیدر علی خان کے ملازم تھے اور
اثبات جرم کی طرف سے شہادت مین پیش ہوے تھے ۱۹ اکتوبر ۱۸۹۲ء سے
ریاست رامپور کے سپرنٹنڈنٹ پولیس چھ سو روپیہ ماہوار پر مقرر ہوے
منشی مشفع احمد پیشکار کو تحقیقات مقدمہ کے بعد سے یوماً فیوماً عروج ہونے لگا
اور اتنی تمکنت بڑھی کہ جنوری ۱۸۹۳ء سے کونسل آف ریجنسی کے میر منشی
کے لقب سے پکارے گئے اور اجلاس مین ممبرون کے ساتھ کرسی ملتی رہی
اور جلدوے خدمات مردم شماری کا نام لگا کر صاحب پریزیڈنٹ نے
لفٹنٹ گورنر کے یہان سے مشفع احمد کو ۲ دسمبر ۱۸۹۳ء کو امتحان مڈل کلاس سے
مستثنے کرا کے ابتداءً گورنمنٹ انگریزی مین عہدۂ تحصیلداری کے لیے
منتخب کرادیا جنرل صاحب کے عہد سے چند پردیسی اور کلمہ گو رامپور مین
ایسے جمع ہوگئے تھے کہ وہ اپنے فائدے کے لیے کُتّے کے دانت بھی اگر پاتے
تو غریب رامپور والون کے پاؤن مین چبھو دیتے۔
سید محمد علیخان عرف چھٹن صاحب کا معاملۂ تنخواہ جو عرصۂ دراز سے دائر تھا
اکتوبر ۱۸۹۳ء مین طے ہوگیا۔
عبدالرزاق خان ساکن محلۂ چاہ شور کو جو اثبات جرم کے شاہد تھے
کوتوالی شہر کی انسپکٹری ملی اس جگہ اُن کے حقیقی بھائی مبارک شاہ خان
متعین تھے اُن کو ہٹا کر یہ عہدہ عبدالرزاق خان کو دیا گیا۔
شیخ امداد حسین ساکن سانبھل محلۂ میان سرائے کو جو اثبات جرم کی طرف سے
پیروکار تھے سوار اور بلاسپور کے حلقۂ پولیس کی انسپکٹری ملی یہ جنرل صاحب

کی حیات مین نواب سید مشتاق علیخان کے ابتدائے عہد مین چندروز رامپور کے کوتوال بھی مقرر رہے تھے اور پھر جلدبے اعتدالیون کی وجہ سے علیحدہ کردیے گئے تھے یہ شخص پرلے درجے کا ایمان فروش. سنگدل اور پرکالۂ آفت تھا۔

مردم شماری

۱۸۹۱ء مین ریاست رامپور کے تمام علاقے کی مردم شماری ہوئی ۵۵۱۲۴۹ آدمی شمار مین آئے ان مین سے مسلمان ۲۴۱۱۰۷ ہندو ۳۰۹۹۲۶ آریہ ۲۳ جین ۱۳۰ عیسائی ۶۳ آدمی شمار ہوے ان مین سے مردون کی تعداد یہ ہے مسلمان ۱۲۵۰۶۵ ہندو ۱۵۹۹۳۲- آریہ ۱۴- جین ۶۴ عیسائی ۳۹ عورات کی تعداد یہ ہے مسلمان ۱۱۶۰۴۲ ہندو ۱۴۴۰۱۶ آریہ ۹ جین ۶۶ عیسائی ۲۴ غرض کہ مجموعی تعداد مردون کی ۲۹۱۰۹۲ عورتون کی ۲۶۰۱۵۷ ہے اس حساب سے بمقابلۂ ۱۸۸۱ء کی مردم شماری کے جو نواب سید کلب علیخان کے عہد مین ہوئی تھی ۹۳۳۵ کی اور بحساب فی ہزار ۱۷٫۲ کی بیشی ہوئی زیادتی کا سبب غالباً صحت وخوش حالی رعایا ہے کیونکہ زیادتی آبادی دو حال سے خالی نہین اول علاقۂ غیر سے آکر یہان آباد ہونا جس کا سبب قطعی یہ ہے کہ کونسل کے وقت مین رعایا کو آسایش وآسودگی رہی دوم کثرت توالد وتناسل وقلت اموات ہے اس کا لازمی سبب صحت انسانی ہے جس مین بہت کچھ اسباب کو مداخلت ہے یہان سے معلوم ہوا کہ فہرست

دیہات تحصیلات ریاست رامپور مین جو آبادی ریاست رامپور کی تعداد ۵۹۸۴۹۶ لکھی ہے جن مین سے ۳۱۴۶۳۱ مرد اور ۲۸۳۸۶۵ عورتین بتائی ہین یہ تعداد صحت سے عاری ہے اس لیے کہ اس حساب سے ۵۶۵۸۲ آدمی مردم شماری ۱۸۸۱ء کی تعداد پر بڑھتے ہین اور اس قدر اضافہ غرابت سے خالی نہین۔

واقعات بلوہ وسرکشی قیدیان جیل خانہ رامپور

ونٹ صاحب جب کونسل آف ریجنسی ریاست رام پور کے پریزیڈنٹ مقرر ہوے تھے تو لفٹنٹ گورنر صاحب نے یہ ہدایت مزید فرمادی تھی کہ جہان تک پسندیدہ مصالح انتظامی مقتضی ہون دستورات و قواعد متمشیہ ریاست رامپور کو قائم و برقرار رکھا جائے لوکل گورنمنٹ کی خواہش نہ تھی کہ ایسے جدید امور جو رامپور کے باشندون کو نامطبوع ہون جاری کیے جائین۔ پریزیڈنٹ کو گو یہ بھی ایما ہوا تھا کہ اگر کسی وقت ان کو ضرورت اس امر کی پیش آئے کہ مجبوراً کسی بدعملی یا بدنظمی کو رفع کرنا چاہین تو کم سے کم مزاحمت و مداخلت کا استعمال کرین۔ مگر جب یہ رامپور پہونچے تو یہان کی صحبت نے ان کو بہت جلد سیاست جانے کی طرف مائل کردیا۔

۲۵ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو جیل خانہ رامپور مین اس وجہ سے فساد ہوگیا کہ پریزیڈنٹ صاحب نے حکم دیا کہ قیدیون کو پکا ہوا کھانا ملا کرے قبل اس سے معمول تھا کہ ان کو کچی جنس ملجاتی تھی جس کو وہ خود پکا لیا کرتے تھے اور اسکو وہ اچھا جانتے تھے کیونکہ یہ ان کی مرضی کے موافق تیار ہو جاتا تھا اور ان کیلیے

کپڑے بھی بطور وردی کے تیّار کیے اور ابتک وہ اپنے پاس سے اپنی خوشی کے موافق کپڑے پہنا کرتے تھے۔ اس جدید حکم کی تعمیل سے انکار کرنے پر اُن پر تشدد اور سختی کا حکم دیا۔ قیدیون نے کھانا پینا چھوڑ دیا۔ روز یکشنبہ ۲۵۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو بعد ۸ بجے صبح کے صاحب پریزیڈنٹ خاص اس حکم کے نفاذ کے لیے جیل خانے پر گئے۔ ظہیر اللہ خان اور غزن خان افسران اردلی جو اُن کے ساتھ کے آئے ہوے تھے ہمراہ تھے جیل کے اندر چکر پر پہونچا۔ جو قیدی تعمیل حکم سے انکار کرتے تھے وہ طلب کیے گئے۔ اُن مین سے علی شاہ قیدی ہنگام طلب وہان موجود ہوگیا اور محمد بنی قیدی باوجود بُلانے کے نہ آیا جو لوگ تعمیل حکم سے انکار کرتے تھے اُن کے سرگروہ زیادہ تر یہی آدمی تھے۔ صاحب پریزیڈنٹ نے حکم دیا کہ محمد بنی قیدی کو بھی بُلایا جائے تاکہ ان سب کو فہمایش کردین اور سمجھا دین کہ عدول حکمی نکرین تب علی شاہ بھی جو موجود تھا بہت تیزی سے بھاگا۔ صاحب پریزیڈنٹ نے دونون اردلیون کو حکم دیا کہ ان کو پکڑ لائین۔ اردلیون نے سخت کلامی سے ان پر پکڑنے کو حملہ کیا قیدیون کو ناگوار گذرا اور اس بات نے یکبارگی تمام قیدیون کی طبایع مین اشتعال پیدا کر دیا۔ بانس اور کارخانے کی چھریان وغیرہ لے کر سب قیدی نکل آئے۔ ظہیر اللہ خان اور غزن خان نے اپنے ہتھیارون سے کام کیا اور قیدیون کو تپنچہ مارا جس سے علی شاہ اور حسن رضا قیدی زخمی ہوے۔ قیدیون نے بھی ظہیر اللہ خان و غزن خان کو زخمی کیا تلوار اور تپنچے اُن کے چھین لیے اور قیدیون کے ہاتھ سے ظہیر اللہ خان کے بازو پر تلوار لگی اور

چھریون اور لاٹھیون کے چند زخم سر پر آئے۔ عزن خان شدت سے زخمی ہوا اور چکر کے دروازے کے قریب گر گیا۔ ایک رسالدار علی غول کا اور سپاہی بھی زخمی ہوا۔ آخر کار بدقت تمام صاحب پریزیڈنٹ اور جیلر اور دونون اردلی باہر نکلے۔ صاحب پریزیڈنٹ جیل کے گارد کو حفاظت کے واسطے ہوشیار کر کے شہر مین آئے چونکہ قیدیون کی طرف سے جیل کے ٹوٹ جانے کا اندیشہ تھا اس لیے سوارون کے رسالے اور پلٹن بھیجی گئین جس نے جیل خانے کی حفاظت کی۔ صاحب پریزیڈنٹ دونون ممبران کونسل کو ساتھ لے کر جیل خانے پر پہونچے اور قیدیون کو سمجھایا کہ ایک تلوار اور دو پستول جو انھون نے اردلیون سے چھین لیے ہین واپس دیدین اور بغاوت نکرین اور اپنی بارکون مین چلے جائین۔ نصف گھنٹہ اسی طرح فہمایش ہوتی رہی مگر قیدیون نے نہ مانا تب سپرنٹنڈنٹ پولیس کو بلندی پر چڑھا کر تین مرتبہ حکم سنایا گیا کہ اگر ہتھیار نہ دوگے اور اپنی بارکون مین نہ چلے جاؤگے تو فیر ہوگا اس کا کچھ اثر نہ ہوا۔ تب قیدیون کو ڈرانے اور عبرت دلانے کے لیے اونچی بندوقین چلائی گئین تب بھی شورش رفع نہ ہوئی پھر سمجھایا اور تین مرتبہ معرفت سپرنٹنڈنٹ پولیس کے برابر یہ کہا گیا کہ اب بھی تم لوگ ہتھیار دیدو اور بارکون مین چلے جاؤ تو بہتر ہے ورنہ اب کی مرتبہ تیر فیر کیا جاے گا۔ اسکی بھی پروا انھون نے نہ کی تب دوبارہ فیر ہوا۔ بہادر سنگھ اور ٹونڈا قیدی زخمی ہوے اور خان بہادر قیدی زخمی ہو کر مر گیا جبکہ اس فیر پر بھی بغاوت رفع نہ ہوئی تو بالآخر ایک

مضبوط گارد جیل کے اندر بھیجا گیا اور اُس کو حکم دیا گیا کہ اگر قیدی بارگون کے اندر نہ چلے جائین اور حملہ کرین تو ان پر فیر کیا جائے۔ بعض اخبارات مین یہ بات شائع ہوئی تھی کہ نواب یار جنگ جوڈیشل ممبر نے اُن سے وعدہ کیا کہ تم اگر بارکون مین چلے جاؤگے تو تمکو سزا نہین دی جائے گی مگر اس وعدے کی خبر کی حکام ریاست نے تکذیب شائع کرادی تھی۔ اس گارد کو دیکھکر عزت خان قیدی تلوار لیے ہوے اور بعض دوسرے قیدی بارکون مین نہ گئے باقی قیدی بارگون مین چلے گئے۔ یہ گارد جب چکّر پر پہونچ گیا تو عزت خان اور بعض دوسرے قیدی بھی جو بارکون مین نہین گئے تھے جانے لگے جب اندر داخل ہوگئے تو بارکین بند کردی گئین اور اُسی وقت تحقیقات باضابطہ موقع پر شروع ہوئی۔ ابراہیم خان جیلر ساکن جنگ بازپور کو چند قیدیون کے چال چلن سے سخت نفرت تھی چنانچہ انکی کوشش سے محمد نبی۔ عبد النبی۔ عزت خان۔ نوشہ خان اور عطن خان اس بغاوت کے سرغنہ ثابت کیے گئے اور عدول حکمی پرینیڈنٹ اور اقدام قتل پرینیڈنٹ وظہیر اللہ خان وغزن خان وغیرہ کا جُرم اُنپر ثابت ہوگیا اور یہ بھی ثابت ہوا کہ اُنھون نے دو قیدی قطب شاہ اور خان بہادر خان کو زخمی کیا ہے جنھون نے اس بغاوت مین اِن کا ساتھ دینے سے انکار کیا تھا غرض کہ یہ جرم اُن پر لگاکر سزائے موت گولی سے دی گئی اور اُسی وقت اس حکم کا نفاذ کیا گیا اس کارروائی سے وہ عبرت پیدا ہوئی کہ قیدیون نے وہ کپڑے جو اُن کو دینا تجویز کیے گئے تھے قبول کیے اخبار پانیر نے بھی اس

بلوے کی خبر شائع کی تھی جو اُن بعض ہندوستانی متعصب اخباروں کے بیانات کے خلاف ہے جنھوں نے حکام ریاست کی زیادتی اور سختی ثابت کی تھی۔ بلکہ یہ افواہ بھی اُڑی تھی کہ صاحب پریذیڈنٹ نے جو پانچ قیدیوں کو گولی سے سزائے موت دینا تجویز کیا تو ممبران کونسل نے اس رائے سے اتفاق نہ کیا مگر جبکہ یہ کارروائی لفٹنٹ گورنر صاحب نے مقبول کر لی تو ان چرچوں کے مٹانے اور اُس شہرت کی تردید کی غرض سے جوڈیشیل ممبر و ریونیو ممبر نے ۲۳۔ نومبر ۱۸۹۱ء کو ایک اعلان کے ذریعہ سے سب کو آگاہ کیا کہ جو کچھ حکم اخیر سرغنہ قیدیوں کے قصاص کی بابت دیا گیا ہے یہ سب اُمور کونسل کے ممبروں اور صاحب پریذیڈنٹ کی متفقہ رائے سے ہوئے ہیں۔ یہ شہرت کہ ممبران کونسل نے اختلاف کیا تھا غلط فہمی ہے۔

اگرچہ ریاست کی فوج نے ا[illegible]ی فرمان برداری کی اور وفاداری کرتی رہی تاہم اُس پر کامل بھروسا ایک یورپین حاکم کی طبیعت کو نہ تھا کیونکہ یہ خیر خواہ سہی مگر پھر بھی زیادہ تر وہیلے تھے۔ اس لیے ۴ نومبر ۱۸۹۱ء کو برٹش سپاہ مقیمہ بریلی سے چار سو آٹھ گورے اول نمبر رجمنٹ ہائنٹس کے اور چار سو آٹھ جوان ہندوستانی گیارہ نمبر پلٹن انفنٹری کے سوائے افسروں کے اور مختصر توپخانہ جس میں چند توپیں تھیں آکر سرحد ریاست پر گنیش گھاٹ کے انگریزی پڑاؤ پر مقیم ہو گیا اور جون ۱۸۹۲ء تک یہ فوج بتدریج یہاں سے اُٹھا لی گئی۔

کرنیل ونسنٹ صاحب شادجیل کے بعد سے بہت بھڑک گئے تھے

اپنے ہاتھ سے اُسی رامپور والے کو سرفرازی دیتے جس کے چال چلن اور شریف النفسی کو بخوبی جانچ لیتے تھے یا جو اُن کے دوستوں کی زبان سے تعریف حاصل کر لیتا۔ اُن کے انصاف بھی نادر شاہی انصاف سے کم نہ تھے محلہ کنندہ پر ایک شخص کی ناک کاٹ ڈالی گئی پولیس کو ثبوت نہین ملتا تھا اس لیے کہ جن سے یہ جرم وقوع مین آیا تھا وہ ذی اثر لوگ تھے۔ پریذیڈنٹ صاحب نے محلے مین جھنڈیان لگوادین اور حکم دیا کہ فلان میعاد تک اگر اہل محلہ ثبوت کی گواہی نہ دینگے تو یہ محلہ کھدوا ڈالا جائے گا۔ اس دھمکی سے مقدمے کا پتہ چل گیا۔

اُن کے عہد مین ظہیر اللہ خان اور غزن خان کے پوبارے تھے جیل خانے کی کارروائی نے اُن کے اعتبار کو بے انتہا ترقی دے دی تھی اور بڑے سورما مانے جاتے تھے حالانکہ جن لوگون نے موقع واردات پر ان کو دیکھا تھا وہ اُن کی بزدلی ثابت کرتے تھے۔ اِن پٹھانون کو پریذیڈنٹ کی طبیعت پر اتنا قابو تھا کہ بڑے بڑے کام نکال لیتے تھے۔

صاحب پریذیڈنٹ نے یکم مئی ۹۲ ۱۸ء کو فساد قیدیان جیل خانہ کے موقع پر ان کی طرف سے عمدہ جان نثاری ظاہر ہونے کے صلے مین کونسل کی جانب سے طلائی کھنڈوون کی قیمتی جوڑیان جن پر مختصر الفاظ شکریہ مع خدمات و نام وسنہ کندہ تھا دین رامپور کے بعض عام شوقین اور بانکے ٹیڑھے لوگ جو بوجہ علمی بے مائگی اور ناداری کے ہر شخص کی نقل کو آمادہ ہو جاتے ہین اُنکی تقلید سے افغانون کے سے کپڑے

پہننے لگے۔

جیل خانے میں اس بلوے کے قبل تک بڑی آزادی تھی۔ کثرت سے متعدد تیوہاروں میں قیدیوں کے احباب وغیرہ آکر ملاقات کرتے تھے مگر وسنٹ صاحب پرینڈنٹ نے ۲۳ مئی ۱۸۹۲ء سے یہ قاعدہ جاری کر دیا (۱) عیدین میں مسلمان قیدیوں کے اعزہ اور احباب اُن سے ملاقات کرسکیں گے (۲) ہولی اور دسہرے میں ہندو قیدیوں کے اعزا اور احباب اُن سے ملاقات کرسکیں گے۔

نواب صاحب بہادر کی سیاحت ممالک ایشیا امریکہ یورپ اور مصر کے بعض دیار میں

سیاحت مذکورہ کی پہلی تجویز جون ۱۸۹۲ء میں جبکہ نواب صاحب بہادر نینی تال میں گرمی کا موسم بسر کر رہے تھے۔ ہز آنر سر آکلینڈ کالون صاحب بہادر کے سی ایم جی لفٹنٹ گورنر ممالک متحدہ کی طرف سے پیش ہو کر آخر جولائی تک گورنمنٹ آف انڈیا کے اتفاق رائے سے مصمم ہو گئی اور مارچ ۱۸۹۳ء میں سیاحت کے لیے روانگی مقرر ہو گئی۔ لفٹنٹ گورنر نے ۲۱۔اکتوبر ۱۸۹۲ء کو رامپور تشریف لا کر ۲۲۔اکتوبر کو دن کے گیارہ بجے دربار منعقد کر کے نوابصاحب بہادر کی سیاحت کی تجویز تمام اہل دربار کو سنادی اور سفر مذکور کے فوائد کو بڑی صراحت سے سب پر واضح کیا۔ اس دربار میں صاحبزادہ سید حیدر علیخان اور دوسرے اہل خاندان جو رامپور سے باہر تھے وہ بھی آکر شریک ہوئے تھے۔ اسی روز پانچ بجے شام کے

لفٹنٹ گورنر مراد آباد کی جانب روانہ ہوے۔ اکتوبر ۱۸۹۲ء مین سردی شروع ہو جانے کی وجہ سے نینی تال سے نوابصاحب بہادر بریلی آئے اور بریلی مین موسم سرما بسر کرنے کے بعد فروری مین رامپور آئے کہ سب سے ریل چل کر روانہ مقصد ہون۔ چنانچہ ۳ مارچ ۱۸۹۳ء مطابق ۱۵ شعبان ۱۳۱۰ ہجری کو گیارہ بجے دن کے منور محل صاحبہ المخاطب بہ جناب عالیہ زوجۂ نواب سید یوسف علیخان بہادر اور تمام بیگمات کو خدا حافظ کہکر اور عمائد شہر اور عزیز و اقارب کو وداع کرکے بریلی کو روانہ ہوے وہان بارہ مارچ تک نوروز سامان سفر کے انتخاب و اختصاص مین بسر ہوے۔ ۱۳ مارچ ۱۸۹۳ء کو بریلی سے بذریعہ ریل روانہ ہوے اور سیاحت کو ختم کرکے ۴ جنوری ۱۸۹۴ء کو بریلی واپس آگئے پانچ جنوری سے نوین تک بریلی مین ٹھہرے نوین جنوری کی شب کو بریلی سے مراد آباد تک ریل پر آئے اور وہان سے گھوڑ دن کی ڈاک پر رامپور مین داخل ہوے۔

شادی کتخدائی نوابصاحب بہادر

جنرل اعظم الدین خان نے اپنی زندگی مین نواب اسمٰعیل خان بہادر والی جاورہ کی دختر کلان کے ساتھ نواب سید حامد علی خان بہادر کی نسبت ہونے کی تحریک کی تھی یہ کام ابھی شروع نہین ہونے پایا تھا کہ جنرل صاحب مارے گئے بعد اسکے حمید الظفر خان نے اس کام کو پورا کیا اور منگنی یہان قرار پاگئی۔ ۴۲۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو منگنی کا جوڑہ اور چڑھاوا ریاست رامپور سے معزز و مختصر بیگمات اور صاحبزادگان رامپور کے ہمراہ جاورے کو حمید الظفر خان

لے کر گئے۔ ۲۵ جنوری ۱۸۹۳ء کو یار محمد خان مدار المہام ریاست جاورہ اور نواب صاحب جاورہ کے ولی عہد افتخار علی خان بہادر (نواب حال) نواب صاحب بہادر جاورہ کی طرف سے مصری لے کر آئے۔ نواب سیّد حامد علی خان بہادر بھی ۲۸ جنوری کو بریلی سے رامپور میں آ گئے تھے۔ ۲۹ جنوری کو یار محمد خان نے نواب صاحب بہادر جاورہ کی طرف سے رسم مصری و شربت ادا کی یہ رسم اُس دیوان خانے میں کی گئی جو خورشید منزل کے سامنے تھا اور اب تُڑوا دیا گیا ہے۔ ولی عہد صاحب جاورہ نے جو اب مسند نشین ریاست جاورہ ہیں ہز ہائنس کی اُنگلی میں ایک انگوٹھی پہنائی اور یار محمد خان نے اُن کے سر پر سرپیچ باندھا اور ایک ہار گوٹے کا گلے میں ڈالا اور ایک بازوبند اُنھوں نے اور دوسرا حمید الظفر خان نے نوابصاحب کے بازو پر باندھا۔ اور کشتیوں میں ڈھائی سو زرین رومال اور ڈھائی سو زرین ہار اور اسی قدر زرین چھڑیاں اور مصری و میوہ وغیرہ پیش کیے۔ اسکے علاوہ دو گھوڑے اور ایک بکس جس میں نقرئی چمچے اور کانٹے سیپ کے دستوں کے قابل دید تھے نواب صاحب جاورہ کی طرف سے ارمغان کیے اور چھ ہزار روپیہ ریاست جاورہ کی طرف سے مصری وغیرہ میں دیا گیا۔

۱۸۹۳ء میں چھ لاکھ روپے بمنظوری لوکل گورنمنٹ کونسل آف ریجنسی ریاست رامپور نے اس شادی کے اخراجات کے لیے منظور کیے۔ عبد السلام خان صاحب سب جج اُناؤ کی خدمات گورنمنٹ ممالک متحدہ نے انصرام

کار شادی کے یے کونسل رامپور کے تفویض کین۔ تمام علاقے سے جنس خرید کی گئی۔ بکریان مرزا عزیز الدین خان ناظم لوہارو کی معرفت خرید کرا کر منگائین اہالی خاندان اور دوسرے معززین کو توڑے تقسیم کیے گئے اور باقی رعایا کو کھانا تقسیم ہوا گھر گھر آدمیون کی تعداد استفسار کرا کر اُسی موافق حِصّے بھیجدیے گئے اور ایک سے حِصّے بچۂ شیر خوار تک کو دیے گئے اس کھانے مین زردہ پُلاؤ قورمہ قلیا اور تنوری روٹیان تھین ایک حصہ ایک پُر خور آدمی ایک وقت مین ختم نہین کر سکتا تھا۔ توڑے مین اس سے زائد کھانے تھے۔ میر محلون کے ذریعہ سے اہل محلہ کو کھانا تقسیم کیا گیا۔ اہل اسلام کے بعض محلے والون کو کھانے کی تقسیم اور خوبی پہ اعتراض رہا۔ ہندو کمیٹی نے پکوان ہندوؤن کو تقسیم کیا۔ جابجا نوبت خانے بنائے گئے ارباب نشاط باہر سے بکثرت آئے۔ خلعت و جوڑے تمام ملازمین ریاست کو تقسیم کیے گئے دوست والیان مُلک کو متمدون کے ہاتھ خریطے بھیجے گئے جنمین سے بعض نے ونسنٹ صاحب پریزیڈنٹ کے دستخط ہونے پر اعتراض کیا اور لینے سے انکار کیا۔ ۱۲ فروری سنہ ۱۸۹۴ء روز دوشنبہ کو نوبت چھپنے کی رسم ادا ہوئی مچھی بھون کے سوا شہر مین کئی مقامات پر رقص و سرود کی محفلین منعقد ہوئین اور ہر روز دن مین فوجی کرتب کے جلسے ہوتے تھے۔ ۱۴۶ معزز مہمان بیرونجات سے آئے تھے جن مین نواب امیر الدین احمد خان رئیس لوہارو۔ راجہ کیسری سنگھ بہادر رئیس کھیتڑی علاقہ جلیپور۔ راجہ شیام سنگھ صاحب رئیس تاج پور بجنور۔ راجہ ہری سنگھ صاحب رئیس کاشی پور۔ راجہ کشن کمار صاحب رئیس بلاری مراد آباد۔

چودھری لاکھن سنگھ صاحب رئیس ریٹر بجنور منگل خان اور بالا خان رئیسان شیرپور۔ الطاف علیخان رئیس بریلی۔ خواجہ محمد خان رئیس دھوبپور۔ چودھری سعید الدین حسین رئیس کھیڑہ واقع بدایون۔ راے کشنا ساہ رئیس نینی تال۔ معتمدان مہاراجہ صاحب بہادر والی پٹیالہ۔ معتمدان مہاراجہ صاحب بہادر والی کپورتھلہ۔ مولوی سمیع اللہ خان سب جج۔ نواب محمد علیخان رئیس جہانگیرآباد۔ منشی رضا حسین صاحب میر منشی لفٹنٹ گورنر۔ منشی نولکشور صاحب مالک اودھ اخبار بھی تھے۔ ان مین سے وہ مہمان جو جاورے کو ہمراہ برات کے نہ گئے۔ ۲۰ فروری کو اپنے مقامات کو رخصت ہوگئے۔ برات کی روانگی سے قبل علاوہ بہت سے سامان مختلف کے مختصر فوج ونقیب وچوبدار وخدمتگار وفراش ومہر کارے وبلم بردار وغیرہ جاورے کو روانہ ہوچکے تھے۔ مہاراجہ صاحب اندور سے ریاست کی طرف سے استدعا کی گئی تھی کہ سامان سواری وغیرہ بطور عاریت مقام جاورہ مین شادی کی ضرورت کے لیے بھیجدیا جائے۔ اُنھون نے جو سامان بھیجا وہ اس قدر نہ تھا جتنے کی اُدھر سے مانگ ہوئی تھی خاص خاص اور معززین اہل خاندان اور عمائد اور بقیہ مہمانون کے لیے دو اسپشل ٹرین کا اول سے انتظام کیا گیا تھا چنانچہ پہلا اسپشل ۲ فروری کو ۱۱ بجے دن کے مرادآباد سے جاورے کو براتیون کو لے کر روانہ ہوا۔ جس مین صاحبزادہ سید ناصر علیخان عرف منجھو صاحب اور سید علی حسن ممبر مال اور نواب محمد علی خان رئیس جہانگیرآباد اور نواب صاحب لوہارو اور مولوی سمیع اللہ خان اور راجہ

کشن کمار صاحب رئیس بلاری اور دوسرے معزز مہمان اور اہل خاندان و عمائد شہر تخمیناً ایک سو اشخاص معزز تھے۔ ۲۳ فروری کو یہ اسپشل جاورے مین داخل ہوا۔ دوسرے اسپشل مین ۲۲ فروری کو ۵ بجے کے بعد نواب صاحب سوار ہو کر جاورے کو روانہ ہوئے۔ اس اسپشل مین نواب صاحب کے علاوہ زنانہ قافلہ بیگمات کا زیادہ تھا۔ اور صاحبزادہ سید شبیر علی خان خلف نواب سید کلب علیخان بہادر۔ حمید الظفر خان۔ عبد السلام خان۔ عبد الصمد خان عرف اَبّن میان اور صاحبزادہ سید علیم اللہ خان وغیرہ بھی ہمراہ تھے۔

علی گڑھ۔ آگرہ۔ جیپور اور اجمیر مین کھانے کا انتظام براتیون کیلیے ریاست کی طرف سے کیا گیا تھا۔ ۲۴ فروری کو صبح کے نو بجے دوسرا اسپشل جاورے پہونچا۔ اول سے نواب صاحب جاورہ اور اُن کے ولی عہد اور مدار المہام اور دوسرے اہل خاندان استقبال کو موجود تھے۔ اسی دن ۵ بجے بیگمات رامپور مانجھے کی رسم ادا کرنے کو دُلھن کے مکان پر گئین ۲۵ فروری کو دوپہر سے قبل اُبٹن کی رسم ریاست جاورہ کی طرف سے ادا ہوئی اور قریب شام ساچق کی رسم ریاست رامپور کی جانب سے ادا کی گئی۔ ۲۶ فروری کو شب کے وقت برات دُلھن کے مکان پر گئی عقد نکاح اور دوسرے مراسم ادا ہوے ۳۰ لاکھ روپے کا مہر بندھا۔

۲۷ فروری کو سہ شنبہ کے دن برات رخصت ہوئی ایک بجے دُلھن کا ڈولہ دیا گیا۔ اشرفی اور موتی اور دوسری قسم کے جواہرات اور طلائی و نقرئی پھول

ڈولے پر سے نچھاور کیے گئے۔ ۲۰ فروری کو سہ پہر کے وقت چوتھی کی رسم ادا ہوئی اور اِس شب کا کھانا نواب صاحب جاورے کے یہان ہوا یکم مارچ کی صبح کو چالے کی رسم اور دعوت مدار المہام صاحب جاورہ کی طرف سے ادا ہوئی۔ ۶ بجے شام کے برات رخصت ہوئی اور پہلا اسپشل چھوٹا۔ ۲ مارچ کو ۶ بجے صبح کے دوسرا اسپشل روانہ ہوا۔ ۳ مارچ روز شنبہ کو نواب صاحب مع دلھن صاحبہ وجمیع ہمراہیان رامپور مین پہونچے۔ ۴ مارچ روز یک شنبہ کو براتیون کی دوسری اسپشل ٹرین مراد آباد داخل ہوئی۔ ریاست جاورہ نے مہمانون کی نہایت سیرچشمی کے ساتھ خاطر کی ادنےٰ سے اعلےٰ تک مہمان کی مدارات مین کسی وقت کمی نظر نہین آئی اور ہر قسم کے کھانے مین پلاؤ بریانی۔ زردہ شیرمال۔ آبی۔ روٹی۔ پراٹھا۔ مربّے۔ چٹنی۔ فرنی۔ قلیہ۔ قورمہ۔ کباب۔ انڈا وغیرہ روزانہ معمولی کھانے تھے۔ اور ایک جگہ انگریزی کھانا ہوتا تھا اور یہ کھانے سقہ خاکروب سائیس تک کو دیے جاتے تھے۔ چاء کی تقسیم جُدا تھی اِس کے ساتھ ولائتی بسکٹ ومیوہ و فواکہات وغیرہ کی تقسیم جُدا تھی ہر ایک مہمان کو پچاس پچاس سو سو پان اور اِسی قدر چھالیون اور الائچیون اور پان کے مصالح کی ہر روز تقسیم جدا تھی۔ لکڑی اور اُپلہ جُدا آتا تھا۔ روشنی کے واسطے لیمپ ہر ڈیرے پہ دو دو چار چار جُدا لگے تھے پانی کی کپھالین بھرے ہوے صبح سے آدھی رات تک پھرتے رہتے تھے خاکروب ہر ڈیرے کے سامنے ہر وقت موجود ہوتے تھے۔ پلنگ بچھونے تکیے۔ چادرین۔ چاندنیان۔ سوزنیان۔ چوکیان مہمانون کے واسطے

اُن کی ضرورت سے زیادہ تیار تھین۔ غرضکہ جس قدر ضروریات خورونوش اور آرام وآسائش کے متعلق تھین سب کا ریاست جاورہ کی طرف سے شائستہ انتظام تھا کہ ہر ایک چیز وقت پر پہونچتی تھی کسی کو لب کشائی کی نوبت نہین آتی تھی روز اول سے آخر تک یہ لفظ کسی کی زبان سے نہین نکلا کہ کھانا دیر سے آیا۔ اندھیرا ہوگیا تھا اب لیمپ روشن ہوا سامان جہیز مین سے جس قدر خاص و عام نے دیکھا وہ یہ تھا۔ اٹھارہ بیل گاڑیون مین تانبے کے بڑے بڑے برتن بھرے ہوئے تھے اور کئی سو مزدور چھوٹے بڑے برتن ٹوکرون مین بھرے ہوئے اور بعض بجنسہ بڑے برتن سرون پر رکھے ہوے قطار در قطار چلے جاتے تھے۔ پالکی۔ نالکی ڈولہ مع اُن کے اسباب وسامان کے جُدا کہار لیے جاتے تھے اور ایک ہاتھی کارچوبی جھول اور حوضۂ نقرئی وزیور نقرئی وطلائی سے آراستہ اور تین گھوڑے بیش قیمت سازوسامان اور زیور طلاو نقرہ سے آراستہ جہیز کے ہمراہ تھے ان مین سے ایک گھوڑا سُرخ رنگ یٰسین محمد خان اخوان ریاست بھوپال نے سلامی مین دیا تھا۔ دو گھوڑے ریاست کی طرف سے تھے۔ یٰسین محمد خان خان جہان خان کے داماد ہین جو نواب صاحب جاورہ کے قریب ترین رشتہ دار ہین۔

۸ مارچ سنہ مذکور کو نواب صاحب کی شادی کی دعوت یورپین احباب کو دی گئی۔ اس جلسے مین صاحب کمشنر بریلی اور دوسرے حکام سٹرانشی شریک تھے اس جلسۂ دعوت کے لیے میلے کے میدان مین جو نینیتال گھاٹ

کے قریب ہے ایک کیمپ قائم کیا گیا تھا۔ ۹ کو مہمان رخصت ہو گئے۔
عبد السلام خان صاحب کی کفایت شعاری سے نواب صاحب کی شادی میں ریاست رامپور کے تین لاکھ ترپن ہزار چار سو ستاون روپے تیرہ آنے تین پائی صرف ہوے۔
قطعۂ تاریخ معین الدین نزہت نے یون لکھا ہے۔

والی رامپور عالی جاہ — شد بخت رئیس جاورہ جفت
ہاتف غیب سال از نزہت — ماہ با مشتری قرین بگفت

جناب منشی امیر احمد صاحب مینائی نے کئی سہرے لکھے ہین ان مین سے ایک یہ ہے۔

چودہ لڑیونکا جو سسرال سے آیا سہرا — بن گیا چار دہ معصوم کا سایا سہرا
جس طرف دیکھیے پھولا ہے چمن شادی کا — کچھ عجب رنگ سے آنکھون مین سمایا سہرا
قدرت حق کا تماشا نظر آیا سب کو — رخ روشن سے جو نوشہ نے اٹھایا سہرا
سہرے پہ ظل خدا کے ہو خدا کا سایہ — ابر رحمت کی طرح سر پہ ہے سایا سہرا
نور این کا ہو نہ کیون شمس و قمر پہ طرہ — توڑ کر عرش کے تارون کا بنایا سہرا
سورۂ نور کیا چاہیے دم دولھا پہ — چشم بد دور بہت خلق کو بھایا سہرا
دل سے ہر دم یہ دعا میری ہے با نیرہ امیر — میرے نوشہ کو مبارک ہو خدایا سہرا

اس تقریب مین مین نے بھی ایک سہرا لکھا تھا وہ یہ ہے۔

لمؤلفہ

اے شہ حسن مبارک تجھے پیارا سہرا — چاند مکھڑا ہے ستارونکا ہے گچھا سہرا

خلق تو دیکھ رہی ہے ترے سہرے کی بہار | اور ترے عارض روشن کا تماشا سہرا
ہین زلیخا کی طرح لوٹ جو پریان اسپر | تار پیراہن یوسف مین گندھا کیا سہرا
اللہ اللہ رے ترے حسن کی نور افشانی | بندھ گیا باندھتے ہی نور کا بکّا سہرا
دیکھنا محفل شادی ہے کہ میدان شکار | حسن صیاد ہے دل صید ہین چھپکا سہرا
باپ کہتا ہے کہ ہے آنکھ کی پتلی نوشہ | مان یہ کہتی ہے کہ ہے آنکھ کا تارا سہرا
اچھون کی چیز ہر اک ہوتی ہے اچھی تحسین | سہرے والا جو ہے اچھا تو ہے اچھا سہرا

نوابصاحب بہادر کو کونسل ریاست رامپور کی پریزیڈنٹی ملنا

۲۰ اپریل ۱۸۹۴ء کو شام کے ساڑھے چھ بجے سر چارلس کراسٹھویٹ صاحب کے سی ایس آئی لفٹنٹ گورنر ممالک متحدہ بریلی سے بذریعہ اسپشل ٹرین اسٹیشن ریاست رامپور پر آئے توپخانہ ریاست رامپور سے جو میدان اسٹیشن مین موجود تھا ۱۵ فیر سلامی کے سر ہوے۔ ہز آنر کے ہمراہ اتنے شخص تھے۔

کمشنر صاحب قسمت روہیلکھنڈ	چیف سکرٹری گورنمنٹ ممالک متحدہ
انڈر سکرٹری گورنمنٹ مذکور	پرائیوٹ سکرٹری ہز آنر موصوف۔
اڈیکانگ ہز آنر موصوف	برگیڈ جنرل مع پرسنل اسسٹنٹ سول سرجن
کلکٹر بریلی۔	کلکٹر مراد آباد۔

ریلوے اسٹیشن پر ایک گھنٹہ قبل سے نواب صاحب بہادر مع ارباب کونسل اور اکثر عمائد اور مہمانون کے پہونچ گئے تھے کوٹھی دلکشا پارک لفٹنٹ گورنر کے قیام کے لیے مقرر ہو چکی تھی نوابصاحب لفٹنٹ گورنر کو اُن کی فرودگاہ پر پہونچا کر

ایوان مین چلے آئے۔

۴۔ اپریل روز چہارشنبہ کو دن کے دس بجے نواب صاحب کو اختیارات تفویض کرنے کے لیے لفٹنٹ گورنر نے دیوان خانے مین جو کوٹھی خورشید منزل کے سامنے تھا ایک دربار عظیم الشان منعقد کرایا۔ لفٹنٹ گورنر اپنی فرودگاہ سے سوار ہوکر دردولت پر پہونچے نواب صاحب کہ قبل سے مع ہمراہیون کے یہان استقبال کے لیے موجود تھے تھوڑی دور اُن کے ساتھ چلے بعدہ ایک کمرے مین خلعت پہننے کے لیے چلے گئے۔ اور لفٹنٹ گورنر دیوانخانے مین جاکر بیٹھ گئے نواب صاحب خلعت اختیارات جو گورنمنٹ کی جانب سے آیا تھا پہن کر لفٹنٹ گورنر کے روبرو آئے اُنھون نے سرپیچ مُرصّع سر پر باندھکر شمشیر زیب کمر کی اور خود مبارک باد دی۔ نواب صاحب اپنی جگہ بیٹھ گئے لفٹنٹ گورنر نے کھڑے ہوکر انگریزی مین اسپیچ کہی جس کا ترجمہ لفٹنٹ گورنر کے بیٹھ جانے کے بعد میر منشی رضا حسین صاحب نے اُردو زبان مین سُنایا جس کا انتخاب یہ ہے۔

"جس قدر آپ کو اپنے منصب پر جانشینی کے وقت سابق بعض نوابان ریاست رامپور سے بلحاظ تعلیم و تربیت بہتر فہم و ذکا حاصل ہے اور جس قدر بوجہ تعلیم درسی اور سیر و سیاحت کے آپ کی معلومات بہ نسبت اُن کے بڑھی ہوئی ہین آپ سے اِس بات کی امید ہے کہ آپ انتظام ریاست زیادہ فہم و فراست اور دانشمندی اور خوش تدبیری سے کرینگے اور انتظام ملک کی طرف زیادہ ملتفت اور متوجہ رہینگے اور جن لوگون کی جان و مال

کی حفاظت آپ کے سپرد ہوئی ہے اُن کی اصلاح و بہبود کا آپ کو زیادہ لحاظ اور خیال رہے گا اور متوسلین اور متعلقین کی آسایش و دل بہادی ہمیشہ آپ کے مکنون خاطر رہے گی۔ آپ کو کونسل کا مشکور ہونا چاہیے اور اس وقت آپ کے مُلک مین ہر طرح سے امن و امان ہے آپ کی رعایا مرفہ الحال ہے اور آپ کا خزانہ معمور ہے اور انتظام کے ہر شعبے کی ترقی ہے اور اصلاح کی گئی ہے کہ یہان کی حالت انتظامی برٹش انڈیا کے مطابق ہو جائے الغرض پانچ سال گذشتہ مین اس بارے مین بہت کچھ ہوا ہے اور بہت اصلاح و ترقی عمل مین آچکی ہے۔ لیکن پانچ سال کی مدت بہت قلیل ہوتی ہے اور اس قلیل زمانے مین صرف اسی قدر ہو سکتا تھا کہ اصلاح و ترقی کی بنیاد قائم کردی جائے اور جزوی قسم کی اصلاح عمل مین آجائے اب یہ کام آپ کا ہے کہ اس اصلاح اور ترقی کے سلسلے کو قائم رکھین اور جو جو کام شروع ہو گئے ہین اُن کو توجہ اور رغبت دلی اور ہمت و جہد بلیغ سے تکمیل کو پہونچائین۔ تمام حالات موجودہ پر اور آپ کی نوعمری پر لحاظ کرنے سے مین نے یہ سمجھا ہے کہ یہ نامناسب ہوگا کہ ریاست رامپور کے کُل انتظام کا بار دفعتہً اور کُلیتہً آپ کی ذات خاص پر ڈال دیا جائے اور آپ کی امداد و اعانت کی کوئی تدبیر نہ کی جائے بناءً علیہ بمنظوری عالیجناب نواب ویسرائے و گورنر جنرل بہادر مین نے یہ انتظام کیا ہے کہ آپ کی مدد کیلیے ایک کونسل قائم کی جائے جس کے پریزیڈنٹ آپ بذات خاص ہون اور اس کونسل کی ہدایت کے لیے کچھ قواعد متعلقہ اُصول انتظام مقرر

کر دیے جائیں میں نے یہ بھی انتظام کیا ہے کہ کپتان کالون صاحب جو آپ کے دوست ہیں اور آپ کے گورنر رہے ہیں رامپور میں بحیثیت رزیڈنٹ پولیٹیکل افسر رہیں تاکہ جب آپ کو ضرورت ہو صاحب موصوف بآسانی آپ کو مشورہ دے سکیں اور آپ کی اعانت کر سکیں"

اس کے بعد نواب صاحب ایستادہ ہوے اور ایک اسپیچ پڑھی جس کا فقرہ فقرہ اظہار احسان مندی وشکر گذاری گورنمنٹ سے معمور تھا۔

۶۔ اپریل کو صبح کے چھ بجے لفٹنٹ گورنر صاحب مع ہمراہیان بریلی کو چلے گئے یہ روانگی پرائیوٹ تھی اور آج تین بجے دن کے کرنیل ونسنٹ صاحب پریزیڈنٹ کونسل آف ریجنسی ریاست کو نواب سلامی کی آوازون مین روانہ ہو گئے۔ اُن سے تھوڑی دیر بعد پرنس وحید الدین خان چلے گئے جو نواب یار جنگ کے ستمبر ۱۸۹۳ء مین رامپور سے چلے جانے کے بعد جوڈیشل ممبر کونسل کے مقرر ہوے تھے اور ٹیپو سلطان کی اولاد مین سے ہین — کہتے ہین کہ خود انھون نے ایک ایسی کونسل مین جس کا پریزیڈنٹ یورپین نہو رہنا نہ چاہا۔ اور یہ امر اُن کی خوبی مین بٹا لگاتا ہے۔

۴۔ اپریل ۱۸۹۴ء کو نواب صاحب کی کونسل کے ارکان مقرر ہوے تھے جن مین سے ممبرون کو خاص لفٹنٹ گورنر نے تجویز کیا تھا باقی عہدہ دارون کو نواب صاحب نے مقرر فرمایا تھا۔

نام	عہدہ	تنخواہ
حمید الظفر خانصاحب عرف بنے میان	وائس پریزیڈنٹ	الـ ما

خان بہادر سیّد علی حسن صاحب۔	ریونیو ممبر	السما/
خان بہادر زین الدین صاحب۔	جوڈیشل ممبر	ء/
عبدالمجید خان صاحب۔	سکریٹری کونسل	صما/
عبدالصمد خان عرف ابّن میان۔	پرایوٹ سکریٹری	ما/
مولوی ابوالحمید صاحب فرخی استادفارسی نوابصاحب بہادر۔	میرمنشی کونسل	ما/

ان ممبرون مین سے سیّد علی حسن ممبر مال نے بعارضۂ تپ دق اپنے وطن بلندشہر مین ۱۱۔اپریل ۹۵ ۱۸ء کو انتقال کیا۔ اس لیے نواب صاحب کی رلے اور گورنمنٹ کی تجویز سے نواب محمد علی خان رئیس جہانگیرآباد بارہ سو روپیے ماہوار پر ریونیو ممبر مقرر کیے گئے۔ ۴۔مئی کو انھون نے ممبری مال کا چارج لیا۔

مولوی محمدحسین صاحب تحصیلدار ساکن پیلی بھیت نے اس کی تاریخ یون کہی ہے

خوشی کا آج کل ہے دور دورہ — بہتر خلق کو ہے عیش دلخواہ
کچھ ایسا جوش عشرت ہے کہ غم کو — نہین ہے مصطفےٰ آباد مین راہ
مبارک باد کے نغمے لبون پر — نوا سنج مسرت سب ہوا خواہ
ترے صدقے دعا ہاے دل شب — جز اک الله مناجات سحرگاہ
فریدون مرتبت حامد علیخان — ہوے مسندنشین الحمد لله
مرے نواب کیوان منزلت نے — کیا خلعت کو زیب جسم ہر گاہ
تو مین نے بھی لکھی تاریخ احمد — کہ ہے بیت الشرف مین منزل ماہ

امیر

ہے مری سرکار کی مسند نشینی کا وہ جشن
جشن جمشیدی بھی جسکے سامنے افسانہ ہے
دیکھ کر اس جشن کو اقبال کہتا ہے امیر
کیا قدِ زیبا پہ نادر خلعت شاہانہ ہے
۱۳۱۶ھ

ولہ

ہوئے مسند آرا وہ یوسف جمال
کہ چشم فلک مشتری بن گئی
بڑھا حسن اس جشن سے اور امیر
عروسِ ریاست پری بن گئی
۱۳۱۶ھ

ولہ

کہئے اس جشن کی تاریخ امیر
آج نواب ہوئے تخت نشین
(۱۸۹۴)

حمید الظفر خان کے کئی پرانے خاندانی دشمن دربار حامدی پر ابر کی طرح چھانے لگے اُس وقت صرف ایک مولوی فرخی تھے کہ وہاں اُن کی ہوا باندھتے تھے اور خلوت مین نواب صاحب کے دل پر انتظام موجودہ کیطرف سے نیک خیالوں کے نقش بٹھاتے تھے۔

نواب صاحب کے حقیقی نانا کا لوکل گورنمنٹ کے حکم سے رامپور چھوڑنا

جب کہ یہ ہمارا ہونہار نونہال شہریارِ تعلیم کے چمن سے نکلکر حکومت کی مسند پر بیٹھا تو ہر ریشے مین کونپل پتے پھل پھول کی قوائے مختلفہ موجود تھیں اس طرح کہ جس سرزمین پر لگے وہین کی آب و ہوا کے بموجب بہار دکھلانے لگے اس لیے شفیق گورنمنٹ پر یہ ضرور ہوا کہ نواب صاحب

بہادر کو کسی ایسے شخص کی صحبت کی ہوا سے بچائے جو اُن کی نیک نہاد طبیعت مین غیر مستحسنات کی طرف رغبت پیدا کرنے کا باعث ہو چنانچہ افسران گورنمنٹ نے اُن کے حقیقی نانا صاحبزادۂ سید عنایت حسین خان عرف اِنّا میان کا اپنے نواسے کے دربار مین موجود رہنا پسندیدہ نظر سے ندیکھا اور اُن کو شہر سے ہٹا دیا۔

مآل اندیش گورنمنٹ کو جب یہ احتیاط ہو تو بھلا غیر شخص کس شمار مین ہے دیکھو جب عنایت اللہ خان عرف بہادر شاہ خان کی نسبت یہ خیال ہوا کہ اِس کی مُصاحبت بے کار شوقون مین دل ہوائی رکھے گی تو اُس کو بھی اگست ۱۸۹۲ء مین لفٹنٹ گورنر نے نوابصاحب کے پاس سے علیحدہ کرادیا۔

بعض سپاہیان پلٹن کا جوش وخروش اور گورکھا کمپنی کے سپاہیون مین باہم فساد وخونریزی

۲۸۔ اپریل ۱۸۹۲ء کو صبح کے وقت نواب صاحب بہادر نے انسپکشن قواعد پلٹن لیا رجمنٹ مذکور کی قواعد دانی سے بہت خوش ہوے اور تعریف کی پلٹن مذکور کے دو ایک سپاہیون نے اپنے کمان افسر لطیف خان کی جو نہایت سخت گیر تھا شکایت پیش کی۔ نواب صاحب نے بنظر رعایا نوازی اُنکی تسلی کی اور اُن کی شکایات کو سُنا اور سپاہیون نے لطیف خان لفٹنٹ پلٹن کی سختی کی شکایت کی نواب صاحب بہادر کی رحمدلی سے قطعی امید تھی کہ وہ ایسا تدارک کرتے کہ آپ کے لیے دعاؤن کی صدائین بلند ہو جائین گر

آپ کی اتنی حمایت پاتے ہی بعض افسران پلٹن کی مفسدہ پردازی سے جلسے اور مشورے ہونے لگے اور لطیف خان کی شکایت مین ایک محضر بھی تیار کیا۔ عنایت اللہ خان عرف بہادر شاہ خان ان لوگون کو مخفی طور پر یہ سہارا دیتا رہا کہ حضور پر نور سے بخوبی تدارک کرادیا جائے گا۔ نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ حکام ذمہ دار نے نواب صاحب بہادر کے ذہن نشین کردیا کہ ایسی باتون سے شورش پیدا ہو جائے گی اس لیے برگیڈ آڈر ۲۰۔ اپریل اور یکم مئی ۱۸۹۴ء کو اس مضمون کا نواب صاحب بہادر کے اجلاس سے جاری ہوا کہ جس کسی کو کوئی شکایت یا استغاثہ کرنا ہو وہ ملازم فوج ماتحتانہ طریقے اور ضابطے سے کمانڈنٹ فوج کے ذریعہ سے پیش کرے اور ایسے لوگون کے افعال اور چال چلن پر ناپسندیدگی ظاہر فرمائی اور دھمکی دی گئی کہ اگر یہ شورش فوراً بالکل رفع نہ ہوگی تو ہم برٹش گورنمنٹ سے واسطے امداد کے فوج بھیجنے کی درخواست کرینگے اور ایک برٹش افسر کے لیے درخواست کرینگے جو لفٹنٹ لطیف خان کے ساتھ پلٹن کی کمان کرے گا اور اُن سپاہیون کے نام ملازمت سے خارج کردیے گئے۔

۴۔ جون ۱۸۹۴ء کو شب کے ۹ بجے گورکھا پلٹن کے چند سپاہیون نے اپنے افسر سوبیر سنگھ لفٹنٹ گورکھا پلٹن کے بنگلے پر حملہ کیا۔ یہ بنگلہ گورکھا لین مین واقع ہے اور گورکھا لین شہر سے دو میل کے فاصلے پر جنگی سوارون کی لین کے برابر ہے۔ جب متواتر تین فیر گورکھا لین مین ہوے تو فتحیاب خان کپتان سواران ریاست رامپور سوارون کو لے کر گورکھا لین کو گئے اور اُس کا

محاصرہ کر لیا اور خبر پہونچتے ہی سید علی حسن ممبر مال بھی وہان پہونچ گئے اور ضروری انتظام کرنے کا حکم دیا۔ کپتان نے مع سردارون اور سوارون کے مفسدون کے قریب جاکر کہ وہ گولیان چلا رہے تھے سب کو گرفتار کر لیا۔ گورکھا نے ستر اسی فیر کیے جس سے تین گورکھا مارے گئے اور ایک گورکھا جو بانی فساد تھا خودکشی کرکے راہی مُلک عدم ہوا یعنی چار گورکھا ہلاک ہوے اور سات زخمی ہوے لفٹنٹ گورکھا کو مع عیال و اطفال کے سوارون کی لین مین پہونچا دیا گیا جس دم سوارون نے گورکھا لین مین قدم رکھا اُس وقت گورکھا گھبرا گئے۔ اور لفٹنٹ کے بنگلے کو آگ دیدی تاکہ لفٹنٹ جو بنگلے کے اندر رہے جل کر خاک ہو جائے لیکن کپتان نے لفٹنٹ کو کھڑکی کی راہ سے نکلوا کر اپنی لین مین پہونچا دیا۔ اور اس آگ کی روشنی مین ایک ایک گورکھا کو اپنی حراست مین لے لیا اور اُن کے میگزین پر قبضہ کر لیا اور ہتھیار سب کے لے لیے اور فوجی انتظام سے دس شخص گورکھا کو قید کرکے کانجی ہوس کیولسری مین بھیجدیا۔ اور افسرون کی کرچ قید کی۔ تمام رات ممبر مال گورکھا لین مین رہے دوسرے روز دوپہر گورکھون نے لین کے متصل جو مکانات چھپر بند تھے اُن کو آگ دیدی۔ اس جرم مین سولہ گورکھا مجرم پائے گئے جو اُسی وقت حوالات بھیجدیے گئے اور گورکھا لین کو پلٹن کی حراست مین کرکے کورٹ مارشل کے ذریعہ سے تحقیقات ہوکر نواب صاحب بہادر کے حکم سے سول کورٹ مقرر کی گئی اور اُس مین از سرنو تحقیقات ہوکر بعد تحقیقات کمیشن کورا جلاس کامل کی منظوری سے جولائی ۱۸۹۴ء مین ایک مجرم کو سزاے پھانسی اور ایک کو

سزائے حبس دوام اور پانچ کو سات سات برس کی قید ہوئی۔

لوکل گورنمنٹ نے فوج کے اِن دو واقعات سے متاثر ہوکر یک یورپین تجربہ کار فوجی افسر کا فوجی انتظام کے لیے نواب صاحب بہادر کا مشیر رہنا مناسب سمجھا اور کرنیل جی راس صاحب نے ۸ ستمبر ۱۸۹۴ء سے گورنمنٹ نے ملیٹری ایڈوائزر مقرر کرکے رام پور بھیجدیا اور ایک ہزار روپیہ اُن کا ماہوار مقرر ہوا۔

نواب کو اختیارات کاملہ عطا ہوئے (۱۸۹۶)

جبکہ اختیارات کامل کا زمانہ قریب تر آتا گیا تو سب سے اوّل ۱۰۔اپریل ۱۸۹۶ء کو صاحبزادہ عبدالصمد خان عرف ابن میاں پرائیوٹ سکرٹری نے خدمات مفوضہ سے استعفا دیدیا جو منظور کیا گیا اور صاحبزادہ شیر علی خان ابن نواب اسمٰعیل خان بہادر والی جباورہ انکی جگہ مقرر ہوے۔ صاحبزادہ حمید الظفر عرف ننھے میاں نے بھی اپنا تمام اسباب مرادآباد پہونچوانا شروع کیا۔ باقی ممبران کونسل بدستور اپنی اپنی خدمات پر موجود رہے۔ ننھے میاں بڑی بے دلی کی حالت مین رخصت حاصل کرکے مرادآباد کو چلے گئے۔

میکڈانل صاحب بہادر لفٹنٹ گورنر ممالک متحدہ نے یکم جون ۱۸۹۶ء کو اختیارات کاملہ گورنمنٹ کی جانب سے نواب صاحب بہادر کو عطا کردیے۔ عہدۂ رزیڈنٹ پولیٹیکل افسر ٹوٹ گیا کپتان کالون صاحب یہاں سے

ل اِس فقرے سے تاریخ نکلتی ہے ۱۲



تمثال ہمایوں - کرنیل ہز ہائنس عالیجاہ فرزند دلپذیر دولت انگلشیہ مخلص الدولہ ناصر الملک - امیر الامرا نواب سید
محمد حامد علی خان بہادر مستعد جنگ - جی - سی - آئی - ای - جی - سی - وی - او - فرمانروائے ریاست رامپور

چلے گئے اور کونسل آف ریجنسی بھی شکست ہو گئی۔ ممبران کونسل بھی خدمات ریاست سے سبکدوش ہو کر چلے گئے یکم جون ۱۸۹۶ء سے اسحاق خان صاحب سی۔ایس۔آئی۔ ابن نواب مصطفیٰ خان شیفتہ مؤلف گلشن بیخار کی خدمات اس ریاست مین منتقل ہو کر ال ۱۵۰۰ ماہواری پر مدار المہام ریاست مقرر ہوے۔ ان سے پولیس۔ شفا خانجات۔ صفائی۔ جیل خانہ۔ ڈاک خانہ ریلوے بندوبست۔ پیمایش علی۔ محاصل نمکی۔ محاصل آبپاشی۔ قانون گو پٹواری۔ کورٹ آف وارڈس۔ آبکاری۔ افیون۔ اسٹامپ۔ قانون و معدلت۔ مطبع رجسٹری۔ کانجی ہوس۔ تعلیم یہ ۱۹ صیغے مع اپنے متعلقات کے متعلق کیے گئے۔ اور سلسلۂ انتظامات جدیہ مین منشی محمد شیر زمان خان تحصیلدار شاہ آباد کو حاکم مال مقرر کیا اور اُن کو وہ اختیارات دیے گئے جو کلکٹر کو اپنے حدود اراضی مین حاصل ہوتے ہین اس خدمت کی تنخواہ دو سو روپے ماہوار مقرر ہوے اور تین سو روپے ماہوار عنایتاً نسلاً بعد نسلٍ مقرر فرمائے گئے۔ نواب صاحب کو جتنا اُن کی عقل و تدبیر پر اعتبار ہے اُس سے زیادہ دیانت اور امانت اور نمک حلالی و وفاشعاری پر بھروسا ہے۔ مولوی فرخی صاحب میر منشی کی جگہ منشی للتا پرشاد صاحب مقرر کیے گئے یہ نواب خلد آشیان کی پیشی مین مدت تک کام کر چکے تھے ان کی نیابت مین شیخ مشیت اللہ کا تقرر ہوا جن کو اجلاس کامل کونسل آف ریجنسی نے ۱۸۔ اگست ۱۸۹۱ء کو عہدۂ پیشکاری کونسل سے برخاست کر کے مشفع احمد کو مقرر کر دیا تھا مولوی فرخی صاحب سے سرکاری مکانات بھی

خالی کرا کر وزیر خان کو جو صاحبزادہ سید حیدر علی خان کی سفارش سے عمدہ تنخواہ پہ نوکر ہوے ہین اور فن موسیقی مین خاصی دستگاہ رکھنے کی وجہ سے نواب صاحب کے مورد کرم ہین دیدیا گیا۔

کئی دن حصول اختیارات کی خوشی مین خوب خوب جلسے ہوے۔ اختیارات کاملہ کی خوشی مین عنایت اللہ خان عرف بہادر شاہ خان مع اپنے بیٹون کے جس کو آنریبل سر چارلس کراسطویٹ صاحب بہادر لفٹنٹ گورنر ممالک متحدہ اگست ۱۸۹۴ء مین ایک نازک واقعہ پہ شہر سے علٰحدہ کرا چکے تھے اور علی بخش بھانڈ جس کو ۱۸۹۸ء مین سر آکلینڈ کالون صاحب بہادر لفٹنٹ گورنر ممالک متحدہ نے نواب سید مشتاق علیخان بہادر کے پاس سے جدا کرادیا تھا اور سید مہربان علی ولد سید قربان علی باشندۂ مراد آباد جو بجرم استحصال بالجبر مفرور رہ چکا ہے اور ۲۔ جون ۱۸۹۲ء کو کرنیل ونسنٹ صاحب پریذیڈنٹ کے اجلاس سے اُس کی گرفتاری کی بابت دوسو روپے کا انعامی اشتہار بھی جاری ہو چکا ہے۔ یہ سب اس مبارک دربار مین چلے آئے۔ نواب صاحب بہادر نے اپنی دریا دلی علو ہمتی۔ غربا پروری۔ جرم پوشی۔ عذر نیوشی کی وجہ سے ان لوگون کی بھی پرورش فرمائی۔

اس ہمایون تقریب مین صاحبزادۂ سید محمود علی خان خلف نواب سید یوسف علی خان بہادر اور صاحبزادۂ سید مصطفےٰ علی خان خلف صاحبزادہ سید محمود علی خان اور صاحبزادۂ سید ہدایت علی خان اور صاحبزادہ سید

احمد رضا خان عرف پیارے صاحب اور صاحبزادہ سید محمد علی خان عرف چھٹن صاحب اور صاحبزادہ سید عنایت حسن خان عرف اناّ میان بھی رامپور مین آگئے نواب صاحب کے حصول اختیارات کی تاریخ عیسوی ذلک فضل اللہ علیکم (۱۸۹۶) سے نکلتی ہے۔

سید محمد علی عابد ایڈیٹر اخبار جام جمشید

صاحب اختیار شد نواب گوہر آرزو سے عابد سفت
ہاتف غیب سال تاریخش گفت آخر گل مراد شگفت

قحط سالی مین امداد ۱۸۹۶ء

اس سال عالمگیر گرانی اور قحط سالی واقع ہوئی تو نواب سید حامد علیخان بہادر نے رعایا کی بڑی پرورش یہ کی کہ رعایائے عالیہ سے منجملہ مطالبہ سنہ ۱۳۰۲ فصلی کُل تحصیلات مین چھ ماہ کے واسطے مستاجرون سے وصول کرنا ملتوی کیا۔

شاہ جہان نے بھی ایکبار ہندوستان کے قحط مین ایسا ہی کیا تھا چنانچہ ایک یورپین مؤرخ کے الفاظ مین یون بیان کیا گیا ہے "غیر معمولی امساک بارش کی وجہ سے تمام نباتات اور کھیتیان جل گئین دریا خشک ہوگئے اور زمین شق ہوگئی اور یہی امور ملک مین خروج قحط کا باعث ہوئے حتےٰ کہ شاہی متوسلون کو بھی رسد ملنا مشکل ہوگیا۔ اور تقریبًا سلطنت کے تمام حصون کا یہی حال تھا۔ شاہ جہان نے یہ حال دیکھ کر تین کروڑ روپیہ مالگذاری کا معاف کردیا اور غربا و مساکین کی امداد و اعانت کے لیے

خزانۂ عامرہ کا دروازہ کھول دیا۔"

اس قحط میں نواب صاحب کی سرکار سے امداد کی یہ صورت نکلی کہ غلہ کی خریداری کے واسطے ایک معقول رقم خزانے سے مرحمت کرکے اُس کا غلہ خرید کیا اس ترکیب سے کہ وہ روپیہ تمام ریاست کے تحصیلداروں کو دیا گیا کہ اُس کا علاقے میں غلہ خریدیں تحصیلداروں نے اپنے اپنے پرگنوں میں فی قلبہ دو روپیہ اور فی کسبہ ایک روپیہ تمام مواضعات میں پردھان اور پٹواری کی ذمہ داری پر تقسیم کیا اور غلہ اس نرخ پر خرید کیا گیا۔ اسیر انجنان ۱۲ سیر بنکی ۱۳ سیر یہ غلہ خرید سے تین سیر زیادہ فروخت کرایا مگر بعض سپاہیوں نے جو انتظام فروخت پر تھے مساکین مستحقین کو کم فائدہ پہونچنے دیا۔

تاہم اس کارروائی نے یہ بات پیدا کردی تھی کہ نواب صاحب بہادر ہرگز نہیں چاہتے کہ خود بدولت ایوان میں بیٹھے ہوئے عیش و عشرت کرتے رہیں اور تمام ریاست تباہ اور خراب ہوتی رہے اور ریاست کے تمام مسلمان داد خواہ خروج شہنشاہ مہدی آخر الزمان کے رہیں۔

مدار المہام ریاست

اسحاق خان ریاست میں دو برس کے لیے بھیجے گئے تھے۔ ابھی ان کو دو برس چار پانچ ہیئے ہوئے پورے نہیں ہوے تھے کہ نواب صاحب بہادر نے گورنمنٹ سے اُن کی توسیع ملازمت کی درخواست کی ۱۸۹۹ء میں صاحبزادہ عبد الصمد خان عرف ابن میاں پھر آگئے اور یکم مارچ سنہ مذکور سے

پرائیوٹ سکرٹری دو سو روپے ماہوار پر مقرر ہوئے۔ صاحبزادہ عبدالسلام خان اور صاحبزادہ حمید الظفر خان کی آمد و رفت بھی جاری ہوگئی۔ مگر جتنا زمانہ اسحاق خان کی سروس ختم ہونے کا قریب آتا جاتا تھا اُسی قدر ریاست کے انتظام آیندہ کی نسبت متوحش خبریں اُڑ رہی تھیں اور کسی انگریز کے آنے یا کونسل کے ہو جانے سے اسحاق خان کی سروس میں توسیع ہو جانے کو غنیمت سمجھا جاتا تھا۔ اور آنریبل سر اینٹونی پاٹرک میکڈانل صاحب بہادر جی سی ایس آئی لفٹنٹ گورنر کے حکم سے عنایت اللہ خان عرف بہادر شاہ خان کے ریاست سے دوبارہ علیحدہ کیے جانے اور لفٹنٹ گورنر کے ایما سے صاحبزادہ سید عنایت حسین خان عرف اناّ میان کے الہ آباد اور صاحبزادہ سید محمد علی خان عرف چھٹن صاحب کے جھانسی چلے جانے نے اس تشویش کو المضاعف کر دیا تھا۔ مگر یہ وقت بخیر و خوبی حل ہو گئی اور زمانۂ سروس محمد اسحاق خان سی ایس آئی یکم جون کو ختم ہوا تو مولوی عبدالغفور شیخ کے نئی ڈپٹی کلکٹر عہدۂ مدار المہامی ریاست پر ایک ہزار روپے ماہواری تنخواہ کے ساتھ یکم جون ۱۹۰۰ء سے مقرر کیے گئے اور جن صاحبوں کی اس عہدے پر منصوبی کی خبریں سرگرمی سے رامپور میں مشہور ہو رہی تھیں وہ سب امیدیں معدوم ہو گئیں

مولوی عبدالغفور کے عہد میں یہاں کے آدمی اسحاق خان کو خیر و خوبی سے یاد کرنے لگے اور اکثر سیر چشمی مرنجان مرنج پالسی کو حسرت کے ساتھ ذکر کرتے تھے

مصحفی یار میں اس وقت کے سب مردہ پسند بد نہ تھا ہم بھی تخلص جو جرأت ہی کہتے

۱۹۰۲ء سے پانسو روپیہ ماہوار کا اضافہ مولوی عبد الغفور کی تنخواہ میں ہوا۔ ۱۹۰۶ء تک وہ کام چلاتے رہے پھر انھون نے اس کام سے سبکدوشی چاہی اس لیے نواب صاحب نے اُن کی استدعا منظور کی یہان بہت مزے مین تھے مگر آخر مین نیک نام نہ رہے تھے اس لیے علیحدہ ہونا پڑا ۲۵ جولائی ۱۹۰۶ء کو صاحبزادۂ عبد الصمد خان نے جو اُس وقت چیف سکرٹری کے عہدے پر فائز تھے ہز ہائنس کے حکم سے چارج لے لیا اور عبد الغفور اُسی شب کو مُرادآباد چلے گئے۔ عبد الصمد خان نے ۲۶ جولائی کو شاہ آباد جاکر نواب صاحب سے شرف ملازمت حاصل کیا اور مدار المہامی کی نذر پیش کی مگر ۲۰ مارچ ۱۹۰۹ء سے نواب صاحب نے عہدۂ مدار المہامی کو توڑ کر نیا انتظام کیا اور علیحدہ علیحدہ صیغون پر سکرٹری مقرر کیے (۱) جوڈیشل سکرٹری (۲) ریونیو سکرٹری۔

انگریزی دفتر موجودۂ مدار المہامی سکرٹریٹ کے نام سے موسوم کردیا گیا اور عبد الصمد خان چیف سکرٹری کے ماتحت ہوئے۔

جوڈیشل سکرٹری علاوہ خدمات متعلقۂ عہدۂ خود عدالت عالیہ اپیل کے بھی حاکم اعلیٰ قرار پائے اپیل و نگرانی دیوانی و فوجداری اُن اختیارات کے ساتھ سماعت و تجویز کرتے ہین جو مدار المہام سابق کو حاصل تھے۔

اس وقت اس عہدے پر مسٹر محمد قمر شاہ خان ابن محمد شاہ خان ابن نادر شاہ خان ابن دائم خان ممتاز ہین آپ بیرسٹرایٹ لاہین اور متین منتظم۔ حلیم۔ بیدار مغز رحم دل اور حق پرست ہین۔

اور ریونیو سکرٹری علاوہ خدمات متعلقہ عہدۂ خود اپیل مال ونگرانی انھیں اختیارات کے ساتھ جو مُدارالمہام سابق کو حاصل تھے سماعت اور تجویز کرتے ہین۔ اس وقت اس عہدے پر صاحبزادہ عبدالمجید خان کہ دودمان نجیب الدولہ سے ہین مقرر ہین آپ جفاکشی سے اپنے فرائض کو ادا کرتے ہین بڑی بات یہ ہے کہ رعایا آپ کے حسن معاملات سے نہایت خوش ہے۔

اِن دونون سکرٹریون کو اپنے اپنے صیغہ جات متعلقہ مین وہی اختیارات انتظامی و ایگزیکٹیو نواب صاحب نے عطا فرمائے ہین جو مدارالمہام سابق کو حاصل تھے۔

صاحبزادہ عبدالصمد خان چیف سکرٹری ہی کے

توسط سے ریاست کے اور گورنمنٹ انگریزی کے درمیانی معاملات کی خط وکتابت ہوتی ہے۔ اِن کو گورنمنٹ نے ۱۹۱۵ء کے سال نو کی خوشی مین سی۔ آئی۔ اِی۔ کا تمغہ عطا کیا۔ درحقیقت یہ نواب صاحب بہادر کی خوشنودی مزاج ہی کا ایک خاص نتیجہ ہے۔ یہ نجیب خانی نوجوان بڑے تیز ہوش اور اپنے مذہب کے پابند ہین۔ لوگون کی نظرون مین نہایت عزت و وقار رکھتے ہین۔ اِن کے عام اخلاق۔ ملنساری اور تواضع کا سب کو اعتراف ہے۔ بہت سنجیدہ مسلک اور صاف روش کے ساتھ اپنے فرائض متعلقہ کو انجام دیتے ہین۔ حق یہ ہے کہ رامپور جیسے شہر مین ایسی ہی پالیسی کے آدمی کا نباہ بھی ہو سکتا ہے اور وہ یہی اوصاف ہین جنکی وجہ سے

نوابصاحب کی نظر انتخاب عہدۂ جلیلۂ چیف سکرٹری کے لیے ان پہ پڑی
اس مبحث مین ہادی حسن خان عرف دولہا خان پرائیوٹ سکرٹری کا
تھوڑا سا ذکر کرنے کے قابل ہے یہ رامپور کے شریف اور بہادر پٹھان
نجو خان کے خاندان سے ہین جنکی ناموری جنگ دوجوڑہ کے ساتھ ساتھ
قائم ہے ان کی صلاحیت اور قابلیت کسی خاص تعارف کی محتاج نہین
اپنے فرائض کو جفاکشی اور دیانت سے انجام دینے مین بہت ناموری
حاصل کر چکے ہین۔

جنابعالیہ منور محل صاحبہ کی وفات

۲۷ ربیع الثانی ۱۳۱۸ھ ہجری مطابق ۲۴۔ اگست ۱۹۰۰ء کو شنبہ کے دن
صبح کے وقت جنابعالیہ منور محل صاحبہ بیگم نواب سید یوسف علیخان بہادر نے
۶۵ سال کی عمر مین اس عالم فانی سے ملک جاودانی کو انتقال فرمایا۔
ان کی طبیعت چند عرصے سے مرکز اعتدال سے منحرف تھی اول ماتمی اعلان
کیا گیا اور اُسی وقت سے تمام دفاتر اور کارخانے و مدارس و نوبت و بازار
وغیرہ بند کیے گئے۔ قریب تین بجے دن کے غسل وکفن کے بعد ایک لکھنوی
مجتہد نے جنازے کی نماز پڑھائی پھر ۶۵ فیر ماتمی باعتبار عمر جنابۂ مرحومہ
توپخانے سے سر ہوے بعد اسکے بڑے جلوس کے ساتھ خسرو باغ سے جنازہ
اُٹھایا گیا۔ فوج سوار و پیادہ و پلٹن و توپخانہ و علی غول وغیرہ
ماتمی حالت مین ہمراہ تھی نواب صاحب بھی مع اعیان سلطنت کے
لباس ماتمی مین جنازے کے ساتھ تھے مدفن پہ جب جنازہ پہونچا تو سید

شاہ محمد الطاف حسین مہتمم بندوبست نے جو شاہ نظام الدین حسین بریلوی کے مرید اور بڑے دنیا ساز آدمی تھے اہل سنت وجماعت کے ساتھ دوبارہ جنازے کی نماز پڑھی جس مین بہت سے لوگ شریک ہوگئے پھر حسب وصیت مسجد قلاش خان اور عصمت خان کی املیون کے درمیان دفن ہوئین جہان اپنی حیات مین مسجد تعمیر کرائی تھی۔

منشی امیر احمد صاحب مینائی مرحوم نے تاریخ یون موزون کی ہے ؎

قندیل عرش سے ہو منور یہ مقبرہ — پھیلا ہوا مزار پہ نور بہشت ہو
شامل دعا پہ مصرعۂ تاریخ ہے امیر — روح جناب عالیہ حور بہشت ہو
۱۲۸۹ھ

نوابصاحب کا مذہب

آپ نے منور محل صاحبہ کے دامن مین پلکر ہوش سنبھالا ہے اور انھون نے نواب سید یوسف علیخان کی صحبت مین رہ کر انھین کے چراغ مذہب سے چراغ جلاکر قندیل مذہب کو روشن کیا تھا تو نواب صاحب نے بھی تشیع کے دامن مین پرورش پائی اور اس خاندان مین کئی رئیس سنی المذہب اور کئی شیعی المذہب گذر چکے ہین۔

نوابصاحب کی تعزیہ داری

آپ کے عہد مین مراسم عزاداری سید الشہدا کو بہت ترقی حاصل ہوئی ہے سرکاری تعزیہ ۲۹ ذیحجہ کو شام کے وقت امام باڑے مین آجاتا ہے تعزیے کے ہمراہ فوج سوار و پیادہ بینڈ باجہ ہرکارے چوبدار نقیب

علم بردار اور تمام اہل خاندان و ارکان دولت پاپیادہ ہوتے ہین
ذاکرین بکمال خوش الحانی مرثیہ پڑھتے جاتے ہین پلٹن کے جوان بند وقونکی
باڑھ چھوڑتے جاتے ہین تھوڑی دور ہز ہائنس بھی پاپیادہ استقبال کرکے
ضریح کو امام باڑے مین لاتے ہین اسی شب سے ہر شب کو سرکاری
امام باڑے مین مجلس عزا ہوتی ہے اکثر و بیشتر ہز ہائنس بھی شرکت فرماتے ہین
عمدہ عمدہ ذاکر لکھنؤ اور دہلی کے آتے ہین اختتام مجلس پر روزانہ شیرینی
بکثرت تقسیم ہوتی ہے عصر کے وقت سے سبیل پر شربت پلایا جاتا ہے
اور صبح سے لنگر تقسیم ہوتا ہے بارہ محرم تک تمام محکمجات مین تعطیل رہتی ہے
۷ محرم کو بیگمات قلعہ۔ امراے اہل خاندان۔ حکام سول و ملیٹری اور
معززین شہر۔ نواب صاحب کے تعزیہ پر بکثرت مہندیان چڑھاتے ہین
ہر مہندی کا رنگ اور جلوس قابل دید ہوتا ہے۔ شربت۔ دھنیا۔ ملیدہ
روشنی پھولباڑی۔ آتش بازی۔ غبارے اور دیگر قسم قسم کے اہتمام بکثرت
کیے جاتے ہین۔ ہر ایک مہندی چڑھانے والے کا انتظام اور اُس کے
کام کا انصرام جدا ہی جدا ہوتا ہے اور جلو مین سرکاری فوج ہوتی ہے
اور امام باڑے مین اس رات کو ہز ہائنس اپنے ہاتھ سے دھنیا تقسیم کرتے ہین
دس محرم کو سرکاری تعزیہ جلوس کے ساتھ دفن کرنے کے لیے کربلا بھیجا جاتا ہے
فوج سوار و پیادہ اور دوسرا جلوسی سامان ہمراہ ہوتا ہے ضریح کے سامنے
سوز خوانی ہوتی جاتی ہے عزادار لوگ ساتھ ساتھ سر برہنہ ماتم کرتے
جاتے ہین جوانان پلٹن بند وقون سے فیر کرتے جاتے ہین۔ پلٹن کا

بینڈ باجہ دردناک لہجہ مین نوحہ بجاتا جاتا ہے جس سے سنگدل بھی روتے جاتے ہین۔کربلا پہونچ کر تعزیہ دفن ہونے اور فاتحہ خوانی کے بعد جلوس برخاست ہوجاتا ہے۔

بارھوین محرم کو بوقت عصر سوم کی فاتحہ نواب صاحب نہایت حُسن اخلاص سے کرتے ہین ایک بڑے جلوس سے سامان فاتحہ یعنی مہندی علم شربت کھانا وغیرہ کربلا کو بھیجا جاتا ہے تمام اہل خاندان و حُکّام ریاست و معززین شہر ہمراہ ہوتے ہین اور نواب صاحب بھی شرکت فرماتے ہین اور خود پا پیادہ علم لے کر کربلا تک جاتے ہین شربت اور کھانا وغیرہ تقسیم کیا جاتا ہے چہلم کی تقریب مین قلعہ مین مجلس عزا ترتیب دیجاتی ہے اختتام پر شیرینی وافر تقسیم کی جاتی ہے تمام محکمون مین آج کے دن تعطیل رہتی ہے۔

کربلا مین عمارت پختہ تیار ہوگئی ہے اکثر شیعہ جو ریاست سے تنخواہ پاتے ہین ہر جمعہ کو صبح کے وقت وہان جاکر اعمال پڑھتے ہین۔

نواب صاحب بہادر کی اولاد اور اُن کی شادیون وغیرہ کا بیان

(۱) دسوین شعبان ۱۳۱۵ ہجری مطابق ۴-جنوری ۱۸۹۸ء یوم سہ شنبہ کو بوقت آٹھ بجے شب کے سرکار عالیہ بنت صاحبزادہ سیّد الطاف علیخان عرف میان جان خان کے بطن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی ہز ہائینس نے بہت کچھ خوشی اور خیرات کی تمام فوج سوار وپیادہ و توپخانہ و علی غول وغیرہ کو جو در دولت پر حاضر تھی انعام عطا کیا اور ۱۳ یوم کی تمام محکمجات و دفاتر سرکاری کو تعطیل دی گئی۔ ۵-جنوری سے

ہر شب کو محفل رقص و سرود منعقد ہونے لگی۔ ۶۔ جنوری کو رات کے وقت ہز ہائنس نے دربار لیوی کیا جس مین تمام اہل خاندان وارکان ریاست و معززین شہر وغیرہ شریک کیے گئے۔ ۹ جنوری روز یکشنبہ کو چھٹی کی تقریب بڑی دھوم سے عمل مین آئی اور کرتہ ٹوپی لانے کا خاص خاص اہل دربار نے بڑا اہتمام کیا۔ اس پیدایش کی تقریب مین ایک لاکھ چوبیس ہزار تین سو اکیاون روپے گیارہ آنے نو پائی صرف ہوے تھے بکثرت ارباب نشاط دہلی و لکھنؤ سے آئے تھے بندا (کبسرہاے موجدہ) اور کالکا لکھنؤ کے نامی کتھک بھی حاضر ہوے تھے جنکو ہزارہ ہزار روپے ملے تھے نواب صاحب نے اس دختر کا نام کنیز فاطمہ نواب سکندر جہان بیگم رکھا اور نواب بیگم عرف مقرر کیا۔ اور اُن کے واسطے چار لاکھ اٹھتیس ہزار کا جواہر خرید کیا۔ اس تقریب سعید مین چند معزز مہمان بھی رسم مبارکباد ادا کرنے کے لیے آئے تھے جیسے نواب محمد علیخان رئیس جہانگیر آباد۔ حکیم عبد المجید خان دہلوی۔ حکیم واصل خان دہلوی قاضی امداد حسین صاحب رئیس مراد آباد۔

ان صاحبزادی کا عقد نکاح مہدی رضا خان پسر حسین رضا خان عرف چھوٹے خان خلف علی رضا خان کے ساتھ ہوا۔ یہ علی رضا خان نجو خان کے منتسبین سے ہین جن کی شجاعت و بسالت کا حال دو جوڑہ کی لڑائی مین قلمبند ہے چونکہ دولہا اور دلھن ابھی صغیر سن تھے اس لیے ۲۹۔ ذیحجہ ۱۳۲۲ ہجری کو بولایت والدین اس عقد شرعی کی رسم

خاص طور سے ادا ہوئی۔

۲۷۔اپریل ۱۹۰۷ء کو ان صاحبزادی کی تقریب شادی بڑی دھوم دھام اور خسروانہ احتشام کے ساتھ عمل مین آئی شب کو تمام بازارین روشنی کی گئی ۲۸۔اپریل کو چوتھی عمل مین آئی اور چھ روز تک اہالیان محکمجات کو تعطیل خاص عطا کی گئی۔

(۳) ۷/جمادی الاخرے ۱۳۱۸ھ ہجری مطابق ۳۔اکتوبر ۱۹۰۰ء یوم چہارشنبہ کو بوقت صبح صادق دلھن بیگم کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام حسن علی خان رکھا۔ نواب تہنیت سرہوئین بندوقون کی باڑھین چلنے لگین ارباب نشاط نے مبارک باد کی دھوم مچائی۔ہز ہائنس نے اپنی فیاضی و بلند ہمتی سے انعام واکرام وافر عطا کیا جو لوگ آپ سے تقرب رکھتے تھے انھون نے بہت کچھ اس خوشی مین دلچسپی لی۔جلوخانہ خسروباغ مین نواب صاحب کے حکم سے شب کو دو جگہ محفلین منعقد ہوتی تھین ایک محفل خاص تھی اہل خاندان رئیس و حکام ریاست ومعززین شہر ہند ومسلمان شریک ہوتے تھے۔عطر و پان اور چھالیہ و الائچیان وغیرہ تشتریون مین ہر ایک کو دی جاتی تھین اور ایک محفل عام ترتیب دی جاتی تھی جس مین ہر شخص بلاتخصیص شریک ہونے پاتا تھا۔دونون جگہ نامی ارباب نشاط و نقال وغیرہ شہر اور بیرونجات کے ہوتے تھے اچھے اچھے دلکش جلسے ہوتے تھے نو بجے شب سے ۱۲ بجے شب تک یہ جلسے قائم رہتے تھے ۳۔اکتوبر سے محکمجات کو اس خوشی مین تعطیل ۱۶۔اکتوبر تک دی گئی۔ ۲۳۔اکتوبر کو کہتے ٹوپی کی رسم

بڑی دھوم دھام اور نہایت تزک و احتشام سے کی گئی۔ اور یہ رسم منجانب اہل خاندان رئیس و ارکان ریاست و افسران فوج و معززین شہر کے تھی جنھون نے اپنی دلی خوشی اور قلبی رغبت سے اِس کا انتظام کیا تھا۔ ۳۰۔ اکتوبر کو تقریب چھٹی و چھوچک کی عمل مین آئی اور آج تمام شب جلسۂ رقص و سرود ہو کر محفلین ختم ہوئین۔

فخر الدین ناؔدم شاگرد غالب نے یون تاریخ کہی ہے ؎

طلوع اخترِ اقبال گردید — ببرج خسرو جمشید دوران
فلک شد انجمن آرائے انجم — بچرخ سیمین ناہید رقصان
عطارد مشتری را مژدہ بخشید — ببرج مہرمین شد ماہ تابان
۱۸۱۳ء

محمد شاہ خان کاؔوش

نواب کو خالق نے دیا ہے فرزند — نو خلق ہوا ہے وارث تخت و تاج
تاریخ ولادت کی رقم کر کاؔوش — یہ اخترِ اوج جاہ چمکا ہے آج
۱۸۱۳

سید ارشاد علی

حق نے وہ فرزند آقا کو دیا — جو نہال گلشن اقبال ہے
واقعی تاریخ ہے ارشادؔ یہ — آفتاب حشمت و اجلال ہے
۱۸۱۳ء

ممتاز علی ممتازؔ

دم فکر تاریخ دل نے کہا یون — کہ تاریخ ویسی ہو جیسا ہے لڑکا
ندا غیب سے آئی ممتازؔ کہدے — وہ نواب حامد علی خان کا بیٹا
۱۸۱۳ء

از داغ

نواب کو فرزند خوش اقبال جو بخشا
ہے لطف خداوند تعالیٰ و تبارک
برجستہ لکھی داغ نے تاریخ ولادت
اے خسرو والا یہ ولی عہد مبارک
۱۳۱۰ھ

ولہ

حق نے نواب کو دیا فرزند
اس کریم و رحیم کی ہے مہر
داغ نے اس کی یہ کہی تاریخ
مہ جمال آفتاب ملک سپہر
۱۳۱۸ھ

ہز ہائنس نے ایک بہت عمدہ کام اس تقریب میں یہ کیا کہ یوم شنبہ ۲۳- اکتوبر کو صبح کے وقت جلو خانۂ خسرو باغ میں زیر شامیانۂ وسیع تخمیناً دو ہزار طلبا وغیرہ کو شیرینی تقسیم کی یہ وہ طلبا تھے جو اسکول انگریزی اور مدرسۂ عالیہ اور مدرسۂ غوثیہ اور مدرسۂ مڈل اور مدارس امدادی میں تعلیم پاتے تھے نہایت عمدہ انتظام سے شیرینی تقسیم کی گئی اور ۲۷- اکتوبر کو اس ولادت کی یادگار میں تین ہزار روپے بطور خلاع فاخرہ وظائف علما و طلبا وغیرہ سنی و شیعہ کو دلوائے اور کئی اور بھی مفید اہل علم کے لیے حکم صادر کیے مثلاً:-

(الف) دو طالب علموں کو جو علم حدیث پڑھتے ہوں بحساب پانچ پانچ روپیہ ماہوار چار سال تک وظیفہ دیا جائے-

(ب) ایف اے کلاس کے ایک طالب علم کو دس روپیہ ماہوار کا ایک وظیفہ دو سال تک اور بی اے کلاس کے ایک طالبعلم کو ایک وظیفہ پندرہ روپے ماہوار کا اور ایم اے کلاس کے ایک طالبعلم کو بیس روپیہ

ماہوار کا وظیفہ دو دو سال تک دیا جائے۔ یہ وظائف اُن طالب علمون کیلیے مقرر ہوے جو رامپور کے رہنے ولے ہون اور جنھون نے رام پور کے اسکول مین پڑھکر انٹرنس پاس کیا ہوا ور محمڈن کالج علی گڈھ مین پڑھتے ہون اور مسلمان ہون اگر ایسا کوئی طالب علم رامپور کا رہنے والا نہو تو یہ وظائف دوسرے مسلمان طلباے ایم اے او کالج کو دیے جائین جو ہونہار ہون اور غیر مستطیع پلے جائین۔

(ج) ایک تمغہ طلائی سو روپے کا اور ایک اسّی روپے کا اُن طالب علمون کو دیا جائے جو امسال انٹرنس اور مڈل کے امتحان مین اسکول رامپور سے فرسٹ نمبر پاس ہون۔

(د) ایک تمغہ طلائی سو روپے کی لاگت کا اور ایک تمغہ طلائی اسّی روپے کی لاگت کا اُن دو طالب علمون کو دیا جائے جو امسال اوّل درجہ کا امتحان دیکر تمام مضامین مین کامیابی حاصل کرین۔

(ر) چالیس روپے چار ایسے طالب علمون کو انعام دیے جائین جو مدرسۂ غوثیہ مین پڑھکر امتحان حفظ قرآن مین کامیاب ہون اور قرآن مجید خوش الحانی سے پڑھتے ہون یا مکان پر کلام مجید حفظ کیا ہو۔ لیکن خوش الحانی اور قرأت کے ساتھ پڑھتے ہون۔

(س) پانسو روپے کی رقم واسطے وظائف طلباے اہل تشیع کے بھی دی۔

(ص) بیس روپے بطور انعام یتیم خانے کے اُس طالب علم کو دیے

چو صنعت و حرفت مین فرسٹ نمبر پاس ہو۔

لیکن حیف ہے کہ پانچوین ذیقعدہ ۱۳۲۹ھ ہجری مطابق ۲۹۔ اکتوبر ۱۹۱۱ء یوم یکشنبہ کو صبح کے ۷ بجے ان صاحبزادے نے کہ بارھوین سال مین تھے انتقال کیا چند عرصے سے مختلف امراض بخار اور اسہال وغیرہ مین مبتلا تھے ہر چند کہ ڈاکٹری اور یونانی علاج کیے گئے لیکن کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی خواجہ محمد افضل خان افضل تخلص رئیس ڈھاکہ نے یہ دو تاریخین لکھی ہین۔ ع

شہزادہ بہادر جوان صد حیف ۔۔۔ از باغ جنان بباغ رضوان رفت
حوران سنہ اش بگفتا افضل ۔۔۔ حالا بجنان حسن علی خان رفت ۱۳۲۹ھ

ولہ

آن ولی عہد رام پور افسوس ۔۔۔ مرگ کردہ شباب پامالش
جنت آراستہ شدہ بجاہ و حشم ۔۔۔ حوریان صف بصف بدنبالش
در جنت کشادہ رضوان گفت ۔۔۔ خان جنت حسن علی سالش ۱۳۲۹

نواب صاحب نے بوجہ ماتم ولی عہد بہادر کے دربار عید قربان ملتوی فرمایا۔

(۳۳) ۱۴ ستمبر ۱۹۰۵ء مطابق ۱۳۔ رجب ۱۳۲۳ہجری کو جمعرات کے دن نواب صاحب کے دوسرے صاحبزادے پیدا ہوے قلعہ اور شہر مین خوشی اور خرمی کی دھوم مچ گئی اور ہر شب کو ایوان حامد منزل مین محفل ہونے لگی جس مین تمام حضرات اہل خاندان و اہلکاران ریاست و معززین شہر

شریک ہونے لگے نقالوں کو نواب صاحب نے ایک ہاتھی بخشا اور بنفس نفیس جیل خانے جاکر قیدی رہا کیے بہت سے رؤسا اور ہواخواہان ریاست اولے تہنیت کے لیے آئے اور نواب صاحب کے مہمان ہوے اور لوازم مہمانداری عمدہ طور سے ادا کیے منشی میکولال عشرت تلمیذ جلال لکھنوی نے اچھی تاریخ لکھی ہے۔ ؎

خالق نے پسر جو خلق فرمایا ہے | وہ والی رامپور نے پایا ہے
تاریخ کی رو سے لکھدو تم اے عشرت | اس ماہ رجب میں آفتاب آیا ہے
۱۳۲۳ھ

محمد رشید اللہ

چو آمد ز برج فلک ماہ تابان | جہانے بہ عیش و طرب سر نہادہ
فلک بہر سال ولادت بگفتا | تولد شدہ ماہ رو شاہزادہ
۱۳۲۳

منشی واجد علی صاحب نائب میرمنشی

نہالے بہ گلشن خسرو دو دمید | کزو تازہ شد عالمے ہر طرف
چو میلاد او روز خلق علی ست | دلیل ست بر مہر شاہ نجف
خیابان خیابان گل خرمی ست | یکے را بدامان دگر را بکف
چو سال ولادت بجستیم آہ | فلک گفت خورشید برج شرف
۱۹۰۶ء

نام اس صاحبزادے کا حسین علی خان رکھا گیا دو ہفتہ تک جشن قائم رہا ہوا خواہان دولت نے خوب خوب جلسے ترتیب دیے تمام کارخانوں اور دفاتر میں ضیافتیں منعقد کی گئیں حکام ملیٹری نے اپنے اپنے ہیڑوں میں فنون سپہ گری کے قابل دید جلسے ترتیب دیے اور نواب صاحب اُن میں

شریک ہوتے رہے۔ ۲۹۔ ستمبر کو عصر کے وقت بڑے تزک و احتشام سے ممبران اسٹاف وغیرہ جلوس کے ساتھ قلعہ مین کرتا ٹوپی لے گئے۔

حیف ہے کہ ۹ ذیحجہ سنہ ۱۳۲۳ ہجری مطابق ۴ فروری سنہ ۱۹۰۶ء کو دن کے ایک بجے اس صاحبزادے نے ۵ ماہ کی عمر مین یکایک مرض صرع مین انتقال کیا پانچ بجے قلعہ سے جنازہ اٹھایا گیا۔ اتواپ تعزیت سر ہوئین تمام فوج سوار و پیادہ ماتمی قاعدے سے ہمراہ تھی نوابصاحب اور تمام اہل خاندان و معززین شہر وغیرہ جنازے کے ساتھ تھے بعد مغرب جناب عالیہ کے مقبرے مین دفن کیے گئے سپاہیان پلٹن نے ماتمی فیر بندوقون کے سر کیے۔

(۴) ۲۹ رمضان سنہ ۱۳۲۴ ہجری مطابق ۱۷۔ نومبر سنہ ۱۹۰۶ء یوم شنبے کو بوقت نصف شب کوٹھی شاہ آباد مین نوابصاحب بہادر کے تیسرا فرزند تولد ہوا لوگون کو انعام و اکرام سے مالامال کیا نام انکا رضا علی خان رکھا گیا اور ان کا عقد نکاح صاحبزادہ عبدالصمد خان بہادر چیف سکرٹری کی صاحبزادی کے ساتھ منعقد ہوا۔

مولوی عبدالعلی آسی مدراسی نے یون تاریخ رقم کی ہے۔ ؎

مژدہ لے دوران کہ باز از دور شمس و قمر … مشتری در پیش با آمد ز پشت آفتاب

حضرت حامد علیخان بہادر را پسر … شد تولد ہم چو دُر بے بہا با آب و تاب

سالش از روے حساب ابجد آسی رقم … سر زد از برج حمل مہر فروزان بے نقاب

(۵) ۲۔ دسمبر سنہ ۱۹ کی شب مین تہجد کے وقت شاہ آباد کی کوٹھی مین

چوتھا صاحبزادہ پیدا ہوا صدائے مبارک باد بلند ہوئی نام انکا جعفر علیخان ہے ان کی منگنی اور نکاح جانسٹھ مین سید مقصود علی خان صاحب ابن سید اصغر علیخان کی بیٹی کے ساتھ ہوا۔

(۶) شہزادی بیگم ان کا عقد نکاح صاحبزادہ سید ممتاز حسین خان عرف چندا صاحب خلف صاحبزادہ سید اعجاز حسین خان عرف کلن خان بن صاحبزادہ سید نیاز حسن خان عرف نجن خان کے ساتھ اپریل ۱۹۱۲ء مین ہوا۔ ۱۲ا اپریل کو نہایت دھوم دھام اور بڑے تزک و احتشام سے رخصتی تقریب عمل مین آئی۔

(۷) کنیز بتول قیصر جہان عرف گن صاحبہ ۱۸ اپریل ۱۹۱۲ء یوم پنجشنبہ مطابق ۲۹ ربیع الثانی ۱۳۳۰ہجری کو صاحبزادہ سید سجاد علی خان خلف صاحبزادہ سید محبب علی خان عرف ننا صاحب پسر صاحبزادہ سید مہدی علی خان کے ساتھ منسوب ہو کر شادی کا جشن منعقد ہوا۔ ۱۹ اپریل یوم جمعہ کو صبح کے وقت رخصت عروس کی رسم عمل مین آئی نوابصاحب نے ایک لاکھ ساٹھ ہزار روپیہ نقد سامان جہیز وغیرہ کے لیے عطا کیا۔

لیکن افسوس ہے کہ یہ صاحبزادی اپنے پدر نامدار کو داغ مفارقت دیگئین اور زچگی کے مصائب مین مبتلا ہو کر رہرو ملک عدم ہوئین اور اپنی یادگار ایک صاحبزادی چھوڑی ان صاحبزادی کا کہ ابھی نابالغ ہین عقد نکاح سید جعفر علی خان صاحب ابن سید اصغر علی خان رئیس جانسٹھ کے فرزند سید رستم علی خان کے ساتھ بولایت والدین عمل مین آیا۔

چھوٹی بیگم صاحبہ کی شادی کتخدائی سید عبداللہ خان رئیس جانسٹھ ضلع مظفر نگر کے بیٹے سید اعجاز علی خان کے ساتھ عمل میں آئی ۔۴ اپریل ۱۹۱۴ء کو سر جیمیس میسٹن صاحب لفٹننٹ گورنر ممالک متحدہ رامپور آئے اور قلعہ کے رنگ محل میں ٹھہرائے گئے ۔ آج ہی پانچ بجے شام کے برات کی اسپیشل ٹرین آئی ۔ نواب صاحب نے رئیس لوہارو کے ساتھ اسٹیشن پر برات کا استقبال کیا ۔ برات کے لوگون مین پانسو کے قریب آدمی تھے ۔ یہان سے برات کا جلوس ساڑھے چھ بجے قلعہ مین داخل ہوا جہان مہمانون کو بڑے احترام سے ہاتھون ہاتھ لیا گیا ۔ لفٹننٹ گورنر مع جملہ مہمانان یورپین حامد منزل کی مہتابی پر تشریف فرما ہوئے نشست کرسیون کی تھی ۔ پہلے شربت نوشی کی رسم عمل مین آئی پھر ہار پان اور عطر سے تواضع کی گئی ۔ پھر بولایت والدین طرفین نکاح ہوا ۔ جب دعوت سے انفراغ حاصل ہوا تو جلوس کی حیثیت سے برات خسرو باغ روانہ کی گئی جہان ایک وسیع کیمپ قائم کیا گیا تھا ۔ شب کے گیارہ بجے ہز آنر رامپور سے چلے گئے ۔ ۵ ۔ اپریل کو شام کے ۴ بجے قلعہ مین نواب صاحب کی طرف سے مہمانون کو گارڈن پارٹی دی گئی ۔ ۶ ۔ اپریل یوم دوشنبہ کو مہمانان جانسٹھ نوابصاحب کی مہمان نوازی کے ممنون و مشکور رخصت ہوئے بیس اپریل کو نوابصاحب بھی جانسٹھ گئے اور آج ہی واپس آگئے ۔

معزز مہمانون کی آمد

(۱) ۲۴ ۔ جنوری ۱۸۹۵ء کو پانچ بجے شام کے مہاراج رانا نہال سنگھ

جی صاحب بہادر والی ریاست دھولپور بذریعہ اسپیشل ٹرین یہاں داخل ہوئے پندرہ توپین سلامی کی سر ہوئین ریلوے اسٹیشن پہ نواب صاحب نے استقبال کیا اور کوٹھی دلکشا پارک مین ٹھہرایا۔ ۲۵ جنوری کو صبح کے دن مین نواب صاحب اپنے مہمان ذی شان کی باضابطہ ملاقات کو تشریف لے گئے۔ اور عصر کے وقت مہاراج رانا صاحب ایوان سرکاری مین بازدید کے لیے آئے یہ آنا ان کا نواب بیگم صاحبہ کی ولادت کی تہنیت ادا کرنے کے لیے تھا۔ ۲۶ جنوری کو صبح کے چھ بجے مہاراج رانا صاحب بذریعہ اسپیشل ٹرین کے واپس چلے گئے۔

(۳) ۱۴- فروری ۱۸۹۵ء کو مہاراجہ صاحب بہادر والی ریاست پٹیالہ اور مہاراج رانا صاحب بہادر والی دھولپور مع ٹھاکر صاحب سیدوان وراجہ صاحب ٹیکم گڑھ و سردار نرائن سنگھ بہادر تعلقہ دار ماسلہ ضلع رائے بریلی اسپیشل ٹرینون کے ذریعہ سے رامپور مین داخل ہوئے۔ سلامی کی توپین سر ہوئین۔ نواب صاحب نے ریلوے اسٹیشن پہ نہایت الفت و کمال محبت کے ساتھ استقبال کیا کوٹھی دلکشا پارک مین مہمانان ذی شان ٹھہرائے گئے جہان اس عالی شان کوٹھی کی آراستگی کے سوا ایک بڑا کیمپ قائم کیا گیا تھا جو نہایت خوبی سے آراستہ تھا۔ مہمانان ذی شان اور اُن کے ہمراہیون کے لیے ہر قسم کا سامان مہمان نوازی وہان موجود تھا۔ تمام گاڑیان گھوڑے خیمے ہاتھی وغیرہ مہمانون کے لیے حاضر تھے۔ اجناس طعام پختہ وخام کا اہتمام نہایت کثرت سے کیا گیا تھا۔ دعوتون اور ملاقاتون کے

خوب خوب جلسے رہے۔ شکار بھی اچھا ہوا ۱۶ فروری کو بوقت شب مہاراجہ صاحب والی پٹیالہ اور ۱۷ فروری کو رات کے وقت مہاراج رانا صاحب والی دھولپور اپنے اپنے اسپیشل ٹرین مین شادان و فرحان روانہ ہوے۔

(۳) ۲۶۔ اگست ۱۸۹۸ء کو صبح کے آٹھ بجے راجہ کیسری سنگھ صاحب سی۔ ایس۔ آئی رئیس کھیتڑی علاقہ جے پور یہان آئے ہز ہائنس نے بڑے تجمل و احتشام سے ریلوے اسٹیشن پر استقبال کیا اور دلکشا پارک مین ٹھہرایا۔ کچھ دنون یہان رہ کر چلے گئے۔

(۴) مرزا حاجی محمد خان کانسل جنرل دولت ایران متعینہ بمبئی بطریق سیاحت رامپور آئے کوٹھی دلکشا پارک مین ٹھہرائے گئے۔ نواب صاحب نے ملاقات کی سفیر صاحب آپ کے اخلاق و کرم سے نہایت خوش ہوے اور واپس چلے گئے۔

(۵) ۳۔ اپریل ۱۸۹۹ء کو ۸ بجے صبح کے مسٹر کرورک شینگ سی ایس آئی کمشنر روہیلکھنڈ و ایجنٹ ریاست مع لفٹننٹ کرنیل سی ایچ ونسنٹ صاحب سابق پریزیڈنٹ کونسل ریجنسی ریاست رامپور حال پولیٹیکل ایجنٹ ریاست بیکانیر رامپور آئے مدار المہام ریاست نے منجانب ہز ہائنس رسم استقبال ادا کی کوٹھی دلکشا پارک مین ٹھہرائے گئے سہ پہر کے وقت ہز ہائنس نے مہمانون کی فرودگاہ پر جاکر ملاقات کی۔ ۴۔ اپریل کو دونون صاحب بہادر نواب صاحب کی حصول ملازمت کو خسرو باغ مین آئے شام کو جلسہ دعوت ترتیب دیا گیا۔ اور ۶ اپریل کو صاحب کمشنر بریلی کو چلے گئے۔ اور ۷ کو خسرو باغ مین کرنیل ونسنٹ کی دعوت ہوئی اور ۹ کو وہ یہان سے

چلے گئے

(۶) مہاراج کنور بہادر دھولپور ابتدائے مارچ ۱۹۰۱ء مین یہان آئے تھے تین چار روز مہمان رہ کر چلے گئے۔

(۷) ۱۳۔ اکتوبر ۱۹۰۱ کو ہز ہائنس مہاراجہ بہادر والی کپورتھلہ شب کی ٹرین مین نینی تال سے یہان رونق افروز ہوے ریلوے اسٹیشن قبل سے آراستہ کیا گیا تھا اور تمام جلوس ہاتھی سوار پلٹن نقیب چوبدار بلم بردار اور طلائی و نقرئی چواسپہ گاڑی وغیرہ اسٹیشن پر موجود تھی اور نواب صاحب استقبال کے لیے اسٹیشن پر تشریف رکھتے تھے جس دم مہاراجہ صاحب کی گاڑی آئی نواب صاحب نہایت گرمجوشی کے ساتھ ملاقات فرما کر طلائی و نقرئی گاڑی مین سوار کرا کے اپنے مہمان ذی شان کو ایوان خسرو باغ مین لے گئے جو قبل سے اُن کے قیام کیلیے آراستہ کیا گیا تھا اور اُن کی راحت و آرام اور اکل و شرب کے واسطے ہر قسم کا سامان مہیا تھا قریب دو بجے دن کے نواب صاحب مہاراجہ صاحب سے رخصت ہو کر ایوان دلکشا پارک کو واپس تشریف لائے۔ ۱۴۔ اکتوبر کو عصر کے وقت مہاراجہ صاحب ایوان خسرو باغ سے نواب صاحب کی ملاقات کو دلکشا پارک مین آئے نواب صاحب نے استقبال کر کے اُس اتحاد و ارتباط کو مضبوطی بخشی جو دربار رامپور اور کپورتھلہ مین تین پشتون سے بذریعہ خط و کتابت جاری تھا بعد اس کے نواب صاحب اپنے معزز مہمان کو اپنے ہمراہ اصطبل کو لے گئے اور دیگر نامی عمارات کا ملاحظہ کرایا مہاراجہ صاحب کو

تیرتھ جانے کی عجلت تھی اس لیے نواب صاحب زیادہ ٹھہرنے کے لیے اصرار نکر سکے اور شب کی گاڑی مین مہاراجہ صاحب واپس گئے نواب صاحب نے ریلوے اسٹیشن تک مشایعت کی۔

(۸) ۱۴- فروری سنہ ۱۹۰۲ء کو صبح کے آٹھ بجے ہز آنر آنریبل سر جیمس ڈگلس لاٹوش صاحب بہادر کے سی ایس آئی لفٹنٹ گورنر ممالک متحدہ لکھنؤ سے رامپور آئے یہ آنا پبلک تھا۔ نواب صاحب نے اسٹیشن پر استقبال کیا ۱۱ بجے کے بعد نواب صاحب نے ہز آنر سے ملاقات کی ۳ بجے سہ پہر کو ہز آنر نے نواب صاحب سے ملاقات بازدید کی اور ۴ بجے محل خورشید منزل کا بنیادی پتھر رکھا۔ اصطبل جیل خانہ اسکول اور لال پور مین دریائے کوسی کا بند ملاحظہ کیا۔ ۱۵ فروری کی شب کو کوٹھی خاص باغ مین جلسۂ دعوت منعقد ہوا ہز آنر کے علاوہ اور بھی بہت سے یورپین حکام شریک تھے۔ روشنی اور آتش بازی کی کیفیت قابل دید تھی۔ ۱۶ فروری کو ہز آنر نے میدان پریڈ مین تمام فوج کی قواعد ملاحظہ کی۔ سہ پہر کو نواب صاحب نے ایٹ ہوم پارٹی کا دلچسپ جلسہ کوٹھی خاص باغ مین منعقد کیا جس مین ہز آنر اور دوسرے انگریز شریک تھے۔ ۱۱ بجے شب کے ہز آنر نے لکھنؤ کو مراجعت فرمائی۔ ہز آنر نے بوقت معائنہ دفاتر ریمارک کیا کہ انکی ترتیب بہت عمدہ ہے اور ہر طرح کا سامان آسایش مُہیّا ہے۔

(۹) اوائل اپریل سنہ ۱۹۰۲ء مین صاحبزادہ محمد خان صاحب ریاست ٹونک سے رامپور آئے اور قلعہ مین ٹھہرائے گئے۔ رسم مہمانداری نہایت

عمدہ طور سے عمل مین آئی یہ صاحبزادہ عبدالکریم خان ابن نواب امیر خان صاحب والی ٹونک کے بیٹے ہین۔

(۱۰) ۱۵۔ اپریل کی شب کو ہز ہائنس آنریبل فخر الدولہ نواب امیر الدین احمد خان بہادر سی ایس آئی والی ریاست لوہارو یہان آئے عمدہ طور سے استقبال کیا گیا۔ اور قلعہ کے ایوان مچھی بھون مین ٹھہرائے گئے اور لوازم مہمانی نہایت عمدگی سے ادا کی گئین ۲۶۔ اپریل کو رخصت ہو کر عازم لوہارو ہوے نو فیر سلامی کے سر ہوے ریلوے اسٹیشن تک مدار المہام ریاست اور دوسرے ارکان دولت نے رسم مشایعت ادا کی۔ ۲۲۔ اکتوبر ۱۹۰۳ء کو پھر آئے اور شاہ آباد مین نواب صاحب سے ملے اور تین روز قیام کر کے دہلی کو واپس چلے گئے۔

(۱۱) نواب سعید الدین احمد خان بہادر طالب تخلص رئیس لوہارو دہلی سے ۱۹۔ اگست ۱۹۰۳ء کو رامپور آئے سرکاری قلعہ مین مہمان ہوے لوازم مہمان نوازی عمدہ طور سے عمل مین آئے۔ اور کئی دن رہ کر چلے گئے ۲ فروری ۱۹۰۴ کو پھر آئے اور اُسی طرح مہمانداری ہوئی اور قلعہ معلےٰ مین ٹھہرائے گئے۔

(۱۲) یکم ستمبر ۱۹۰۳ء کو ہز ہائنس نواب احمد علیخان بہادر ولی عہد ریاست مالیر کوٹلہ جو بجائے اپنے والد کے حکمران ریاست ہین مع خدم و حشم بذریعہ اسپشل ٹرین رامپور آئے ریلوے اسٹیشن پر نواب صاحب بہادر نے مع ارکان ریاست کے استقبال کیا ۱۱ فیر سلامی کے سر ہوے خسرو باغ مین

ٹھہرائے گئے اور نہایت عمدہ طور سے رسم مہمان نوازی عمل مین آئی عصر کے وقت
نواب صاحب نے اُن کو تمام قلعہ کی سیر کرائی اور شب کو تھیٹر اور محفل رقص و
سرود مین مدعو کیا اور دو ستمبر کو ۵ بجے کی ٹرین سے نواب محمد علیخان بہادر
جلال الدولہ مستقبل جنگ رئیس دوجانہ آئے۔ نواب صاحب بہادر لوہارو نے
کہ رامپور مین مقیم تھے مع مدار المہام رامپور اور دیگر ارکان دولت کے
استقبال کیا اور کوٹھی مہمان خانہ انگریزی مین ٹھہرائے گئے۔ ۷ بجے نوابصاحب
مع ولی عہد بہادر مالیرکوٹلہ اُنکی فرودگاہ پر گئے اور اپنے ساتھ خاص باغ کو لے آئے
اور نہایت عمدگی سے مہمان نوازی ہوئی شب کو تھیٹر اور محفل رقص کا جلسہ
نہایت عمدہ طور سے منعقد ہوا اور نواب صاحب نے مع اپنے معزز مہمانون کے
شرکت فرمائی۔ ۵ ستمبر کو شام کے وقت ولی عہد ریاست مالیرکوٹلہ نے
مع ہمراہیون کے بذریعہ اسپشل ٹرین مالیرکوٹلہ کو مراجعت کی نوابصاحب بہادر
والی رامپور اور نواب صاحب لوہارو اور والی دوجانہ نے ریلوے اسٹیشن تک
مشایعت کی فوج نے سلامی دی اتواپ سلامی سر ہوئین ولی عہد ریاست
مالیرکوٹلہ نے ہزہائنس کی مہمان نوازی کا نہایت شکریہ ادا کیا۔ ۱۰ ستمبر کو
شام کی گاڑی مین نواب صاحب دوجانہ رخصت ہوکر عازم دوجانہ ہوئے۔
دم رخصت ہزہائنس کی مہمان نوازی کا شکریہ ادا کیا نوابصاحب لوہارو
اور مدار المہام اور دیگر ارا کین نے اسٹیشن تک اُنکی مشایعت کی۔
(۳۱) ۲۷ دسمبر ۱۹۰۵ء کو ہزہائنس راجہ صاحب نادون یہان
تشریف لائے سات فیر سلامی کے سر ہوئے مدار المہام ریاست اور دوسرے

اہلکاران معززنے استقبال کیا اور تھوڑی دیر قیام کرکے نواب صاحب
کی ملاقات کے لیے شاہ آباد کو چلے گئے نواب صاحب نے ارتباط قدیمی
کی وجہ سے عمدہ طور پہ ملاقات کی اور لوازم مہمان نوازی بوجہ احسن عمل میں آئے
(۴۱) نواب صاحب نے ہزاکسلنسی لارڈ کرزن ویسرائے کو نیوتہ دیا تھا
کہ ریاست رامپور کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے افتخار بخشا جائے
اُنھون نے یہ نیوتہ قبول فرمایا۔ اور بذریعۂ تار برقی جواب دیا کہ ۱۶۔ اپریل
سنہ ۱۹۰۰ع کو ہزاکسلنسی ویسرائے رامپور رونق افروز ہونگے۔ ریاست مین سرکاری مکانات
اور دوکانون اور بازارون مین قلعی ہونا شروع ہوگئی اور عمدہ طور پہ صفائی
کی جانے لگی۔ روشنی۔ دعوت۔ آتشبازی کا نہایت معقول انتظام کیا گیا
نواب اسٹیشن جو معمولی ریلوے اسٹیشن سے علیحدہ ایک خوشنما عمارت ہے
نہایت عمدہ طور سے آراستہ کیا گیا جنگل مین سڑکین خوب صاف کی گئین
کوٹھی خاص باغ کے (جہان ویسرائے کا قیام تجویز ہوا تھا اور نہایت عمدگی سے
آراستہ کی گئی تھی) محاذ مین ہر چہار جانب علاوہ قدیمی چمن کے نئے چمن
اور کیاریان بڑی خوبی سے بنائی گئین تہپ ڈیرے کھینچے اور اُن کی آرائش
قابل دید تھی۔ بجلی کی روشنی کا انتظام کیا گیا کوٹھی خاص باغ سے
قلعہ کے شرقی دروازے تک جس کا غالباً دو میل سے زیادہ فاصلہ ہوگا
روشنی کے واسطے ٹھاٹھ بندی کی گئی اور اُن پہ خوشنما جھنڈیان نصب
کی گئین چوبی دروازے قایم کیے گئے جنکی خوشنمائی دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی
عام طور سے ہر ادنے و اعلیٰ شخص نے اپنے مکانون اور کوٹھون اور

دوکانوں کو عمدہ قرینے سے سجایا۔ محکمہ جات اور کارخانجات اور اسکول و
مدارس وغیرہ بڑی خوبی سے آراستہ ہوئے۔ ۵۔ اپریل کو مسٹر کروک
شینگ صاحب سی ایس آئی ایجنٹ ریاست وکمشنر بریلی رامپور آئے
اور فرودگاہ ویسرائے اور تمامی اُمور مہمانداری وغیرہ کا معائنہ کیا۔
۶۔ اپریل کو علی الصباح نواب اسٹیشن رامپور پورے طور سے مثل عروس نو
آراستہ تھا تمام اسٹیشن پر دریوں اور چاندنیوں اور بانات اور قالین کا
فرش تھا جھنڈیوں اور خوشنما بیرقوں سے اسٹیشن اور تمام راستہ آراستہ تھے
جابجا ویلکم اور چوبی دروازے خوشنما قائم تھے۔ سات بجے سے قبل
نواب صاحب مع صاحب ایجنٹ وارکین ریاست کے اسٹیشن پر پہونچ گئے
اسٹیشن سے کوٹھی خاص باغ تک فوج دورویہ صف بستہ تھی تمام آمدورفت
بند کر دی گئی تھی۔ آٹھ بجے ٹھیک وقت موعودہ پر ویسرائے کی اسپشل ٹرین
نواب اسٹیشن پر داخل ہوئی۔ فی الفور ۳۱ فیر سلامی کے سر ہوئے۔ ویسرائے نے
گاڑی سے اُتر کر نواب صاحب اور مدارالمہام سے مصافحہ کیا۔ نواب صاحب نے
چند حضرات اہل خاندان کو پیش کیا اور وہاں سے ویسرائے اور نواب صاحب
اور صاحب ایجنٹ ایک گاڑی میں سوار ہو کر کوٹھی خاص باغ میں داخل ہوئے
دوبارہ اکتیس توپیں سلامی کی سر ہوئیں۔ تھوڑی دیر بعد رسم باضابطہ
ملاقات کی شروع ہوئی۔ ۱۳ فیر نواب کی سلامی کے سر ہوئے اور نواب صاحب
اپنے قلعہ کو واپس چلے گئے۔ تین بجے نواب صاحب کی طرف سے ریاست کے
چار سردار ویسرائے کے استقبال کو بھیجے گئے۔ پونے چار بجے ویسرائے

مع ہمراہیون کے ملاقات باز دید کے لیے کوٹھی خاص باغ سے قلعہ کو سوار ہوے ۳۱ توپین سلامی کی سر ہوئین۔ تمام راستون پر سپاہ دو رویہ صف بستہ تھی تمام آمد و رفت بند کر دی گئی تھی۔ تماشائی جو بریلی اور مراد آباد وغیرہ سے آئے ہوے تھے ہر جگہ بکثرت تھے چار بجے ویسرائے قلعہ مین داخل ہوے نواب صاحب نے مع صاحب ایجنٹ کے گرمجوشی سے استقبال کیا۔ گارڈ آف آنر نے سلامی دی بینڈ باجے نے دعائیہ گت بجائی ۳۱ توپین سلامی کی سر ہوئین ایوان رنگ محل مین جو نہایت خوبی سے آراستہ تھا ملاقات ہوئی۔ مدار المہام اور اہل خاندان اور معززارکان ریاست سے ویسرائے کو نذرین پیش کرائین بعدہ ویسرائے اور نواب مین دیر تک شوقیہ باتین ہوتی رہین دم رخصت نواب صاحب نے ویسرائے اور اُن کے ہمراہیون کو ہار پہنائے عطر و پان کی تواضع عمل مین آئی بعد مراسم باز دید نواب صاحب کی خواہش سے ویسرائے حامد منزل کے ملاحظے کو گئے اُس کے بعد کتب خانے مین تشریف لے گئے ویسرائے کتب خانے کی عدیم النظیر کتابون کو دیکھ کر بے حد خوش ہوے اور حق بھی یہ ہے کہ ایک اولوالعزم ویسرائے کے لیے یہی چیز یہان قابل دید تھی چنانچہ نواب صاحب نے اپنی نہایت مسرت کا اظہار فرمایا۔ اور معائنہ بُک پر قیمتی الفاظ تحریر کیے ایک گھنٹے سے زیادہ ویسرائے ملاحظۂ کتب خانہ مین مشغول رہے نواب صاحب بہ نفس نفیس نایاب کتابون وغیرہ کو ویسرائے کے ملاحظے مین پیش کرتے تھے۔ امر واقعی یہ ہے کہ ریاست رامپور کا کتب خانہ ہندوستان مین اپنی آپ

نظیر ہے۔ بعد اسکے ویسرائے نے کچہری صدر اور خسرو باغ کا ملاحظہ کیا۔ مغرب کے قریب بوقت مراجعت خسرو باغ سے روشنی ملاحظہ کرتے ہوے سات بجے کوٹھی خاص باغ مین داخل ہوے۔ سات اپریل کو نو بجے کے بعد ویسرائے نے اُس نمائش گاہ کا ملاحظہ کیا جو کوٹھی خاص باغ کے قریب قائم کی گئی تھی۔ بعدہ ویسرائے مع ہمراہیون کے قلعہ مین رونق افروز ہوے اور نواب صاحب کی معیت مین توشے خانے اور جواہر خانے کا ملاحظہ کیا۔ پھر ویسرائے کی مع اسٹاف اور نواب صاحب کے تصویر لی گئی۔ بعد اسکے قلعہ سے اسکول کا ملاحظہ کرتے ہوے امپریل سروس لین کو گئے توپخانے کے سردارون اور گولندازون اور سوارون نے نہایت عمدہ کرتب دکھائے جن سے ویسرائے مسرور ہوے۔ سات بجے شام کو ویسرائے اور نوابصاحب کوٹھی خاص باغ مین واپس آئے اور سب نے وہان کھانا کھایا۔ قریب گیارہ بجے شب کے ویسرائے ریلوے اسٹیشن کو چلے گئے نوابصاحب نے اسٹیشن تک مشایعت کی دم رخصت ویسرائے نے مہمان نوازی کا شکریہ ادا کیا اور مراد آباد کو چلے گئے۔

(۱۵) ۲۴ فروری سنہ ۱۹۰۶ء کو دن کے ساڑھے گیارہ بجے ہزہائنس نواب احمد علی خان بہادر ریجنٹ ریاست مالیرکوٹلہ مع اپنی بیگم کے جو صاحبزادہ سیّد احمد رضا خان عرف پیارے صاحب کی بیٹی ہین بذریعہ اسپشل ٹرین ریاست رامپور کے اسٹیشن پر آئے ریلوے اسٹیشن پہلے سے نوابصاحب مع دیگر ارکان دولت کے موجود تھے۔ جس دم اسپشل ٹرین داخل ہوئی

نواب صاحب رامپور نے بڑے تپاک سے استقبال کیا اور گیارہ فیر سلامی کے سر کیے گئے۔ اور اپنے ساتھ شہر مین لاکر رنگ محل مین ٹھہرایا۔ ۲۵ فروری کو نواب احمد علی خان مراجعت فرمائے مالیر کوٹلہ ہوے اور بقاعدہ استقبال رسم مشایعت عمل مین آئی۔

(۱۶) دس اپریل یوم سہ شنبہ ۱۹۰۶ء کو صبح کے آٹھ بجے بذریعہ اسپشل ٹرین راجہ سر ہیرا سنگھ مہندر بہادر جی سی ایس آئی۔ جی سی آئی ای والی ریاست نابھہ مع مختصر ہمراہیون کے رامپور آئے نواب صاحب نے دوسرے اراکین کو ساتھ لے کر اپنے مہمان ذی شان کا استقبال کیا نواب اسٹیشن خوب آراستہ تھا اور جلوسی گاڑی مین سوار کرا کر کوٹھی خاص باغ مین جو قبل سے آراستہ کی گئی تھی اُتارا مہاراجہ صاحب اور اُن کے ہمراہیون کی راحت کے لیے ہر قسم کا سامان مہیّا کیا گیا تھا بعدہ نواب صاحب اپنے مہمان سے رخصت ہو کر قلعہ کو چلے آئے عصر کے وقت مہاراجہ صاحب شہر مین آئے اصطبل اور دوسری عمارتون کی سیر فرمائی اکو قلعہ مین آئے اور حامد منزل مین نواب صاحب بہادر سے ملاقات کی اور پھر اسکول انگریزی کا معائنہ کر کے اور سو روپے طلبا کو شیرینی کے لیے دے کے اسی تاریخ بوقت شب بذریعہ اسپشل ٹرین اپنی ریاست کو چلے گئے۔

(۱۷) ۱۹ جنوری ۱۹۰۶ء کو نواب صاحب دہلی گئے تھے تو سر جیمس ڈگلس لاٹوش صاحب لفٹنٹ گورنر ممالک متحدہ سے رامپور آنے کا وعدہ لے لیا تھا چنانچہ وہ حسب وعدہ ۲۹۔ اکتوبر کو دن کے دس بجے سے قبل رامپور آئے

اسٹیشن پر جو قبل سے آراستہ کیا گیا تھا نواب صاحب نے گرمجوشی سے استقبال کیا اور اپنے ساتھ لاکر کوٹھی خاص باغ مین ٹھہرایا قبل سے مہمانی کے بڑے بڑے اہتمام کیے تھے۔ ۲۹ کو تین بجے دن کے ہز آنر موٹر مین سوار ہو کر قلعہ مین آئے اور کتب خانے کا معائنہ فرمایا پھر نواب صاحب کے ساتھ گارڈن پارٹی کے جلسے مین گئے اور بھی یورپین مہمان بریلی و مرادآباد کے مدعو کیے گئے تھے اُن کو اور لفٹنٹ گورنر کو اور لیڈی لاٹوش کو حامد منزل اور لاٹوش ہال کی سیر کرائی تمام مہمان اس لاثانی عمارت کو دیکھ کر بہت خوش ہوے اور چاء وغیرہ پی کر فرودگاہ کو چلے گئے شب کے پونے آٹھ بجے ہز آنر مع لیڈی صاحبہ و دیگر یورپین مہمانون کے کوٹھی خاص باغ سے سوار ہوے روشنی دیکھتے ہوے لاٹوش ہال مین آئے اور ڈنر کی میز پر بیٹھے نوابصاحب نے مختصر اسپیچ مین اول قیصر ہند بعدہ ہز آنر جیمس اور لیڈی لاٹوش کا جام تندرستی تجویز کیا ہز آنر نے اُس کا جواب دیا اور نواب صاحب کی تندرستی اور سرسبزی ریاست کا جام تجویز کیا۔ تناول طعام کے بعد آتش بازی چھوڑی گئی دم رخصت نواب صاحب نے ہز آنر اور لیڈی صاحبہ اور تمام مہمانون کو ہار پہنائے اور عطر و پان کی رسم ہونے کے بعد گیارہ بجے کے قریب تمام مہمان کوٹھی کو واپس چلے گئے اور جلسہ برخاست ہوا۔

۳۱۔ اکتوبر کو صبح کے آٹھ بجے بذریعہ اسپشل ٹرین لفٹنٹ گورنر عازم علی گڑھ ہوے جس جلوس سے نواب صاحب نے استقبال کیا تھا اسی طرح رسم مشایعت ادا کی دم رخصت ہز آنر نے حضور نوابصاحب کی

مہانداری کا بہت شکریہ ادا کیا۔

(۱۸) ۹ فروری ۱۹۰۸ء کو ۹ بجے شام کے مہاراجہ سر لوکند بھوانی سنگھ کے سی ایس آئی والی ریاست دتیا رامپور آئے نواب صاحب اور دوسرے ارکان دولت نے جو قبل سے ریلوے اسٹیشن پر موجود تھے رسم استقبال ادا کی۔ ۷ فیر سلامی کے سر ہوئے اور کوٹھی خاص باغ مین مہاراجہ ٹھہرائے گئے۔ نواب صاحب نے بڑے اخلاص سے ملاقات کی اور عمدہ طور سے رسم مہانداری عمل مین آئی۔ ۱۰ فروری کو قلعہ کی سیر کی ۱۱ فروری کو قلعہ مین بڑے کروفر سے نواب صاحب نے گارڈن پارٹی کا جلسہ منعقد کیا مہاراجہ دتیا نے مع اپنے ولی عہد اور ہمراہیون کے شرکت فرمائی۔ نواب صاحب نے چند عمائد اہل خاندان اور حکام سول و ملیٹری و معززین کا تعارف کرایا۔ ۱۲ فروری کو مہاراجہ نے یہان کی نامی عمارات کا معائنہ کیا اور ۱۳ کو عازم دتیا ہوئے۔

(۱۹) ۱۵ مارچ ۱۹۰۸ء کو ہز آنر سر جان پرسکاٹ ہیوٹ صاحب بہادر کے سی ایس آئی لفٹنٹ گورنر ممالک متحدہ مع لیڈی صاحبہ و مس صاحبہ و افسران اسٹاف وارد رامپور مین آکر نواب صاحب کے مہمان ہوئے ہز آنر میرٹھ سے بذریعہ موٹر کار کے آئے تھے۔ نواب صاحب و صاحب ایجنٹ و دیگر ارکان ریاست نے خیر مقدم کیا خاص باغ کی کوٹھی مین قیام فرمایا جو قبل سے ہز آنر کے قیام کے واسطے آراستہ کی گئی تھی اور اُس کے محاذ مین کیمپ جو ڈیرون خیمون سے آراستہ کیا گیا تھا اُس مین دوسرے یورپین

مہمان و افسران اسٹاف نے قیام کیا دوپہر کے بعد نواب صاحب نے ہز آنر سے پرائیوٹ طور پر ملاقات کی سہ پہر کے وقت ہز آنر نے مع لیڈی صاحبہ و افسران اسٹاف کے قلعہ مین آکر کتب خانہ وغیرہ کی سیر کی۔ شب کو نواب صاحب نے ہز آنر کی دعوت کا پر تکلف جلسہ قلعہ مین مرتب کیا آٹھ بجے ہز آنر اور اُن کا اسٹاف وغیرہ روشنی دیکھتے ہوے قلعہ مین آئے قلعہ روشنی کے باعث روز روشن پر تفوق رکھتا تھا ایوان طعام منزل عمدہ طور سے آراستہ تھا۔ بعد تناول طعام نواب صاحب نے نہایت گرمجوش الفاظ مین سب سے اوّل شہنشاہ قیصر ہند اور پھر ہز آنر کا جام تندرستی نوش کرنے کی تحریک کی اور ہز آنر کے خیر مقدم مین عمدہ اسپیچ دی بعدہ ہز آنر نے نواب صاحب کا جام صحت تلطف آمیز کلمات کے ساتھ نوش کرنے کا ایما فرمایا جو نہایت مسرت کے ساتھ نوش کیا گیا جس مین نواب سید کلب علی خان بہادر کے عہد حکومت کی توصیف اور نواب صاحب کے نظم و نسق اور جدید انتظام ریاست کا تذکرہ تھا۔ پھر آتشبازی چھٹی بعد رخصت نواب صاحب نے بڑے اخلاص قلبی سے ہز آنر اور دوسرے مہمانون کو ہار پہنائے اور عطر و پان کی تواضع کے بعد قریب گیارہ بجے جلسہ برخاست ہوا۔ ۱۴ مارچ کو پانچ بجے کے بعد ہز آنر مع جملہ مہمانون کے قلعہ مین آئے اور جلسہ ایٹ ہوم مین شرکت کی۔ اختتام جلسہ پر فوٹو لیا گیا۔ شب کو نواب صاحب نے کوٹھی خاص باغ مین ہز آنر کے ہمراہ ڈنر نوش کیا۔ ۱۵ مارچ کو دوپہر کے وقت لیڈی ہیوٹ صاحبہ و مس ہیوٹ صاحبہ ہز ہائینس بیگم صاحبہ کی ملاقات

کی غرض سے قلعہ مین آئین دو بجے کے بعد ہز آنر عازم بریلی ہوئے اسٹیشن تک نواب صاحب نے مشایعت کی۔

(۲۰) ۲۲۔ اپریل ۱۹۰۵ء کو نواب افتخار علیخان بہادر والی ریاست جاورہ اور یار محمد خانصاحب مدار المہام جاورہ رامپور آئے نواب صاحب نے بڑی گرمجوشی سے رسم استقبال ادا کی کوٹھی خاص باغ مین ٹھہرائے گئے۔ نواب افتخار علی خان صاحب کی بیگم بھی ساتھ تھین۔ ۳۰۔ اپریل کو رامپور کے تمام دفاتر نواب صاحب جاورہ نے دیکھے۔ دفاتر کی صفائی اور تہذیب اور جملہ کارروائیان دیکھکر نہایت خوش ہوئے اور باظہار خوشنودی اہالیان دفاتر کو ایک روز کی تعطیل عطا کی گئی۔ ۲۔ مئی کو نواب صاحب جاورہ بذریعہ اسپشل ٹرین جاورے کو گئے۔ ریلوے اسٹیشن تک نواب صاحب نے مشایعت کی۔

(۲۱) نواب صاحب بہادر والی لوہارو ۲۲۔ اپریل ۱۹۰۵ء کو آئے اور قلعہ مین قیام فرمایا توشلک سلامی سرہوئین تین روز قیام کرکے ۲۶ اپریل کو دہلی چلے گئے۔

(۲۲) ۱۱ اپریل ۱۹۰۶ء کو اثنائے ہز ایکسلنسی لارڈ کچنر بہادر جی سی آئی ای کمانڈر انچیف افواج ہند رامپور آئے ریلوے اسٹیشن پر نواب صاحب نے مع اعیان دولت کے استقبال کیا اور کوٹھی خاص باغ مین جو قبل سے آراستہ کی گئی تھی اور وہان ایک عمدہ خوشنما کیمپ قائم کیا گیا تھا ہز ایکسلنسی نے قیام فرمایا قریب تین بجے کے ہز ایکسلنسی قلعہ مین آئے اور نواب صاحب سے ملاقات کی

قلعہ کی سیر کرکے قریب پانچ بجے کے واپس گئے شب کو بڑے تکلف سے دعوت کی ۱۲۔ اپریل کو ۷ بجے صبح کے نواب صاحب نے میدان پریڈ پر امپیریل سروس ٹروپس اور تمام فوج سوار و پیادہ کی ہز اکسلنسی کو قواعد دکھائی جو فوج کی آراستگی سے بہت خوش ہوئے۔ ۱۱ بجے ہاتھیوں کی لڑائی ملاحظہ کی شام کے پانچ بجے نواب صاحب نے ہز اکسلنسی کو گارڈن پارٹی میں مدعو کیا اور فنون سپہ گری کے کرتب دکھلائے ہز اکسلنسی فوج کے کرتب ملاحظہ کرکے بہت خوش ہوئے اور اس جلسے کا فوٹو لیا گیا اور شب کو ہز اکسلنسی میرٹھ کی طرف چلے گئے۔

(۴۳) ۱۶ جون ۱۹۰۸ء کو مہاراجہ سر مادھو سنگھ بہادر جی سی ایس آئی جی سی آئی ای والی ریاست جے پور مع راجی صاحب اور ڈھائی تین سو ہمراہیوں کے بذریعہ اسپشل ٹرین رامپور کے اسٹیشن پر پہونچے۔ نواب اسٹیشن مانقبل سے فرش قالین۔ گملون۔ جھنڈیوں وغیرہ سے نہایت عمدگی سے آراستہ کیا گیا تھا۔ نواب صاحب نے مع اراکین کے استقبال کیا اور جلوسی گاڑی میں مہاراجہ کو سوار کرکے خسرو باغ کے عالیشان کیمپ میں آئے اور وہان مہاراجہ کو ٹھہرایا اور خود رخصت ہوکر قلعہ میں آگئے۔ ۶ بجے شام کو مہاراجہ صاحب نے قلعہ میں آکر نواب صاحب سے ملاقات بازدید کی اور وہان کی سیر کی اور ۱۱ بجے شب کے ہردوار کی طرف چلے گئے۔ ۱۷ جون کو ساڑھے نو بجے صبح کے مہارانی صاحبہ کا اسپشل نواب اسٹیشن پر داخل ہوا انتظام آراستگی اسٹیشن بدستور تھا۔ زنانہ و مردانہ گاڑیان و پالکیان و نالکیان وغیرہ موجود تھین

اور نہایت عمدہ طریقے پر استقبال اور پردے کا انتظام کیا گیا تھا۔
مہارانی صاحبہ مع ڈھائی سو ہمراہیون کے نواب اسٹیشن سے خسرو باغ آگئین
اور دن بھر آرام کرکے ۱۱ بجے شب کے ہردوار کی طرف چلی گئین مہاراجہ صاحب
کے واسطے پانی کا انتظام ہردوار سے نہایت عمدگی و احتیاط سے کیا گیا تھا
اور ہمراہیان مہاراجہ صاحب کے واسطے نہایت عمدگی کے ساتھ ہر ایک چیز
مہیّا کی گئی تھی۔ ۲۹ جون ۱۹۰۸ء کو دس بجے دن کے مہارانی صاحبہ
ہردوار سے واپسی پر پھر رام پور آئین نہایت خلوص اور گرمجوشی کے ساتھ
رسم استقبال ادا کی گئی دن بھر کوٹھی خسرو باغ مین آرام کرکے شب کو
جیپور کی طرف چلی گئین۔

(۲۴) ۲۰ دسمبر ۱۹۰۸ء کو بوقت صبح ہز ہائنس مہاراجہ صاحب بہادر
والی ریاست بھاؤنگر رامپور مین آئے جسوقت وہ اسٹیشن پر پہونچے نواب صاحب
نے رسم استقبال ادا کی اور خاص باغ مین ٹھہرایا۔ ۲۲ دسمبر کو مہاراجہ صاحب
واپس چلے گئے رامپور کے قیام مین تمام نامی مقامات کی سیر کی۔

(۲۵) ۱۹ مارچ کو دس بجے دن کے مہاراج رانا رام سنگھ بہادر
والی دھولپور یہان آئے نواب اسٹیشن پر جو قبل سے بڑی خوبی سے آراستہ
کیا گیا تھا نواب صاحب نے استقبال کیا اور انکو قلعہ مین لاکر رنگ محل مین
ٹھہرایا۔ اور مارچ کی ۲۰ کو پونے بارہ بجے دن کے مہاراجہ لوکندر گوبند سنگھ
بہادر والی دتیا رام پور آئے نواب صاحب نے مع مہاراجہ صاحب
دھولپور کے اُن کا استقبال کیا اور کوٹھی خاص باغ مین جو قبل سے

اُن کے لیے نہایت خوبی سے آراستہ کی گئی تھی ٹھہرایا ۲۱ مارچ کو نواب صاحب نے حامد منزل کے ہال مین ایک پرتکلف دربار منعقد کیا اور ان دونون معزز مہمانون کے روبرو افسران اسٹاف و حکام سول و ملٹری و معززین شہر پیش کیے گئے بعد انفراغ دربار نواب صاحب نے دونون مہمانون کو تھیٹر کا جلسہ دکھایا۔ ۲۷ مارچ کو دونون مہاراجہ صاحبان اپنی اپنی ریاستون کو چلے گئے نواب صاحب نے ہنگام قیام اپنے معزز مہمانون کے ساتھ مراسم مہمان نوازی نہایت عمدہ طور سے ادا کیے جسکے وہ نہایت مداح و شکرگذار ہوے اور رسم رخصت مشایعت عمدہ طرح سے عمل مین آئی ۔

(۴۶) ۳۱۔ اکتوبر ۱۹۰۹ء کو دن کے گیارہ بجے ہز آنر سرجان ہیکاٹ ہیوٹ صاحب بہادر کے سی ایس آئی لفٹننٹ گورنر ممالک متحدہ آگرہ و اودھ میرٹھ سے بذریعہ موٹر کار رامپور آئے اور کوٹھی خاص باغ مین جو قبل سے ہز آنر کے قیام کے لیے اعلیٰ پیمانے پر سجائی گئی تھی قیام کیا نواب صاحب نے مع ارکان ریاست کے بڑے اخلاص سے خیر مقدم کیا ہز آنر کی کوٹھی فرودگاہ کے قریب یورپین مہمانون کے لیے ایک خوشنما کیمپ قائم کیا گیا تھا اُس مین تمام مہمان قیام پذیر ہوے۔ یورپین مہمان تخمیناً سو تھے جو بریلی اور مرادآباد وغیرہ سے اسپشل ٹرینون کے ذریعہ سے آئے تھے تین بجے لفٹننٹ گورنر اور نواب صاحب پولو گراؤنڈ کو گئے اور وہان سے ۴ بجے کے بعد واپس آکر میدان عیدگاہ مین ہاتھیون کی لڑائی کا معائنہ کیا۔

ہز آنر کے ورود کی تقریب میں قلعہ اور تمام شہر آراستہ ہوا تھا اور نواب صاحب نے اپنے ذی شان مہمانوں کی مہمانداری کا ہر ایک انتظام قابل تعریف کیا تھا۔ یکم نومبر ۱۹۱۰ء کو صبح کے آٹھ بجے نواب صاحب اوّل بسواری موٹر کار شاہ آباد تشریف لے گئے۔ ۹ بجے ہز آنر بھی مع پارٹی کے وہاں رونق افروز ہوئے اور مچھلی کا شکار کھیلا جس میں نہایت کامیابی ہوئی واپسی پر شاہ آباد کاسل میں لنچ ہوا اور چار بجے وہاں سے بسواری موٹر کار واپس ہوئے شب کو دس بجے ہز آنر مع لیڈی و مس ہیوٹ صاحبات بسواری موٹر کار قلعہ میں تشریف لائے۔ قلعہ سے خاص باغ تک گیس کی ہانڈیاں تھوڑے تھوڑے فاصلے سے آویزاں کی گئی تھیں اور چھڑکاؤ و صفائی کا انتظام نہایت اچھے طریقے پر تھا قلعہ یوں تو جگمگاتا ہی رہتا ہے لیکن اس روز تو عجیب ہی پُر بہار منظر تھا بجلی کی روشنی اس قدر کثرت سے کی گئی تھی کہ رات روز روشن پر غالب تھی۔ دس بجے جلسۂ بال رنگ محل میں شروع ہوا جو صبح کے پانچ بجے تک ہوا کیا۔ کھانے کی میزوں پر سو مہمانوں سے زیادہ شریک تھے بعدہ ہز آنر اپنی فرودگاہ کو تشریف لے گئے۔ پولیس کے سپاہی فاصلے فاصلے سے قلعہ سے کوٹھی خاص باغ تک دورویہ ایستادہ تھے ۲ نومبر کو بوقت صبح بہت سے یورپین مہمان جو اضلاع روہیلکھنڈ اور دیگر مقامات سے آئے تھے ٹرینوں کے ذریعہ سے بریلی اور مرادآباد وغیرہ کو روانہ ہوگئے۔ ۷ بجے صبح کے لفٹننٹ گورنر بہادر ہرن کے شکار کو روانہ ہوئے شکار ہوا جس میں نہایت کامیابی رہی۔ شکار کے بعد ۱۰ بجے فرودگاہ کو

لوٹ آئے سہ پہر کو قلعہ کے ایوان رنگ محل کے روبرو میدان مین نوابصاحب نے گارڈن پارٹی لفٹنٹ گورنر کی تشریف آوری کے اعزاز مین منعقد کی۔ اس میدان مین ایک نہایت خوبصورت قیمتی شامیانہ جس کی انوکھی طرز دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی استادہ کیا گیا تھا اور بہت سے تکلفات عمل مین لائے گئے تھے۔ خاص خاص اہل خاندان واہلکاران ریاست وغیرہ بھی اس جلسے مین شریک کیے گئے تھے جو قبل سے موجود تھے لفٹنٹ گورنر ٹھیک ساڑھے چار بجے مع لیڈی ہیوٹ صاحبہ اور پارٹی کے بڑے احتشام وجلوس سے قلعہ مین آئے اور اولاً ولی عہد بہادر سے مصافحہ کیا اس کے بعد نواب صاحب نے چند معزز افسرون کو پیش کیا ہر ایک سے ہزآنر نے بخندہ پیشانی مصافحہ کیا اور بات کی پھر چار نوش کی اور فواکہات کا شغل رہا۔ ۶ بجے اُسی احتشام کے ساتھ لفٹنٹ فرودگاہ کو واپس چلے گئے۔ شب کو لفٹنٹ گورنر نے رنگ محل مین نواب صاحب کے ساتھ ڈنر نوش کیا۔ اور ۲۳ نومبر کو صبح کے ساڑھے دس بجے لفٹنٹ گورنر بذریعۂ ٹرین نہایت شادان و فرحان بریلی کو چلے گئے۔

(۲۷) ۴ نومبر ۱۹۰۱ء کو ہزاکسلنسی لارڈ منٹو بہادر وئسرائے کشور ہند رامپور مین رونق افروز ہوے صبح سے تمام جلوسی سامان اور فوج سوار و پیادہ۔ توپخانہ اور گھوڑا گاڑیان زرق برق سامان سے ریلوے اسٹیشن پر موجود تھین سڑکون کی صفائی اور چھڑکاؤ عمدہ طور سے کیا گیا تھا۔ ریلوے اسٹیشن سے کوٹھی خاص باغ یعنی کیمپ فرودگاہ جناب ویسرائے

بہادر تک دو رویہ فوج صف بستہ تھی۔ ریلوے اسٹیشن بڑی خوبی سے
آراستہ کیا گیا تھا جو جناب ویسرائے کے استقبال کے لیے مخصوص کر دیا گیا تھا
اور ریاست کا اسٹیشن عام ریلوے مسافرون کے لیے دیدیا گیا تھا۔
چوبی دروازے جابجا نہایت خوشنمائی سے قائم کیے گئے تھے۔ اور کیمپ مین
بجلی کی روشنی کا انتظام کیا گیا تھا۔ ٹھیک ساڑھے آٹھ بجے ہز ایکسلنسی
جناب ویسرائے کشور ہند مع لیڈی منٹو صاحبہ اور دیگر ہمراہیون کے
بذریعۂ اسپیشل ٹرین پٹیالہ سے رونق افروز ریاست رامپور ہوئے۔
نواب صاحب نے جو مع معزز ارکین ریاست آٹھ بجے سے قبل اسٹیشن پر
موجود تھے بڑی گرمجوشی اور اخلاص سے رسم استقبال ادا کی اور ارکین ریاست کو
پیش کیا۔ جن سے حضور ویسرائے اور جناب لیڈی صاحبہ نے بڑے تپاک سے
ہاتھ ملائے اور پھر بڑے تزک واحتشام سے کیمپ فرودگاہ مین داخل ہوئے
اور نواب صاحب یہان سے اپنے ایوان قیام گاہ کو جو ویسرائے کیمپ کے
بہت قریب تھا واپس آئے اور گیارہ بجے نواب صاحب نے ویسرائے سے
پرائیوٹ ملاقات کی سہ پہر کو نواب صاحب ویسرائے اور لیڈی منٹو صاحبہ
اور دوسرے ہمراہیون کو موٹر کارون مین سوار کرا کے بے نظیر اور قلعہ مین
لائے اور سیر کرائی اس روز تمام بازارون کی دوکانین اور مکانات
عروس نو کی طرح آراستہ ہو رہے تھے شب کو قلعہ مین جلسۂ دعوت ترتیب
دیا گیا اور ویسرائے کے کیمپ سے قلعہ تک دو رویہ میل روشنی کا قابل دید
اہتمام تھا۔ ویسرائے کا کیمپ اور قلعہ بجلی کی روشنی سے بقعۂ نور بن گیا تھا

۱۰ بجے شب کے اسٹیٹ کیرج مین جناب ویسرائے اور لیڈی صاحبہ اور دوسرے ہمراہی اپنے قیام گاہون سے سوار ہوکر قلعہ کے ایوان عامہ منزل مین رونق افروز ہوے۔ تناول طعام کے بعد نواب صاحب نے نہایت خلوص سے حضور قیصر ہند کا جام صحت تجویز کیا جو بینڈ کی خوشگوار آوازین نوش کیا گیا اسکے بعد نواب صاحب نے ایک نہایت فصیح و بلیغ اسپیچ دیکر ویسرائے کا جام تندرستی تجویز کیا جو بڑے جوش کے ساتھ پیا گیا اس کے جواب مین ویسرائے نے اسپیچ دی اور نواب صاحب کا جام صحت نوش کیا اسکے بعد آتشبازی چھوڑی گئی۔ بارہ بجے کے بعد یہ جلسہ دعوت ختم ہوا اور نواب صاحب نے ویسرائے اور تمام مہمانون کو رخصت کیا۔ ۵ نومبر کو قریب گیارہ بجے دن کے نواب صاحب ویسرائے اور اُن کے ہمراہیون کو ہمراہ لیکر قلعہ مین تشریف لائے اور ویسرائے کتب خانے اور جواہر خانے کا ملاحظہ فرماکر نہایت مسرور ہوے ۳ بجے سہپہر کو نواب صاحب ویسرائے اور تمام مہمانون کو لیکر میدان پریڈ پر رونق افروز ہوے فوجی اشخاص نے فنون سپہ گری کے کرتب دکھائے شب کو گیارہ بجے کے قریب ویسرائے آگرے کو راہی ہوے وقت رخصت ویسرائے نے نواب صاحب کی مہمانداری کا نہایت شکریہ ادا کیا اور اسپشل ٹرین پر سوار ہوگئے۔

(۲۸) ۸ فروری ۱۹۱۱ء کو ہز ہائنس سر سلطان محمد شاہ آغا خان بہادر جی سی آئی ای رامپور آئے نواب صاحب نے بکمال خلوص ریلوے اسٹیشن پر استقبال کیا اور گیسٹ ہاؤس مین جو قبل سے ہز ہائنس کے قیام کے لیے

آراستہ کیا گیا تھا ٹھہرائے گئے اور اعلیٰ پیمانے پر لوازم مہانداری عمل مین آئے آغا خان نے قلعہ کی سیر کرکے بغایت مسرت کا اظہار کیا شب کو جلسۂ دعوت ترتیب دیا گیا نواب صاحب نے قیمتی الفاظ مین ہز ہائنس کی تشریف آوری اور چندۂ مسلم یونیورسٹی کی فراہمی مین جو آپ کمال کوشش فرما رہے تھے اُس کا شکریہ ادا کیا اور اپنی جانب سے ڈیڑھ لاکھ روپیہ بنفس نفیس اس چندے مین عطا فرمانے کا وعدہ کیا۔

میرے ہم وطن بوجہ کتب بینی کا شوق نہ رکھنے کے ان آغا خان کے مفصل حالات سے واقف نہین اُنکی آگاہی کے لیے اپنی کتاب مذاہب الاسلام سے اقتباس کرکے کہتا ہون کہ خوجون کا فرقہ جو بمبئی وغیرہ کی طرف پھیلا ہوا ہے اُس نے ان کو اپنا حاضر امام اور روحانی پیشوا تسلیم کیا ہے اور آغا خان اسا سن کے جس کی اصل حشیشین ہے اور یہ حسن صباح حمیری کا گروہ ہے اور ملاحدۂ اسمٰعیلیہ کے نام سے پکارا جاتا ہے قائم مقام سمجھے جاتے ہین اور اسمٰعیل بن امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما کی اولاد ہونے کے مدعی ہین ان کے عقائد کی لڑی اسمٰعیلیہ الموت کے ساتھ ملی ہوئی ہے ہز ہائنس کا خطاب گورنمنٹ برطانیہ کی طرف سے اور آغا خان کا دربار فارس کی جانب سے ان کو موروثی چلا آتا ہے ان کے متبع ان کو دُنیا مین خدا کا قائم مقام تصور کرتے ہین اور یہ خیال کرتے ہین کہ اُن مین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا نور ہے خوجے اپنی آمدنی مین سے دسوان حصّہ آغا خان کو دیتے ہین اور اس زرنذر کو دسون کہتے ہین۔

(۲۹) ۱۴ مئی ۱۹۱۱ء کو صاحبزادہ محمد رفیق خان بہادر برادر خرد نوابصاحب بہادر والی ٹونک یہان آئے نواب صاحب کے مہمان ہوے قلعہ مین ٹھہرائے گئے اور پھر جلد واپس چلے گئے۔

(۳۰) ۱۴۔ اکتوبر ۱۹۱۲ء یوم دوشنبہ کو ۴ بجے سر جیمس مسٹن صاحب بہادر کے سی ایس آئی نفٹنٹ گورنر ممالک متحدہ مع لیڈی مسٹن صاحبہ وغیرہ اسپشل ٹرین کے ذریعہ سے رامپور آئے نوابصاحب نے اسٹیشن پر بڑے کر و فر سے استقبال کیا اور وہان سے موٹر کار پر سوار ہوکر کوٹھی خاص باغ کو روانہ ہوے جو قبل سے اعلیٰ پیمانے پر آراستہ کی گئی تھی۔ ۱۵۔ اکتوبر کو دن کے گیارہ بجے نفٹنٹ گورنر قلعہ مین آئے جہان نواب صاحب نے جواہر خانہ کتب خانہ اور دوسری قابل دید عمارات کی سیر کرائی اور بعد اسکے کچہریات وغیرہ کا ملاحظہ کرکے جدید گنج کی افتتاحی رسم ادا کی یہ گنج مغربی حصے مین قلعہ سے تھوڑے فاصلے پر واقع ہے اور مسٹن گنج کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ افتتاح گنج جدید کے بعد ہز آنر کوٹھی باغ بے نظیر کو گئے اور اُسے ملاحظہ کرکے بے حد مسرور ہوے۔ شب کو قلعہ مین دعوت ڈنر تھی ۸ بجے نفٹنٹ گورنر کی سواری قلعہ مین داخل ہوئی کوٹھی خاص باغ سے قلعہ کے مغربی دروازے تک دورویہ روشنی کی گئی تھی اس جلسے مین بہت سے یورپین حکام شریک تھے نواب صاحب اور ہز آنر کے مابین خلوص واتحاد کی تقریرون سے جام صحت تجویز و نوش کیے گئے آخر مین نواب صاحب نے تمام مہمانون کو طلائی و نقرئی ہار پہنائے اس کے بعد

گیارہ بجے والی ٹرین سے ہز آنر عازم لکھنؤ ہوئے نواب صاحب نے اسٹیشن تک مشایعت کی۔

(۱۳) ۳۱ جولائی ۱۹۱۳ء مطابق ۲۶ شعبان ۱۳۳۱ ہجری کو ڈھائی بجے دن کے ہز آنر سر جیمس مسٹن صاحب بہادر لفٹنٹ گورنر صوبجات متحدہ رامپور کے اسٹیشن پر آئے نواب صاحب نے گرمجوشی سے استقبال کیا اور خاص باغ کی کوٹھی میں ٹھہرائے گئے وجہ اس آمد کی یہ تھی کہ نواب صاحب نے شہر میں برقی روشنی جاری فرمائی تھی اور اس کام کو تاریخی یادگار بنانے کے لیے لفٹنٹ گورنر موصوف کو دعوت دی تھی غرضکہ کوٹھی خاص میں تھوڑی سی استراحت کے بعد نواب صاحب کے ساتھ قلعہ کو گئے اور قریب سات بجے شام کے بغرض افتتاح برقی اسٹیم اُسکے موقع کو روانہ ہوئے جس کا کارخانہ نواب دروازے کے متصل واقع ہے جلسہ کارخانے کے میدان میں ایک خوشنما قیمتی خیمے کے تلے منعقد ہوا نوابصاحب نے عمائد خاندان و اراکین ریاست و معززین شہر کو بھی مدعو کیا تھا جو قبل سے موقع پر پہونچ گئے تھے جب ہز آنر اپنے مقام پر بیٹھ گئے تو نواب صاحب افتتاح جلسہ کی اجازت چاہتے ہوئے اپنی نشست سے استادہ ہوئے اور انگریزی زبان میں ایک فصیح و بلیغ اسپیچ دی جب نواب صاحب نے اسپیچ ختم کی تو ہز آنر کھڑے ہوئے اور شادی و مسرت کے عالم میں ایک تقریر کی۔ تقریر کے بعد برقی اسٹیم ہوس کا افتتاح ایک خوشنما چاندی کے پہیے کے ذریعہ سے فرمایا۔ اس پہیے پر افتتاحی مراسم کی تاریخ

کنندہ ہے اور وہ ہز آنر کے سامنے پیش کر دیا گیا۔ پھر جلسے کے خیمے مین آئے اور نواب صاحب نے چند معزز حضرات سادات بارہ و جانسٹھ کو پیش کیا ہز آنر نے اُن سے فرداً فرداً ہاتھ ملایا بعدہ ٹی پارٹی مین گئے جس کا اہتمام ایک علٰحدہ نفیس خیمے مین سلیقہ شعاری سے کیا گیا تھا پھر ہز آنر کا اور نواب صاحب کا گروپ لیا گیا اِس کارروائی کے بعد ہز آنر جلسے کے خیمے مین چلے گئے اور اپنے ہاتھ سے متعلقین کارخانہ کو انعام تقسیم کیا پھر روشنی کھولی گئی جو نہایت صاف و شفاف تھی اور سات بجکر دس منٹ پہ ہز آنر اور نواب صاحب بسواری موٹر اپنے کیمپ کو روانہ ہوے اِس جلسے کی شرکت کے لیے بیرونجات سے بہت سے معززین روسلے ہندوستانی و یورپین بھی مدعو کیے گئے تھے۔ یکم اگست یوم جمعہ کو لفٹنٹ گورنر نے بعض مقامات کی سیر کی جیل خانے کا بھی ملاحظہ فرمایا اور اِس آمد کی یادگار کی خوشی مین نواب صاحب نے بموجودگی ہز آنر خود رجسٹر دیکھ کر پانچ قیدی رہا کیے پھر باغ بے نظیر کو چلے گئے جہان مختصر طور پہ چاء کا انتظام تھا شب کو قلعہ مین دعوت ڈنر کا جلسہ ترتیب دیا جس مین لفٹنٹ گورنر اور بہت سے حکام اضلاع روہیلکھنڈ کے شریک تھے۔ ختم ڈنر پہ نواب صاحب نے جام صحت کے موقع پہ ایک اسپیچ دی اور اُسکے جواب مین لفٹنٹ گورنر نے ایک اسپیچ دی جن کے حرف حرف سے بوے اخلاص و محبت ٹپکتی تھی۔ ۲۔ اگست یوم شنبہ کو دن کے ساڑھے آٹھ بجے لفٹنٹ گورنر عازم بریلی ہوے روانگی پہ پوٹ تھی صرف سکرٹری صاحبان

ریاست بغرض مشایعت اسٹیشن تک گئے۔

(۳۲) ۱۵۔ اکتوبر ۱۳ ۱۹ء کو صوبجات متحدہ کے قائم مقام لفٹنٹ گورنر مسٹر ہیل کو نواب صاحب نے اپنی ریاست مین مدعو کیا اور تاریخ مذکورہ کو صبح کے ساڑھے آٹھ بجے وہ رامپور آگئے نواب اسٹیشن اس رسم کے لیے خوشنما طریقے سے آراستہ کیا گیا تھا کوٹھی خاص باغ مین اتارے گئے صبح کو کھانے کے بعد قلعہ مین آکر کتب خانے کی سیر کی اور سہ پہر کو بے نظیر کی کوٹھی مین نواب صاحب کے ساتھ چار نوشش کی ۱۶۔ اکتوبر کو عازم نینی تال ہوے۔

(۳۳) خلیل خالد بی سفیر دولت علیہ عثمانیہ متعینۂ بمبئی ۹ فروری ۱۴ ۱۹ء کو دہلی سے رامپور آئے ایوان رنگ محل مین بڑے احترام سے ٹھہرائے گئے۔ ۱۰ فروری یوم سہ شنبہ کو خاص باغ کی کوٹھی مین سفیر صاحب کے آنر مین ایک باوقعت گارڈن پارٹی منعقد کی گئی سفیر صاحب نے یہان کے نامی مقامات کی سیر کی اور نواب صاحب کی مہمان نوازی کا شکریہ ادا کیا اور ۱۱ فروری کو مراجعت کی۔

(۳۴) ۱۳ فروری ۱۴ ۱۹ء کو شب کے گیارہ بجے آنریبل سید علی امام صاحب کے سی ایس آئی ممبر کونسل جناب ویسرائے کشور ہند رامپور آئے نواب صاحب نے اسٹیشن تک رسم استقبال ادا کی اور اپنے ہمراہ لائے اور بے حد مدارات و مہمان نوازی کو کام فرمایا۔ اور اُن کے اعزاز مین اتواپ سلامی سر کی گئین۔ ۱۴ فروری کو سہ پہر کے وقت خاص باغ کی کوٹھی مین سید

علی امام کے آنر مین گارڈن پارٹی دی گئی اور وہ اُسی تاریخ شب کے گیارہ بجے دہلی کو چلے گئے۔ نواب صاحب نے جس احترام سے استقبال کیا تھا اُسی پیمانے پر رسم مشایعت ادا کی۔

(۳۵) ۲۴ مارچ ۱۹۱۴ء کو شام کے چھ بجے کی ٹرین سے نواب محمد امیر الدین احمد خان بہادر کے سی آئی ای والی ریاست لوہارو مع اپنے ولی عہد مرزا اعز الدین احمد خان کے رامپور آئے اسٹیشن پر نواب صاحب کی طرف سے عبد المجید خان ریونیو سکرٹری نے استقبال کیا اور کیمپ خاص باغ مین ٹھہرائے گئے جہان نوابصاحب نے بے حد نوازش سے پذیرائی فرمائی مراسم مہمانداری اعلیٰ پیمانے پر عمل مین آئین۔

(۳۶) ۲۵ فروری ۱۹۱۶ء کو شب کے نو بجے ہز آنر سر جمیس مسٹن صاحب لفٹنٹ گورنر ممالک متحدہ رامپور مین آئے اور ۲۶ فروری کو چار بجے سہ پہر کے وقت ریاست کے انگریزی شفاخانے کی جدید عمارت کا افتتاح کرنے کو تشریف لے گئے نواب صاحب نے اوّل انگریزی زبان مین اسپیچ دی جس مین جدید عمارت شفا خانہ کے افتتاح کی خواہش ظاہر کی اسکے جواب مین لفٹنٹ گورنر نے انگریزی زبان مین مناسب تقریر ارشاد کرتے ہوے کہا کہ نواب صاحب رامپور کو ملکی معاملات اور ریاست کی بہبودی اور رفاہ عام مین جو خاص دلچسپی ہے وہ اس سے ظاہر ہے کہ جب مین پہلی دفعہ رامپور آیا تو بجلی گھر کا افتتاح میرے ہاتھ سے ہوا دوسری مرتبہ مسٹن گنج کے قفل کھولنے کا موقع مجکو دیا گیا۔ تیسری بار اس شفاخانے کا افتتاح

میرے ہاتھوں ہونے والا ہے جس کی مبارکباد رعایاے رامپور کی جانب سے میں ہز ہائنس نواب صاحب کو دیتا ہوں یہ کہکر افتتاح شفاخانہ کیا شفاخانے کے ہال میں ہز آنر کو تمام آلات اور سامان موجودہ مُلاحظہ کرایا گیا اس موقع پر ہز آنر نے چند اُن امپیریل فوج کے زخمیوں کو بھی ملاحظہ کیا جو میدان جنگ سے زخمی ہوکر آئے ہیں اور زیر علاج ہیں ہز آنر نے اُن سے مختصر مکالمہ فرماتے ہوے داد شجاعت دی پھر چند پنشن یافتہ افسران فوج پیش ہوے جو ریاست کے باشندے ہیں ہز آنر نے اُن سے ہاتھ ملایا پھر گارڈن پارٹی ہوئی ایک خیمہ حُکّام یورپین کے لیے مخصوص تھا دوسرے میں نواب صاحب کے ہندوستانی مہمان جلسہ گارڈن پارٹی میں شریک ہوے چھ بجے شام کے جُملہ مراسم جلسۂ افتتاح ختم ہوے ۲۷ فروری کو نواب صاحب اور لفٹننٹ گورنر اور اُنکی لیڈی صاحبہ شاہ آباد کی کوٹھی کی سیر کے واسطے موٹر میں شاہ آباد کو گئے ۲۸ فروری کو لفٹننٹ گورنر صاحب مراد آباد کو چلے گئے۔

نواب صاحب بہادر کی ہندوستان کے بعض بعض مقامات میں مُسافرت

(۱) ۲۱ دسمبر ۱۹۰۵ء کو صبح کے پانچ بجے ہز ہائنس ڈاک گاڑی میں سوار ہوکر لکھنؤ کو روانہ ہوے ایک بجے کے قریب وہاں پہونچے تین بجے سر اینٹنی میکڈانل صاحب جی سی ایس آئی لفٹننٹ گورنر ممالک متحدہ

آگرہ وادودھ سے ملاقات اور رسم تہنیت تمغۂ ستارۂ ہند ادا فرما کر رات کے گیارہ بجے خاص ٹرین مین لکھنؤ سے رامپور کو مراجعت کی ۲۲ دسمبر کو صبح کے نو بجے زینت افزا ے رامپور ہوے۔

(۲) ۱۵ مارچ ۱۸۹۸ء کو ہز ہائنس لکھنؤ کو روانہ ہوے ۱۶ کو لکھنؤ مین داخل ہوے اور ہز آنر سر اینٹونی میکڈانل صاحب لفٹنٹ گورنر سے ملاقات کر کے اسی تاریخ ۵ بجے شام کے وقت رامپور کی طرف مراجعت کی اور رات کے ۱۲ بجے ریاست کے اسٹیشن پر داخل ہوگئے۔

(۳) دس جون ۱۸۹۸ء کو بذریعہ اسپشل ٹرین مختصر ہمراہیون اور مخدرات عالیات کے ساتھ نینی تال کو تشریف لے گئے ۱۴ کو ہز آنر آنریبل مسٹر لاٹوش صاحب قائم مقام لفٹنٹ گورنر سے نینی تال مین ملاقات کی ۱۵ جون کو ہز آنر موصوف نے نواب صاحب سے بازدید کی ملاقات کی اور ۱۱ جولائی سنہ مذکور کو نینی تال سے واپس ہوے۔

(۴) ۳ نومبر ۱۸۹۸ء کو ایک بجے شب کے ہز ہائنس بذریعہ میل ٹرین مختصر خدم وحشم کے ساتھ شملے کو روانہ ہوے۔ ۴ نومبر کی شام کو وہان پہونچے ۵ نومبر کو ویسرا ے سے ملاقات کی اور ۷ نومبر روز دوشنبہ کو صبح کے وقت واپس رامپور آگئے۔

(۵) ۳۰ دسمبر ۱۸۹۸ء کو دن کے بارہ بجے نواب صاحب مع بیگمات وخدم وحشم بذریعہ اسپشل ٹرین عازم کلکتہ ہوے اور یکم جولائی ۱۸۹۹ء کو وہان پہونچے القاب سلامی سرحد مین عمدہ طور پر گورنمنٹ کی طرف سے

استقبال کیا گیا۔ بمقام ملیا گھاٹہ ایک عالی شان کوٹھی مین فروکش ہوے مقصود اس سفر سے ہز اکسلنسی لارڈ ایلجن صاحب ویسرائے کشور ہند سے رخصتانہ ملاقات اور لارڈ کرزن صاحب جدید ویسرائے کا خیر مقدم فرمانا تھا ۱۱ جنوری کو آنریبل نواب سید امیر حسین خان صاحب سی آئی ای پریسیڈنسی مجسٹریٹ کلکتہ نے پُر تکلف دعوت دی۔ اسی شہر مین نواب سر خورشید جاہ بہادر کے سی آئی ای امیر کبیر حیدر آباد دکن نے مع اپنے فرزند نواب مظفر جنگ بہادر کے ہز ہائنس کی فرودگاہ پر آکر ملاقات کی۔ مہاراجہ رامیشور سنگھ بہادر والی ریاست دربھنگہ بھی ملے اور اسی روز نوابصاحب نے بھی مہاراجہ صاحب سے ملاقات بازدید فرمائی۔ ۱۵ جنوری کو آٹھ بجے شب کے ایک پُر تکلف دعوت نوابصاحب کو منجانب نواب شمس جہان بیگم المخاطب بنواب فردوس محل صاحبہ سی آئی بیگم آف مرشدآباد دی گئی۔ ۱۶ جنوری کو نواب صاحب مراجعت فرمائے رامپور ہوے۔

(۹) ۲۲ فروری سنہ ۱۹۰۱ء کو رات کے وقت نوابصاحب بذریعہ میل ٹرین لکھنؤ کو راہی ہوے ۲۳ فروری کو صبح کے وقت سر انٹونی میکڈانل صاحب سے ملاقات کی دوپہر دن کے بعد جلسہ دربار قیصر باغ مین جو بغرض فراہمی چندہ کوئن وکٹوریہ میموریل فنڈ لفٹنٹ گورنر نے منعقد کیا تھا شرکت فرمائی۔ اور بعد ایک دلچسپ تقریر کے ایک لاکھ روپے دینے کا وعدہ کیا۔ اور ویسرائے نے جنرل کمیٹی میموریل فنڈ کلکتہ کا نوابصاحب کو پیٹرن بنایا ۲۴ فروری کو واپس رامپور آگئے۔

(۷) ۹ مارچ ۱۹۰۱ء کو نواب صاحب مع خدم وحشم بذریعہ اسپشل ٹرین اسٹیشن رامپور سے سوار ہوئے ۱۰ مارچ کو صبح کے نو بجے علی گڈھ مین رونق افروز ہوے ریلوے اسٹیشن پر نہایت عمدہ طور سے استقبال کیا گیا ہز ہائنس کے خیر مقدم کے لیے بہت بڑا مجمع ہوا تھا جس مین کالج کے ٹرسٹی اور حکّام انگریزی و رؤسائے دیسی موجود تھے نواب صاحب نے بکمال اخلاق ہر ایک سے بات کی اور ہاتھ ملایا اسٹیشن سے نواب محسن الملک کی کوٹھی پر تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر آرام کر کے کھانا کھایا پھر بارہ بجے کالج کو گئے کالج مین نہایت عمدگی سے استقبال کی رسم ادا کی گئی طلبا نے باوجود ممانعت کے اپنی دلی محبّت سے گاڑی کے گھوڑے علٰحدہ کر کے دور تک نواب صاحب کی گاڑی کو کھینچا پھر گاڑی سے اُتر کر اسٹریچی ہال مین جو قبل سے آراستہ کیا گیا تھا گئے۔ آپ کے خیر مقدم مین ایڈریس پیش کیا گیا جس کے جواب مین نواب صاحب نے براہ علم دوستی کالج کی ترقیون پر مسرت ظاہر کی اور اُس وظیفے مین جو ریاست رامپور سے ابتدا سے سو روپے ماہوار مقرر ہین سو روپے ماہوار اور اضافہ فرمائے اور تیس ہزار روپے اُس چندے مین دیے جو کالج مین ملکۂ معظمہ کوئن وکٹوریہ کی ایک یادگار چندے سے قائم کی جائے گی اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ بہت جلد بیس ہزار روپے کی دوسری قسط بھی ارسال کی جائے گی اُسی تاریخ شام کو نواب صاحب مع ہمراہیون کے بذریعۂ اسپشل ٹرین علی گڈھ سے جاورے کو روانہ ہو گئے۔ اثنائے راہ مین ۱۱ مارچ کو ریاست دھولپور مین اُترے اور

ہز ہائنس رانا صاحب بہادر والی ریاست دھولپور کی مزاج پرسی فرمائی جو چند عرصے سے علیل تھے اور ۱۲ کو ریاست دھولپور مین قیام کیا ۱۳ کو دھولپور سے روانہ ہوے اور اُسی روز بھوپال اسٹیشن سے آپ کا اسپشل گذرا یہان رامپور کے باشندون اور دیگر خیرخواہون نے نذرین اور ڈالیان پیش کین۔ ۱۴ مارچ کو شام کے وقت جاورے کے اسٹیشن پہ ورود ہوا ہز ہائنس نواب صاحب بہادر والی ریاست جاورہ نے مع دوسرے ارکان ریاست کے استقبال کیا سلامی کی توپین سر ہوئین ۱۵ مارچ روز جمعہ کو یہان قیام ہوا اور اُسی روز شب کو مع جناب بڑی بیگم صاحبہ کے (جو قبل سے اپنے میکے مین بغرض شرکت ایک تقریب کے آئی ہوئی تھین) رامپور کی طرف روانہ ہوے اور ۱۷ مارچ کو اپنے دارالریاست مین پہونچ گئے۔

(۸) ۱۱ نومبر ۱۹۰۱ کو نواب صاحب مختصر خدم وحشم کے ساتھ بذریعہ اسپشل ٹرین دن کے تین بجے الہ آباد کی جانب روانہ ہوے۔ ۱۲ تاریخ کو صبح کے نو بجے وہان پہونچے اور مہاراجہ دربھنگہ کی کوٹھی مین قیام کیا اور سرانٹونی میکڈانل صاحب جی سی ایس آئی لفٹنٹ گورنر ممالک متحدہ سے رخصتانہ ملاقات کی اور سر جیمیس ڈگلس لاٹوش صاحب کے سی ایس آئی جدید لفٹنٹ گورنر سے ملاقات کرکے اُن کے تقرر کی جو اُنھون نے ۱۴ نومبر کو لفٹنٹی کا چارج لیا تھا مبارکباد دی اور ۱۴ کو شام کے سات بجے اپنی دارالریاست کی طرف روانہ ہو کر ۱۵ کو صبح کے نو بجے یہان آگئے۔

(۹) ۲۳ مئی ۱۹۰۲؁ء کو نواب صاحب مع خدم و حشم کے نینی تال کو روانہ ہوئے اور یکم جون کو دن کے بارہ بجے واپس آ گئے ہز آنر لفٹننٹ گورنر ممالک متحدہ سے عمدہ طور پہ ملاقات اور سالگرہ حضور قیصر ہند کے دربار مین شرکت فرمائی۔

(۱۰) ۲۶ دسمبر ۱۹۰۲؁ء یوم جمعہ کو نواب صاحب اہلکاران معززاور خدم و حشم کے ساتھ بذریعہ اسپشل ٹرین بغرض شرکت دربار تاج پوشی حضور ایڈورڈ ہفتم قیصر ہند دہلی کو روانہ ہوئے اور ریاست سے سواران امپیریل سروس بھی دربار دہلی کی قواعد مین شریک ہونے کو بھیجے گئے بوجہ اس کے کہ رامپور مین اُن کے ایک صاحبزادے مرض چیچک مین مبتلا ہو گئے تھے ویسرائے سے بحالت مجبوری اجازت لے کر ۷ جنوری ۱۹۰۳؁ء کو دہلی سے ریاست رام پور کو لوٹے اور اُسی روز دو بجے شب کے یہان پہونچ گئے۔

(۱۱) ۱۷ مئی ۱۹۰۳؁ء کو چھ بجے شام کے نواب صاحب مختصر خدم و حشم اور مخدرات عالیات کے ساتھ کوہ منصوری کو تشریف لے گئے ۱۸ مئی کو صبح کے چار بجے دیرہ دون مین داخل ہوئے۔ تھوڑی دیر استراحت فرما کر منصوری کا عزم کیا عصر کے وقت وہان جا پہونچے دو جون سنہ مذکور کو واپس کوہ منصوری سے نو بجے کے قریب داخل دار الریاست ہوئے۔

(۱۲) ۱۵ اکتوبر ۱۹۰۳؁ء کو ۵ بجے شام کے ہز ہائنس مع ارکان دولت و مختصر خدم و حشم و نواب صاحب لوہارو کے بذریعہ اسپشل ٹرین عازم بمبئی

دپونا ہوے یہ سفر بہ نظر تبدیل آب و ہوا اختیار کیا تھا اور ۱۷۔ اکتوبر کو علی الصباح وہان پہونچ کر ملیبار ہل مین قیام فرمایا۔ اِس تبدیل آب و ہوا نے نواب صاحب کی طبیعت کو نہایت فرحت بخشی۔ ۱۹ نومبر سنہ مذکور کی شام کو مع ہمراہیون کے بمبئی سے واپس ہو کر رامپور مین داخل ہوے۔

(۱۳) ۱۶۔ اکتوبر سنہ ۱۹۰۵ء کو ۸ بجے بذریعہ اسپشل ٹرین نوابصاحب مع ارکان ریاست و مختصر خدم و حشم شملے کو گئے اور لارڈ کرزن ویسرائے کشور ہند سے رخصتانہ ملاقات کر کے ۲۰۔ اپریل کو لوٹ آئے۔

(۱۴) ۲۴ دسمبر سنہ ۱۹۰۵ء کو نوابصاحب شہزادہ ولی عہد بہادر انگلستان (جو اِس وقت جارج پنجم ہین) کی ملاقات کو لکھنؤ تشریف لے گئے اور اُن سے ملاقات کا افتخار حاصل کر کے ۲۹ دسمبر کی شب کو مع الخیر رامپور داخل ہوے۔

(۱۵) ۲۰ مارچ سنہ ۱۹۰۶ء کو رات کے وقت نواب صاحب مع بیگمات اور مختصر اہلکاران ریاست اور خدم و حشم کے بذریعہ اسپشل ٹرین ریاست مالیرکوٹلہ کو گئے۔ جب ۲۴ فروری سنہ مذکور کو نواب احمد علی خان ریجنٹ مالیرکوٹلہ رامپور آئے تھے تو نواب صاحب سے اُنھون نے استدعا کی تھی کہ مالیرکوٹلہ مین رونق افروز ہون اور نواب صاحب نے براہ وسعت اخلاق وعدہ فرمالیا تھا۔ ۲۹ مارچ کو صبح کے دس بجے نواب صاحب کی اسپشل ٹرین جس وقت مالیرکوٹلہ پہونچی تو نواب احمد علی خان ریجنٹ

مالیرکوٹلہ مع تمام عمائد خاندان و اہلکاران و افسران مالیرکوٹلہ کے بغرض استقبال اسٹیشن پر موجود تھے۔ جس وقت نواب صاحب گاڑی سے برآمد ہوئے تو گارڈ آف آنر نے سلامی دی اور سلامی کی توپین سر ہونا شروع ہوئین نواب صاحب بہمراہی ریجنٹ صاحب چوکڑی گاڑی مین سوار ہو کر کوٹھی مین گئے جو بیرون شہر ہے۔ شام کے پانچ بجے حسب استدعاے ریجنٹ صاحب حامد بازار کے افتتاح کے واسطے تشریف لے گئے وسط بازار مین شامیانہ کارچوبی استادہ تھے اور اُس کے نیچے کرسیان بچھی ہوئی تھین۔ جب نواب صاحب پہونچے تو مالیرکوٹلہ کے ریجنٹ صاحب نے کھڑے ہوکر کہا کہ "آج کا دن ریاست کوٹلہ کی تاریخ مین نہایت فخر کا دن ہے ہز ہائنس جناب نواب صاحب بہادر والی رامپور نے میری خواہش کے موافق تکلیف گوارا کی اور کوٹلے مین آئے اور براہ مہربانی اِس بازار کا افتتاح فرمایا اور یہ منظور کیا کہ یہ بازار اُن کے نام سے موسوم رہے"

اِس کے جواب مین نواب صاحب رامپور نے حسب ذیل تقریر فرمائی "یور ہائنس مجھے نہایت مسرت ہے کہ جب آپ رامپور تشریف لیگئے تھے اور جو وعدہ مین نے آپ سے کیا تھا وہ آج پورا ہوا اگرچہ اس وقت بعض وجوہ سے میرا قیام مالیرکوٹلہ مین چند گھنٹے سے زائد نہین ہوسکتا مگر اس تھوڑے وقت مین جس محبت اور خلوص کا برتاؤ آپ نے کیا اُس کا مین شکرگذار ہون مین یہ دیکھ کر بھی نہایت خوش ہوا کہ آپکی توجہ اپنے ملک اور رعایا کی بہبود کی جانب زیادہ مبذول ہے چنانچہ اس وقت

آپ نے جس تقریب مین مجھے مدعو کیا ہے یہ تقریب بھی ایک نمونہ اُسی عالی ہمتی اور رعایا پروری کا ہے مین بصد مسرت اس بازار کا افتتاح کرتا ہون مجھے نہایت خوشی ہے کہ یہ بازار میرے نام سے موسوم رہے گا اور مجھے فخر ہے کہ ایک اسلامی ریاست مین میرے نام کے ساتھ ایسی یادگار قائم ہوئی جو تجارت اور تمدن کی ترقی کا اعلیٰ ذریعہ ہے۔ خداوند عالم سے میری دلی استدعا ہے کہ آپ کے ہاتھ سے اس قسم کے بہت سے کام انجام پائین اور یہ ریاست سرسبزی اور ترقی کا عمدہ نمونہ ہو۔"

بینڈ نے جو اس موقع پر موجود تھا خوشی کا اعلان کیا اور سلامی کی توپین سر ہوئین ۱ بجے کے بعد نواب صاحب امام باڑے اور قلعہ کا ملاحظہ کرتے ہوئے کوٹھی کو واپس آئے۔ اور شب کو دو بجے بسواری اسپشل ٹرین وہان سے معاودت فرما کر ۳ مارچ کو دو بجے دن کے رامپور مین داخل ہوئے

(۱۰۶) ۱۶ جولائی سنہ ۱۹۰۶ء کو دن کے گیارہ بجے نواب صاحب بریلی گئے اور ۱۷ جولائی کو افتتاح بریلی کالج مین شرکت فرمائی جسکی افتتاحی رسم سر جیمس ڈگلس لاٹوش صاحب کے سی ایس آئی لفٹنٹ گورنر ممالک متحدہ آگرہ و اودھ نے ادا کی تھی۔ ہز آنر نے ہنگام افتتاح اپنی تقریر مین نواب سید کلب علیخان مرحوم اور نواب سید حامد علیخان بہادر کی قیمتی امداد و اعانت کا عمدہ الفاظ مین تذکرہ فرما کر شکریہ ادا کیا۔ نواب صاحب اُسی تاریخ دن کے دو بجے واپس رامپور آگئے۔

(۱۰۷) ۶ جنوری سنہ ۱۹۰۷ء کو نواب صاحب ارکان دولت اور

مختصر سے خدم وحشم کے ساتھ بذریعہ اسپشل ٹرین آگرے کو روانہ ہوے جہان ہز مجسٹی امیر حبیب اللہ خان والی کابل اور لارڈ منٹو ویسرائے کشور ہند کے ایک بہت بڑے دربار مین شرکت کی۔ ۱۱ جنوری کے جلسۂ ڈنر مین جو ویسرائے نے امیر کی تشریف آوری کی خوشی مین آگرے مین منعقد کیا تھا شریک تھے۔ ۱۳ جنوری کو شب کے وقت آگرے سے رامپور مین آگئے کیونکہ خود بھی علیل ہوگئے تھے اور ولی عہد بہادر کی علالت کا تار بھی رامپور سے پہونچا تھا۔

(۱۸) ۱۱ نومبر ۱۹۰۸ کو شب کے نو بجے نواب صاحب الہ آباد کو روانہ ہوے ۱۲ کی صبح کو وہان پہونچ کر ہز آنر لفٹنٹ گورنر ممالک متحدہ سے ملاقات کی اور ہز آنر کے ساتھ لنچ نوش فرمایا۔ ۴ بجے ہز ہائنس نے مہاراجہ صاحب بنارس اور جمیع رؤساے صوبۂ آگرہ کی جانب سے لفٹنٹ گورنر کے سامنے ایڈریس پڑھا لفٹنٹ گورنر نے نہایت عمدہ الفاظ مین ایڈریس کا جواب دیا اور نواب صاحب کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ یہ پہلا موقع ہے کہ ایک بااختیار رئیس اپنی ریاست کے ملحق اضلاع کے رئیسون کے ساتھ آکر اظہار خیر خواہی و خیر سگالی حضور ملک معظم قیصر ہند ادا کرے یہ اس ڈیپوٹیشن کے واسطے بہت بڑا فخر ہے اسی تاریخ شب کے ایک بجے نواب صاحب کانپور کو عزیمت فرما ہوے اور ۱۳ نومبر کو صبح کے دس بجے کانپور مین پہونچے یہان نواب صاحب کا رسالہ نوان ہُڈسن ہارس آج کل موجود تھا نواب صاحب رسالے کو دیکھنے کو گئے اور اپنا بہت سا وقت

مسکوٹ مین دوسرے افسرون کے ساتھ صرف کیا اور شب کا کھانا مسکوٹ مین کھایا اسٹیشن پر رسالے کا کرنیل اور دوسرے یورپین اور ہندوستانی افسران رسالہ استقبال کو آئے تھے اُسی تاریخ شب کے بارہ بجے نواب صاحب نے کانپور سے رامپور کو مراجعت کی۔

(۱۹) ۲۴ جنوری کو شب کے گیارہ بجے بذریعۂ اسپشل ٹرین نواب صاحب مع خدم وحشم عازم کلکتہ ہوے ۲۵ جنوری کو لکھنؤ پہونچ کر لفٹنٹ گورنر ممالک متحدہ آگرہ واودھ سے ملاقات کی اور گیارہ بجے جلسہ فیمن ریلیف فنڈ مین شرکت فرماکر بعطاے چندۂ معقول علو ہمتی کو کام فرمایا اور نہضت فرماے کلکتہ ہوے ۲۸ جنوری کو دہان پہونچے تو آپ سلامی سرہوئین ویسراے نے ہیسٹنگ ہوس مین آپ کو ٹھہرایا یہ وہی ایوان ہے جس مین امیر کابل حبیب اللہ خان ٹھہرے تھے ہز اکسلنسی لارڈ منٹو نے نواب صاحب کو تمغاے جی سی آئی ای ایک جلسۂ دربار مین عطا کیا یکم فروری کو نواب صاحب نے کلکتہ سے مراجعت کی اور ۲ فروری کی شب کو ۹ بجے رامپور مین پہونچ گئے۔

(۲۰) ۲۱ فروری ۱۹۰۸ء کو نواب صاحب مع خدم وحشم کے علی گڑھ گئے اسلامی کالج کے جلسے مین سرجان ہیوٹ صاحب لفٹنٹ گورنر ممالک متحدہ کے ساتھ شرکت کی ۲۲ فروری کو صبح کے سات بجے دہان پہونچے ٹرسٹیان کالج نے استقبال کیا اور اسٹیشن سے نواب صاحب کالج گئے کالج مین بڑی گرمجوشی سے استقبال کیا گیا۔ ساڑھے آٹھ بجے

لفٹنٹ گورنر کالج مین آئے تو نواب صاحب نے اُن کا استقبال کیا اور
اسٹریچی ہال مین نواب صاحب نے نہایت دلچسپ اور دل پذیرانہ تقریر کی
اور اپنی دوسری نہایت مہتم بالشان اسپیچ مین طُلبائے کالج کو نہایت
گرانمایہ نصائح سے مالامال کیا اور اپنی فیّاضی و علوہمّتی سے دس ہزار روپے
یونین کلب کے چندے مین اور پندرہ ہزار روپے محسن الملک فنڈ مین
عطا کیے اور ہز آنر کے ساتھ کھانا کھایا بارہ بجے دن کے رامپور کو
مراجعت کی۔

(۲۱) ۹ مارچ ۱۹۰۹ء کو شب کے ڈھائی بجے مع مختصر خدم وحشم کے
جاورے کی طرف روانہ ہوے ۱۱ مارچ کو بارہ بجے کے بعد جاورہ پہونچے
اسٹیشن جاورہ پر نواب صاحب جاورہ نے استقبال بڑے کروفر سے کیا
سلامی کی توپین سر ہوئین۔ نواب صاحب نے یار محمد خان مدارالمہام
جاورہ کی رسم تعزیت ادا کی جنھون نے ۲۷ فروری کو ۵ بجے شام کے
انتقال کیا تھا۔ ۱۴ مارچ کو گیارہ بجے رات کے جاورے سے معاودت کی
اور ۱۶ مارچ کو رامپور مین داخل ہو گئے۔

(۲۲) نوابصاحب نے ریاست ہاے دھولپور۔ دتیا اور گوالیار مین
تشریف لے جاکر وہان کے مہاراجگان سے ملاقات کی چنانچہ ۱۲۔ اپریل
۱۹۰۹ء کو رات کے وقت مع اسٹاف و سرداران ریاست و مختصر
خدم وحشم کے روانہ ہوے۔ ۱۳۔ اپریل کو دن کے گیارہ بجے دھولپور
کے اسٹیشن پر پہونچے وہان مہاراج رانا رام سنگھ صاحب والی ریاست

دھولپور مع اپنے اسٹاف اور سرداران ریاست اور گارڈ آف آنر کے قبل سے موجود تھے اور اسٹیشن جھنڈیوں اور بیرقوں سے بڑے کروفر کے ساتھ آراستہ کیا گیا تھا۔ مہاراجہ نے نوابصاحب کا بڑے تپاک سے استقبال کیا بعدہ مہاراجہ نواب صاحب کو موٹر پر بٹھا کر شہر مین لے گئے اور باقی ماندہ ہمراہی اسپشل پر رہے چار بجے نوابصاحب اور مہاراجہ شہر سے اسٹیشن پر واپس آگئے اور پانچ بجے نواب صاحب کا اسپشل دھولپور سے دتیا کو روانہ ہوا اثنائے راہ مین اسٹیشن گوالیار پر مہاراجۂ عالی جاہ مادھوراؤ بہادر سیندھیا والی گوالیار نواب صاحب سے ملے نصف گھنٹہ ٹرین ہی پر پطف صحبت رہا مہاراجہ نے نواب صاحب سے ہنگام واپسی گوالیار مین تشریف آوری کا وعدہ لیا۔ بعدہ نوابصاحب کا اسپشل گوالیار سے دتیا کو روانہ ہوا۔ ۹ بجے شب کے نواب صاحب دتیا کے اسٹیشن پر پہونچے مہاراجہ گوبند سنگھ بہادر والی دتیا نے مع اپنے اسٹاف وارکین ریاست کے نہایت گرم جوشی واتحاد ومودت سے رسم استقبال اداکی اور مہاراجہ صاحب نواب صاحب کو موٹر کار مین سوار کراکر کیمپ مین لائے اور بعد کو تمام ہمراہی گھوڑا گاڑیون مین بیٹھ کر کیمپ کو آئے کیمپ عمدہ طور سے قائم کیا گیا تھا اور سامان مہمانداری عمدہ طریقے سے فراہم تھا۔ ۱۴۔ اپریل کو سہ پہر کے وقت مہاراجہ صاحب نواب صاحب کے کیمپ مین آئے اور نواب صاحب شہر ونتیا کے نامی مقامات کے ملاحظے کو سوار ہوے مہاراجہ صاحب ہمراہ تھے۔

۱۵۔اپریل کو نواب صاحب نے دتیا مین قیام کیا۔۱۶۔اپریل کو شب کے دس بجے نواب صاحب دتیا سے کانپور کو راہی ہوے۔ اسٹیشن تک مہاراجہ دتیا نے مشایعت کی کانپور جانے کی وجہ خاص یہ تھی کہ کانپور مین لوہا ڈھالنے کی غرض سے ایک کمپنی (ایسٹ انڈیا سولنگ ملز) کے نام سے قائم کی گئی تھی۔ کمپنی نے ۴۔اپریل کو ایک ڈیپوٹیشن ریاست رامپور مین بھیجا تھا اور نواب صاحب سے درخواست کی تھی کہ حضور اپنے الطاف وکرم سے اس کمپنی کی افتتاحی رسم ادا فرمائین نوابصاحب نے اُنکی درخواست منظور کی اور ۱۷۔اپریل مقرر کی تھی۔ چنانچہ ۱۷۔اپریل کو صبح کے چھ بجے نواب صاحب کا اسپشل اسٹیشن کانپور پر داخل ہوا اسٹیشن بڑی خوبی سے آراستہ تھا بہت سے عائد استقبال کو موجود تھے جب نواب صاحب ٹرین سے برآمد ہوے توسب نے رسم استقبال اداکی اور مسلمانان کانپور کی طرف سے ایڈریس پیش کیا گیا جسکو نواب صاحب نے خوشی سے منظور فرمایا اور بفصاحت تمام اُس کا جواب دیا اِس کے بعد نوابصاحب نے اپنے ہاتھ سے کل کا افتتاح فرمایا۔ اُسی وقت کارخانہ جاری ہو گیا اور چند آہنین پٹریان ڈھال کر معائنہ کرائی گئین بارہ بجے دن کے لنچ نوش کیا اور ایک بجے گوالیار کی طرف روانہ ہوے۔ نو بجے شب کے گوالیار کے اسٹیشن پر پہونچ گئے۔ مہاراجہ صاحب والی گوالیار نے مع اپنے اسٹاف اور سرداروں کے اسٹیشن پر استقبال کیا اور دونون والی ملک موٹر مین سوار ہو کر شہر مین آئے۔ مہاراجہ صاحب نے

نواب صاحب کو لپنے ایوان خاص مین ٹھہرایا اور باقی ہمراہی اسٹیشن سے مہاراجہ صاحب کے اسپشل مین آئے اور پھول باغ اور موتی محل مین ٹھہرائے گئے۔ سامان مہمانی عمدہ تھا۔ ۱۸۔ اپریل کو سہ پہر کے وقت کوٹھی جل بہار مین مہاراجہ صاحب نے ٹی پارٹی کا جلسہ ترتیب دیا جس مین نواب صاحب مع ہمراہیان شریک ہوے اور شب کو جلسۂ دعوت نہایت اہتمام سے کیا گیا جس مین گوالیار کے معزز اہلکار بھی شریک تھے۔ ۱۹۔ اپریل کو بوقت صبح مہاراجہ صاحب نے نواب صاحب کو فوج کی قواعد دکھائی۔ تخمیناً نو ہزار فوج تھی۔ بعدہ مہاراجہ صاحب اور نواب صاحب ۴۵ میل پر شیر کے شکار کو بسواری موٹر گئے جہان ایک شیر اور ایک گلدار شکار کیا اور مغرب سے قبل واپس چلے آئے۔ شب کے بارہ بجے نواب صاحب نے گوالیار سے اپنی دارالریاست کا عزم کیا مہاراجہ سیندھیا نے مع اسٹاف اور سرداران ریاست کے اسٹیشن گوالیار تک رسم مشایعت ادا کی۔ نواب صاحب ۲۰۔ اپریل کو دن کے بارہ بجے رامپور پہونچ گئے۔ راجہ کشن کمار صاحب رئیس سہس پور بلاری بھی اس سفر مین آپ کے ساتھ تھے جو اسٹیشن ڈھکیا سے ساتھ ہوے تھے واپسی مین وہین سے رخصت ہوگئے۔

(۲۳۳) ۲۹ نومبر ۱۹۰۹ء کو نواب صاحب مع مختصر خدم وحشم کے بذریعہ اسپشل ٹرین بغرض تبدیل آب وہوا بمبئی کو روانہ ہوے اور یکم دسمبر کو دن کے بارہ بجے وہان پہونچے اور ایک اعلیٰ درجے کی

کوٹھی مین جو سیٹھ داؤ سا سون کی ملک ہے مالابار ہپاڑی پر قیام پذیر ہوے ۳ جنوری سنہ ۱۹۱۰ء کو شب مین بمبئی سے بذریعۂ اسپشل ٹرین نہضت فرماے الہ آباد ہوے اور ۴ جنوری کو وہان داخل ہوے اور ۵ جنوری کو ہز آنر لفٹنٹ گورنر ممالک متحدہ واگرہ و اودھ کی کونسل مین جو بمقام الہ آباد میوہال مین منعقد ہوئی تھی شرکت فرمائی اور اسی تاریخ ۷ بجے شام کے الہ آباد سے رامپور کو نہضت فرما ہوے اور ۶ جنوری کو ساڑھے دس بجے دن کے یہان آگئے۔

(۲۴) جون سنہ ۱۹۱۰ء مین شب کے وقت مع بیگمات و مختصر خدم وحشم کے نواب صاحب بذریعۂ اسپشل ٹرین نینی تال کو بغرض تبدیل آب وہوا روانہ ہوے اور اپنے کیمپ کشن پور نینی تال مین رونق افروز ہوے اور ۲۵ ۔ اکتوبر کو عصر کے وقت واپس دارالریاست مین آگئے۔

(۲۵) ۶ فروری سنہ ۱۹۱۱ء کو شب کے گیارہ بجے نواب صاحب مع مختصر خدم وحشم کے بذریعۂ اسپشل ٹرین نہضت فرماے دہلی ہوے اور سنٹرل کمیٹی انتظامی دربار تاج پوشی دہلی مین شرکت فرمائی۔

(۲۶) ۱۱ مارچ سنہ ۱۹۱۱ء کو شب مین بذریعۂ اسپشل ٹرین نہضت فرماے لکھنؤ ہوے اور ۱۲ مارچ کو آٹھ بجے ۴۰ منٹ پر مع الخیر داخل لکھنؤ ہوے یہان قبل سے آپ کے خیر مقدم کے لیے معززین اور شرفاے لکھنؤ موجود تھے جنھون نے نواب صاحب سے شرف ملازمت حاصل کیا اور ۱۲ بجے

گورنمنٹ ہوس کو بغرض ملاقات ہزآنر سرجان پرسکاٹ ہیوٹ صاحب بہادر لفٹننٹ گورنر ممالک متحدہ آگرہ واودھ بسواری موٹر تشریف لیگئے اور ملاقی ہوے۔ ۱۳ مارچ کو گورنمنٹ ہوس لکھنؤ مین قانونی کونسل کا اجلاس تھا نواب صاحب گیارہ بجے گورنمنٹ ہوس مین سے گئے اور بعد اختتام اجلاس بذریعہ اسپشل ٹرین رونق افزاے دارالریاست ہوے۔

(۲۷) ۲ دسمبر ۱۹۱۱ء کو شام کے چھ بجے کے قریب مع خدم وحشم بذریعہ اسپشل ٹرین دربار تاج پوشی دہلی کی شرکت کی غرض سے راہی ہوے کیمپ وہان پہلے سے آراستہ وتیار تھا وہان پہونچ کر دربار تاج پوشی کی تقریبات مین شرکت فرمائی۔

(۲۸) ۲۲ دسمبر ۱۹۱۲ء کو نواب صاحب مع مختصر خدم وحشم بذریعہ اسپشل ٹرین دہلی کو لارڈ ہارڈنگ صاحب ویسرائے کے دربار مین شریک ہونے کو گئے اور ۲۴ دسمبر کو واپس آگئے۔

(۲۹) ۲۴۔ دسمبر ۱۹۱۲ء کو شب کے بارہ بجے نواب صاحب مع مختصر خدم وحشم کے نہضت فرماے لکھنؤ ہوے جہان آل انڈیا مسلم یونیورسٹی فونڈیشن کمیٹی کے ضروری جلسون مین بحیثیت صدرنشین شرکت فرمائی اور ۲۵۔ و ۲۶ دسمبر تک لکھنؤ مین قیام فرمایا اور ۲۷ دسمبر کو مع الخیر صبح کے آٹھ بجے واپس داخل دارالریاست ہوے۔

(۳۰) ۲۳ جنوری کو بوقت شب بغرض مزاج پرسی لارڈ ہارڈنگ صاحب ویسرائے ہند دہلی کو روانہ ہوے بعد ملاقات ومزاج پرسی ۲۴ جنوری کو

بوقت شب واپس چلے آئے۔

(۳۱) ۲۶ مئی ۱۹۱۳ء کو شب کے بارہ بجے نوابصاحب بغرض ملاقات ہزآنر سر جیمس میسٹن صاحب بہادر لفٹنٹ گورنر ممالک متحدہ آگرہ و اودھ و بنجیال تبدیل آب وہوا مع مختصر خدم وحشم نینی تال کو روانہ ہوئے اور ۷ جون ۱۹۱۳ کو واپس آ گئے۔

(۳۲) ۲۱ ستمبر ۱۹۱۳ء کو شام کے سات بجے نواب صاحب مع مختصر خدم وحشم کے عازم شملہ ہوئے ۲۲ ستمبر کو ڈیڑھ بجے شملے پہونچے۔ ریلوے اسٹیشن پر ویسرائے کی طرف سے اُن کے ایڈی کانگ اور آنرایبل مسٹر سید علی امام صاحب لا ممبر موجود تھے نواب صاحب نے ویسرائگل لاج مین قیام کیا ویسرائے نے تین روز تک آپ کو مہمان رکھا اور ایک روز نواب صاحب کے آنرمین دعوت ڈنر بھی دی۔ ۲۵ ستمبر کو نوابصاحب مسٹر سیّد علی امام کی کوٹھی پر تشریف لے آئے اور وہان دن بھر قیام کیا اور شب کا کھانا نوش فرماکر ۱۲ بجے رات کے شملے سے روانہ ہوئے اور مع الخیر رامپور پہونچ گئے۔

(۳۳) ۱۴ نومبر ۱۹۱۳ کو شب مین نوابصاحب لکھنؤ تشریف لیگئے اس سفر کی زحمت سر جیمس میسٹن صاحب لفٹنٹ گورنر ممالک متحدہ کے استقبال کے لیے گوارا کی گئی جو لندن کے طول طویل سفر کے بعد صوبے مین داخل ہونے والے تھے ۱۵ نومبر کو ہز آنر لکھنؤ مین آئے اور نوابصاحب نے اسٹیشن پر ملاقات کرکے اس زحمت کا خاص الفاظ مین شکریہ ادا کیا۔

(۳۴) ۶ جولائی ۱۹۱۳ء کو شب کے بارہ بجے نوابصاحب ہیوٹ صاحب سابق لفٹننٹ گورنر ممالک متحدہ آگرہ واودھ کی صاحبزادی کی شادی کے مراسم مین شرکت فرمانے کو دلّی گئے جو کپتان اٹکنس صاحب متعلقہ ہڈسن ہارس ایڈیکانگ ویسرائے کے ساتھ سینٹ جیمس چرچ مین ایک کثیر التعداد نامور لوگون کے مجمع مین ہوئی بعد مراسم مذکورہ دولھا اور دلھن نوابصاحب کے ساتھ ہنیمون کا زمانہ رامپور مین بسر کرنے کیلیے روانہ ہوے دونون خاص باغ مین پہونچائے گئے

(۳۵) ۹ جنوری ۱۹۱۴ء کو نوابصاحب لکھنؤ گئے جہان ویسرائے کے زمانۂ سیاحت لکھنؤ مین شرکت اور ملاقات فرماکر ۱۱ جنوری کو واپس آگئے۔

(۳۶) ۲۶ مئی ۱۹۱۴ء کو بریلی تشریف لے گئے اور وہان سے نینی تال چلے گئے اور ۴ جولائی کو واپس آگئے۔

(۳۷) ۳۱ مئی ۱۹۱۵ء کو نواب صاحب بغرض تبدیل آب وہوا مختصر خدم وحشم کے ساتھ بعزم نینی تال بریلی کو روانہ ہوے اور وہان سے بذریعۂ موٹر نینی تال پہونچے اور ۴ جولائی کو یکشنبہ کے دن ۱۱ بجے واپس رامپور مین تشریف لے آئے۔

گورنمنٹ انگلشیہ کے مراسم خوشی وغم مین نوابصاحب کا حصہ لینا

(۱) جشن شصت سالہ سلطنت (ڈائمنڈ جوبلی) جناب ملکۂ قیصرۂ ہند

کے موقع پر نواب صاحب نے ۲۱ و ۲۲ و ۲۳ جون ۱۸۹۷ء کو تمام دفاتر مین
تعطیل کرائی۔ ۲۲ جون کی صبح کو ساٹھ توپ کی شاہی سلامی سر ہوئی اور
صبح کے وقت کُل فوج کی پریڈ بنفس نفیس ملاحظہ فرمائی۔ فوج فل ڈریس مین تھی
ایسے قیدی جو کسی سنگین جرم کے عوض مین محبوس نہ تھے بحساب دس فی صدی
رہا کیے گئے غربا کو اُس روز خیرات تقسیم کی گئی شام کو کُل شہر مین روشنی ہوئی
اور آتشبازی چھوٹی اور شب کے وقت آٹھ بجے کے قریب دربار لیوی
منعقد فرمایا جس مین تمام اہل خاندان وارکان دولت و معززین ریاست
شریک تھے مدار المہام نے دربار مین گورنمنٹ ہند کا خریطہ پڑھا جو اسی
تقریب مین وصول ہوا تھا بعدہ ہز ہائنس کی جانب سے ایک اسپیچ دی
جس مین جناب ملکۂ قیصرہ ہند کے الطاف و اعطاف خسروانہ اور اُن کی
نیک حکومت اور اقبال مندی کا ذکر خیر تھا اس کے بعد نہایت خوشی سے
ظاہر کیا گیا کہ اس جشن جوبلی کی نیک یادگار مین نواب صاحب نے
منظور فرمایا ہے کہ بصرف ایک لاکھ روپیہ شہر مین اور صاف پانی نلون کے
ذریعے سے اہالی شہر کے لیے جاری کیا جائے تاکہ خاص و عام اُس سے
مستفید ہون اور اُن کی صحت و تندرستی مین ترقی رہے اس نیک اور
مفید کام کے لیے ایک نہایت عمیق اور کلان کنوان مثل لکھنؤ اور لاہور
وغیرہ کے کھودا جائے گا اور اُس سے تمام شہر کے باشندون کو پانی
پہونچا کرے گا اور کہا کہ نواب صاحب کی یہ بھی تجویز ہے کہ اس جشن کی
یادگار مین ایک لیڈی ڈاکٹر واسطے زنانہ اسپتال کے جو بطور شاخ

لیڈی ڈفرن فنڈ اسپتال کے یہان قائم ہے مقرر ہوگی اس کے بعد نواب صاحب نے فرمایا کہ تمام حضار دربار جناب ملکہ قیصرۂ ہند کی ترقی عمر و دولت کے لیے دعا کرین سب نے بطیب خاطر دعا کی اور انہی دعائیہ کلمات پر دربار برخاست ہوا اور اسی وقت باضابطہ جناب قیصرۂ ہند کے حضور مین تہنیت کا ایڈریس بذریعۂ تار برقی نواب صاحب نے ارسال فرمایا اس تقریب کے موقع پر نواب صاحب انگریزی فوج کے آنریری میجر مقرر کیے گئے۔

تنبیہ ان مین سے ابتک پانی کے نل شہر مین جاری نہین ہوے آب رسانی کے لیے مسجد جامع کے قریب کنوان کھدنا شروع ہوا باوجود بڑی لاگت کے کامیابی نہوئی۔

(۳) گورنمنٹ ہند نے ہز ہائنس کی سچی ہمدردی اور اظہار محبت کا اعتراف فرما کر جنوبی افریقہ کی جنگ بوئران کے لیے بطور امداد پچاس گھوڑون کی منظوری صادر فرمائی چنانچہ ۱۳ جنوری سنہ ۱۹۰۰ء کو شہنشاہی خدمات کے لیے پچاس گھوڑے منتخب تعلیم یافتہ مع پچاس سائیسون کے آٹھ گاڑیون مین بذریعہ میل ٹرین بمبئی کو روانہ کر دیے گئے ایک گارد سوارون کا ہمراہ دیا۔

(ب) ۳ مارچ سنہ ۱۹۰۰ء کو ہز ہائنس نے محاصرۂ لیڈی اسمتھ جنوبی افریقہ کی تخلصی کی خوشی مین ۱۰۱ توپ تہنیت بطور شاہی سلامی کے سر کرائین اور بذریعۂ تار برقی جناب ویسرائے کشور ہند اور مسٹر انٹونی

میکڈانل صاحب لفٹنٹ گورنر ممالک متحدہ اور لارڈ رابرٹس کو جنوبی افریقہ مین مبارکباد دی۔

(۲) ۷ جون ۱۹۰۰ء یوم پنجشنبہ کو فتح پریٹوریہ دارالصدر ٹرانسوال کی خوشی مین ہز ہائنس نے ایک جشن ترتیب دیا اور جناب ویسراے و لفٹنٹ گورنر ممالک متحدہ اور ایجنٹ ریاست کو مبارکباد کے تار روانہ کیے اور ۳۱ توپین سلامی کی بطور تہنیت کے سر کرائین۔

(۳) ۲۳ جنوری ۱۹۰۱ء کو بوقت صبح تار آیا کہ ۲۲ جنوری کو شام کے سات بجے جناب ملکۂ وکٹوریہ قیصرۂ ہند و انگلستان نے انتقال کیا اِس تار کے وصول ہوتے ہی نواب صاحب نے لباس ماتمی پہنا اُسی وقت محکمجات کی تعطیل کی گئی اور صاحب ایجنٹ کی وساطت سے ویسراے کی خدمت مین تعزیتی تار بھیجا اور صبح کے سات بجے ماتمی ۱۰۱ توپین ایک ایک منٹ کے وقفے سے سر ہوئین اور اُن کے یادگاری چندے مین ایک لاکھ روپیہ عطا فرمایا اور ۲۵ جنوری کو جدید شہنشاہ ہند و انگلستان کی تخت نشینی کی تہنیت مین شہنشاہی سلامی کی ۱۰۱ توپین سر ہوئین اور صاحب ایجنٹ کے توسط سے جناب ویسراے کے پاس تہنیت تخت نشینی کا پیام تار برقی ارسال کیا گیا۔

(۴) ۹ اگست ۱۹۰۲ء کو شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم کی جشن تاج پوشی لندن کی تقریب مین نوابصاحب نے اپنے دلی اخلاص سے جشن بالغ بے نظیر مین منعقد فرمایا اور وہان ایک دربار ریلوی ترتیب دیا تمام محکمجات و مدارس

واسکولون مین تعطیل دی گئی قبل چھ بجے صبح کے شاہی سلامی کی توپ
سر ہوئین بعدہ اس خوشی مین نواب صاحب نے بہت سے قیدی رہا کیے
اس جشن کے لیے اُس روز باغ بے نظیر بڑی خوبی سے سجایا گیا تھا
جو اسم بامسمیٰ نظر آتا تھا تمام باغ روشنی کے باعث روز روشن سے زیادہ
منور ہو رہا تھا شہر کے ہر چہار جانب روشنی عجیب لُطف دکھا رہی تھی
کوٹھی مانند عروس نو کے جگ مگ ہو رہی تھی روشنی اور سجاوٹ کا
لطف بے اندازہ تھا کوٹھی کے زینے کے بالائی حصّے پر دروازہ سبز
بیل بوٹون سے قائم کیا گیا تھا۔ اور اُس دروازے پر ایک بڑا تاج
پھولون کی پتّیون سے بنایا گیا تھا۔ تاج کے نیچے شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم کا
مُرقّع بڑی صنعت سے نصب کیا گیا تھا اور اُس کے اوپر بڑے بڑے
انگلش حرفون مین ہز مجسٹی کا نام نامی قائم کیا گیا تھا یہ منظر قابل دید تھا
کوٹھی کے شرقی درجون مین دربار لیوی کا اہتمام تھا ایک درجے درمیان
نواب صاحب کی طلائی و نقرئی کرسی تھی دوسرے درجے مین ہی خدمات
درباری لوگ جمع کیے گئے تھے قریب دس بجے شد بائیسون کے آٹھ گارڈون
بلباس خسروانہ رونق افروز دربار ہوئے ایک گارد سوارون کا
سلام کر کے دوسرے کمرے مین واپس آجاتا تھا،

جب تمام اہل دربار پیش ہو چکے تو نواب صاحب نے اصرہ لیڈی اسمتھ خوبی
اظہار وفاداری مین گرمجوش اخلاص سے ایک دلچسپ شاہی سلامی کے
اختتام پر نواب صاحب کے آمین ارشاد فرمانے پر تہنیت اور مسٹر اینتھونی

بآواز بلند آمین کہا اور جلسہ برخاست ہوا قریب گیارہ بجے نوابصاحب کمرۂ خاص مین تشریف لے گئے حضّار دربار رخصت ہوکر اُن مقامات پہ آئے جہان چاء اور میوہ جات اور شیرینی وغیرہ سے میزین آراستہ تھین ایک مقام پر زیر شامیانہ یورپین مہمانون کے لیے میز کرسیان لگائی گئی تھین اُنھون نے وہان آکر چاء وغیرہ کا شغل کیا دوسرے مقام پر تمام اہل دربار جمع ہوے اور اُنھون نے زیر شامیانہ میز کرسی پر نشست کرکے چاء وغیرہ نوش کی اور بخیر و خوبی یہ جلسہ ختم ہوا۔

(۵) جشن تاج پوشی ایڈورڈ ہفتم قیصر ہندوستان واقع دہلی کی خوشی مین رامپور مین بھی ایک جشن یکم جنوری ۱۹۰۳ء کو ترتیب دیا گیا اور اُس دن عید الفطر بھی تھی اس لیے دونون خوشیان ایک روز واقع ہونے سے رنگ مین رنگ ہوگیا اور اسلامی طبقون مین ایک عید مین دو عیدین ہوگئین و[illegible] رامپور مین دو پہر تک خاص و عام عید الفطر کے باعث مصافحہ عطا فرمایا اور[illegible] مشغول رہے بعد بارہ بجے کے دوسری عید یعنی جشن تاجپوشی کی تہنیت مین شہنشاہ[illegible] ادا کرنے کا اہتمام شروع کیا گیا۔ اس جشن مین کے توسط سے جناب ویسرائے سے اعلیٰ کارروائی یہ ہے کہ نوابصاحب نے ارسال کیا گیا۔ [illegible] لاکھ چھتر ہزار دو سو پینتیس روپے صیغۂ

(۶) ۹۔ اگست تا[illegible] کو معاف فرمائے جس طرح خاص ریاست مین لندن کی تقریب ترتیب دیا گیا تھا اسی طرح نواب صاحب کے حکم سے منعقد فرمایا اور وہان مین یہ جشن ترتیب دیا گیا۔ اور ۳۰ جولائی ۱۹۰۳ء

روز پنجشنبہ کو صاحب کمشنر بریلی نے حسب ہدایت گورنمنٹ ہند رامپور آکر تمغۂ یادگار تاجپوشی ایڈورڈ ہفتم قیصر ہند نواب صاحب کو پہنایا۔

(۶) ۸ مئی ۱۹۱۰ء کو ہز مجسٹی ایڈورڈ ہفتم کے انتقال پر ملال اور حادثۂ دردناک کی خبر وصول ہونے پر نواب صاحب کو بے حد رنج و ملال ہوا شہر مین بازار اور محکمجات کے بند ہونے اور دن کے دو بجے ایک سو ایک توپ کے منٹ منٹ کے بعد تعزیت مین سر ہونے سے عجب سُنسان اور سنّاٹے کا عالم تھا نواب صاحب نے اُس روز کھانا تک نہ کھایا نہ استراحت کی اور تمام حضّار دربار کے رُوبرو دیر تک ہز مجسٹی شاہ ایڈورڈ ہفتم قیصر ہند کے اخلاق خسروانہ اور امن پسندی اور رحمدلی اور ملنساری کے اذکار ارشاد فرماتے رہے اور اُس وقت باضابطہ سرکاری طور سے احکام تعزیت صادر فرمائے سب سے اول قلعہ کا پھریرا نصف بلندی پر کیا گیا تمام بازار اور محکمجات و مدارس و اسکول و کارخانجات وغیرہ بند کیے گئے اور تمام مراسم و تقریبات ملتوی کی گئین ۹ مئی کو عصر کے وقت ۱۰۱ فیر ہز مجسٹی شاہ جارج پنجم قیصر ہند کی تخت نشینی کی مُبارکباد مین سر کیے گئے ۱۳ مئی تک تمام دفاتر و اسکول وغیرہ بند رہے نواب صاحب نے شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم کی ایک نیک یادگار قائم کرنے کے مسئلہ پر نہایت عاقلانہ توجہ فرمائی اور اپنی چٹھی کے ذریعہ سے جو اخبارات کے نام ہے پبلک مین ایک تجویز پیش کی اور وہ یہ کہ آنجہانی کی یادگار جو تمام ہندوستان کی جانب سے قائم کی جائے وہ تپ دق کے

مریضون کے لیے شفا خانہ بنانے کی صورت مین ہو جو کسی صحت افزا مقام پر
بنایا جائے چنانچہ اس تجویز سے لوکل گورنمنٹ نے بھی اتفاق راے کیا۔
اور نواب صاحب نے اپنے خزانے سے پچاس ہزار روپے عطا کیے۔

(۷) ۲۲ جون ۱۱ ۱۹ء کو رامپور مین نواب صاحب نے مراسم دربار
جشن تاج پوشی ہز مجسٹی ملک معظم جارج پنجم قیصر ہند بہ تبتع جشن لندن
بڑی خوبی سے ادا کیے اور بوجہ ناسازی طبع اقدس عدم شرکت جلسہ تاجپوشی
لندن کا ایسی حسرت سے افسوس ظاہر کیا کہ تمام حضار دربار اُس سے
متاثر ہوے آج کے دن تمام دفاتر مین تعطیل رہی مغرب سے روشنی
شروع ہو گئی جو روز روشن پر سبقت رکھتی تھی شب کو محفل رقص کا
عمدہ جلسہ رہا بارہ بجے یہ جلسہ برخاست ہوا اور اس مبارک وہمایون تقریب پر
چند قیدی بھی رہا ہوے۔

نوابصاحب کو ولایت تشریف لیجا کر دربار تاج پوشی مین شریک ہونے
کی ایسی مسرت تھی کہ جس کی انتہا نہین اور نوابصاحب نے اس حاضری کو
مہتم بالشان بنانے مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ فرمایا تھا مگر یہ خوشی
کامیاب نہ ہو سکی جس کے آثار چند دنون قبل سے اس ناگوار شکل مین
پیدا ہو گئے کہ نواب صاحب کی طبع مبارک جادۂ اعتدال سے بدرجہ غایت
منحرف ہو گئی جس کے باعث گمان قطعی تھا کہ نواب صاحب عزم کا
التوا فرماوین لیکن نواب صاحب اپنی منشاے مبارک کا یہی اظہار فرماتے رہے
کہ طبیعت کے قدرے شگفتہ ہونے پر آمادہ و مستعد ہین کہ اس قابل فخر موقع پر

شرکت فرمائین چنانچہ اس مین گونہ کامیابی بھی ہوئی اور نواب صاحب نے احکام بھی نافذ فرمائے کہ یورپ جانے کا عزم مصمم رکھتے ہین چنانچہ ۷ امئی ۱۹۱۱ء تاریخ روانگی بھی قرار پاگئی لیکن اس دوران مین پھر نواب صاحب کی سوء مزاجی ترقی پذیر ہوگئی اور بالآخر اُن کو طبی وڈاکٹری مشورہ دیا گیا کہ چونکہ آپ کی صحت ٹھیک نہین ہے لہٰذا عزم یورپ ملتوی کردیا جائے۔ ۲۲ جون کو نواب صاحب نے اپنے دلی اخلاص اور وفادارانہ شعار سے اس مبارک اور یادگار موقع تاج پوشی پر ہز مجسٹی شاہ جارج پنجم قیصر ہند اور ہر مجسٹی ملکۂ قیصرۂ ہند کے حضور مین بکمال مودت بذریعہ تار برقی پیام مبارکباد ارسال کیا تھا جس کا جواب ہز مجسٹی نے اپنے خسروانہ الطاف سے نواب صاحب کو لندن سے اُسی دن یہ عطا فرمایا کہ "مین اور کوئن تہ دل سے آپ کے پیام اخلاص اور تہنیت کا شکریہ ادا کرتے ہین ہم دونون کی دلی خواہش ہے کہ آپ جلد صحت یاب ہون" اور ہز مجسٹی نے نواب صاحب کو تمغۂ تاجپوشی بھی مرحمت فرمایا۔

(۸) ۲۴ دسمبر ۱۹۱۲ء کو ۲ بجے دن کے نواب صاحب نے تمام اہل خاندان وارا کین ریاست ومعززین شہر کو طلب کرکے ایک جلسہ بغرض اظہار تاسف وتحسر واقعۂ دہلی کیا جس مین لارڈ ہارڈنگ بہادر ویسرائے پر دہلی مین وحشیانہ وبزدلانہ طور اور گولہ پھینکے جانے کا واقعہ بیان کیا گیا حضار جلسہ نے جب واقعہ ہائلہ کی من وعن کیفیت سُنی تو نہایت مخلصانہ جذبات کے عالم مین یک زبان ہوکر کہا کہ "فی الواقع جس بزدلانہ طریقے سے یہ حملہ کیا گیا

وہ سخت نفرین و ملامت کے قابل ہے اور ہم لوگ نہایت خلوص وعقیدت سے ویسرائے اور لیڈی صاحبہ کی جانین بچ جانے پر خدائے کریم کا شکریہ بجالاتے ہین اور اِس وقت بھی اور اِس کے بعد بھی اپنے مذہبی مواقع مین دعا کرتے ہین اور کرتے رہینگے کہ حضور ویسرائے کو جلد صحت کامل نصیب ہو اور اِس پاجیانہ حرکت پر اپنی سخت ناراضی ظاہر کرتے ہین اور سمجھتے ہین کہ یہ ناشایستہ و بیہودہ کارانہ حرکت ہندوستان کی وفاداری کے سفید دامن پر بدنما دھبّہ ڈالنے والی ہے آخر مین قرار پایا کہ خود نواب صاحب اور اُن کی وفادار و جان نثار رعایا کی جانب سے مشترکہ حیثیت سے ہمدردی اور اظہار تنفر کی تار برقی روانہ کی جائے چنانچہ اُسی وقت ایک تار برقی ویسریگل لاج دہلی کو روانہ کی گئی۔

۲۰ جون ۱۹۱۳ء کو جمعہ کے دن نواب صاحب کے حکم سے لارڈ ہارڈنگ کی صحت یابی کی خوشی مین ایک شاندار جلسہ منعقد کیا گیا جس مین طلباے ہائی اسکول و مدارس و نیز شہر کے بچے مدعو کیے گئے شام کے پانچ بجے سے جلسے کا آغاز ہوا جس مین ساڑھے پانچ ہزار بچے شریک ہوے جنھون نے قسم قسم کے اسباب تفریح اور طرح طرح کے کھیل تماشون سے حظ وافر حاصل کیا ولی عہد بہادر اور اُن کے دونون بھائیون نے کھلونے اور پوسٹ کارڈ جن پر لارڈ و لیڈی ہارڈنگ کی تصویرین تھین اپنے ہاتھ سے تقسیم کیے۔

(۹) آخر جولائی ۱۹۱۴ء مین جو اسٹریا نے سرویا سے لڑائی شروع کی تھی

یورپ مین جنگ عظیم شروع ہونے کا دروازہ کھولا اور آسٹریا کی حمایت جرمن نے کی اور سرویا کی روس و فرانس نے اور صلح پسند بلجیم کی جنگ سے بے تعلقی کو توڑنے کی وجہ سے ۱۵- اگست کو انگلستان نے جرمنی کے مقابلے مین جنگ کا اعلان کردیا اور جرمن نے انگلستان کے مقابلے مین جنگ کا اعلان کیا۔ اس موقع پر نواب صاحب نے ویسرلے کشور ہند کو تار دیا کہ مین اپنی ذات سے اور ریاست کے کل ذرائع سے گورنمنٹ کی امداد کے واسطے مستعد اور تیّار رہون۔

۱۶ استمبر ۱۹۱۴ء کو جانسٹھ ضلع مظفرنگر مین ایک جلسہ بغرض فراہمی چندہ امپریل ریلیف فنڈ ہوا تو اُس کی صدارت نوابصاحب نے کی اور اس موقع پر نوابصاحب نے پانچ ہزار روپے کا گرانقدر عطیہ مرحمت کیا۔

بہت سے ہندوستانی والیان مُلک نے شامل ہوکر ایک اسپتالی جہاز مریضون کے رہنے کا شہنشاہی فوج کی ضرورت کے لیے بنانا منظور کیا تو نواب صاحب بھی اس تحریک مین شریک ہوے۔ جب ہز آنر سرجیمس میسٹن صاحب لفٹنٹ گورنر ممالک متحدہ نے ۱۴ استمبر ۱۹۱۴ء کو گورنمنٹ ہوس نینی تال مین صوبجات ہذا کی قانونی کونسل کا اجلاس کیا تو اپنی دلچسپ تقریر مین موجودہ جنگ یورپ پر اظہار خیالات کرتے ہوے نواب صاحب کی خاص قسم اور بہت بیش قیمت مدد کا شاندار الفاظ مین ذکر کیا۔

نوابصاحب نے فرسٹ پٹالین امپیریل سروس انفنٹری کو گورنمنٹ کی مدد کیلیے بھیجا جو افریقہ مین متعین کی گئی ہے اور امپیریل سروس لانسرز کے گھوڑے گورنمنٹ کو پیش کیے جن کو گورنمنٹ نے قبول فرمایا اور ریاست کے سوارون نے اُنھین فرانس پہونچایا۔

جنگی فنڈ ممالک متحدہ مین ہزہائنس نے بماہ اپریل ۱۹۱۶ء پچیس ہزار روپے کا عطیہ مرحمت کرکے برٹش حکومت سے اپنی سچّی وفاداری کا اظہار فرمایا۔

نیک اور مفید عام کامون مین امداد

(۱) سرسیّد میموریل فنڈ کمیٹی کا ڈیپوٹیشن ۲۸ جولائی ۱۸۹۸ء کو علی گڈھ سے رامپور مین داخل ہوا بکمال اعزاز کوٹھی دلکشا پارک مین ٹھہرایا گیا اس ڈیپوٹیشن مین اتنے ممبر تھے (۱) محسن الملک مہدی علیخان (۲) مولوی سمیع اللہ خان سی ایم جی (۳) مسٹر ماریسن پروفیسر (۴) مسٹر آفتاب احمد خان بیرسٹر ایٹ لا (۵) خان بہادر مولوی زین العابدین خان (۶) خان بہادر مرزا عابد علی بیگ صاحب (۷) حاجی اسمٰعیل خان رئیس دتاؤلی۔ (۸) حاجی محمد موسیٰ خان۔

بوقت شام ممبران ڈیپوٹیشن نے ایوان خسرو باغ مین نوابصاحب بہادر سے شرف باریابی حاصل کیا حضور نے اس نیک اور مفید کام مین پچاس ہزار روپے نقد دیے اور سو روپے ماہوار ہمیشہ کے لیے مقرر کردیے ۲ اگست کو ممبران ڈیپوٹیشن عازم علی گڈھ ہوے۔

(۲) اجمیر مین خواجہ صاحب کے روضے کے پاس جو شاہجہانی مسجد ہے اُس کے لیے سائبان تیار کرا کر بھیجا۔

(۳) ۲۵ جنوری سنہ ۱۹۰۶ء کو بایمائے نواب صاحب بہادر حاذق الملک حکیم محمد اجمل خان افسر اعلیٰ شفا خانجات یونانی و کتب خانہ ریاست رامپور نے اپنی فرودگاہ (قلعہ کہنہ) پر بغرض امداد برٹش پس ماندگان جنگ ٹرانسوال کے ایک جلسہ منعقد کیا جس مین تمام اہل خاندان رئیس و افسران سول و ملیٹری و معززین شہر بطیب خاطر شریک تھے اور جملہ ملازمین ریاست کی جانب سے یہ ظاہر کیا گیا کہ دس روپئے تک کے ملازم کی تنخواہ مین سے ایک روز کی تنخواہ اس چندے مین دی جائے پھر تمام معززین شہر و مستاجرین کی طرف سے ایک فہرست دستخط شدہ پیش کی گئی جنھون نے اپنی دلی ہمدردی سے اس چندے مین اپنے اپنے نام کے نیچے رقم لکھدی تھی یہ کل رقم الہ آباد بینک شاخ بریلی کو بتوسط صاحب کمشنر بریلی و ایجنٹ ریاست روانہ کی گئی جس کی کل تعداد سات ہزار دو سو چار روپیہ نو آنہ تین پائی تھی اس مین سے چار ہزار روپئے ہز ہائنس بیگم صاحبہ کے عطیہ تھے۔

(۴) خیراتی قحط فنڈ شاخ ممالک متحدہ آگرہ و اودھ مین ۱۵ ہزار روپے دیے۔

(۵) محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا اجلاس دسمبر سنہ ۱۹۰۰ء مین رامپور مین ہوا تو نواب صاحب بہادر کی جانب سے اُس کیلیے بڑی بڑی تیاریان ہوئین کیمپ نہایت کروفر سے تیار ہوا اس قومی جلسے کا یہ چودھوان اجلاس تاریخ ریاست مین ہمیشہ یاد رہے گا۔ یہ نتیجہ بخش جلسہ ۲۶ دسمبر سنہ ۱۹۰۰ء سے

شروع ہوکر ۳۰ دسمبر کو ختم ہوا۔ ہندو مسلمان مہمانون کے آرام کے لیے ہر قسم کے اسباب مہیا تھے کھانا پرتکلف ہر قسم کا ہندوستانی وانگریزی سواری کیمپ و اسٹیشن پر ہروقت موجود۔ بازار۔ شفاخانہ ڈاکخانہ خاص کیمپ مین کھولدیے گئے تھے تاکہ مہمانون کو آرام رہے۔ ریاست کے محکمجات مین ۲۵ دسمبر سے یکم جنوری سنہ ۱۹۰۱ء تک تعطیل رہی ۲۷ دسمبر کی شام کے وقت ہز ہائنس کی طرف سے خاص باغ مین تمام ممبران کانفرنس کے لیے ٹی پارٹی کا جلسہ ترتیب دیا گیا جس مین ہز ہائنس بھی بنفس نفیس شریک تھے۔

(۶) نواب صاحب نے اپنی کوٹھی موجودہ بریلی کی زمین مین سے ایک بڑا قطعہ اراضی بریلی کالج کی عمارت کے لیے دیا بغیر اس اعانت کے کالج کا قائم رہنا غیر ممکن تھا۔

(۷) ۲۴ فروری سنہ ۱۹۰۱ء کو ندوۃ العلماے لکھنؤ کا ایک ڈیپوٹیشن رامپور آکر نواب صاحب کا مہمان ہوا جس مین مولوی شبلی صاحب نعمانی۔ مولوی شاہ سلیمان صاحب پھلواری۔ مولوی محمد مسیح الزمان خان سابق اُستاد نظام دکن۔ مولوی خلیل الرحمٰن سہارنپوری تھے نوابصاحب بہادر نے اپنی بیش بہا فیاضی اور مہمان نوازی سے اس علمی وفد کو خسرو باغ مین ٹھہرایا۔ ۲۶ فروری کو ممبران ڈیپوٹیشن نے نواب صاحب بہادر کے حضور مین شرف باریابی پایا اور ایک ایڈریس اُنھون نے پیش کیا جس مین آپ کی ہمدردی اور بعض اُمور مین ہدایت کی توقع ظاہر کی

نوابصاحب نے پانسو روپے سالانہ ندوۃ العلما کے لیے مقرر فرمائے۔

(۸) فروری ۱۹۱۱ء مین نواب صاحب نے مسلم یونی ورسٹی کے لیے یک مشت ڈیڑھ لاکھ روپے کی گران بہار قم عطا فرماکر بڑا بھاری احسان فرمایا۔

حضور نواب صاحب بہادر اور نواب میر محبوب علی خان بہادر نظام الملک والی حیدر آباد دکن کے درمیان مسلم یونیورسٹی کے متعلق جو مراسلت ہوئی ہے وہ دلچسپی سے پڑھی جانے کے قابل ہے یہ امر محتاج بیان نہین کہ نواب صاحب جیسے جلیل القدر فرمانروا محض قومی ہمدردی کے لیے اپنا کیسا ضمیر رکھتے ہین یہ بالکل سچ ہے کہ ایسے ہی نیک نفوس کی نظر کیمیا اثر خاک کو اکسیر بنا دینے پر قادر ہے۔ نوابصاحب نے رزیڈنٹ حیدر آباد کو تار دیا تھا کہ "ہز ہائنس آغا خان اور ہندوستان کے مسلمانون نے مجھ سے خواہش کی ہے کہ یونیورسٹی کے مسئلے کے متعلق ہز ہائنس نظام سے ملاقات کرون اور حیدر آباد میرا آنا بحیثیت ایک والی ملک کے نہوگا بلکہ ایک مسلمان اور مسلم ایجوکیشن کی تائید مین ایک ناچیز کام کرنے والے کی حیثیت سے ہوگا۔ رزیڈنٹ نے جواب دیا کہ "ہز ہائنس نظام سے کوئی قطعی جواب حاصل نہین ہوا لیکن مین خیال کرتا ہون کہ مزید تحقیقات تک جس مین کثیر وقت صرف ہوگا غالبا ہز ہائنس نظام ملاقات نکر سکین گے" چنانچہ رزیڈنٹ کے دوسرے تار سے مستفاد ہوا کہ نظام نے یونیورسٹی کے واسطے گفتگو کرنے سے پہلو بچایا اور عذر لنگ کیا

(۹) ۱۹۱۳ء مین دس ہزار روپے کا گرانقدر عطیہ بریلی کے
اسلامیہ اسکول کو عطا فرمایا جو اسکول مذکور کی حیات تازہ کا باعث ہے۔
(۱۰) ۱۹۱۴ء کی قحط سالی مین نواب صاحب نے مصائب قحط سے
متاثر ہو کر قحط سالی کے امدادی کامون کے لیے پچاس ہزار روپیہ سالانہ
منظور کیا۔ منجملہ دوسری رعایتون کے یہ امر بھی ہے کہ بنظر رفع تکلیف
چارۂ مویشیان کے لیے حکم دیا کہ جنگل شکار گاہ تحصیل بلاسپور ٹانڈہ مین
باستثنائے جنگل دھن پور بنجھ پور کے کاشتکاران علاقۂ ریاست رامپور
اپنے مویشی چرا سکتے ہین اُن سے کسی قسم کا محصول وغیرہ نہ لیا جائے گا۔
(۱۱) ڈفرن فنڈ مین دسمبر ۱۸۹۲ء کو پچاس ہزار روپے دیے۔
(۱۲) علی گڑھ کے یونین کلب کے چندے اور محسن الملک فنڈ مین
بالالتزام دس اور پندرہ ہزار روپے ۲۱ فروری ۱۹۰۹ء کو مرحمت کیے۔
(۱۳) نمایش الہ آباد کے چندے مین بیس ہزار روپے دیے۔
(۱۴) لارڈ منٹو کے مینار یادگار مین تین ہزار روپے عنایت کیے۔
(۱۵) جشن سالگرہ ۱۹۱۳ء کے مبارک موقع پر صاحبزادہ سید محمد علیخان
عرف چھٹن صاحب کو بصلۂ حسن خدمات اڑتیس ہزار پانسو چھیانوے روپے
ساڑھے پندرہ آنے معاف کیے۔
(۱۶) زنانہ اسکول جو لکھنؤ مین قائم ہوا اُس کے فنڈ مین چالیس ہزار کا
چندہ دیا۔
(۱۷) ۱۹۱۲ء مین شیعہ کانفرنس کو پانچہزار روپے بخشے۔

علمی سرپرستی

نواب صاحب کی علم دوستی سے اُن کے کتب خانے مین اِس وقت (۲۱۵۹۳) کتابین ہین جن مین سے (۸۴۷۰) قلمی ہین اِن قلمی کتابون مین سے اکثر ایسی نادر و نایاب ہین کہ اُن کا دوسرا نسخہ ہندوستان مین دستیاب نہین ہوسکتا اُن کے علمی کام مین اظہار دلچسپی کا یہ اثر ہے کہ طلبا کی تعداد مدرسون مین بڑھ گئی ہے اور اُستادون کے لیے ترغیب وتحریص وہمت افزائی ہوتی ہے اور ہائی اسکول کی ہردل عزیزی اور امتحانات مین ہر سال کی غیر معمولی کامیابی پیدا ہے تعلیمی کورس مین یہ اسکول گورنمنٹ اسکولون کی متابعت کرتا ہے صرف اتنا فرق ہے کہ یہان انگریزی کی تعلیم ابتدائی درجے سے شروع ہوجاتی ہے اور دینیات بھی داخل کورس ہے تعلیم دینیات کی طرف یہان اُتنی ہی توجہ کی جاتی ہے جتنی اور دیگر مضامین کی طرف سائنس اور ڈرائنگ ماسٹر بھی یہان مقرر ہین کرکٹ وغیرہ کا سامان بھی عطا کیا ہے۔

مدرسۂ عالیہ مین پہلے صرف سُنّی تعلیم پاتے تھے اب اثنا عشری شیعون کے لیے بھی تعلیم کا سلسلہ اِس مدرسے مین قائم ہوا اور نوابصاحب نے حکم دیا کہ دونون مذہبون کے طلبا ایک جگہ تعلیم پائین اور جو کوئی شخص اِن مین سے مذہبی گفتگو کرے وہ نکالدیا جائے مولوی نجم الحسن صاحب مجتہد کو ڈائرکٹر آف اورنٹیل انسٹرکشن مقرر کیا۔ مدرسۂ عالیہ اُن کی ماتحتی مین دیا۔ یہ شہر ابتدا سے دار العلم رہا ہے اور اِس ریاست کا

مدرسۂ عالیۂ عربی بہت بافیض مدرسہ ہے جس مین ہر سال بہت سے طلبا سے فارغ التحصیل کو سند ملی ہے۔ یہ تمام صیغۂ تعلیم مع دوسرے متعدد محکمون کے صاحبزادہ سید سعادت علی خان بہادر ہوم سکریٹری کی ماتحتی مین ہے آپ نہایت قابلیت سے تعلیمی معاملات کو ترقی دینے مین کوشان ہین۔

نواب صاحب بہادر کو زبان فارسی و انگریزی مین خاص مشق ہے اور عربی سے بھی واقف ہین انگلش زبان کے ایک زبردست مقرر ہونے کے علاوہ اپنی طلاقت لسانی اور فصاحت بیانی کی داد بڑے بڑے ایسے مقرر اور اسپیکرون سے حاصل کر سکتے ہین جنکی گھٹی مین انگریزی زبان پڑی ہوئی ہے۔

سنہ ۱۹۱۵ء مین جب شیعون کو شیعہ کالج قائم کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی اور اس ضرورت کے لیے آل انڈیا شیعہ کانفرنس نے بارہ تیرہ لاکھ روپے کے چندے کی اپیل کی تو نواب صاحب نے ازراہ دریادلی دو لاکھ روپے عطا فرمانے کا وعدہ کیا۔ تعصب کا ستیاناس جائے بعض طبیعتون پر یہ بات شاق گذری حالانکہ وہ لاکھون روپے اہل سنت کی تعلیم گاہون کو وقتاً فوقتاً مرحمت کرتے رہے ہین۔ ۱۵ جنوری سنہ ۱۹۱۶ء کو نواب صاحب بذات خاص ہز آنر سر جیمس میسٹن صاحب بہادر سے لکھنؤ جا کر ملے اور اس کالج کے قائم کرنے کی باضابطہ اجازت چاہی اسپر ۲۱ جنوری سنہ ۱۹۱۶ء کی اشاعت مین روزنامہ اخبار ترجمان کلکتہ لکھتا ہے کہ "نواب

فتح علی خان قزلباش اور ہز ہائنس نواب صاحب رامپور کی خاص کوششون اور ہز آنر سر جیمس میسٹن کی خاص توجہ سے صوبجات متحدہ مین شیعہ کالج کی اُوفر علی صورت پکڑ رہی ہے ہمارے لیے اس سے زیادہ امید افزا کوئی بات نہین ہوسکتی کہ مسلمانون کا ایک اور کالج اعلی پیمانے پر قائم کیا جائے گو ابھی تک معلوم نہین کہ مجوزہ کالج کا قانون اساسی کیا ہوگا تاہم ہم امید رکھتے ہین کہ علی گڑھ کالج کی طرح یہ کالج بھی عام مسلمانونکا ہوگا اور وہ کسی ایک فرقے کے لیے مخصوص نہ رکھا جائے گا اب وہ زمانہ نہین ہے کہ اس قسم کی تفریق مایۂ امتیاز سمجھی جائے ہز ہائنس نواب صاحب بہادر کی تعلیمی دلچسپیان اور ہز آنر سر جیمس میسٹن صاحب کی ہمت افزائی کا مسلمانون کو شکر گذار ہونا چاہیے مگر ہم ہز ہائنس کو اس قدر ضرور یاد دلائینگے کہ وہ سب سے پہلے مسلمان ہین اور اس کے بعد شیعہ لیسا نہو کہ جو ہاتھ دو لاکھ کے گران قدر تعلیمی عطیہ کا دینے والا ہو وہی شیعہ سُنی کی تفریق کا سنگ بنیاد رکھے ''

یاد رکھنا چاہیے کہ نواب سید حامد علی خان بہادر اپنا مذہب شیعہ ظاہر کرتے ہین مگر اس مین شک نہین کہ فیض ان کا شیعہ و سُنی سب کو برابر پہونچتا ہے کسی مذہب کے لیے خاص نہین ـ

نوابصاحب کی عادات عامہ کا اجمالاً تذکرہ اور ترقی کی بعض خاص خاص باتونکا بیان

زہے عالم آرائے گیتی پناہ لمؤلفہ ملک پاسبان و فلک بارگاہ

جوان صورت جاه اقبال خویش | قوی مشل بخت عدو مال خویش
ز حامد علی خانِ عالی تبار | جہانے ست خرّم چو خرّم بہار
ز عدلش زمانہ پر آوازہ است | کہن رسم نوشیروان تازہ است
جہانے تہِ سایۂ رافتش | فلک سا سر رایتِ صولتش
اگر او کشد تیغ ور کار زار | ز ہیبت کند برق خاطف فرار
تہوّر بذاتش چنان متّصل | کہ شمشیر و جوہر بہم مستقل
چو با خصم خود جنگ آور بود | فلک در نظر گرد لشکر بود
دمِ لطف و احسان و جود و کرم | ندا ند بمقدار ذرّہ درم
ز جودش پر از دُرِّ مکنون بود | چو بالفرض صندوق گردون بود
اگر دُر فشانیش بیند بخواب | شود ابرِ نیسان ز شرم آب آب
بہ نزدیک طبعِ سخن دانِ او | ظہوری ست طفلِ دبستانِ او
ز والای ہمت دلیرِ بہم | نہد پہ سر چرخ ہفتم سریر
بگویم نہ جاہش اگر کم بود | کہ از چاکرانش یکے جم بود
الٰہی بود تا جہان را قیام | بود تا ترا آفرینندہ نام

ز لطفت نگہدار این شاہ را
فراوان کن اقبال را جاہ را

نوابصاحب کی ذات حمیدہ صفات جیسی قدر دان شرفا و فیّاض و دریا دل و عالی ہمّت واقع ہوئی ہے اُس کی نظیر رؤسا میں مشکل سے ملے گی اُن کی ذات سے آج صدہا شرفائے شہر و بیرونجات کے گھر پرورش

پارہے ہین فیاضی کا تو یہ عالم ہے کہ آپ کے عہد عدالت مہد کے کار نامے تاریخ رامپور مین ہمیشہ ممتاز و شاندار رہینگے ادنی سے لے کر اعلےٰ تک آخر کار یون بول اُٹھے کہ نواب صاحب اپنی آپ نظیر ہین اور فیاضی کا آپ نے خاتمہ کر دیا۔ جود و کرم کے باب مین بے اختیار ہین۔ ہمّت اور حوصلے کے جوش فوّارے کی طرح اُچھلے پڑتے ہین۔ عطا و انعام کے لیے بہانہ ڈھونڈھتے ہین۔ علی گڈھ کالج۔ مسلم یونی ورسٹی اور شیعہ کالج وغیرہ کے متعلق جو علو ہمّتی مالی امداد سے آپ نے فرمائی ہے وہ کوئی چھپا ہوا واقعہ نہین ہو گیا ہے۔ ابتک آپ دوسرے ذریعون سے اُن کی تکمیل کے لیے کوشان ہین۔ لیکن ناظرین اِس تازہ فیاضانہ عطیہ کی کیفیت معلوم کر کے بیحد مسرور ہون گے کہ اُنھون نے اپنی لاثانی فیاضی سے پچاس ہزار روپے حاذق الملک حکیم محمد اجمل خان کو اِس مقصد کیلیے عطا کیے کہ یونانی و ویدک میڈیکل کالج بنایا جائے۔ جب سیٹھ لچھمن داس سی آئی ای۔ رئیس متھرا کے کام مین پریشانی پیدا ہو گئی اور اُنھون نے للچائی نظر سے ریاست کی طرف رجوع کیا اور لوکل گورنمنٹ کے ایما سے زرِ قرضہ کی بات چیت پختہ ہو جانے کے بعد وہ ۱۱۔ اگست ۱۸۹۵ء کو رامپور آئے اور باغ بے نظیر کی کوٹھی مین ٹھہرائے گئے تو نواب صاحب نے بیس لاکھ روپے سیٹھ صاحب کو دیدیے اگر نواب صاحب بہادر اِس قدر رقم کثیر سے دستگیری نکرتے تو سیٹھ صاحب جلد برباد ہو جاتے۔ یہ فیاضی بھی یادگار زمانہ رہے گی۔ گو بظاہر قرض کی صورت ہے۔

مگر اس طرح مدد کرنا آسان کام نہین۔

(۲) والی ریاست و رعایا کو جو برکات اس عہد مین حاصل ہوئین وہ تاریخ کے زرین صفحون پر مدتون ضیابخش اہل نظر رہینگی منجملہ بے شمار کارنامجات کے یادگار شہر کی تعمیر اور آراستگی ہے اس سلسلے مین ہزارون بندگان خدا کام مین مصروف ہین اور معقول روزینہ دیا جاتا ہے گویا اس ترکیب سے ہزارون پرورش بھی پارہے ہین اب عمارات کیلیے شہر رامپور بہت ممتاز ہے جس کے چوگرد بازار نہ صرف دلفریب منظر پیش کرتے ہین بلکہ شوقین طبائع کے لیے موجب تفریح ہین۔ بازارون کی آراستگی نے شہر مین چار چاند لگا دیے ہین۔ شہر مین جا بجا برقی روشنی اور ٹیلیفون جاری کرائے پہلی برقی روشنی ۹ فروری سنہ ۱۸۹۹ء کو خسرو باغ سے ہوئی تھی پھر ۲۵۔ اگست سنہ ۱۹۰۳ء سے شہر مین جاری ہوئی اور ٹیلیفون کا سلسلہ ۱۴۔ اپریل سنہ ۱۸۹۲ء کو ریاست مین جاری ہوا جو سیاح دس پندرہ برس اُدھر رامپور کو ملاحظہ کر چکے ہین اب وہ تعجب کرینگے کہ یہ وہی رامپور ہے عالی شان محل بنائے رئیسانہ کارخانے قائم کیے۔ ابتدائے عہد سے نوابصاحب کو عمارات سے خاص دلچسپی ہے اس وقت شہر بالکل نو تعمیر ہے مسٹر رائٹ صاحب انجنیر کی نگرانی مین بیشتر عمارتین تعمیر ہوئی ہین سب سے بہتر سب سے خوشنما یادگار قلعہ معلی ہے جو حُسن اتفاق سے شہر مین صدر جگہ پر واقع ہے جس کی دیوارین بالکل سادہ مثل قلعجات آگرہ و دہلی کے تعمیر کی گئی ہین اندرونی حصے مین محرابون کے سلسلے پر چارون طرف ایک فصیل بنائی گئی ہے ہر گوشے

اور ہر دیوار کی نصف طوالت پر برج ہین جن پر توپین رکھی گئی ہین اس قلعہ کے دو دروازے قائم کیے گیے ہین ایک مشرقی جانب ہے اور دوسرا مغربی سمت پہ مغربی دروازہ خود نواب صاحب کے نام نامی پر حامد گیٹ مشہور ہے دونون دروازے نہایت نازک معلوم ہوتے ہین ان مین سیاہ سرخ و سفید رنگ کے پتھرون سے پچی کاری کی گئی ہے اور دونون جانب بڑے بڑے برج ہین جو دیوار سے کہین اونچے نکلے ہوے ہین یہ قلعہ ۱۳۲۰ھ ہجری مین بنکر مکمل ہوگیا تاریخ اس کی مولوی عبد العلی متخلص بہ آسی مدراسی نے یون لکھی ہے۔

حسب ایماے شہ گردون سریر | معلّے قلعہ کیا محکم بنا
نام تاریخی ہے حصن بے نظیر ۱۳۲۰ | آسی اس حصن حصین کا نام بھی

از نادم

کہ ہر وقت جس مین برستا ہے نور | قلعہ جو بنایا ہے سرکار نے
بنا ہو رب قلعہ رامپور | لکھی اس کی تاریخ نادم نے یون

مادۂ تاریخ دیگر

رشک قصر قیصری ۱۳۲۰ھ

قلعہ معلّی کے اندرونی حصے مین وسیع سبزہ زار میدان ہے اور قریب قریب مختلف عمارتین ہین شمالی جانب خاص نواب صاحب کے رہنے کی عمارت چھتی بھون نامی ہے۔ صدر دروازے پر تاجدار رامپور کا پرچم لہراتا ہے۔ اس کے قریب کتب خانہ۔ توشہ خانہ اور باورچیخانہ ہے۔ قلعہ معلّے کے وسطی حصے مین حامد منزل اور رنگ محل وغیرہ نہایت خوبصورت عمارتین ہین

جنوبی مشرقی حصّے مین معزز مہمانون کے لیے نفیس کمرے تیار ہین اور اُس کے محاذ مین چیف سکرٹری وغیرہ کے اجلاس کے کمرے ہین۔ گوشۂ جنوبی و شرقی مین امام باڑہ ہے جو نہایت خوبصورت بنایا گیا ہے جس کی تعمیر کی تاریخ ناظم نے یون کہی ہے۔

سراد ب سے یہان آؤ مومنو دیکھو ـــ بہ جائے عیش نہین گھر بنا ہے ماتم کا ۱۲۹۱ ہجری

مادۂ تاریخ دیگر

خانۂ ماتم جناب حسین ۱۳۰۲

دیگر

منزل مجلس پئے ذکر حسین ۱۳۰۲

از حکیم ضامن علی جلال

تعمیر امام باڑۂ عالی کی جب ہوئی ـــ بہر عزائے سرور لب تشنہ و شہید

قدسی فلک سے اُترے زیارت کے واسطے ـــ پیہم ہوا ورود ملائک برائے دید

تاریخ لکھدی ختم بناکی جلال نے ـــ تعمیر امام باڑہ ہوا نور کا جدید

امام باڑے کے متصل اسی سے متعلق ایک چھوٹی سی خوشنما مسجد ہے۔

حامد گیٹ کے قریب لاثانی کوٹھی حامد منزل کے نام سے تیار ہوئی ہے ایوان نہایت بلند ہے۔ نوابصاحب بہادر کی کرسی ایک چبوترے پر رکھی گئی ہے جس کی تین سیڑھیان ہین چبوترے پر کار چوبی مسند اور مسند پر طلائی کرسی اور کرسی پر کار چوبی نگیرہ نقرئی چوبون پر استادہ ہے اور نذر دکھانے والون کے واسطے چبوترے کے سامنے دونون جانب کثرت سے کرسیان بچھی ہوئی ہین

اس عمارت کی تعمیر کی تاریخ سید مرتضےٰ ثابت نے یون لکھی ہے۔

خسروِ حامد علیخان مخزن جود و کرم | افتخار جملہ شاہان جہان فرخ نہاد
طرح قلعہ باز با بینش بنائے قصر ریخت | پس بانواع جواہر زینت و تزئین داد
این چنین قصرے رفیع الشان در عالم کجا | رخ نہفت از شرم در پیشش ارم ذات العماد
جست ثابت سال تعمیرش گفت در گوشش سروش | منزل حامد مبارک اے خدا ہموارہ باد
۱۳ ۲۳

نوابصاحب بڑی تقریبون کے دربار اسی مین کرتے ہین۔ پہلے ایام مین نذرون کا دربار فرش پر ہوتا تھا اور کوئی باقاعدہ اہتمام نہ تھا نوابصاحب نے لاکھون روپے کے خرچ سے دربار کا ایک باقرینہ انتظام فرمایا ہے۔ نوابصاحب جنوبی دروازے سے زینت افزاے دربار ہوتے ہین شمالی دروازے کے قریب گارڈ آف آنر صف بستہ ہوتا ہے اُس کی سلامی قبول فرماکر اپنی کرسی زرنگار پر جلوہ افروز ہوتے ہین پہلے چیف سکرٹری صاحب افتتاح دربار کی اجازت حاصل کرتے ہین اجازت عطا ہونے پر سب سے پہلے جناب ولی عہد بہادر اور ہزہائنس کے چھوٹے صاحبزادے نذرین پیش کرتے ہین پھر سلسلہ وار نذرین ہوتی ہین۔

قلعہ اور سرکاری محلات کے علاوہ اُن کی توجہ براہ ہمدردی اسلام جامع مسجد کی تعمیر کی طرف مبذول ہوئی اس مسجد کی تعمیر ایک قابل نمود مذہبی عمارت ثابت ہے نواب خلد آشیان نے جو بڑی جامع مسجد تیار کرائی تھی وہ ایسا منہدم حالت مین تھی آپ نے نواب سید فیض اللہ خان بہادر اور نواب سید کلب علی خان بہادر کی عمارتون کو ملاکر ازسرنو خوشنما اور شاندار مسجد بنوادی۔

جس کے اختتام کی تاریخ عبد الحکیم خان مضطر نے یون پائی ہے۔

شاہ ادرنگ عدالت نورچشم دین وداد | ظل او بر فرق ما بادا الٰہی دائما
مسجد جامع وسیع و مرتفع تعمیر کرد | فی المثل گوئی کہ بر فرش ست عرش کبریا
طرفہ تاریخ بمضطر ہاتفے القا نمود | از سر ذکر و صلوٰۃ و منبر و بانگ ودعا

قلعہ معلیٰ کے باہر کی عمارتون مین کوٹھی خسرو باغ نہایت فرحت افزا اور قابل دید ہے۔ کئی منزل کی عمارت ہے۔ نواب صاحب اس مین برسون قیام فرما رہے ہین۔ شہر سے تین میل کے فاصلے پر جانب شمال مشہور و معروف کوٹھی بے نظیر اور اُس کا وسیع باغ ہے کوٹھی کو مرتفع کرسی دیکر اعلیٰ طور کی جدید صناعی سے بنایا ہے۔ مغربی جانب پختہ تالاب ہے جس نے اسکی سینری کو اور زیادہ دلفریب اور پُر لطف کر دیا ہے۔

شاہ آباد مین جو رامپور سے جنوبی جانب دریاے رام گنگا پر ایک پُرانی آبادی ہے اور آب وہوا وہان کی نہایت عمدہ ہے ایک مختصر سا باغ و کوٹھی عہد سابق والیان ریاست کی بنی ہوئی تھی باغ اور کوٹھی کو منہدم کراکے ایک بلند اور وسیع چبوترہ تعمیر کرایا جو مثل پہاڑی کے ہے اُس پر ایک کاسل بڑے شوق سے بصرف کثیر تعمیر کرایا یہ چیز قابل دید اور لاثانی ہے قلعہ ریاست سے یہان تک ٹیلیفون کا سلسلہ یکم اکتوبر ۱۹۰۳ء سے قائم ہو گیا ہے۔

بہرحال اس ریاست کے خاص شہر مین قلعہ کے اندر اتنی عمارات قابل دید ہین حامد منزل۔ رنگ محل۔ مچھی بھون۔ مہمان خانۂ انگریزی۔ مہمان خانۂ ہندوستانی۔ کتب خانہ۔ عمارت دفتر صاحب چیف سکرٹری۔ امام باڑہ۔ بیرون قلعہ عمارت

کچہری صدر۔ عمارت عدالتین۔ ہائی اسکول۔ کوتوالی۔ جامع مسجد۔ مں
بازار۔ ہسپتال۔ فیل خانہ۔ اصطبل۔ فراش خانہ۔ بیرون شہر کوٹھ فرخ نہاد
کوٹھی خاص باغ۔ کوٹھی خسرو باغ۔ شاہ آباد کاسل۔ زیبنش داد
جناب منشی امیر احمد مینائی مرحوم اپنے زبردست قصیدہ رائیہ مین تح ذات لعاد

کہتے ہین۔ ہوارہ باد

حامد علی خان بہادر فلک شکوہ ۔ دریا ہے جس کی شان مین ۱۳ یا ہم ہین
اے شان حیدری کی جبین تو آشکار ۔ نام تو در نبرد کند کار ذو ناحب نے
کہتے ہین جس کو خسرو خاور وہی تو ہے ۔ عالم ہے خوان فیض سے اُسکے بصاحب
انگشتری کا اُسکی دو پلکا ہے اک نگین ۔ کرتے ہین جس کو دولت کو نین قریب
کچھ تیغ حادثات سے دہشت نہین کہ ہے ۔ جوشن دعا ہے خلق سپر لطف کردگار ہیہ
مُنھ پر چڑھے معاند حب شرشت کیا ۔ اُس کی نگاہ قہر کر رہے د زت
اے فکر لکھ وہ مطلع روشن بسان مہر ۔ پھر پھر کے چرخ جس پہ ستا ئے نادر اور
واقف ہو اسکی قدر سے اے اہل روزگار ۔ یہ نامور ہے تخت نشینون سلہ دار
کانون کو چاہیے کہ سُنین اس کی گفتگو ۔ آنکھون کو چاہیے رہین ان آ
وہ دل ہے شاد شاد جو اس رُخ پہ ہو فدا ۔ وہ سر ہے سرفراز جو ہو پاؤن سلام
اے عقل اختیار کر اس کی مصاحبت ۔ اے ہوش بن ندیم اگر تو سود مند ہی
اے علم اسکے دل مین جگہ کر کہ پائے فیض ۔ اے خلق رہ قریب کہ ہو لی وہ ۔
اے باغ آ گیا اسے گلگشت کا خیال ۔ ہیں شگوفہ وزر گل اسی دامن پہ کرتا ہے
اے بحر دیکھ قصد ہے ساحل گُشت کا ۔ کہدے صدف سے نذر کو پ ہے در شاہوار

جس کے اُنوے کو وہ سواری نے رُخ کیا — تو بھی اُتار صدقے مین یاقوت آبدار
شاہ اورنگیری طرف اس کی ہے نگاہ — گُلدستہ باندھتا رشُعاعی سے اِسپہ وار
مسجد جانور چاہیے آگاہ کر دیا — یہ وہ ہے جو فقیر کو کرتا ہے شہریار
طرفہ تارہ جس کا فیض ہے آفاق پُر محیط — یہ وہ ہے جس کا عدل ہے مشہور روزگار
قا جس کا علم ہے دریاے بیکران — یہ وہ ہے جس کے حلم کو کہتے ہین کوہسار
قابل دیا جس کے نطق پہ ہے ناطقہ فدا — یہ وہ ہے جس کے درک پہ ہے مدرکہ نثار
رہے ہیں جس کے پاؤن کے نیچے ہی تخت حکم — یہ وہ ہے جس کے فرق پہ ہے تاج افتخار
اور اُس پہ جس پہ چشم کرم ہے رسول کی — یہ وہ ہے جس کو حق نے دیا سب کچھ اختیار
چاہے جو یہ تو ذرہ چمک کر ہو آفتاب — چاہے جو یہ تو قطرہ بنے بحر بے کنار
اور چاہے جو یہ تو خار و خسک ہون گل و سمن — چاہے جو یہ تو بید و صنوبر ہون میوہ دار
ذیہ کرگس کو ملے رُتبۂ ہما — چاہے جو یہ تو زاغ ہون طاؤس زرنگار
آبادی یہ زمین کو ملے رفعت سپہر — چاہے جو یہ تو پائے خزان نزہت بہار
عہد سابق یہ تو روز ہوتا ریک مثل شب — چاہے جو یہ تو لیل کو کر دے ابھی نہار
اور وسیع یہ تو صید کرے ماہی زمین — چاہے جو یہ تو چرخ پہ کسرین ہون شکار
بصرف کثیر یہ تو چل سکین تھم رہین فلک — چاہے جو یہ تو رک رہین جاری نہون بحار
ٹیلیفون

یارب یہ جاہ و دولت و اقبال حشر تک
پھر — آباد زیر حکم یہ شہر اور یہ دیار

(۳) نواب صاحب نے رعایا کی بہبود کی عمارت نہایت تیز بنیاد پر تیار کرنا شروع کی ہے اور اُس کی بہتری پہ ہر وقت نظر ہے اسی بنا پر آپ نے ہم مئی ۱۹۱۰ع سے

رعایا کو پرتہ چوکیدارہ قطعاً معاف کردیا کیونکہ چنگی بھی لی جاتی تھی اس لیے
رعایا پر دوہرا بار پڑتا تھا۔

رعایا کے مذہبی فیلنگ کا اتنا خیال ہے کہ رمضان مین مسلمانون کی خاطر
شب کے دو بجے کے بعد نوبت خانۂ سرکاری سے نقارہ بجایا جاتا ہے پھر امتناع
سحری کی توپ چلتی ہے اور شام کو افطار کے وقت بھی توپ چلتی ہے ہندوؤن
کے ساتھ بھی ایسا ہی رعایتانہ برتاؤ اور حسن سلوک جاری ہے۔ حق یہ ہے کہ اس
ریاست مین قدیم سے جو ہندوؤن کے حقوق مرعی رکھے ہین وہ ایسے بے رو
درعایت ہین کہ آج تک کوئی مثال ہی اُن کی حق تلفی کی نہین پائی جاتی گو مسلمانون
کی تعداد شہر مین زائد ہے مگر کوئی حکم تخصیصی آج تک جاری نہین ہوا جملہ احکام
وقوانین ہندوؤن اور مسلمانون کے لیے یکسان ہین کسی محکمہ یا صیغے مین کوئی
قومی تخصیص نہین ہندو مسلمانون کا آپس مین برتاؤ بھی برادرانہ ہے کیا شادی
کیا غمی ہر موقع پر ایک دوسرے کا شریک ہے جب کسی ہندو پر کوئی مشکل آجاتی ہے
تو وہ اہل اسلام ہی کے ذریعہ سے آسان ہوتی ہے دوسرے شہرون مین اکثر
فرقہ بندی کے خیالات سُنے جاتے ہین مگر یہان اس کا بھی ذکر نہین۔

(۴۴) آپ کو فنون سپاہ گری سے بھی بڑا شوق ہے نہایت صحیح نشانہ
لگاتے ہین اور شیر کے شکار کے ساتھ ایک خاص دلچسپی رکھتے ہین فوج کی آراستگی
آپ کے وقت مین بہت ترقی کر گئی ہے اس امر مین گورنمنٹ کی فوج سے
اس مین کوئی فرق نہین ہے تنخواہ بھی اُسی کے مطابق بڑھا دی گئی ہے۔
خاصکر امپیریل سروس فوج فوجی اوصاف مین اعلیٰ درجہ رکھتی ہے فنون سپہ گری مین

بے مثل ہے جلسۂ تاج پوشی دہلی منعقدہ دسمبر ۱۹۱۱؁ء مین اس فوج کی نمایان
خدمات کا سرکاری طور پر اعتراف کیا گیا تھا۔ لارڈ کرزن ویسرائے ہند نے
نوابصاحب کو ایک گھوڑ چڑھا توپخانہ یعنی چھ توپین مع ساز و سامان عطا کین
جو ۵ جولائی ۱۹۰۵؁ء کو رامپور آگیا۔

(۵) اُن مین یہ ایک عجیب وصف ہے کہ اُن کے جذبات کی اُمنگون کو بہت کم
چیز مانع آتی ہے مشیت ایزدی نے اُن کی طبیعت مین جدّت پسندی کوٹ کوٹ کر
بھری ہے۔ اُنھون نے اپنے عہد اختیارات مین ۱۸۹۹؁ء سے گلابی میلا
باغ بے نظیر مین اور بسنتی میلہ خاص شہر مین اور ساؤنی کا میلہ خسرو باغ کے متصل
سجایا اور زنانہ بازار بھی ان میلون کے ساتھ لگایا۔ اشٹامپ وغیرہ کی نئی مُہرین
نہایت خوشنما طور سے تیار کرا کے یکم اکتوبر ۱۸۹۹؁ء کو جاری کیا اس تاریخ سے
پرانا اسٹامپ بند ہوکر تمام ذخیرہ جلوا دیا گیا۔

۱۹۱۴؁ء کے نوروز شمسی کی تقریب مین ۲۱ مارچ کو علی الصباح ۲۱ توپین
سر کرائین اور اس روز عام تعطیل کرائی۔ یاد رکھو کہ نوروز اصل مین پارسیون کا
تیوہار ہے اور ایران قدیم کے بادشاہ نوشیروان کی تخت نشینی کی یادگار ہے
اکبر کی مسلم آزار اور قوم کش پالیسی کی بدولت یہ تیوہار ہندوستان مین جاری ہوا
اور سلاطین مغلیہ اسے بڑی دھوم دھام سے منایا کرتے تھے اور عام مسلمان بھی اسکو
عیدین کی طرح مذہبی اہمیت دینے لگ گئے تھے اور اس کو نہایت ہی مقدس دن
خیال کرنے لگے تھے عالمگیر نے نوروز کی خوشیان موقوف کردین۔

(۶) نوابصاحب شگفتہ مزاج خوش طبع خندہ جبین ہین ہمیشہ ہنستے بولتے

رہتے ہین لطف طبع اور شگفتگی طبع اُن کے کلام پر پھول برساتی ہے فکر و تردد اور غم کو کم پاس آنے دیتے ہین فکر و غم کی دعا بھی اُن کے دربار مین قبول نہین ہوتی بڑے سخی اور مہمان نواز ہین طبیعت ایسی شگفتہ و شاداب لائے ہین جو عیش و عشرت کی جان ہے باوجود متانت اور سنجیدگی اور پابندی مذہب کے فن موسیقی مین بھی اعلیٰ درجے کے ماہر اور بڑے قدردان ہین اگرچہ اُن کا دماغ ایسے کامون پر مرنے مٹنے والا نہ تھا مگر پھول اپنا رنگ نہ دکھائے یا خوشبو نہ پھیلائے یہ بھی تو نہین ہو سکتا اُن کے دل کا کنول کبھی اپنے ذوق شوق سے کبھی قدردانی کی راہ سے ہوائے راگ سے کھلتا ہے۔

(۷) نوابصاحب دلنوازی اور خاطرداری مین اعجوبہ روزگار ہین خوش مزاج اور خوش اخلاق ہونے کے علاوہ صحبت مین نہایت گرم جوش ہین اپنے دلربا و دلفریب کلام سے یگانہ و بیگانہ کو غلام بنا لیتے ہین باتون باتون مین کانون سے دل مین اُتر جاتے ہین جس کو اُن کے مزاج مین رسوخ ہو گیا اُسکے تو مائی باپ ہین ہزارون روپے اور دولت و مال دیتے ہین۔

(۸) اُن کا دسترخوان نہایت وسیع ہے کھانے رنگارنگ کے تکلفات سے رنگین ہوتے ہین۔ جو مہمان آتا ہے وہ اُن کے باورچیخانے سے عمدہ عمدہ کھانے پاتا ہے اور لذت سے کامیاب ہوتا ہے۔ اُن کے سامنے جب دسترخوان آراستہ ہوتا ہے نعمتہائے گوناگون چلی جاتی ہین بہت سے مصاحب موجود ہوتے ہین غرضکہ اُن کو مہمان نوازی کا نہایت شوق ہے۔

(۹) روہیلون کے سلسلے مین آپ کا حال خطابخشی کے معاملے مین

قابل تعریف ہے دشمن بھی سامنے آتا ہے تو آنکھ جھک جاتی ہے۔ بلکہ اُس کی جگہ خود شرمندہ ہو جاتے ہین۔

(۱۰) شملے سے گورنمنٹ کے ایک لائق حاکم نے ریاست کی سالانہ رپورٹ ۱۹۱۳و۱۴ء پر ریویو کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نواب صاحب کی سرکار انتظامی قابلیت اچھی طرح رکھتی ہے" آغاز جنگ پر نوابصاحب نے اپنی ذاتی خدمات مع ریاست کے تمام ذرائع آمدنی کے گورنمنٹ کو پیش کین۔ آپ کی امپیریل سروس کی ایک پیدل فوج اِس وقت میدان جنگ مین مصروف پیکار ہے اور میدان جنگ مین یہ فوج خوب داد شجاعت دے رہی ہے۔ باوجود متعدد قحط سالیون کے ریاست کی آمدنی مین بہت کمی واقع ہوئی تاہم رفاہ عام کے کام وسیع پیمانے پر جاری رکھے۔ ریاست کی تعلیمی حالت کو بھی ترقی بخشی خصوصًا عربی مدرسے کے طلبا نے اعلیٰ قابلیت کا ثبوت دیا ہے۔

(۱۱) نواب صاحب کی ولادت رامپور کے مشہور فرمانروا اور مدبر نواب خلد آشیان کے عہد حکومت مین ہوئی تھی نواب خلد آشیان نے اُن کی تعلیم اور تربیت مین کوئی بات اُٹھا نہین رکھی۔ اُس وقت رامپور مین ہندوستان کے بڑے بڑے زبردست ادیب۔ فاضل اور روشن خیال شعرا جمع تھے نیز اِس نے بارہ سال تک نواب خلد آشیان کی آغوش عاطفت مین بسر کی اور اِس عہد حکومت کے تمام درباری قاعدون اور ریاست کے تمام ادبی و تمدنی حالات سے سبق حاصل کیا پس آپ مین فرمانروائی۔ اور جہانبانی کی جو خصوصیات موجود ہین وہ دراصل نواب خلد آشیان کی تربیت کا نتیجہ ہین۔

یہ روایت رامپور کے سن رسیدہ اور تجربہ کار لوگون کی زبان زد ہے کہ نواب خلد آشیان آپ کو دیکھ کر فرمایا کرتے تھے کہ میرے بعد یہی ریاست کا نام روشن کرینگے۔ نواب خلد آشیان ہمارے ملک مین کوئی معمولی قیافہ شناس نہین تھے۔ دراصل نواب خلد آشیان ایک بہت دانشمند فرمانروا تھے۔ آج ہم دیکھتے ہین کہ نواب خلد آشیان کی وہ پیشین گوئی بالکل صحیح اتری۔

(۱۲) آپ کی تعلیم مشرقی و مغربی علوم مین بقدر ضرورت اچھی طرح ہوئی فارسی اور انگریزی کی اعلیٰ اور عربی کی تھوڑی سی تعلیم سے آپ نے جب فراغت حاصل کی تو تجربات اور مشاہدات عالم کے لیے گورنمنٹ نے ممالک غیر کی سیاحت سے بہرہ اندوز کیا جس سے ہز ہائنس کو حکومت و فرمانروائی کے آداب و ضوابط ہی نہین معلوم ہوے بلکہ دنیا کے بڑے بڑے نامور اور مدبر حکمرانون کے کارنامون کو دیکھ کر ذہنی اور دماغی طاقتون مین ایک انقلاب عظیم پیدا ہو گیا یعنی اگر آپ یورپ کے بادشاہون کی طرح عیش پسندی اور تن آسانی مین رہتے ہین تو اُس کے ساتھ ہی ریاست کے کامون مین بھی بڑی توجہ صرف کرتے ہین اگر خود عیش کرتے ہین تو غربا اور محتاجون اور بیکس رعایا کے دُکھ درد اور فریادیون کی فریاد اور قیدیون کے مرافعون پر بھی انصاف کے ساتھ غور کرتے ہین۔ ہز آنر سر جان پریسکاٹ ہیوٹ صاحب نے نواب صاحب کی روشن ضمیری اور حسن تدبیر سے اس طرح فائدہ پہونچانے کی کوشش کی کہ آپ کو صوبے کی کونسل کا ممبر مقرر فرمایا۔ جب ہز ہائنس کو یہ ممبری دی گئی اُس وقت بعض لوگون کو خیال ہوا تھا کہ یہ منصب آپ کے پایہ رفیع کے حساب سے بہت کم ہے مگر جو لوگ

واقف ہین کہ مجلس شورے مین ہمیشہ خلفا اور بڑے بڑے تاجدار شریک ہوا کیے ہین وہ کہہ سکتے ہین کہ ہزہائینس کی شرکت سے رعایا کو کتنا فائدہ ہوگا اور حکومت برطانیہ کی وقعت اور عزت کتنی رعایا کے دل مین بڑھ گئی ہے جب وہ دیکھتی ہے کہ ایک فرمانروائے ملک ہمارا ساتھ دے رہا ہے۔

(۱۳) ہزہائینس مذہب تشیع کے پابند ہین چنانچہ آپ اپنے عقائد کا اظہار اپنی نظمون مین یون فرماتے ہین۔ ؎

نائب ہے وصی ہے یہ نبیؐ کا ۔۔ ہمسر نہین کوئی بھی علی کا

ولہ

وصی جب ہوے انتخاب اوّل اوّل ۔۔ ہوے منتخب بوتراب اوّل اوّل

یہ ایک عام خیال ہے کہ رئیس کے مذہب کا اثر رعایا پر بہت ہوتا ہے اس کا سبب لوگون نے یہی خیال کیا ہوگا کہ رئیس کی طرف سے دباؤ ڈالا جاتا ہے یا ایسی صورتین پیدا کر دی جاتی ہین کہ رعایا خواہ مخواہ اپنے مذہب کو ترک کر کے والی ملک کے مذہب کو اختیار کرے مگر اس کے خلاف ہم ریاست رامپور مین یہ دیکھتے ہین کہ نواب صاحب کی تبدیلی مذہب کا کوئی اثر رعایا پر نہین پڑا بلکہ ہزہائنس کے قریب مصاحبت مین رہنے والون پر بھی کوئی اثر نہین اس کا بڑا سبب یہی ہے کہ ہزہائنس نے کسی کے مذہب سے تعرض نہین کیا جیسا کہ آل انڈیا شیعہ کانفرنس مین ہزہائنس نے فرمایا ہے کہ "مذہب خدا اور بندے کے درمیان اعتقاد کا نام ہے"

کچھ شک نہین ہے کہ خدا اور مخلوق سے جن معاملات کا واسطہ ہوا کرتا ہین

دخل در معقولات کرنے کی ضرورت نہین یہی سبب ہے کہ ہز ہائنس اپنی کثیر سُنّی رعایا مین تبدیل مذہب کے بعد بھی اُتنے ہی ہر دلعزیز اور نامور ہین جتنے اُن کے دادا خلد آشیان تھے۔ ہندو شیعہ سُنّی سب لپنے اپنے فرائض کے انجام دینے مین آزاد ہین اور سب کے ساتھ یکسان مُراعات ہوتے ہین اور صرف قابلیت معیار عروج ہے۔

نواب صاحب کی بے تعصّبی کے ثابت کرنے کیلیے یہ کہد ینا کافی ہے کہ کبھی کسی سُنّی یا ہندو نے کوئی شکایت آپ کی نہین کی اور آپ کے حلقۂ ارادت و عقیدت مین ہر مذہب و قوم کے لوگ داخل ہین۔ نواب صاحب کے دوستون مین بہت سی ہندو ریاستون کے فرمانروا ایسے موجود ہین جن کو آپ کے ساتھ سچی محبّت اور دلی مودت ہے۔

نواب صاحب بہادر کے فوجی اعزازات

(۱) آپ ۶ فروری ۱۸۹۵ء کو ہر مجسٹی ملکۂ کوئن وکٹوریہ قیصرہ ہند کی برّی افواج کے آنریری کپتان مقرر ہوے۔

(۲) ۲۲ جون ۱۸۹۷ء کو نواب صاحب ترقی پاکر آنریری میجر کے خطاب سے مخاطب ہوے۔

(۳) ۲۵ جون ۱۹۰۹ء آپ آنریری میجر کے عہدے سے لفٹنٹ کرنل کے عہدے پر ممتاز ہوے۔

(۴) ہز مجسٹی شہنشاہ جارج پنجم قیصر ہند نے ماہ جون ۱۹۱۰ء مین آپ کو اپنا اے ڈی سی مقرر فرماکر بعہدۂ کرنل معزز و ممتاز فرمایا۔ جو درجہ والیان ریاست

بیکانیر اور میسور کو دیا گیا ہے۔

نوابصاحب بہادر کیلیے تمغجات

(۱) ۳۰ جولائی ۱۹۰۳ء کو مسٹر کروک شینک صاحب سی ایس آئی ایجنٹ وکمشنر روہیلکھنڈ نے حسب ہدایت گورنمنٹ ہند رامپور مین آکر تمغاے یادگار تاج پوشی شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم قیصر ہند نوابصاحب کو پہنایا۔

(۲) یکم جنوری ۱۹۰۸ء کو ہز مجسٹی شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم قیصر ہند نے آپ کو تمغائے جی۔ سی۔ آئی۔ ای مرحمت فرما کر عزت افزائی فرمائی۔

(۳) لندن سے قیصر ہند نے تمغاے تاج پوشی ارسال فرمایا۔

(۴) دربار تاج پوشی دہلی (۱۹۱۱ء) مین نواب صاحب بہادر کو جی سی وی۔ او۔ کا اعزاز مرحمت ہوا۔

نواب صاحب کی نظم آفرینی

ہز ہائنس علوم عقلی و نقلی کی قابلیتون کے ساتھ سخن سنجی سے بھی ذوق رکھتے ہین اور طبع موزون کے اقتضا سے کبھی کبھی شگفتہ زمینون اور برجستہ قافیون مین شعر بھی موزون فرماتے ہین رشک تخلص کرتے ہین اور اس فن مین مولوی منشی محمد احمد صاحب مینائی صریر تخلص خلف اکبر مرحوم و مغفور منشی امیر احمد صاحب مینائی سے مشورہ ہے آپ کی غزلون کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ زبان شیرین و شستہ اور خیالات سنجیدہ اور مذاق عاشقانہ ہے اس کے ساتھ نازک خیالی بھی موجود ہے اور غزل کے لیے جو کچھ درکار ہے مثلاً عاشق و معشوق کے معاملات عشقیہ۔ ذکر وصل۔ شکایت فراق۔

درد انگیز اثر اور المناک واقعات بہت خوش اسلوبی سے اِن کے چہرے بے اُتارے ہین۔ محاورے کی چاشنی نے بلندی مضمون کو دوبالا کر دیا ہے بندش کی چُستی نِشست الفاظ کی خوبی ترکیب کی دلاویزی یہ سب آپ کی غزلون مین موجود ہین آپ کی طبیعت غزل کے لیے عین مناسب واقع ہوئی ہے کیونکہ خوش طبع اور صاف خیال ہین اور باوجود اِسکے معنون مین دقت نہین خیالات مین بلند پروازی بقدر ضرورت پائی جاتی ہے زبان صاف اور ایسی بے تکلف معلوم ہوتی ہے کہ گویا عاشق و معشوق باتین کر رہے ہین۔ یہی انداز بیان اُن کے اُستاد کا ہے۔ بلکہ تصریر صاحب اور حضرت امیر مرحوم کے کلامون کا مابہ الامتیاز یہی ہے کہ امیر صاحب کے ابتدائی کلام کو دیکھا جائے تو وہ باوجود اعلیٰ درجے کی فصاحت و بلاغت کے اغلاق سے خالی نہین البتہ آخری عمر کا کلام بہت صاف ہے بخلاف تصریر صاحب کے کہ اُن کا کلام از اول تا آخر فصاحت و سادگی رکھتا ہے اور بانکپن اُس پر مزید ہے اور یہ پچھلا وصف اُن کے والد مرحوم کے کلام کا خاص جوہر ہے۔

منشی امیر احمد صاحب کا سلسلۂ نسب مخدوم شاہ میٹا صاحب قدس اللہ سرہ العزیز تک پہونچتا ہے جو لکھنؤ کے شاہ ولایت اور مشہور و معروف بزرگ ہین سنہ ۱۲۷۵ ہجری مین آپ رامپور آئے تھے ۱۳ اکتوبر سنہ ۱۹۰۰ء مطابق ۱۷ جمادی الاخرے سنہ ۱۳۱۸ ہجری یوم شنبہ کو رات کے ۹ بجے بعمر ۷۴ سال دس ماہ حیدر آباد دکن مین انتقال کیا وہین مدفون ہوئے ۱۶ شعبان سنہ ۱۲۴۳ ہجری یوم شنبہ کو پیدا ہوئے تھے۔

محمد احمد صاحب مینائی رامپور مین پیدا ہوے۔ عربی صرف و نحو کی ابتدائی کتابین مولوی غلام رسول صاحب کشمیری اور مولوی محمود عالم صاحب رامپوری سے پڑھین۔ پھر کتب درسیہ معقول شمس العلما مولوی عبدالحق صاحب خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھین۔ علم فقہ مفتی عبدالقادر خان صاحب حاکم عدالت دیوانی رامپور سے تحصیل کیا۔ حدیث کی کتابین سید حسین شاہ صاحب محدث اور شاہ محمد معصوم صاحب مجددی اور مولوی حفیظ اللہ صاحب اعظم گڈھی شاگرد مولوی عبدالحی صاحب فرنگی محلی سے پڑھین شعر مین اپنے والد مرحوم سے تلمذ ہے چھٹپن مین تبرکاً تدبیر الدولہ سید مظفر علیخان صاحب اسیر سے بھی اصلاح لی ہے۔ تذکرۂ انتخاب یادگار مین آپ کا حال لفظ قمر کے ساتھ مذکور ہے کیونکہ ابتدا مین یہی تخلص کرتے تھے اس جملۂ معترضہ کے بعد ہز ہائنس کی طبع رسا کا نمونہ دکھانے کو انکی چند غزلین لکھتا ہون وہو ہذا۔

غزل

کہنے کو تو مین حالِ دلِ زار کہون گا
پر کہنے سے کیا فائدہ بیکار کہون گا

یہ حسن یہ انداز یہ شوخی یہ نزاکت
معشوق کو اپنے مین طرحدار کہون گا

کچھ سبزے کے آثار ہین چہرے پہ تمھارے
اب پھول سے رخسارون کو گلزار کہون گا

شوخی سے کہین آپ چھپائین مرے دل کو
ہین آپ کی زلفون مین گرفتار کہون گا

اک تیر سی مژگان کے ہوے قتل ہزارون
سفاک ہے ابرو اسے تلوار کہون گا

مجبور ہون مین اس مین وہ دکھ پائینگے تو گڑ جین
مطلب کی ہے جو بات وہ سو بار کہون گا

دنیا مین جو تم یوسف ثانی ہو تو اچھا
اس دل کو تمھارا مین خریدار کہون گا

کونین مین جب کبھی کڑی شاک پر آئی
مین آپ سے یا حیدر کرار کہون گا

کیا چیز ہے وقت کم سنی کا — کچھ خوف نہین بُری بھلی کا
کیون مست ہے فصل گل مین بلبل — کیون رنگ ہے اسپہ بےخودی کا
رونے مین نہین اثر ہمارے — اسپر بھی گمان ہے ہنسی کا
کہتی ہے ادا سے اُس کی شوخی — کٹ جائےگا اب گلا کسی کا
ہوتے ہی جدا کسی سے افسوس — جاتا رہا لُطف زندگی کا
دل لیکے بھلا مکرتے ہو کیون — بتلاؤ تو خوف ہے کسی کا
رونا ہے کبھی کبھی ہے جلنا — اُلفت مین تو ہے مزہ اسی کا
آنکھون سے لہو بہاتے برسون — یہ رنگ ہے اپنی عاشقی کا

اے رشک کلام مین تمھارے
انداز نیا ہے شاعری کا

حسینون مین تھے انتخاب اوّل اوّل — غضب تھا تمھارا شباب اوّل اوّل
اب آنے لگا خون دل آنسوون مین — بہی خوب چشم پرآب اوّل اوّل
گئی جان فرقت کے صدمون سے آخر — ہوا خانۂ دل خراب اوّل اوّل
وہ بچپن وہ بےباکیان اب کہان ہین — نہ تھا اُن کو ہم سے حجاب اوّل اوّل
وہ ترچھی نظر اور بانکی وہ چتون — ادا تھی ہر اک لاجواب اوّل اوّل
اُبھرتا ہے جوبن نکھرتی ہے رنگت — لڑکپن ہے آخر شباب اوّل اوّل
محبّت نے برسون رُلایا ہے ہم کو — جلایا ہے مثل کباب اوّل اوّل

کسی بت پر آئے گا جب دل کسی کا — تو سمجھے پڑے گا شباب اول اول
وہاں قتلِ عشاق اک کھیل ٹھہرا — انھیں کو نہ تھا جب شباب اول اول
بتاؤ تو کیوں ہو گئی ہم سے نفرت — ہمارا تھا عاشق خطاب اول اول
محبت وہ کرنے لگے آخر آخر — جنھیں تھا بہت اجتناب اول اول
نہایت ہی نازک ہے یہ شیشۂ دل — نہ توڑا اس کو مثلِ حباب اول اول

ابھی ابتدا ہے مگر رشک تم نے
کہی ہے غزل لاجواب اول اول

تمہارا کشتۂ ابرو کوئی میرے سوا کیوں ہو — یہ رونا ہے کہ دشمن بسملِ تیغِ ادا کیوں ہو
ہمارے خون سے جب ہاتھ وہ دھوئے حسرتیں لیں — یہی رنگیں کرے دستِ نگاریں کو حنا کیوں ہو
ابھی ہیں شوخیوں کے دن وہ ہیں نام خدا کمسن — اداؤں میں ابھی باقی ابھی ان کو حیا کیوں ہو
اگر اے حسرتِ دل وصل میں پاسِ نزاکت ہے — ترے ارمان رہ جائیں تو پھر تجھ سے گلا کیوں ہو
پھرے خنجر گلے پر تیر غمزے کے چلیں دلبر — بتاؤں کیلیے تیرے یہیں ہیں دوسرا کیوں ہو
حیا سے سرنگوں وہ ہو گئے جب وصل میں پوچھا — خطا ہم سے ہوئی ہے کیا بتاؤ تو خفا کیوں ہو
الٰہی جذبِ الفت سے چلے آئیں وہ تربت پر — یہ خاکِ ناتواں منت کشِ بادِ صبا کیوں ہو
محبت جب بسی دل میں تو پھر کیا ڈر مصائب کا — نہ اٹھے گر یہ بارِ غم تو کوئی مبتلا کیوں ہو
محبت ہو تو سچی صبر بھی اللہ دیتا ہے — وگرنہ جان دینے کا کسی کو حوصلا کیوں ہو

سوالِ وصل پر اے رشک وہ کیا کیا بگڑتے ہیں
مگر اس کے سوا دل میں ہمارے مدعا کیوں ہو

عجب دل کا نقشہ ہوا چاہتا ہے — غضب کا تماشا ہوا چاہتا ہے

جوان ہوتے ہی تم نیا رنگ لائے | یہ کیا تھا اور اب کیا ہوا چاہتا ہے
تری زُلف پُرخم ہوئی ہے پریشان | مرے دل کو سودا ہوا چاہتا ہے
وہ بن ٹھن کے کیون آج نکلے ہین گھر سے | کوئی فتنہ برپا ہوا چاہتا ہے
تری چشم و ابرو کا ہے یہ اشارہ | کوئی ہم پہ شیدا ہوا چاہتا ہے
ملے خاک مین سوز اُلفت سے آخر | اب اس کے سوا کیا ہوا چاہتا ہے
تماشا نہ سمجھو تڑپ میرے دل کی | کوئی دم مین سودا ہوا چاہتا ہے

یہ عاشق مزاجی یہ آشفتہ حالی
تمھین رشک اب کیا ہوا چاہتا ہے

جو اپنا نہین دوست وہ دل یہی ہے | مرا سخت دشمن ہے قاتل یہی ہے
چلا تیر غمزے کا جب دل کی جانب | ادائین پکارین کہ منزل یہی ہے
تری تیغ ابرو کو جب دیکھتا ہون | تو دل مجھ سے کہتا ہے قاتل یہی ہے
مجھے قبر مین رکھ کے حسرت سے بولے | پُر ارمان دل تیری منزل یہی ہے
نظر پڑتے ہی دل تڑپ کر یہ بولا | حسین پیار کرنے کے قابل یہی ہے
بسی ہے مرے دل مین صورت تمھاری | اگر تم ہو لیلی تو محمل یہی ہے
ہوا خاک جل کر محبت مین تیری | نہ پوچھا جسے تو نے وہ دل یہی ہے
بنا دل نشانہ جو تیر جفا کا | محبت کا اُلفت کا حاصل یہی ہے
یہ آنکھین مشبت مین روتی رہی ہین | جلا ہے جو اُلفت مین وہ دل یہی ہے
کہان آئنہ کے سوا مثل تیرا | کوئی ہے تو تیرا مقابل یہی ہے
بہت سی جفائین اُٹھانا پڑینگی | بہت ہون گے رسوا اگر دل یہی ہے

کھنچی ہے مرے دل پہ تصویر تیری صنم بُت پرستی مین کامل یہی ہے
نیا رنگ بدلا ہے اب رشک اِس کا
نرالا زمانے سے اِک دِل یہی ہے

نوابصاحب بہادر کی سپاہ

اس ریاست کی فوجی طاقت ۵۰۶ سوار ہے مع زنبورچیون کے اور ۱۲۷۵ پیدل ہے جن مین توپخانہ اور باجے والے بھی شامل ہین اس لشکر مین سے دو اسکواڈرن سوارون کے اور ایک پیادہ پلٹن امپیریل سروس ٹروپس مین شامل ہین اُن کا معائنہ اور اُن کی تربیت برٹش افیسر کرتے ہین جنکی خدمات خاص اسی کام کے واسطے سرکار انگریزی سے مستعار لی جاتی ہین۔ سپاہ خاص نوابصاحب بہادر کے زیر کمان ہے۔

(۱) امپیریل سروس لانسرز مین ۳۱۳ جوان ہین اور اُن کو چار ٹرپون مین تقسیم کیا گیا ہے۔ یہ نیزے کرچ اور ایم ایل ای قرابین سے مسلح ہین۔

(۲) تیسرا اسکواڈرن اسٹیٹ لانسرز اس مین ۱۵۳ جوان ہین یہ اسکواڈرن نیزے اور کرچ سے مسلح ہے۔

(۳) زنبورچی ان کی تعداد ۴۰ ہے اور ان کے متعلق ۲۴ زنبورک ہین یہ کرچون سے مسلح ہین۔

(۴) توپخانہ اس مین ۳ کمپنیان ہین جنکی مجموعی قوت ۲۰۷ جوان ہے یہ کرچون سے مسلح ہین ان کے متعلق ۳۴ توپین ہین جن مین سے ۶ توپین گھوڑچڑھی ہین

(۵) فرسٹ پٹالین امپیریل سروس انفنٹری اس کی منظور شدہ قوت

۷۰۰ جوان ہے اور یہ چھ کمپنیون مین منقسم کیے گئے ہین اور بی ہینڈفورڈ رائفل اور سانگین سے مسلح ہین ان مین سے ۲۳۳ آدمی لفٹنٹ کرڈنگلس کے ہمراہ خدمات شاہی انجام دینے کیلیے سمندر پار بھیجے گئے ہین۔

(۶) دوسری بٹالین اسٹیٹ انفنٹری اس مین ۶ کمپنیان ہین جنکی مجموعی قوت ۴۱۵ جوان ہے یہ ایم ایل ٹاور مسکیٹ اور سانگینون سے مسلح ہین۔

انتظامی معاملات کی غرض سے اسٹیٹ بینڈ دوسری بٹالین سے ملحق ہے اس مین ۲۴ باجے والے ہین۔

(۷) تیسری پلٹن مین ۴۲۵ جوان ہین اور اُن کی تقسیم بھی ۶ کمپنیون مین کی ہے یہ بھی ایم ایل ٹاور مسکیٹ اور سانگینون سے مسلح ہین۔

(۸) گورکھا کمپنی اس مین ۹۰ جوان ہین اور بی ایل سینڈر مسکیٹ اور سانگینون سے مسلح ہین۔

(۹) اس سپاہ کے سوا پولیس کے حسب ذیل آدمی ہین جو سب کے سب ایک سپرنٹنڈنٹ کے ماتحت ہین ان مین ۴ انسپکٹر ۲ سب انسپکٹر ۸ ہیڈ کانسٹبل اور ۲۳۴ کانسٹبل ہین ان مین سے ۵۷ نان کمیشنڈ افسیر اور سپاہی مسلح پولیس کے بھی شامل ہین۔ علاوہ برین ایک دستہ گھوڑ چڑھی پولیس کا بھی ہے جس مین ۷ نان کمیشنڈ افسیر اور ۲۲ سوار ہین۔

پولیس کے افسرون کے پاس تلوار ریوالور اور بریچ لوڈنگ بندوقین ہوتی ہین اور کانسٹبلون کے پاس تلوارین اور ڈنڈے ہین مسلح پولیس کے پاس مُنھ کی طرف سے بھرنے والی بندوقین اور تلوارین ہین اور گھوڑ چڑھی پولیس صرف تلوارون سے

مُسلح ہے۔

امپیریل سروس انفنٹری کے ۲۷۳ آدمیون کے میدان جنگ کو جانے کی وجہ سے مسلح پولیس ہین ایک سب انسپکٹر ۲۰ ہیڈ کانسٹبل اور ۸۰ کانسٹبلون کا عارضی اضافہ کردیا گیا ہے۔

پولیس متعلق ۳۲۵ چوکیدار ہین۔

قانون و معدلت

اوّل اجلاس ہمایون

یہ مقدمات فوجداری و دیوانی کی اعلیٰ اپیل ہے جنکو نواب صاحب بہادر بذات خاص طے فرماتے ہین۔

دوم عدالت العالیہ اپیل

اس کے حاکم اعلیٰ جوڈیشل سکرٹری ہین۔ ڈسٹرکٹ اور سشن جج کے فیصلون کی مقدمات فوجداری اور دیوانی مین اپیل اس عدالت مین ہوتی ہے

صیغۂ فوجداری جوڈیشل سکرٹری دس برس تک کی سزائے قید کا اپیل باختیار خود فیصل کرتے ہین۔ مگر اس کا اپیل خاص نواب صاحب کے اجلاس مین ایک ماہ کی میعاد کے اندر ہو سکتا ہے ورنہ وہ حکم ناطق سمجھا جاتا ہے۔ اختیارات نگرانی جو قوانین فوجداری کی رو سے برٹش گورنمنٹ کے ہائیکورٹ کو حاصل ہین اُسی حیثیت سے اس ریاست مین جوڈیشل سکرٹری کو حاصل ہین جن مقدمات مین حبس دوام یا سزائے موت عدالت سشن سے تجویز ہوتی ہے وہ جوڈیشل سکرٹری

کے ذریعہ سے بعد تحریر تجویز نواب صاحب کے حضور مین منظوری کے لیے پیش ہوتی ہے سزاے موت کا اور دس سال سے زیادہ کی قید کا فتوے نواب صاحب کی منظوری کا محتاج ہے۔

اس عدالت کو ماتحت عدالتون کے متعلق نظر ثانی کا بھی اختیار حاصل ہے۔

سوم عدالت ڈسٹرکٹ وسشن جج

جج کے فیصلے کا اپیل جوڈیشل سکرٹری کی عدالت مین دائر ہوتا ہے۔

دیوانی —— مقدمات زائد از دہ ہزار روپیہ۔

اپیل مفتی دیوانی اور منصفون کے فیصلون کی مقدمات دیوانی مین اور چیف مجسٹریٹ اور اسسٹنٹ مجسٹریٹون کے فیصلون کی مقدمات فوجداری مین اسی عدالت مین ہوتی ہے۔

مقدمات سشن مین جبکہ سشن جج پانچ سال سے زائد قید تجویز کرتے ہین تو مثل منظوری کے لیے جوڈیشل سکرٹری کے اجلاس مین بھیجتے ہین۔

چہارم منصفان

جونیر منصف مقدمات زر نقد مالیتی سو روپیہ۔

سینیر منصف مقدمات زر نقد و جائداد منقولہ مالیتی ہزار روپیہ۔

مفتی دیوانی ابتداءً اُن تمام مقدمات زر نقد و جائداد منقولہ تا دہ ہزار روپیہ کی سماعت جنکے اسباب خاص شہر رامپور مین ظہور پذیر ہوے ہین انھین کے پاس ہوتی ہے۔ اور مقدمات تحصیلات زائد از یک ہزار تا دہ ہزار روپیہ اور مقدمات حقیت وغیرہ یعنی جائداد غیر منقولہ تا دہ ہزار روپیہ بابت شہر و علاقہ ریاست بھی

عدالت مفتی دیوانی مین سماعت کیلیے لائے جاتے ہین۔

پنجم عدالت خفیفہ

دعوے زر نقد سو روپے تک جس کی بناے مخاصمت شہر رامپور مین پیدا ہوئی ہو یہان سُنا جاتا ہے اور عدالت خفیفہ کے فیصلے کی ناراضی سے نگرانی جوڈیشل سکرٹری کے اجلاس مین ہوتی ہے مگر یہ نگرانی واقعات کی بحث پر نہین ہوتی۔ صرف قانونی بحث پر نگرانی ہوسکتی ہے۔

ششم عدالت چیف مجسٹریٹ

اس کو سشن سپرد کرنے اور مقدمات فوجداری کی سماعت کا اختیار ہے۔ اس کے فیصلون کی اپیلین سشن جج کے پاس جاتی ہین بعد ازان جوڈیشل سکرٹری کے محکمے مین اور سب کے بعد خاص نواب صاحب کی عدالت مین اس کو اختیارات ذیل حاصل ہین:۔

قید	جرمانہ	سزاے تازیانہ	ضمانت	مچلکہ
۳ سال	ال ہزار	۲۴ ضرب	ال ہزار	ال ہزار

ہفتم اسسٹنٹ مجسٹریٹ کی عدالت

اس کو فرسٹ کلاس مجسٹریٹ کے اختیارات حاصل ہین۔

ہشتم اسپیشل مجسٹریٹ

اس کو دوسرے درجے کے مجسٹریٹ کے اختیارات حاصل ہین یعنی:۔

قید	جرمانہ	سزاے تازیانہ	ضمانت	مچلکہ
۶ ماہ	۱۰۰	۱۵ ضرب	۵۰۰	۵۰۰

سنہم مجسٹریٹ درجہ سوم

تحصیلداروں کو علاوہ افسران مال کے فرائض ادا کرنے کے معاملات دیوانی مین منصفون کے سے اور مقدمات فوجداری مین مجسٹریٹون کے سے اختیارات حاصل ہین۔ان کے اختیارات کی تشریح یہ ہے:۔

قید	جرمانہ	ضمانت	مچلکہ
یک ماہ	۵۰	۵۰	۵۰

تنبیہ آبکاری کے سپرنٹنڈنٹ کو بھی مجسٹریٹ درجہ دوم کے سے اختیارات حاصل ہین۔

آمدنی ریاست

سنہ ۱۹۱۳ اور سنہ ۱۹۱۴ء مین ریاست کی آمدنی ایک سال کی پینتالیس لاکھ روپیے ہوئی اور معمولی اخراجات اس سال کے ۳۷۰۵۲۸۳ ہین۔

مردم شماری

سنہ ۱۹۱۱ء کی مردم شماری کی رو سے ریاست کی تمام آبادی پانچ لاکھ کتیس ہزار دو سو سترہ نفوس ہے ان مین سے مسلمان دو لاکھ چوالیس ہزار چھ سو چار آدمی ہین اور ہند دو لاکھ چوراسی ہزار ایک سو بتیس اور دوسرے اہل مذاہب دو ہزار چار سو اکاسی۔

اخبار الصنادید کا خاتمہ

چونکہ ریاست رامپور روہیلون کی حکومت کا بقیہ ہے اور روہیلکھنڈ مین اُن کی فتوحات مین سے اب یہی ایک یادگار باقی ہے اس لیے مناسب معلوم ہوا کہ اس ریاست کا جغرافیہ۔ تمدن۔ طرز معاشرت وغیرہ بیان کردیا جائے تاکہ ان روہیلون کی تاریخ کا پُورا پُورا حق ادا ہو جائے۔

ریاست رام پُور کا جغرافیہ

ریاست رامپور قسمت روہیلکھنڈ صوبہ متحدہ مین واقع ہے اور لفٹنٹ گورنر صوبۂ متحدہ آگرہ و اودھ کی پولٹیکل نگرانی مین ہے۔ اس کے متعلق ایک قطعہ ملک نہایت آباد اور خوش پیداوار ہے جس کا شمالی عرض البلد ۲۸ درجہ ۲۵ دقیقہ سے لیکر ۲۹ درجہ ۱۰ دقیقہ تک ہے اور مشرقی طول البلد ۷۸ درجہ ۴۵ دقیقہ سے لیکر ۷۹ درجہ ۲۸ دقیقہ تک ہے۔ اس کے شمال مین ضلع ترائی کے دیہات کاشی پور۔ نارپور۔ گاڈر پور۔ رُدّر پور اور ضلع بریلی کا چوحلہ وسرسا وان تحصیل بہیڑی و تحصیل میرگنج (مقام تحصیل) اور سرولی تحصیل آنولہ اور ضلع بدایون کی بسولی (مقام تحصیل) اور ضلع مرادآباد کی بلاری اور خود مرادآباد اس علاقے

کے ہم سوانہ ہین - اس علاقے کی شکل نقشے کی رو سے دل کے مشابہ واقع ہوئی ہے اس لیے کہ جنوب و مشرق کی طرف جو خاکنا ے اس علاقے کی کسی قدر مراد آباد کے علاقے مین نکل گئی ہے اُس سے اگر قطع نظر کی جائے تو پوری دل کی صورت قائم ہو جاتی ہے اور سرسری طور سے اگر دیکھا جائے تو ریاست کی ارضی شکل کو انڈا یسے مشابہ کہنا غالبًا بے جا نہوگا -

سر ایچ الیٹ کی شرح کے ضمیمہ کو جس مین اُس نے اکبر کے زمانے کے منقسم شدہ صوبجات کی تفصیل کی ہے اور عہد شہنشاہ اکبر کے صوبجات و سرکار و دستورات کی تفصیل دکھلائی ہے مسٹر بیم کے چھاپے ہوے نقشے سے مقابلہ کرنے پر واضح ہے کہ یہ ریاست صوبہ دہلی کی ایک جاگیر ہے - سرکار سنبھل و بدایون مین سے نکلی ہوئی ہے مگر سنبھل کا حصہ اس جاگیر مین بدایون کی نسبت زیادہ شریک ہے بدایون کے علاقے مین سے صرف اجاؤن اور بریسیر دو محالون کی مغربی زمین شامل ہے اور سنبھل کے علاقے مین سے برونی بساری - دودیلا - راجپورہ - خانگری - لکھنور نسوا - اِن تمام محالون کی زمین ملی ہوئی ہے الیٹ نے اپنی تحریر مین آخری دو محالون کا نام واضح نہین کیا ہے اسکی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ محال لکھنور سے متعلق کر کے جاگیر مین دیے گئے تھے اس واسطے یہ محال سنبھل کے علاوہ کسی اور علاقے مین سے خیال کیے گئے ہون گے -

یہ ریاست طول مین زیادہ سے زیادہ ۵۰٫۸ میل اور عرض مین زیادہ سے زیادہ ۳۰٫۴ میل ہے کل رقبہ اس ریاست کا دیہی کاغذات کی رو سے ۸۹۹٫۲ میل مربع ہے جس مین سے ۲۱٫۶ میل مربع معافیات مین شامل ہے

مگر پیمائش کے دفتر کی رو سے جو ۱۸۶۴ء سے ۱۸۶۶ء تک ہوئی ۹۸۰ میل مربع کل رقبہ اس ریاست کا ثابت ہوتا ہے ۱۸۸۱ء کی مردم شماری کی رپورٹ مین غلطی سے اس کا رقبہ ۹۴۵ میل مربع لکھا گیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس ریاست کا رقبہ ۸۹۲¼ میل مربع ہے اور بحساب ایکڑ ڈسمل [illegible] ایکڑ ۹۴ ڈسمل اور بحساب بیگہ سرکاری [illegible] بیگہ ۷ بسوہ ۶ بسوانسی ہے۔ اس وقت ریاست پانچ تحصیلات مین منقسم ہے جن کا رقبہ یون ہے۔

نام تحصیل	رقبہ بحساب ایکڑ ڈسمل		رقبہ بحساب بیگہ سرکاری		
	ایکڑ	ڈسمل	بیگہ	بسوہ	بسوانسی
حضور تحصیل	۱۱۲۱۷۸	۳	۱۷۹۴۸۴	۷	۱۹
شاہ آباد	۱۰۶۰۱۹	۴	۱۶۹۶۳۰	۴	۱۶
بلاسپور	۱۳۰۸۸۵	۲۲	۲۰۹۴۱۶	۳	۱۳
ملک	۹۹۳۲۵	۳۳	۱۵۸۹۲۰	۸	۱۰
سوار	۱۲۶۸۱۷	۵۰	۱۹۶۵۰۸	۲	۸

ریاست بلحاظ تحصیل مالگذاری و کارہائے عدالت انہی پانچ حصون پر منقسم ہے کہ ہر ایک حصہ تحصیل کہلاتا ہے اور ہر تحصیل مین ایک تحصیلدار مع ضروری عملے کے مقرر ہے مگر ۱۸۹۳ء مین تحصیل سوار سے ۶۲ گانون علیحدہ کرکے بطور پرگنہ کے یہ دیہات علیحدہ قائم کیے گئے اور یہ پرگنہ ٹانڈہ بادریان کے

نام سے مشہور ہوا۔

بلاسپور یہ قصبہ رامپور سے شمال و شرق کے کونے مین ۱۶ میل کے فاصلے پر رامپور اور رُدّر پور کی سڑک پر آباد ہے یہ قصبہ تحصیل بلاسپور کا صدر مقام ہے اس تحصیل کا رقبہ ۲۰۰۱۲ میل مربّع ہے اس مین سے ۴ دہم میل معافی ہے اس علاقے مین شکار کثرت سے ملتا ہے غیر مزروعہ اراضی اس علاقے مین بہت پڑی ہوئی ہے جس مین سے بہت سی قابل زراعت ہے۔

ٹانڈہ بادریان جسے مطلق ٹانڈہ بھی کہتے ہین رامپور سے ۱۴ میل شمال و غرب کے کونے مین آباد ہے عرض بلد ۲۸ درجہ ۵۸ دقیقہ ۳۰ ثانیہ ہے اور طول بلد مین ۷۹ درجہ ۲۰ ثانیہ ہے یہ مقام اس علاقے کے واسطے چانولون کی منڈی ہے سوار رامپور سے ۱۵ میل شمال کو کالا ڈھونگی کی سڑک کے کنارے آباد اور ریاست کی شمالی تحصیل کا صدر مقام ہے اس تحصیل کا کل رقبہ ۱۸۰ میل مربع ہے اس مین سے ۲۰۱۴ میل معافی ہے اس علاقے مین دھنپور بنجے پور کا جنگل ایک عمدہ شکارگاہ ہے۔

شاہ آباد رامپور سے ۱۶ میل جنوب کو رام گنگا کے جنوبی کنارے پر آباد ہے عرض بلد اس بستی کا ۲۸ درجہ ۳۳ دقیقہ ۳۰ ثانیہ ہے اور طول بلد ۷۹ درجہ ۴ دقیقہ ہے یہ قصبہ اونچی زمین پر آباد ہے اس لیے اس زمین کو اُپرالہ کہتے ہین یہان کی آب و ہوا تندرستی کے واسطے تمام علاقے سے بہتر ہے اس قصبہ کا پرانا نام لکھنور تھا الیٹ کے بیان کے موافق یہ مقام پرانے حکمرانون کا دار الحکومت تھا اور اس علاقے کا صدر مقام تصور کیا جاتا تھا۔ آج کل یہ مقام اس ریاست کی

جنوبی تحصیل کا صدر مقام ہے اس تحصیل کا کل رقبہ ۱۱۲۰۰ میل مربع ہے اس مین سے ۲۰۲ میل معافی ہے شاہ آباد کی شکر عمدہ ہوتی ہے۔ اور اسی طرح موضع ڈھکیا علاقۂ شاہ آباد کی شکر بھی مثل شاہ آباد کے مشہور ہے اگرچہ آبپاشی کے اسباب گرد و نواح کے دیہات مین بکثرت ہین مگر اس جگہ کا رس نہایت عمدہ ہوتا ہے۔ شاہ آباد کا گیہون بھی بہت عمدہ ہوتا ہے سیفنی علاقہ شاہ آباد کی آب و ہوا بھی عمدہ ہے۔

ملک یہ بستی رام پور سے ۱۵ میل شرق وجنوب کے کونے مین بریلی مراد آباد کی سڑک کے متصل ناہل ندی کے مغربی کنارے پر آباد ہے یہان پر تحصیل ملک کا صدر ہے۔ اس تحصیل کا کل رقبہ ۱۳۲٫۴۴ میل مربع ہے اُس مین سے ۵٫۰ میل معافی ہے اس بستی کو وضاحت کے لیے ملک نصیر آباد بھی کہتے ہین۔

فیزیکل جغرافیہ یعنی پیداوار کے متعلق حالات

رامپور کا علاقہ بالکل مسطح اور ہموار ہے اور شاداب حصے مین واقع ہوا ہے ہر قسم کی پیداوار کی کثرت ہے چارون طرف پانی کی افراط ہے شمالی حصے مین نہایت کثرت سے دریاے کوسی اور ناہل پانی پہونچاتے ہین یہ دونون دریا تقریباً خط متوازی کی صورت مین اس علاقے کے شمال سے جنوب کی جانب بہتے ہین جنوبی حصے کو دریاے رام گنگا پانی پہونچاتا ہے یہ دریا کوسی کے پانی مین شامل ہو کر اس حصۂ ملک کو جنوبی اور شرقی دو قطعون مین تقسیم کرتا ہے۔ اس علاقے کی زمین کا ڈھال شمال سے جنوب اور مشرق کی جانب پایا جاتا ہے ریاست کی زمین شمالی سرحد پر ڈڈرپور کے قریب ۶۳۰ فیٹ سطح سمندر سے

بلند ہے اور خاص شہر رامپور کی بارامپور سے جنوب کی طرف چند میل بڑھکر ۵۰۴ فیٹ سمندر سے بلند ہے جیسا کہ دریاؤن کی روانی اور پیمائش سے ثابت ہوا ہے۔ شہر کے گرد و نواح کا علاقہ نہایت سرسبز اور خوش منظر ہے۔ مسٹر ڈیوسن نے اپنے سفرنامے مین اس شہر کے مضافات کی بہت تعریف لکھی ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ حوالی شہر بانسی کا حصار اور آنبون کے باغون کی کثرت اور چھوٹے چھوٹے گانوون کی آبادیون کی رونق دیکھنے سے نظر کو لطف اور خیال کو تعجب پیدا ہوتا ہے اس زمین کی کھیتی کی سرسبزی یہان کے کاشتکارون کی محنت اور جانفشانی کا کامل ثبوت دیتی ہے یاد رکھنا چاہیے کہ شہر کے آس پاس اب بانسی کا حصار باقی نہین رہا۔

موسمی کیفیت

پانی کی کثرت اور عمدگی زمین کے باوجود اس ملک مین گرمی و سردی بہت پڑتی ہے گرمی مین ایسی ایسی آندھیان آتی رہتی ہین جس سے دن کی رات ہوجاتی ہے قیامت کا نمونہ نظر کے سامنے آجاتا ہے۔ مکانون کو صدمہ پہونچتا ہے جانین ضائع ہوجاتی ہین اور آندھی کی شدت مین آتشزدگی سے صدہا گانوٗن جل کر خاک سیاہ ہوجاتے ہین خرمن گاہین غلّون کی اُڑجاتی ہین ٹڈی دل آآکر کھیتون اور نباتات کو تباہ کرتے ہین۔

قسم زمین

خاص اقسام زمین کے جو ریاست مین واقع ہین یہ ہین۔ دومٹ۔ بھوڑ۔ ٹھیار۔ سوائی۔ کلر۔ کھاپڑ۔ ریگ اول الذکر تینون قسمین عمدہ سمجھی گئی ہین۔ ٹھیار کی پیداوار کا انحصار بارش پر ہے۔ کلر اور کھاپڑ مین کاشت کرنا مشکل ہے

رنگ مین اکثر خربوزے پیدا ہوتے ہین۔ اقسام غلہ سے باجرا بھی پیدا ہوتا ہے۔ شاہ آباد اور حضور تحصیل مین اکثر دومٹ اور مٹیار کے اقسام ہین۔ تحصیلات بلاسپور اور سوار مین ایک خاص قسم کی زردی مائل سیاہ رنگ زمین ہے اور یہ زمین ہمیشہ تر رہتی ہے۔ اس واسطے اُس زمین مین چانولون کی پیداوار کی زیادہ قابلیت ہے۔ سوار اور بلاسپور کی تحصیل مین بہت بڑا حصّہ اُس گھانس کے جنگل کا ہے جس کو کسیرا کہتے ہین۔

ویران زمین

علاقۂ مذکور مین کئی قطعے خراب زمین کے بھی ہین جن مین کوئی چیز پیدا نہین ہوتی۔ اگرچہ یہ قطعات بھی ایسے نہین ہین کہ کاشت کے قابل نہین مگر بعض وجوہات سے خراب پڑے ہین۔ ایک ایک قطعہ تقریبًا دس میل لمبائی کا رام گنگا کے بائین کنارے پر ہے جو برسات کے زمانے مین دریا برد ہو جاتا ہے اور جھاؤ کے سوا اُس مین کچھ نہین پیدا ہوتا۔ تحصیل سوار اور بلاسپور کے علاقے مین انگریزی سولنے پر بہت سی زمین کاشت کے قابل غیر آباد پڑی ہے جس مین کسیرا پیدا ہوتا ہے جو چھپر چھانے کے کام آتا ہے۔ بعض قطعے زمین کے ڈھاک کے جنگل سے گھرے ہوے ہین اُن کو صاف کر کے کاشت مین لانا سخت دشوار ہے خصوصًا دھن پور بجے پور کا سارا جنگل اسی قسم کا ہے یہ قطعہ شکار کے بڑے مطلب کا ہے۔

دریا

اس علاقے کے بڑے بڑے دریا کوسی اور رام گنگا ہین ان کے علاوہ چھوٹی ندیان مختلف مقامات پر بہتی ہین ان کے نام گھوگا۔ ناہل۔ بہلاؔ عرف باہ۔ پیلاکھار۔

سینجنی ۔ بھکڑا ۔ دھیمری ۔ کچھیا ۔ ہاتھی جنگھاڑ ۔ گانگن مشہور ہین۔ ان مین سے رام گنگا اور گانگن کے سوا اور ندیان اکثر آبپاشی کے کام مین آتی ہین ان مین سے ناہل ۔ کچھیا ۔ پیلا کھار ۔ ان تین ندیون کی زمین چکنی مٹی کی اور باقی ریتے کی ہے۔

رام گنگا نامی دریا بحساب عرض بلد ۲۸ درجہ ۳۴ دقیقہ اور بحساب طول ۷۹ درجہ پر اس علاقے مین داخل ہوتا ہے اور جنوب و مشرق کی جانب بڑی ٹیڑھی رفتار سے سو میل تک بہتا چلا گیا ہے۔ برسات کے موسم مین اس کے کنارے کے گانوون کو اس کی طغیانی سے سخت صدمہ پہونچتا ہے بہت مشہور مقام اس کے کنارے پر شاہ آباد ہے وہان اس دریا کا پل کشتیون سے باندھا جاتا ہے اور برسات مین ناؤ کے ذریعہ سے عبور کیا جاتا ہے اسی طرح ساگر پور کے پاس رامپور کے پاس سیفنی کو جانے والی سڑک پر اس دریا کا پل کشتیون سے بنایا جاتا ہے اور نبی گنج کے قریب آنولہ اور بسولی سے میر گنج کو جانے والی سڑک پر بھی اس کا پل کشتیون سے باندھا جاتا ہے۔ اس دریا سے آبپاشی کا کام بہت کم لیا جاتا ہے۔ بعض بعض مقامون پر صرف ڈھکلی کے ذریعہ سے آبپاشی ہوتی ہے اسکے کنارون پر جھاؤ کے جنگل کی بڑی کثرت ہے اس زمین مین کاشت کرنا بالکل غیر ممکن ہے اس علاقے کی حدود مین دو دریا اور اس دریا کے پانی مین شامل ہوتے ہین ایک بڑا کوسی شمال کی جانب سے ملتی ہے اور دوسری گانگن جنوب کی طرف سے آکر شامل ہوتی ہے۔

کوسی یہ دریا علاقہ کمایون سے بہتا ہوا تحصیل سوار کے شمال مین موضع

پٹّی کلان کے پاس اس ریاست مین داخل ہوتا ہے اور کئی میل تک تحصیل مذکور
اور پرگنۂ مرادآباد کے بیچ مین ہو کر ٹھیک جنوب کی جانب بہتا ہے اور آخر کار
شہر رامپور سے آٹھ میل کے فاصلے پر مقام مانپور کھنکو ضلع مرادآباد کے پاس
رام گنگا مین مل جاتا ہے موضع کھیریا علاقۂ مرادآباد کے پاس اس دریا کا فاصلہ
رامپور سے صرف دو میل کے قریب ہے ایک زمانے مین اسکی دھار رامپور
کے تلے حضرت پور دروازے کے متصل جاری تھی گنیش گھاٹ علاقۂ مرادآباد
کے متصل یہ دریا رامپور سے چار میل ہے اس مقام پر مرادآباد بریلی کی ریلوے ٹرک
کے واسطے اس دریا کا پُل پختہ بنا ہوا ہے اُسی پر سے مسافر اور گاڑی بہلی گھوڑے
ٹٹو بھی گذرتے ہین اور نینی تال مرادآباد کی سڑک پر دڑھیال کے پاس اس
دریا کا پُل انگریزی انتظام سے باندھا گیا ہے اس کے علاوہ برسات کے بعد
مُنڈیان حسن پور کے پاس رامپور سے دو میل کے فاصلے پر اس دریا کا ایک اور
پُل کشتیون سے باندھا جاتا ہے۔ اب موضع لال پور علاقۂ حضور تحصیل کے پاس
اس کا پختہ پُل آبپاشی کی نہر کے لیے تیار ہوا ہے اس پُل پر سے مسافر بھی گذرتے ہین
اور پانی روکنے اور چھوڑنے کے بھی کام آتا ہے۔ گھوسی پور و علاقۂ سوار کے قریب
بارش کے زمانے مین اس دریا کو کشتی پر عبور کیا جاتا ہے لیکن برسات کے بعد
اس مقام پر پایاب اُترنا ممکن ہوتا ہے۔ اس دریا کے بہنے کا مقام ہر سال بدلتا
رہتا ہے اس وجہ سے دریابردی اور برآری کے باعث علاقے کے حدود مین
اکثر تبدیلیان واقع ہوتی ہین۔ کسی زمانے مین علاقۂ غیر سے دھار دھرا اور کسی
زمانے مین مینڈ دھرا قائم کرنا پڑتا ہے ریاست مین اس دریا کے داخل ہونے اور

خارج ہونے کے مقامات کے درمیان کا فاصلہ پورے پچیس میل ہے اسکے پانی مین
پچھیا۔ باہ۔ بہرئی۔ ان تین ندیون کا پانی اس ریاست کے علاقے مین داخل ہوتا ہے
اور اس کے کنارون پر اکثر دلدل وغیرہ کی کثرت سی رہتی ہے۔ اور اُس کے
کنارون کی زمین غیر معمولی سیلابون کے سبب ویران پڑی رہتی ہے۔

کانگن یہ دریا رام گنگا کی شاخون مین شمار کیا جاتا ہے ضلع بجنور سے نکل کر
مرادآباد کے علاقے مین ہوتا ہوا ریاست کی عملداری مین داخل ہوا ہے یہ دریا
اس علاقے مین صرف چھ میل بہکر رام گنگا مین مل گیا ہے میل کی جگہ اس دریا
کا پھاٹ دلدل وغیرہ سے پھیل کر بہت چوڑا ہوگیا ہے وہان پر خاص دھار کا پہچاننا
بہت دشوار ہے۔ مشہور مقام اس دریا کے کنارے پر سیفنی علاقہ شاہ آباد ہے۔

گھوگا یہ ندی ترائی سے نکل کر موضع مولاگڑھ علاقہ سوار کے قریب ریاست
کی عملداری مین داخل ہوئی ہے اور موضع بجرانانکار کے پاس بمنایا ہاتھی چنگھاڑ
کے پانی مین شامل ہوکر علاقہ حضور تحصیل مین ندی آرہا سے جا ملی ہے یہان سے
تھوڑی دور آگے بڑھکر اسی ندی کا نام پیلاکھار مشہور ہے۔ گھوگا کا پانی گرمیون مین
بھی خشک نہین ہوتا۔ موضع رام نانکار کے پاس نیا کا پانی اس مین شامل ہوتا ہے
اور نینی تال مرادآباد کی سڑک پر اس ندی کا پُل پختہ بنا ہوا ہے۔

پیلاکھار یہ ندی مونا گر علاقہ بلاسپور کے قریب ریاست کے رقبے مین
داخل ہوتی ہے کیمری کی طرف ہوتی ہوئی موضع گوجرا والا کے پاس علاقہ ملک مین
گھس کر جنوب و شرق کی جانب بہتی ہوئی بریلی کے علاقے مین چلی جاتی ہے برسات
کے زمانے مین منکرا۔ گوجرا والا۔ کیمری۔ پیپلیا گھاٹ۔ جھونا گر۔ ان مقامات پر

اِس ندی کو کشتی کے ذریعہ سے عبور کرتے ہین اور باقی ایام مین پایاب ہوتی ہے۔
اب رامپور بلاسپور کی سڑک پر اس کا پختہ پُل تیار ہو گیا ہے۔

ناہل یہ ندی موضع پیپلی علاقۂ سوار کے متصل ریاست کے رقبے مین داخل ہوکر حضور تحصیل اور ملک کے پرگنون مین ہوتی ہوئی موضع سینڈھولی پرگنہ میر گنج ضلع بریلی مین پیلا کھار سے ملجاتی ہے۔ قصبۂ ملک اِس کے داہنے کنارے پر آباد ہے رامپور بلاسپور کی سڑک پر موضع طالب پور بھوٹ کے قریب اِس ندی کو عبور کرتے ہین اب آہنی پُل تیار ہو گیا ہے اور اُس کی دوسری شاخ گینڈ یا ئی کو نگلیا عاقل علاقۂ حضور تحصیل کے نیچے برسات کے موسم مین کشتی پر عبور کرتے ہین اور اسی شاخ کا پُل رامپور رُدّر پور کی سڑک پر لکڑی سے بنایا ہے۔

بَہلّا عرف باہ یہ ندی موضع راجپورہ احمد آباد علاقۂ سوار کے قریب ریاست کی عملداری مین داخل ہوکر جنوب کو بہتی ہوئی رامپور سے دو میل کے فاصلے پر موضع کھبریا علاقہ مراد آباد کے پاس کوسی مین مل گئی ہے اِس ندی مین مچھلیون کی بہت کثرت ہے۔

سیلنجنی یہ ندی نسیم آباد علاقۂ بلاسپور کے قریب اِس عملداری مین داخل ہوتی ہے بلاسپور اور ملک دونون پرگنون کے بیچ مین سے گذرتی ہوئی ہرسونگلہ کے پاس بھاکڑا مین مل جاتی ہے اِس کی دو شاخین اور ہین ایک کا نام ڈکرا ہے اور دوسری کو کچھیا کہتے ہین رامپور بلاسپور کی سڑک پر اِس ندی کو ملا کھیڑا گھاٹ کے قریب اور ڈکرا اِس کی شاخ کو پرتاب گڑھ کے قریب عبور کرتے ہین۔ ڈکرا کا پختہ پُل بن گیا ہے۔ اور ملا کھیڑا گھاٹ پر برسات کے موسم مین ناؤ لگتی ہے اور بغیر برسات کے کشتیون کا پل بھی رہتا ہے۔

بھکڑا یہ ندی موضع پپلیاناد علاقہ بلاسپور کے پاس ریاست کے رقبے مین داخل ہوتی ہے۔ قصبۂ بلاسپور اور بشارت نگر کی آبادی کے بیچ مین ہوتی ہوئی موضع دھیمری چندپورہ کے قریب ٹانک مین گھسکر موضع بھوجپورہ کے جنگل مین ریاست کے علاقے کو چھوڑ دیتی ہے بلاسپور اور بشارت نگر کے درمیان اس کا پختہ پل تیار ہو گیا ہے۔ اس کی تین شاخین سیبنی۔ دھیمری۔ سوہنیا نامی اور ہین۔

دھیمری یہ ندی موضع کھمری علاقہ بلاسپور کے قریب اس عملداری مین داخل ہو کر موضع کھوندل پور علاقہ بلاسپور کے پاس بھکڑا مین مل جاتی ہے۔ اس کا پانی کھانے پینے کے کام مین بہت برا خیال کیا گیا ہے۔ اس کے کنارون پر کانس کا جنگل بہت گھنا شیر وغیرہ کے رہنے کے قابل ہے۔ رامپور رُدّر پور کی سڑک پر اس ندی کا پل بلاسپور اور بشارت نگر سے آگے پختہ بنا ہوا ہے۔

کچھیا یہ ندی علاقہ ریاست مین موضع سینٹا کھیڑے کے پاس ایک جھیل مین سے نکلکر علاقہ حضور تحصیل مین بہتی ہوئی رامپور کے شمال مین موضع پہلان پور کے پاس کوسی مین مل گئی ہے اس ندی کا پاٹ گرمی مین آٹھ فٹ اور برسات مین ساٹھ فٹ تک ہوتا ہے اسی طرح عمق اس کا گرمی مین ایک فٹ اور برسات مین بارہ فٹ تک ہوتا ہے۔

ہاتھی چنگھاڑ اس ندی کا نام نیچے بلکریا مشہور ہے یہ ندی ضلع ترائی مین سے بہتی ہوئی موضع نجیب آباد علاقہ بلاسپور کے قریب ریاست کے علاقے مین داخل ہوئی ہے اور آٹھ میل کے قریب ریاست کے رقبے مین بہکر موضع بھرٹا نگلا ر کے پاس کھوکا مین مل گئی ہے اس کا پانی پینے کے واسطے بہت بہتر ہے اس کا پاٹ گرمی مین بارہ فٹ اور برسات کے موسم مین اسقدر وقت تک ہو جاتا ہے اور گہرائی گرمیون مین ڈیڑھ فٹ

اور برسات مین نو فٹ تک پہونچ جاتی ہے۔

نہر

اس علاقے مین بڑی دو نہرین موجود ہین۔ ان مین سے ایک نہر بھگل ندی سے نکلی ہے یہ رُدّر پور کے قریب ریاست کی حدود مین آبپاشی کے واسطے داخل ہوکر بلاسپور کے علاقے کو سیراب کرتی ہوئی ضلع بریلی کو چلی جاتی ہے۔ پہلے زمانے مین بھگل ندی مین ریاست کی جانب سے رُدّر پور سے دو میل تلے مینڈھا بندھا تھا جب انگریزون نے ترائی کا علاقہ آباد کیا تو یہان کے دہات کو اس ندی کی طغیانی سے نقصان پہونچنے لگا انگریزون نے نواب یوسف علیخان سے کہا کہ ہم اس ندی سے نہر نکالے دیتے ہین آپ کے علاقے کی جو آبپاشی اس مینڈھے سے ہوتی ہے وہ نہر سے بخوبی ہوگی اور ترائی کے دیہات کا نقصان بھی موقوف ہوجائے گا۔ نوابصاحب نے منظور کرلیا یہ نہر انگریزون نے کھدوادی اور مینڈھا کٹوادیا گیا اس کو جون صاحب کی نہر اور ڈیمن کنال بھی کہتے ہین۔

دوسری نہر نواب سید کلب علیخان بہادر نے دریائے کوسی سے باہتمام بلیغ نکلوا کر دریائے رام گنگا مین ملوادی ہے اور تحصیلات حضور تحصیل اور ملک مین یہ نہر گذرتی ہے جہان کہ دیہات کو اپنے پانی سے سیراب کرتی ہے طول اس نہر کا ۱۳ میل ہے جب اس نہر کی کھدائی شروع کرائی گئی تھی تو تیمنًا مولوی ارشاد حسین صاحب اور سید حسن شاہ صاحب محدث وغیرہ علماء دین اس کام کے فتتاح کرانے کیلئے بھیجے گئے تھے۔

اقوام آباد ریاست

اس پر تمام مورخون کا اتفاق ہے کہ آریہ لوگ اس وقت سے چار ہزار برس پیشتر

وسط ایشیا کے سرسبز مقامات سے نکل کر جہان سے بہت سی نامور قومین علحدہ ہوئی ہین مغربی شمالی درون یعنی افغانستان کے رستے سے پنجاب مین سندھ دریا کے کنارے آبسے جس کے سبب سے اُن کو ہند یعنی سندھو یا انڈد کہا گیا ہے کیونکہ ہندوستان مین باہر سے آنے والے کو سب سے پہلے یہی دریا ملتا ہے جس کے نام سے ایک علاقے کو بھی اب سندھ کہتے ہین پھر یہ لوگ ہند کے قدیمی باشندون یعنے بھیل گونڈ موگیہ مینا اور دھانگر وغیرہ کو جو کم عقل اور وحشی تھے اور اب تک بھی اکثر ایسی حالت مین پائے جاتے ہین عمدہ اور آباد مقامات سے ویران اور پہاڑی علاقون مین ہٹا کر آپ ہر طرف ایسے پھیلتے گئے کہ تقریبًا کل ہندوستان کی بزرگی وحکومت ان ہی کو حاصل ہوگئی شمالی مغربی آمد و رفت کا سلسلہ ایک ہی وقت مین ختم نہوگیا بلکہ مدتون تک جاری رہا جس کی بڑی نظیر خود ہندو مسلمان اور انگریز ہین فارسی کی کتابون مین ہندو کے معنی سیاہ رنگ چور اور غلام وغیرہ اس وجہ سے لکھے گئے معلوم ہوتے ہین کہ یہان کے قدیم باشندے بھیل اور موگیہ وغیرہ یہی صورت۔ خاصیّت اور حالت رکھتے تھے اور اب بھی رکھتے ہین جن مین پچھلے آنے والے بھی خواہ مخواہ شامل ہوگئے۔

بعد اس کے آریہ نسل کے ہاتھ سے چار ذاتین قائم ہوگئین۔

(۱) ایک پوجاری یا برہمن۔

(۲) سپاہی یا بادشاہ کے رفیق جو اُس کے ہمرکاب لڑتے اور راجپوت یا چھتری کہلاتے تھے جس کے معنی شاہی نسل والا ہین۔

(۳) کاشتکار جو ویش (بواؤ ٹکسور ویاسے مجہول) کے قدیم نام سے مشہور تھے

لفظ ویش کا مادہ وش سے ہے اور وید کی زبان مین قوم کی قوم اس نام سے کہلاتی تھی۔

(۴) شودر (بضم شین نقطہ دار و واؤ معدولہ وسکون دال مہملہ و رائے مہملہ) یعنی غیر آریہ۔ وہ فرقے جو غلام کر لیے گئے تھے اور دسیُو (بفتح دال مہملہ و سکون سین مہملہ وضم یائے تحتانی) یعنی جو پر ڈاکو یا داس (بدال مہملہ) یعنی غلام کہلاتے تھے پہلی تین ذاتین آریہ نسل سے تھین اور چوتھی ذات اپنی ذلیل حالت سے کسی اعلیٰ رتبے کو نہین پہونچ سکتی تھی بلکہ اُن سے کھیتون مین سخت محنت لی جاتی تھی اور گانؤن کے باشندون کے کُل نجس کام اُن ہی سے متعلق تھے۔ ان مین بھی دو تفریق کی تھین۔

(الف) جو برتن چھونے کے قابل تھے جیسے کہار کُمہار وغیرہ۔

(ب) جو برتن چھونے کے قابل نہ تھے جیسے بھنگی۔ چمار۔ کنجر وغیرہ۔

اس علاقے کے باشندے دو مذہب کے لوگ ہین ہندو اور مسلمان ہندو بہ نسبت انگریزی علاقے کے ہنود کے بہت کمزور اور غیر متعصب ہین۔ اور ان کے کئی چھوٹے چھوٹے مندر شہر مین بنے ہوے ہین مگر اُن مین گھنٹی اور سنکھ نوازی کی ممانعت ہے۔ علاقۂ قدیم مین کبھی ناقوس نوازی کی اجازت نہین ہوئی ہے اور سخت ممانعت ہے بلکہ مورت نکالنے کی بھی علاقۂ قدیم ریاست رامپور مین ممانعت ہو گئی۔ علاقۂ جدید مین یہ بات نہین وہان عملدرآمد علاقۂ انگریزی کے موافق ہے ۲۰۔ اکتوبر ۱۸۹۳ء کو ایک حکم بھی اجلاس جوڈیشل ممبر کونسل کا منظور کیا ہوا جاری ہو چکا ہے۔ البتہ مسلمان لوگ اپنے مذہب کی پیروی مین چُست اور اپنے

عقائد مین سخت ہین۔

ہندو

ہندوؤن کی یہ قومین ہین۔ اہر۔ اہیر۔ برہمن۔ بھاٹ۔ بغوان۔ بھڑبجی۔ بنجارہ۔ باری۔ بردال۔ بیلدار۔ بیراگی۔ بھنوار۔ بنیا۔ بھنگی۔ تیلی۔ تنبولی۔ جاٹ۔ چھیپی۔ چمار۔ دھوبی۔ درزی دھنار۔ راجپوت۔ سُنار۔ سنکتا کسان۔ صیقلگر۔ کاچھی یعنی مُراؤ۔ کہار۔ کلوار۔ کایستھ۔ کُمہار۔ کورجی۔ کنبوہ۔ کنجر۔ کھاگی۔ کھتری۔ کولی۔ کوٹا۔ گنڈریا۔ گوسائین۔ گوجر۔ گرگ بنسی اہیر۔ گھوسی اہیر۔ گوپال اہیر۔ لودھا۔ لوہار۔ میو۔ مینا۔ مالی۔ نٹ۔ ناٹک۔ نائی۔ ناتھ۔

برہمن ہندوؤن کے نزدیک تمام خلقت مین اعلیٰ اور برتر قرار دیئے گئے ہین اور تمام دُنیا اور جو کچھ کہ اُس مین ہے سب اُن کا مال ہے اور اُنھی کا وجود اِس تمام کائنات کی ہستی کا باعث ہے۔ برہمنون کے کئی فرقے مشہور ہین۔ مثلاً گوڑ۔ قنوجیا۔ سناڈھ۔ سارسوت۔ جوشی۔ مہارٹی۔ پانڈے۔ مہابرہمن (کٹھیا) اور گجراتی یہ قوم کھیتی کے کام اچھے طور پر نہین کر سکتی۔ اِس لیے اکثر زمیندار اپنے گانون مین ان کے رہنے کو ناپسند کرتے ہین۔ اِس قوم کے چند آدمی اِس ریاست مین اپنا کاروبار کرتے ہین باقی ۷۵ فی صدی اپنے پُرانے مذہبی پیشے کے ذریعہ سے کمائی کرنے یا ہندوؤن کی خدمت کرنے پر بسر کرتے ہین۔ صرف تھوڑے سے آدمی دوکاندار ہین اور کچھ لوگ صرّافی یا نوکری کیا کرتے ہین۔ سناڈھ برہمنون مین دو قسم کی تفریق ہے ایک فرقہ ساڑھے تین گھر والہ اور دوسرا دس گھر والہ کہلاتا ہے۔ فرق ان مین یہ ہے کہ دس گھر والے ساڑھے تین گھر والون کے یہان اپنی بیٹیون کو بیاہتے ہین مگر اُنکی بیٹیان

لیتے نہین روہیلکھنڈ ہی مین یہ تفصیل قائم ہوئی ہے اور ممالک مین نہین۔

قوم راجپوت یعنی ٹھاکر کے اس ریاست مین دو نامی فرقے ہین ایک پورباد و سرے بکسریا اور ان دونون قسمون کی کئی قوم ہین - چوہان - کچھوا ہے - بیاڑ - کٹھیریا - کیرار - سوم بنسی - بھدوریا - جنگھارے - راٹھور - بڑگوجر - ان مین کچھواہے - چوہان بھدوریا - راٹھور - یہ چار قومین اعلیٰ درجے کی ہین - خاصکر ان مین بھی چوہان بہت اعلیٰ ہین قوم کٹھیریا اور کیرار کی بود و باش علاقہ شاہ آباد مین زیادہ ہے ٹھاکر بھی کھیتی کے کام مین ناپسند کیے گئے ہین یہ لوگ زمین کی کھیوٹ اور قومون کی نسبت کم شرح سے ادا کرتے ہین اور زمین سب سے عمدہ لیتے ہین مگر اُن کی بے پروائی اور کاہلی کے باعث اُن کی کھیتی پر ایسی رونق نہین ہوتی جیسی اُن کے برابر کے ادنےٰ ادنےٰ کھیتون پر ہوتی ہے - یہ لوگ مویشی کثرت سے پالتے ہین مویشیون سے کھیتی کا کام بھی لیتے ہین اور دودھ کے واسطے بھی پرورش کرتے ہین - یہ لوگ بیوپار اور دوکانداری وغیرہ کو بہت حقیر جانتے ہین - فوج مین نوکری کو زیادہ پسند کرتے ہین اکثر فوج مین تھوڑی تنخواہ پر نوکری کر لیتے ہین اور دوسرا پیشہ زیادہ نفع کا بھی پسند نہین کرتے - ہندوؤن مین خاص یہی قوم ہے کہ بچون کی شادی جلد نہین کرتی ہے -

بنیون کی قوم مین کئی فرقے ہین ان مین خاص فرقہ اگروال ہے اس فرقے کے لوگ رامپور اور شاہ آباد مین بکثرت پائے جاتے ہین ان لوگون کا پیشہ خاصکر دوکانداری ہے - یہ لوگ آخری درجے مین کھیتی کی طرف متوجہ ہوتے ہین اکثر اس قوم کے لوگ مستاجری کرتے ہین یعنی پورے گانؤن کی کاشت کا ٹھیکہ لیتے ہین اور اُسکی کھیوٹ کا روپیہ ریاست کے خزانے مین ٹھیک ٹھیک ادا کرتے ہین ان لوگون کے

ظلم کی شکایتین اور مستاجرون کی طرح نہین آتی ہین اور یہ لوگ کاشتکارون کی نسبت کھیتی کے کام مین کامیاب نہین ہوتے ہین۔

جین مذہب والے بودھ اور برہمنون کے مذہب کے بیچ مین متوسط درجہ رکھتے ہین یہ فرقہ بودھ مذہب سے نکلا ہے ذاتون کا علیحدہ علیحدہ ہونا دکھن اور مغربی ہندوستان کے جینیون مین بڑے زور شور سے رائج ہے اس طرف کے جینیون کی کوئی ذات نہین البتہ جب کوئی جین مذہب والا ہندو ہو جاتا ہے تو وہ ہندوؤن کی چارون ذاتون مین سے کسی ایک مین شامل ہو جاتا ہے اور اسی سے اسکے خاندان کا سلسلہ اُس ذات مین قائم ہوتا ہے اور جینیون مین بہت سے فرقے ہوتے ہین وہ غیر ذات والون مین شادی نکرنے اور میل جول نکرنے کے ایسے ہی پابند ہوتے ہین جیسے کہ ہندوون کی چار ذاتون کے لوگ ہوتے ہین یہ بیان الفنسٹن صاحب کا تاریخ ہندوستان مین ہے مگر یہ یاد رہے کہ جینی بھی ہندوؤن کا ایک فرقہ ہے جس طرح برہمنی مذہب والے ہندوؤن کی ایک شاخ ہین اسی طرح جین مذہب والے ہین۔ برہمنی مذہب والے ہندوؤن اور جین مذہب والے ہندوؤن مین ذاتون کا کوئی فرق نہین ہے یہانتک کہ ایک خاندان بلکہ ایک گھر مین کوئی آدمی جین مذہب پر ہوتا ہے اور کوئی شیو پرست کوئی دیبی پرست جو برہمنون کے مذہب کے فرقے ہین آجکل جینی کا اطلاق مندر مارگی یعنی بت پرست پر ہوتا ہے ان مین سے ایک فرقہ بارہ پنتھی کے نام سے نکلا ہے یہ ڈھونڈیا یا ڈھونڈیا پنتھی کہلاتے ہین پھر بارہ پنتھیون مین سے ایک اور فرقہ تیرہ پنتھی کے نام سے نکلا ہے یہ لوگ بت پرست نہین لیکن خدا سے انکار مین تینون برابر ہین مندر مارگیون کے پیشواؤن کا منہ کھلا رہتا ہے کپڑا ہاتھ مین رکھتے ہین بات کرتے وقت منہ کو لگا لیتے ہین تاکہ منہ کی بھاپ کی گرمی سے کیڑے نہ مرین اور پیلی چادر پاس رکھتے ہین اور ہاتھ مین ایک عصا

ہوتا ہے پچھلے دونون فرقون کے پیشوا سفید چادرین رکھتے ہین یہ لاٹھی پاس نہین رکھتے وہ نہاتے اور کپڑے دھوتے ہین اور یہ نہ نہائین نہ کپڑے دھوئین کیسا ہی کڑاکے کا جاڑا پڑے پتلا سا ایک کمبل یا تین چادرون سے زیادہ نہین اوڑھتے بال مونڈتے نہین نوچتے ہین سب اونٹا ہوا پانی پیتے ہین لیکن ڈھونڈیے برتنون کی دھوون کا پانی بھی کچا ہو یا پکا پیتے ہین اور ہر قسم کا کھانا شامل کرکے کھا لیتے ہین ننگے سر اور ننگے پانٔون رہتے ہین کیڑون کے مرنے کے خوف سے برسات مین سفر نہین کرتے اور جس مقام مین ایک برسات بسر کی ہو دوسری وہان نہین بسر کرتے بارہ پنتھیون اور تیرہ پنتھیون کے پیشوا کپڑا منھ پر ہر وقت بندھا رکھتے ہین تیرہ پنتھی مستطیل کپڑا باندھتے ہین اور بارہ پنتھی مربع باندھتے ہین بارہ پنتھی اور منڈرمارگی دام خرچ کرکے جیوانون کو ہلاکت سے بچاتے ہین اور تیرہ پنتھی ایسا نہین کرتے زبانی نصیحت سے کام لیتے ہین ان پیشوائون مین یہ بات بھی ہے کہ نقدی پاس نہین رکھتے اور نہ دس روپے سے زیادہ کی قیمت کی چیز پاس رکھتے ہین اور جو چیز ان کے پاس پہونچ جاتی ہے پھر اُس مین سے دوسرے کی خبرگیری نہین کرتے کھانا اور پانی اپنے معتقدون کے ہان سے اپنے آپ لاتے ہین جس گھر سے کھانا لاتے ہین وہین سے پانی لیتے ہین اور لگاتار ایک ہی گھر سے روز نہین لیتے ان سب کے ماننے والے ہندوون مین شمار پاتے ہین باہم شادی بیاہ کرتے ہین اور ایک دوسرے کے ہاتھ کی کچی اور پکی رسوئی کھا لیتے ہین۔

اگرچہ جین مذہب والے ویدون کو کتاب آسمانی نہین مانتے لیکن اُن کی اُن سب باتون کو جو اُن کے مذہب کے مخالف نہین ہین بہت بڑا مستند سمجھتے ہین۔

ہندوؤن کی طرز معاشرت کی بعض باتین

یہان عموماً ہندو قومون مین خرد سال بچون کی شادی کرنے کا رواج ہے پانچ برس سے پندرہ برس تک کے بچون کی شادی کر دیتے ہین پندرہ برس تک بھی کسی غریب اور نادار آدمی کے بچے کا انتظار کیا جاتا ہے۔ ہندوون مین غیر قوم کی لڑکی نہ اپنے گھر مین لائین نہ اپنی لڑکی غیر قوم مین بیاہتے ہین البتہ ٹھاکر (راجپوت لوگ) نٹنی اور کنجری وغیرہ کو گھر مین ڈال لیتے ہین لیکن اُن کے ہمراہ علانیہ خورد و نوش نہین کر سکتے ہین۔ شریف قومون مین عورتون کو چھوڑ دینے کا رواج بہت کم ہے مگر زناکاری کی حالت مین جدائی کرنی پڑتی ہے۔ ہندوؤن کی نیچ قومون مین اگر عورت اپنے خاوند کو چھوڑ کر دوسرے کے پاس چلی جاتی ہے تو اُس شخص کو اُس پہلے خاوند کے بیاہ کرنے کا خرچہ ادا کرنا پڑتا ہے اور خاوند کو خرچہ لیکر عورت سے دست برداری کرنی ہوتی ہے۔ ہندوون مین مسلمان یا کرسٹین ہو جانے سے تمام اقوام کے لوگ ذات باہر ہو جاتے ہین اور پھر اُن کو اپنی ذات مین شامل ہونے کے واسطے کوئی ذریعہ باقی نہین رہتا۔ کایستھ اور ٹھاکر کثرت سے مسلمان ہوتے ہین کایستھ کا کھانا اور لباس بہ نسبت اور قومون کے مسلمانون سے بہت ملتا ہوا ہے اور ٹھاکر بھی گوشت کھانے اور جانورون کے مارنے مین مسلمانون کے رسم و رواج کے پابند ہین۔ کایستھون کے یہ چار فرقے ہین۔ سری واستب۔ سکسینی۔ بھٹناگر اور ماتھر۔ مذہب تبدیل کرنے کے علاوہ بھی بعض قومون مین چند قصور ایسے ہین جن کے سرزد ہونے سے ذات باہر کر دیا جاتا ہے۔ شراب پینے سے۔ گوشت کھانے سے (اُن قومون مین جنکے یہان اِن کا استعمال منع ہے) کچی روٹی غیر آدمی کی بنائی ہوئی کھانے سے

(کچّی روٹی مراد ہے توے پر پکائی ہوئی روٹی سے اور پکّی روٹی پکوان کو کہتے ہین خواہ گھی کا ہو یا تیل کا) اِس قسم کا آدمی تیر تھون کو جانے۔ گنگا نہلانے اور برہمنون کو کھانا کھلانے سے پاک ہوتا ہے گائے کے مار ڈالنے سے بھی ہندو ذات سے باہر ہو جاتا ہے اور یہ جرم پاپ کہلاتا ہے اس قسم کا ذات باہر کیا ہوا آدمی اگر قوم مین داخل ہونا چاہتا ہے تو چند روز گائے کی دُم ہاتھ مین لے کر قومی بھائی بندون کے سامنے عاجزی کرتا پھرتا ہے جب اہل قوم رضامند ہو جاتے ہین تو اُس کو قوم مین داخل کر لیتے ہین۔ زناکاری کی وجہ سے اگر کوئی شخص ذات باہر کر دیا جاتا ہے اور پھر وہ معافی مانگتا ہے تو بحالت رضامندی قوم اُس سے بموجب قواعد مذہب کچھ جُرمانہ لے کر اُس کا قصور معاف کیا جاتا ہے تو جیا برہمنون کو بکری کا گوشت اور مچھلی کھانے کی رُخصت ہے۔ تمام ہندو قومین برہمن کے ہاتھ کی کچّی روٹی کھا لیتی ہین۔ باقی اور قومون کے ہاتھ کی کچّی روٹی آپس مین ایک دوسرا نہین کھا سکتا البتہ بھنگی اور کنجر اور چمار تو سب قوم کے ہاتھ کی روٹی کھا لیتے ہین۔ گانون کے لوگون مین حُقّے کی عجیب وغریب رسم ہے ہر قوم کا حقہ علٰحدہ علٰحدہ ہے اس واسطے ہر شخص حقہ اپنے ساتھ رکھنے پر مجبور ہے جو شخص اپنے کسی کام کو جاتا ہے یا کسی عدالت مین حاضری کے واسطے آتا ہے تو اُسکے ہمراہ اُس کا حُقّہ یا ناریل ضرور رہتا ہے گذشتہ چالیس پچاس سال مین حُقّہ پینے کا رواج اس قدر بڑھ گیا ہے کہ فی صدی پچانوے آدمی حُقّہ پیتے ہین۔

مقام رٹھونڈا علاقۂ ملک مین ہندوؤن کا ایک میلہ ماہ پھاگن مین قائم ہوتا ہے اس میلے مین قریب لاکھ ہندوؤن کے جمع ہوتے ہین مقامات دُور دراز سے یہ لوگ آتے ہین یہان ایک مندر مین مہادیو کی مورت ہے اُس کی پوجا کی جاتی ہے مندر

کے پاس ایک تالاب ہے جسے شیو گنگا کہتے ہین اُس مین نہاتے ہین۔

بین پچیس برس سے ایک میلہ ہندوؤن کا موضع بھمرَوَّہ علاقہ حضور تحصیل مین قائم ہوا ہے یہان بھی مہادیو کا مندر ہے۔ یہ میلہ سال مین دوبار جمع ہوتا ہے ایکبار ماہ چیت مین اُس وقت اس میلے مین بہ نسبت مردون کے عورتین زیادہ جمع ہوتی ہین دوسری بار پھاگُن مین اس مرتبہ عورتون سے مردون کی تعداد زیادہ ہوتی ہے یہان بھی مہادیو کی پوجا کی جاتی ہے۔

چمار۔ کمہار وغیرہ چھوٹی قوم کے آدمیون مین مہتر مقرر ہوتے ہین جو اپنی قوم کے معاملے بطور پنچایت طے کردیتے ہین اور اُن کے اختیار ایسے وسیع ہین کہ دوسرے شہرون مثل مرادآباد وغیرہ مین بھی بذریعۂ مہتران اپنے انتظامی وغیرہ اُمور کو جاری کراتے ہین اس لیے محکمہ چیف کونسلی نے ۱۴ نومبر ۱۸۹۳ء کے روبکار کے ذریعہ سے حکم دیا کہ جب ایسی چھوٹی قوم کے آدمیون کے مقدمے رُخصت زوجہ و اثبات نکاح و طلاق کے جس عدالت مین دائر ہون تو اُن مین بذریعۂ مہتران پنچایت کرادی جایا کرے۔

رامپور کے علاقے کی ہندو قومون مین برج اور قنوج کی زبان جس کو ہندی کہتے ہین بولی جاتی ہے قصبون اور خاص شہر کے عمدہ اور تعلیم یافتہ ہندوؤن کی زبان اُردو ہے

مسلمان

مسلمانون مین کثرت سے پٹھان ہین یہ لوگ اُن افغانون کی اولاد ہین جو اپنے وطن کو چھوڑ کر داؤد خان اور نواب سیّد علی محمد خان کی فوج مین آکر شامل ہوئے تھے اِن کے سوا کچھ لوگ سید بھی ہین اِن لوگون کی بہ نسبت اور اقوام کے بہت تعظیم کی جاتی ہے کیونکہ یہ لوگ مسلمانون کے نبی کی آل سے ہین سمجھے گئے ہین اِس قوم مین پٹھانون کی شادی بھی ہوجاتی ہے

مگر شیخون کی قوم یہان پر بہت حقیر جانی جاتی ہے۔ ان کے ساتھ عمدہ اور نامی پٹھان بیاہت کرنے مین ہتک سمجھتے ہین اور مغلون کے صرف چند گھر اس ریاست مین نظر آتے ہین پٹھانون مین مہر بہت زیادہ مقدار کے باندھے جاتے ہین۔ تنگدست پٹھانون مین پچاس ساٹھ ہزار روپیہ تک اور مقدرت والون مین لاکھون روپے تک مقرر کیے جاتے ہین جن کے ساتھ اشرفیان بھی کسی قدر ضرور ہوتی ہین جس مین جھوٹ کا اقرار کرنا پڑتا ہے اور فائدہ بہت کم دیتا ہے۔

رامپور کے پٹھانون کی عام طرز معاشرت اور اس سے تمدنی معاملات کا تعلق

زمانۂ سابق مین افغانان رامپور کی طرز معاشرت اس قسم کی سادی اور سیدھی تھی جس مین کسی قسم کے تکلفات اور آرائش کا نام و نشان نہ تھا اُن کے خلقی اور فطری طبائع کے اثر نے روزمرہ کی ضرورتون کو نہایت ہی محدود برتاؤ پر منحصر کر دیا تھا یہ وہ حالت تھی جس کو وہ اپنی اولوالعزمی اور عالی ہمتی کے ساتھ ساتھ اپنے کوہستانی بالکل آزاد ملک سے ہمراہ لائے تھے گو سلطنت مغلیہ کی صحبت اور ہندو ملک کے اثر سے عیش پرستی اور آرام طلبی نے بھی کچھ نہ کچھ اپنا اثر ضرور کیا لیکن یہ تاثیر عالی رُتبہ سرداروں کے احاطے سے نکل کر عام لوگون تک بہت کم پہونچی عام صحبتون مین سردار اور سپاہی کی شناخت بہت مشکل تھی اور آزادانہ رویے مین کوئی کسی شخص کے رُعب و داب کو نہ مانتا تھا۔ قدیمی ملکی لباس کے بڑے بڑے موٹے کپڑون کے کرتے اور ڈھیلے ڈھیلے تنبان ایک مدت تک اُن کے خاص وطن کے نشان دیتے رہے۔ اور

نیلی لنگیاں جو ہمیشہ بطور چادر یا رومال کے زیب کمر رہتی تھیں اُن کے حبِ وطن کی ایک اچھی یادگار تسلیم کی جاتی تھیں ٹیڑھی پگڑیوں اور تناسب اعضا کی وجہ سے وہ مغلوں اور دوسری اقوام فاتح ہندوستان سے علٰحدہ پہچانے جاسکتے تھے بازاروں میں خرید و فروخت اشیا کے واسطے ہر شخص اپنا آپ محتاج تھا اور سپاہیانہ موقعوں پر عُجلت روانگی اور دُرستی ساز و سامان میں کُل قسم کے سپاہیوں سے اُنہی کا نمبر بڑھا ہوا رہا۔ گو اسلامی اثر نے خوش خُلقی اور مسافر نوازی کی جاذب تاثیروں سے محروم نرکھا تھا لیکن فطرتی انقلاب اور بے موقع کی جوانمردی سے وہ کچھ زیادہ اپنے جوہر نہیں دکھا سکتا تھا۔ شادی اور غمی کی قدرتی رسوم کی آزادی اِس درجہ بڑھی ہوئی تھی کہ آج کل کی حالت سے مقابلہ کرنے میں یہ رسوم مروجہ کچھ تکلیف دہی ثابت نہیں ہوسکتیں بلکہ قدیمی عزت اور آبرو کو بھی خاک میں ملانے والی ہیں بیشک یہ قوم اپنی ناتربیت یافتگی کی وجہ سے علمی معلومات سے ایک مدت تک قطعاً بےبہرہ رہی لیکن بڑی حیرت کی بات ہے کہ پولیٹیکل اکانومی کے دقیق مسئلے آج سے سو برس پہلے اِس قوم میں ایسے جاری تھے جس کی نظیر آج دُنیا میں مُہذب سے مُہذب قوموں میں بھی نہیں ملتی شادی کے معاملات میں ڈاکٹری اور طبی تحقیقاتوں کا یہ اثر تھا کہ کبھی پچیس برس کی عمر سے پہلے کسی شخص کی شادی نہیں ہوسکتی تھی اِنہی پابندیوں کی وجہ سے وجیہ شکیل اور جسیم دلاوروں کی کوئی کمی نہ تھی۔ رسوم منگنی اور شربت کی ناگوار رسموں کا کہیں پتہ بھی نہ تھا۔ صرف کسی ناتی لڑکی کا پتو پھاڑنا یا اُس کی گود میں چند عورتوں کا جاکر دو چوکے والے ڈال دینا شرائط نکاح کے واسطے ایک ایسی مستحکم دلیل تھا کہ اِس سے انکار کی حالت میں سو دو سو جانوں کے ہلاک ہوئے بغیر کبھی قصہ پاک نہوا۔

ماتم داری کی موجودہ رسمین جو اکثر شعائر اسلام کے خلاف اور متوسط الحال انسان کے خراب ہونے کا باعث ہین اُن کو اس قوم سے کسی قسم کا علاقہ نہ تھا۔ بے شک اسلام اور علماے اسلام کی صحبتون نے اُن کی ضروریات کو ایک تنگ دائرے مین گھیر کر ہمیشہ کی راحت و آرام کا پورا بندوبست کر دیا تھا۔ لیکن حسد اور عناد کے مشتعل شعلے اکثر بہت جلد ایسی بندشون کے جلانے مین جلدی کر بیٹھتے تھے جس کی وجہ سے لالچی اور طماع کے ناگوار لفظ اہل الراےون کی زبان سے سننا پڑے۔ عفت و عصمت کی شان اس عزت و جلال سے ظاہر تھی کہ بحالت ضرورتِ غسل بھی کوئی شخص اپنے محلے کی مسجد مین نہانے کی جرأت نہین کرتا تھا۔ جہان کہ مردون کی یہ حالت ہو وہان عورتون کی نسبت ہم کیا کہہ سکتے ہین کیونکہ اُن کی عادات اور اطوار تو بہت سے پردون مین محفوظ ہین۔ غیرت کا لفظ شاید عرب کے بعد اسی قوم کے واسطے موزون تھا۔ اور اس کی ترقی بھائی بندی اور عزیزداری سے گذر کر غیر اقوام تک پہونچنے مین بھی کبھی دریغ نکرتی تھی۔

باہمی تنازعات کے تصفیہ کے لیے گو اُن کی تلوار بہت بڑی ثالث بالخیر تھی لیکن نازک تعلقات کے وقت پنچایت سے بھی تھوڑا بہت کام نکلجاتا تھا مگر سچ تو یہ ہے جسکی لاٹھی اُسکی بھینس کی مثل اُس وقت پوری پوری رائج تھی۔

سپاہیانہ وضع کے جوش و خروش نے جو ملکی ضرورتون سے ترقی پذیر تھا تعلیم کے پودون کو ہمیشہ پامال رکھا اور اُس کے ساتھ ہی ہر قسم کے پیشون اور صناعیون سے بھی متنفر کر دیا یہانتک کہ عام اور خاص تجارتین بھی اُس کے سامنے ذلیل متصور ہوئین جس کی وجہ سے آخری زمانے مین جبکہ تلوار کو کمر سے کھونے اور ڈھال کو

خیرباد کہنے کا موقع آیا تو بڑا بھاری نقصان اُٹھانا پڑا اور سپاہیانہ تکبر نے جو جہالت کا ایک خاصہ ہے پچھلے زمانے کی نعمتون سے بہت کچھ محروم رکھا۔

زبان کی سچائی اور دل کی صفائی کی کوئی حد و پایان نہ تھی اُسے نہ کوئی ہیبت ناک تلوار روک سکتی تھی اور نہ پُرجوش سیلاب بہا سکتا تھا لیکن مالی لالچ کے مقابلے مین اُس کی حقیقت بہت کم رہ جاتی تھی بلکہ اُس وقت شرعی احکام بھی بھُولے ہوے سبق مین شمار کیے جاتے تھے اُسی وجہ سے علما و فضلا کا کوئی گروہ سولے سادات عظام کے ساتھ نہ تھا کیونکہ بُرائی اور بھلائی کو وہ خود جانتے تھے مگر جس مُلک سے اُنھون نے جلاوطنی اختیار کی تھی اور وہان جو چیز میسّر نہ تھی اُسکے حاصل کرنے مین خواہ جائز ہو یا ناجائز گریز بھی گوارا نہین ہو سکتی تھی۔

ناسمجھون کے ہاتھون اکثر ایسے فتنے بیدار رہتے تھے جس مین بہت سے لوگون کی جان و مال کا خوف ہو البتہ وہ سپہ اُس کا تسلیم کیا جاتا تھا جو اپنے خویش و تبار کی جماعت زیادہ رکھتا ہو۔ ورنہ تھوڑی سی اَنّت والا تو ایک سپاہی کی برابر تھا جو مارنے اور مرنے مین دو ہاتھ رکھتا ہے۔

آج سے سو برس پہلے کی زبان کو جو دیکھا جاتا ہے تو اُس مین بہت زیادہ حصّہ پشتو کا ہے مگر ہندوستانیون مین تعلقات پیدا کر لینے کے بعد جس طرح کہ نسلین غیر خالص ہوگئین اُسی طرح زبان کی صورت بھی اُردو سے مل جُل کر ایک ایسی زبان ہو گئی جو خاص روہیلکھنڈ کی زبان کہلائے جانے کی مستحق ہے گھر مین تو زیادہ وقت پشتو ہی زبان مین صرف ہوتا تھا مگر باہر اُسی مخلوط زبان سے کام نکالا جاتا تھا۔ گو علمی مذاق بتدریج بڑھتا رہا مگر وہ دینیات کے واسطے مخصوص تھا ان شاعری مین

اکثر لوگ پہلے سے طبع آزمائی کرتے تھے۔ شاعری کا شوق ہندوستان ہی نے انھین نہین دلایا بلکہ وہ اپنے وطن مین بھی اس کے عاشق تھے سنہ ۱۶۷۳ء سے سنہ ۱۶۷۵ء تک اورنگ زیب نے جو وقت یوسف زئی اور دیگر اقوام افغانون کے مقابلے اور مقاتلے مین صرف کیا اُس وقت بھی شاعری کابُل کے پہاڑون مین ٹکراتی پھرتی تھی۔ خاص اس جنگ کے واقعات کو خوشحال خان خٹک نے اپنی قوم کے جوش دلانے کے لیے نہایت پُرزور الفاظ مین لکھا۔ اور اُس کی اور بھی بہت سی تصنیفین شاعری کی پائی جاتی ہین غالبًا تلاش کرنے سے اس سے پہلے کی شاعری کا بھی پتہ چل سکتا ہے۔

یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ عرب کے اشعار مین مرد کا عشق عورت کی طرف ہوتا ہے اور بھاکا مین عورت کا عشق مرد کی طرف ہوتا ہے اور فارسی مین مرد کا عشق امرد کی طرف ہوتا ہے اُردو مین مرد کا عشق عورت کی طرف بھی اور امرد کی طرف بھی یعنی دونون طرح ہے اسواسطے کہ ماخذ اُردو کا عربی اور فارسی ہے اور شعرائے ریختہ متبع عرب اور عجم دونون کے ہین چنانچہ شاعری ریختہ مین امردون کے سبزہ وخط وغیرہ اور عورتون کی پستان وغیرہ دونون کی تعریف و توصیف موجود ہے۔ اس شاہد امرد نے شعرا کی زبانون سے نکل کر عاشقون کی آغوش کو بھی گرم کیا۔ شعرا نے جو باتین خیالی پیرایے مین بیان کین اُس کا ظہور عالم واقع مین ہوگیا اور اس طوفان بے تمیزی نے ایران اور اُس کے اطراف سے نکل کر پٹھانون کی طبائع پر بھی اپنا غلبہ کر لیا کسر شہوت کے علاج مین اس جوارش نے معجون لذت النسا سے کم کام نہ دیا۔ کیا کہون رامپور کے پٹھانون مین جو تماشے اس شوق کے اپنی آنکھون سے دیکھے جی چاہتا ہے کہ لکھون مگر قانون وقت قلم کو جنبش نہین کرنے دیتا۔

رامپور کے عوام پٹھان چار بیتون کے دلدادہ تھے اور اُن کی اولاد مین جو بےعلم لوگ ہین اُن مین ابتک یہ شوق چلا جاتا ہے یہ لوگ جمع ہوکر چار بیتین تنبلون پر گاتے ہین چار بیت کی حُسن وخوبی اور درستی الفاظ کا حصر چار بیت گو کی قابلیت پر ہے اطاعت کا لفظ اُس زمانے مین افغانون کے واسطے بالکل بےمعنی تھا وہ اپنی سینہ زوری اور آزاد منشی سے کبھی اپنے افسر کو باضابطہ افسر نہین جانتے تھے بلکہ صرف اس قدر خیال رہتا تھا کہ یہ ہم سے زیادہ خوشحال ہے اور اُسکے رشتہ دار بہت ہین۔ اگر ابتدائی عہد حکومت مسلمانون کے واقعات دیکھے جائین توپٹھانون کی خودسری سے بہت بڑی حیرت ہوتی ہے۔ ایکبار عادل شاہ نے محمد خان فرملی کی جاگیر بضرورت قلت روپیہ ضبط کرکے سرمست خان شروانی اپنے ایک ملازم کو جس نے اُسی کے عہد دولت مین ترقی پائی تھی دینی چاہی۔ فرملی کا بیٹا اُس وقت موجود تھا اس حکم کو سُن کر باوجود شان وشوکت دربار اپنی ذاتی جرأت سے بول اُٹھا کہ میرے باپ کی جاگیر ایسے شخص کو دی جاتی ہے جو سگ فروشی سے اپنی اوقات بسر کرتا تھا۔ اُس پر درباری لوگ ٹوٹ پڑے اور اُس نے اول ہاتھ اپنا بادشاہ پر صاف کرنا چاہا لیکن اگر وہ بھاگ نہ جاتا تو بےشک مارا جاتا مگر یہ لڑکا خود وہین قتل ہوا۔

نواب سیّد فیض اللہ خان بہادر نے وصول مالگذاری کا کام اپنے ولی عہد سید محمد علیخان کے سپرد کردیا تھا جبکہ حمزہ خان پرچین کا گھیر قلعہ کے مشرقی دروازے کے سامنے مشہور ہے روپیہ ٹوٹا تو اُنھون نے اپنے خاص رسالے کے سپاہیون کو حکم دیا کہ اگر وہ روپیہ دینے مین حیلہ حوالہ کرین تو تم اُن کے پیٹ کو روندکر نکال لو

مطلب یہ تھا کہ کوئی دقیقہ سختی کرنے مین باقی نہ چھوڑنا چاہیے۔ مولوی غلام جیلانی خان رسالدار اتفاقاً اُس وقت دربار سے لوٹتے ہوے حمزہ خان کے مکان کی طرف سے گذرے اور وہان سپاہیون کا ہنگامہ دیکھا اور وہ حکم سُنا تو نواب صاحب کے پاس لوٹ گئے اور عرض کیا کہ آج سید محمد علیخان نے یہ حکم دیا ہے نواب صاحب بڑے جُزرس تھے اُنھون نے فرمایا کہ اس معاملے مین محمد علیخان جانین اور حمزہ خان جانین مین کچھ نہین جانتا۔ مولوی غلام جیلانی خان کہنے لگے کہ میری غرض اس بات کے بیان کرنے سے یہ تھی کہ اس کارروائی سے تمام شہر کے پٹھانون مین یہ بھی پیدا ہو گئی ہے کل کو اس گدی پر آپ نہون گے یوسف ہوگا یا مندڑ[۵] ہوگا۔ نواب صاحب یہ بات سُن کر خوف زدہ ہو گئے اور حکم دیا کہ سید محمد علیخان اُن سے مطالبہ نکرین۔ روپیہ معاف کر دیا۔

نواب سید فیض اللہ خان نے جبکہ سید محمد علیخان کو اپنا ولی عہد مقرر کر کے سردارون کو حکم دیا کہ اُن کے پاس بھی حاضر ہوا کرین۔ عمر خان بڑمونچھے ایک روز سید محمد علی خان کے پاس گئے اور پیشاب کے لیے اُٹھے پیشاب پھر کر دیوان خانے کے چبوترے کی سیڑھیون پر استنجا سکھانے لگے نواب سید محمد علیخان کا ایک مصاحب اُدھر سے گذرا عمر خان کی کہنی اُس کے لگ گئی اُس نے محمد علیخان سے

---

۵ یوسف زئی قوم اوپر سے دو بڑے حصون مین منقسم ہوتی ہے ایک مندڑ دوسرا یوسف زئی اگرچہ مندڑ کا باپ عمر اور یوسف دونون بھائی تھے مگر مندڑ کی نسل بھی مجتمعاً یوسف زئی کہلاتی ہو گو حقیقت مین وہ ایک علیحدہ شاخ ہو کمال زئی اور امان زئی اور اکا زئی اور سدو زئی اور عمر خیل یہ سب مندڑ کی شاخین ہین اور سلار زئی اور دولت زئی اور جعفر زئی اور بابا زئی یوسف زئی کی شاخین ہین اُس زمانے مین رامپور مین مندڑ اور یوسف زئی کی شاخون کا زور تھا ۱۲

شکایت کی سید محمد علیخان نے کہا دہ تو بیل ہے یہ بات عمر خان سُن رہے تھے بولے صاحبزادے
مین نے کس کی مقعد مین سینگ کر دیا ہے۔ سید محمد علیخان دم بخود ہو گئے۔

صنعت و حرفت و تجارت

افغانون کی سپاہیانہ خو بو نے اُن کو ہر قسم کی صنّاعیون اور تجارتون سے محروم کر دیا چونکہ زمانہ سپاہی پرست تھا اس لیے اُن کی یہ آن بان ایک مدّت تک نبھی چلی گئی اور خاص باشندگان ہند خصوصًا اہل ہنود کو اپنی پامال دولت دوبارہ بنج بیوپار کے ذریعہ سے حاصل کرنے کا موقع ملا اس قوم نے ایسی ترقی کی کہ کچھ رامپور ہی مین نہین بلکہ تمام ہندوستان مین مسلمان آج تک اُن کے دست نگر ہین اور عسرت و افلاس نے مسلمانون کی ایسی ہی طرز و روش کی وجہ سے اُن کو اپنا مرکز بنا لیا۔

پچاس ساٹھ برس کے مُسلسل تغیر طرز معاشرت سے مذہب وزبان پر اثر

روہیلون کی ابتدائی ترقی سے لے کر ۱۲۵۶ھ ہجری تک ایک ایسا عالم رہا جس کی وجہ سے نہ اُن کے چال چلن مین کوئی فرق بین ظاہر ہوا اور نہ طرز زندگی مین کوئی خاص انقلاب پیدا ہوا۔ مذہبی توہمات اور خیالی قصّے کہانیون کی ایسی ہی عظمت اُن کے دلون مین تھی جیسے ایک ناتربیت یافتہ قوم مین ہونی چاہیے لیکن سنہ مذکور سے ریاست کی حکومت بدل جانے سے جس طرح کہ تمام انتظامات نے پلٹا کھایا اُسی طرح عام رعایا کی حالت بھی ہوئی۔ عدالتون کے باضابطہ مقرر ہو جانے سے

غریبون پر سے وہ سختیان دفع ہوگئین جو قومی اتفاقون کی بدولت اور شمشیر کی ہیبتون سے اکثر واقع ہوتی رہتی تھین۔ وصول مالگذاری ٹھیک قاعدے سے مُعیّن ہوئی اور بہت سے لوگ جو مجرمانہ برتاؤ کے عادی تھے ہاتھ پانؤن توڑ کر بیٹھ رہے۔ بیرونجات کے لوگون کی ملازمت اور آمد و رفت نے لباس اور قطع وضع کے بہت سے نئے نئے ڈھنگ دکھلا کر افغانون کو بھی اِس جانب مائل کیا کہ وہ اپنی زرد کامدار کفشین چُنّٹ دار انگرکھے جنکے دامنون مین جوتیان چھپی رہتی تھین چھوڑین اور ایسے لباس کو اختیار کرین جو درمیانی ہو۔ اسی طرح روزمرّہ کی گفتگو اور طرز ملاقات کو بھی ایک باقاعدہ طریقے مین رکھنے کی ضرورت پڑی عمومًا تو اِس کا کچھ بھی اثر نہوا لیکن دربار ہی گروہون نے خصوصًا نوجوانون نے دِلّی اور لکھنؤ کی تقلید مین بہت کچھ محنت کی بجاے کالی لنگیون کے کہین کہین شال دوشالے اور رومال بھی نظر آنے لگے۔ گو مُرغ بازی کی قدیم سے ایک عادت پائی جاتی تھی لیکن اِس انقلاب نے اِس کو فروغ دیا کہ مُرغ کی نسل کے واسطے بلحاظ عمدگی وجنگ آزمائی یہ خطّہ آج تک مشہور ہوگیا کیونکہ رئیس وقت یعنی نواب سید محمد سعید خان کو مُرغ بازی سے بیحد دلچسپی تھی اور اُس کے ساتھ ہی بٹیر بازی کی بھی کوئی حد و پایان نرہی۔ یہ شوق ایسے دلچسپ اور عام ہوگئے کہ والدین اپنے نوجوان بچّون کو بھی اِس شغل مین رہنے سے کوئی مضرت خیال نکرتے تھے اور وقت کا بہت بڑا حصّہ خاص اِس قسم کے اشغال اور گپ بازی کی بدولت محض رائگان جانے لگا۔ اِس کے ساتھ چانڈو اور افیون وغیرہ کا شوق بھی پھیل گیا۔ اور اب اِن چیزون کی جگہ کوکین نے لے لی ہے جس کی بدولت بیسیون گھر تباہ ہوے جاتے ہین۔ ہندوستان مین عام اثنیت بوجہ مہذب

حکومت کے بڑھ جانے کے ترقی پذیر ہوئی اور اُس نے تمام سپاہیانہ جوہرون کو اور جبر و تعدی کے آلون کو بے وقعت اور نکمّا کر دیا۔ اِدھر آرام طلبی اور ناجائز اشغال کی روز افزون ترقی نے بے دست و پا کر کے بہت سے شریف خاندانون کو خاک مین ملا دیا۔ جس کی وجہ سے لوگون کو کسی قدر تحصیل علوم کی رغبت پیدا ہوئی اور اپنے حریف ہندوون کو پیش دستی کرتے ہوئے دیکھ کر اور لوگ بھی اس جانب چل کھڑے ہوے۔ مگر یہ ساری سرگرمی عربی فارسی زبانون تک محدود رہی جن مین ریاضی اور دنیاوی ترقی کے علوم کا نام نہ تھا اور رئیس وقت کو بھی یہ خیال نہ تھا کہ اپنی رعایا مین یہ تعلیم شائع کرائی جائے۔ اس پر بھی اُن کی سُستی اور کاہلی بھری ہوئی چال نے منزل مقصود تک نہ پہونچایا جس سے وہ کسی قسم کی نام آوری کا کوئی تمغا حاصل کرتے۔ بلکہ وہ پرانا مُعمَّر گروہ جس نے پچھلے زمانے مین تلوار کے زور سے حکومت کا سکہ جمایا تھا اس سے بالکل خلاف رہا اور اسی کی وجہ سے یہان والون کو بہت بھاری صدمہ پہونچا۔

دوسرا انقلاب ۱۲۷۰ھ ہجری سے کچھ قبل شروع ہوا یہ وہ زمانہ تھا جبکہ دہلی کی وسیع سلطنت سمٹ کر قلعہ معلی کی چار دیواری کے اندر آ رہی تھی اور اودھ کی ریاست منتقل ہو کر مٹیا برج کے آراستہ محلون مین دو روزہ زندگی کو حکومت کے مٹے ہوے نشانون کے ساتھ بآرام بسر کر رہی تھی اور یہ انقلاب ۱۲۷۴ھ ہجری سے کامل ہونا شروع ہوا جبکہ واقعۂ غدر نے ہندوستان کی سلطنت مغلیہ کی ٹوٹی پھوٹی درگاہ اور اُسکے سجادہ نشین بہادر شاہ بادشاہ کو دہلی سے اُکھیڑ کر پھینک دیا۔ لکھنؤ پر بربادی کی جھاڑو پھر گئی اس انقلاب کی بدولت رامپور آپ سے آپ ہر ایک قسم کے تکلف اور

پرانے علوم و فنون کا مرکز بن گیا۔ اور جو چیزین کہ اُن سلطنتون نے مدّتون کی داد و دہش سے جمع کی تھین وہ سنگریزون کی طرح یہان ماری ماری پھرنے لگین۔ اِس انقلاب نے گلی کوچون اور ناہموار راہون سے گذر کر عام زنانہ مکانات مین بھی اپنا عمل دخل کیا اور مستورات کی بُریون نے رُخسارون پر کل کھانا چھوڑ دیا۔ سیدھی چوٹیون کے گُندھنے مین کمی آگئی۔ بڑے بناؤ سنگار کا نمونہ مانگ قرار پائی زیور اور لباس مین بھی تکلفات پیدا ہوے۔

زبان نے اِس قدر شُستگی حاصل کی کہ پچھلی زبان سے کسی قدر مقابلہ ہو ہی نہین سکتا پان جو ہمیشہ سے متروک اور عورتون کی زیبائش مین داخل تھا مردون کے لبون کو سُرخ کرنے لگا مردون کے پاؤن مین لکھنؤ کے خرد نوکے اور دہلّی کی سلیم شاہی جوتیان نظر آنے لگین اسی طرح بوجہ نسلون کے مخلوط ہو جانے کے اِدھر اُدھر کی مختلف رسمون کے تکلفات تقریبات شادی و غمی مین داخل ہو گئے اور اُن اگلی باتون مین بہت کمی آگئی۔

سنہ ۱۳۲۰ہجری سے جنرل اعظم الدین خان کی تقلید کی بدولت انگریزی طرز معاشرت متمول اہل شہر پر بھید غالب آگیا خاصکر نوجوان دولتمند جا و بے جا اِس طرز کو اپنا سرمایۂ مفاخرت سمجھنے لگے۔ لیکن یہ لوگ اپنے فرائض منصبی اور حقوق تمدنی کے بجالانے مین تکبّر بے معنی کی وجہ سے نہایت قاصر رہتے تھے۔ اکرام اللہ خان جن کا خطاب نواب یار جنگ ہے شیروانی اچکن کا نمونہ حیدرآباد سے اپنے ساتھ لائے تو اُسکا رواج پیدا ہوا اور عزّت کی نشانی سمجھی گئی۔ جب سے نواب سید حامد علیخان بہادر کو ختیارات حاصل ہوے ہین اور اُنھون نے انگریزی لباس اُتارا تو ان نوجوانون کے شوق مین بھی

کی بلکہ افسردگی آئی۔

نمونے اُن القاب و آداب کے جو بادشاہ دہلی اور والیانِ اودھ اور دوسرے اُمرا اپنی تحریرات مین نوابان رامپور اور اُنکے نائبون کو لکھتے رہے

۱۔ نواب آصف الدولہ والی اودھ نواب سید فیض اللہ خان بہادر کو عموی صاحب لکھا کرتے تھے چنانچہ اُن کی ایک تحریر کا جو دو زنجیر فیل زر خزانہ کی رسید کے باب مین ۷ اشوال سنہ ۱۲۰۰ ہجری کی لکھی ہوئی ہے سرنامہ یہ ہے "عموی صاحب مہربان دوستان سلامت" اور لفافے کی عبارت یہ ہے "مہربان دوستان نواب فیض اللہ خان بہادر سلمہ اللہ تعالیٰ" دوسری جانب لفافے پر مہر ہے جس کی یہ عبارت ہے۔

وزیر الممالک آصف الدولہ آصف جاہ یحییٰ خان بہادر ہزبر جنگ (یہ مہر ۱۱۹۰ ہجری کی کھدی ہوئی ہے)

۲۔ ایک تحریر کے لفافے کا یہ القاب ہے "بمطالعہ نواب صاحب مشفق مہربان مُخلصان نواب فیض اللہ خان بہادر مستعد جنگ سلمہ اللہ تعالیٰ موصول باد۔

اس پر دستخط انگریزی ہین اور لفافے پر جو مہر ہے اُس کی یہ عبارت پڑھی جاتی ہے "رکن الدولہ مختار الملک شہاب الدین خان بہادر ناصر جنگ"

۳۔ نواب سید احمد علیخان بہادر کو نواب سعادت علیخان والی اودھ نے

یہ القاب لکھا تھا۔

"و برادر کامگار خلوصیت آثار نواب احمد علی خان بہادر" یہ القاب اُن کی تحریر مورخہ پنجم شعبان ۱۲۲۳ہجری کا ہے اور نواب سعادت علیخان ۱۲۱۲ہجری میں مسند نشین ہوے تھے۔

۴۔ شاہ عالم بادشاہ دہلی کی صبیہ نے نواب سید احمد علیخان کو بھائی کرکے لکھا تھا چنانچہ اُن کی ایک تحریر کے لفافے کا القاب یہ ہے "بمطالعہ مباہجہ برادر بجان برابر بلکہ از جان بہتر و خوشتر نواب احمد علیخان بہادر رئیس رامپور بعافیت باشند" دوسری طرف مُہر ہے اُسکی یہ عبارت پڑھی جاتی ہے "نواب معینی بیگم بنت شاہ عالم بادشاہ غازی"

۵۔ نواب سیّد نصر اللہ خان کو نواب غازی الدین حیدر خان بہادر ولی عہد نواب سعادت علیخان بہادر والی اودھ نے سلخ شعبان ۱۲۲۳ہجری کی تحریر میں القاب یوں لکھا ہے "امارت و ایالت مراتب گرامی قدر نواب نصر اللہ خان بہادر" دوسری طرف یہ مُہر ہے "وزیر الممالک رفیع الدولہ رفیع الملک غازی الدین حیدر خان بہادر شہامت جنگ" غازی الدین حیدر ۱۲۲۹ہجری میں مسند نشین ہوے تھے۔

۶۔ نواب وزیر علیخان نے جن کو نواب آصف الدولہ اپنا بیٹا اور وارث سلطنت کا اپنے بعد کہتے تھے مگر آخر کو نُطفہ ناتحقیق ثابت ہوے نواب سیّد نصر اللہ خان نائب نواب سید احمد علیخان کو یوں لکھا تھا "شہامت و عوالی نشان نصر اللہ خان بہادر"

٧۔ روشن الدولہ ضیاء الملک سردار ڈکولبرگ یار دٹ بہادر منصور جنگ کی تحریر مورخہ ۲۹ مئی ۱۸۵۸ء موسومہ نواب سید احمد علیخان بہادر کا یہ القاب ہے "بمطالعہ ساطعہ نواب صاحب مشفق و مہربان کرم فرمائے مخلصان نواب احمد علیخان بہادر سلمہ اللہ تعالیٰ"

ایسٹ انڈیا کمپنی کی ایک تحریر میں جو نواب سید احمد علیخان بہادر کے نام ہے یہ القاب ہے "نواب صاحب مشفق مہربان مخلصان نواب احمد علی خان بہادر سلمہ اللہ تعالیٰ"

٩۔ جنرل آنریبل سر اڈورڈ صاحب بہادر نے نواب سید احمد علیخان بہادر کو یوں لکھا تھا "بشرف ملاحظہ نواب صاحب مشفق بسیار مہربان مخلصان نواب احمد علیخان بہادر سلامت موصول باد" اندر لفافے کے آداب یوں تھا "بعد ابراز مراتب اشتیاق مواصلت موفور المسرت" دوسری طرف لفافے پہ یہ مہر تھی "جنرل آنریبل سر اڈورڈ صاحب بہادر نقشادار گرانڈ کراس اعلیٰ مراتب منصبین نورانڈ سپہ سالار لشکر اعظم عساکر بادشاہی سرکار کمپنی ہز پر متعلقہ کشور ہند"

١٠۔ اکبر شاہ بادشاہ جو ۱۸۰۶ء مطابق ۱۲۲۱ ہجری میں دہلی میں مسند نشین ہوئے تھے اپنی ایک تحریر میں نواب سید احمد علیخان کو لکھتے ہیں۔

"فدوی خان عقیدت اختصاص لائق العنایات والاحسان مورد تفضلات بوده بداند اس تحریر کا مضمون ہے محمد کبیر خان ناحق مارا گیا ہے اس کے مرتبہ شہادت کو پہونچنے میں کوئی شک نہیں۔ اس کے تین بیٹے دو بیٹیاں ایک زوجہ رہ گئی ہے ان کی معاش کا کوئی ذریعہ نہیں چونکہ وہ اس فدوی کے یہاں کا

قدیمی پرورش یافتہ تھا اس لیے اُس کے پس ماندون کے گذارے کے لیے
بندوبست کر دینا چاہیے حسب الحکم والا اس امر مین تاکید مزید جانو کہ خوشنودی
مزاج کا موجب ہوگا۔ اس تحریر کے لفافے پر بادشاہ کی مُہر ہے۔

مراسم و دستورات

اس ریاست مین ریاستہاے ذیل سے مراسم واتحاد و یک جہتی وسلسلۂ رسل
و رسائل عہد نواب سید کلب علیخان بہادر سے جاری ہین۔
اجی گڑھ۔ بنارس۔ بڑودہ۔ اندور۔ پٹیالہ۔ دھولپور۔ لوہارو۔ گوالیار۔
جوناگڑھ۔ جاورہ۔ رتلام۔ کپورتھلہ۔ ٹونک۔
علاوہ ریاستہاے صدر الذکر کے اور بہت سی ریاستون سے مراسم اتحاد
قائم ہین۔ اُن ریاستون مین بہ تقریب تہنیت و تعزیت اس ریاست سے سفیر بھیجا
جاتا ہے اور اسی طرح وہان سے آیا کرتا ہے۔

خاندانِ ریاست

نواب سید علی محمد خان بہادر کی تمام آل و اولاد کو خاندان ریاست کہتے ہین
اور خاندان ریاست مین سے مردون کو بلفظ صاحبزادہ اور عورتون کو بلفظ بیگم تعبیر کرتے ہین۔
صاحبزادون مین سے کئی صاحبزادے ایسے بھی ہوے ہین جو اپنی وجاہت کی وجہ
لفظ نواب کے ساتھ پکارے جاتے ہین جیسے نواب سید محمد یار خان خلف نواب سید
علی محمد خان بہادر اور نواب سید احمد یار خان خلف نواب سید محمد یار خان نواب
سید نصراللہ خان خلف نواب سید عبداللہ خان۔
خاندان ریاست کو بہت سے معاملات مین دوسری معزز قومون سے امتیاز

حاصل ہے اور یہ امتیاز نواب سید نصراللہ خان کے عہد نیابت تک بہت ترقی پر رہا اور نواب سید کلب علیخان کے عہد سے درجے سے گر گیا۔

تمام اہالی خاندان کو ریاست سے وظائف دیے جاتے ہین اُن مین سے بعض علوفے قدیمی اور موروثی ہین اور اکثر عنایاتی کہ فرمان روائے وقت کی نظر پرورش پر منحصر ہے۔

ہم اُن کی بعض خصوصیات اس مقام پر ناظرین کی آگاہی کے لیے کتاب قانون خاندان موجودہ کتب خانۂ ریاست رامپور سے منتخب کر کے درج کرتے ہین ان سے اُن کے اعزاز قدیمہ کا حال معلوم ہو گا۔

خاندانی عدالتون کی حاضری سے مستثنٰے تھے

اس خاندان کی نوبت شریعت اور پنچایت کو نہین پہونچتی تھی۔ البتہ ایکبار صاحبزادہ سید عنایت اللہ خان اور صاحبزادہ سید مظفر علی خان نے اپنی خوشی سے بلند خان پٹھان سے اپنے مقدمے مین بابت خرید چاک ملک کے رئیس کے حکم شریعت کی تھی۔ اور ایکبار صاحبزادہ سید نیاز علیخان نے بھی شریعت کی تھی کیفیت اسکی یہ ہے کہ احمد خان پٹھان کے نکاح مین مدّو ڈومنی تھی اور شمو گھیّا ڈومنی کی جسکا لقب امتیاز محل تھا بہن تھی نواب سید احمد علیخان گھیّا کے بالکل قابو مین تھے شمو نے امتیاز محل سے کہا کہ جس طرح ہو سکے اس بلا کو میرے سر سے ٹالنا چاہیے اُس نے نوابصاحب سے عرض کیا کہ مدّو سے صاحبزادہ سید نیاز علیخان کو بچانا چاہیے نوابصاحب نے امتیاز محل کی خاطر سے سید نیاز علی خان سے فرمایا کہ مدّو احمد خان کی زوجہ مطلقہ نہین ہے اگر تم کو اس بات کا دعوےٰ ہے تو شریعت کر لو اور ثبوت

طلاق کے گواہ پیش کرو۔ چنانچہ جامع مسجد مین شریعت ہوئی مُلّا محمود وکیل احمد خان نے قاضی غلام رسول اور مُفتی شرف الدین سے کہا کہ مدو کو احمد خان کے سپرد کر دینا چاہیے وہ اپنے پہلے زوج کے گھر جا کر طلاق کا دعوے کرے۔ جب نوابصاحب کے حضور مین یہ بات عرض کرائی گئی تو فرمایا کہ اس شرط سے مدو احمد خان کے گھر بھیجی جا سکتی ہے کہ احمد خان اس بات کی ضمانت دے کہ وہ مدو کو نہ مار ڈالے گا۔ احمد خان کو ضمانت بہم نہ پہونچی اس لیے نوابصاحب نے مدو کو اپنے محلات مین رکھ لیا کچھ عرصے کے بعد احمد خان مر گیا تو نوابصاحب نے مدو کو سید نیاز علیخان کے حوالے کر دیا۔

اہالی خاندان کے تمام معاملات اور مقدمات رئیس کی زبان سے طے ہوتے رہے ہین۔ رئیس کی رائے اس کا قانون تھا۔ سوا اِن دو مقدمون کے ان کا کوئی مقدمہ کچہری مین نہ گیا۔ اُس وقت کے انگریز بھی خاندانیون کی بہت رعایتین کرتے تھے اور ان کے مقدمات کو عدالتون کے سپرد نہین کرتے تھے اور نہ اُن کو حلف دیا جاتا تھا۔ اُس وقت کے رؤسا کو یہ خیال تھا کہ اگر ہمارے اہالی خاندان کے مقدمات کچہری مین گئے تو پھر رفتہ رفتہ خاندان کی عورات کے وہان جانے پر نوبت پہونچ جائے گی۔ جب نواب سید احمد علیخان کا اہلِ خاندان سے بگاڑ ہوا اور خاندانی بنارس اور کلکتہ تک استغاثے کو گئے اور پھر رامپور مین آئے تو اُن کی باہمی منازعت قاعدہ قدیم کے موافق طے ہوتی مگر جب کوئی شخص رعایا مین سے اُن پر مستغیث ہوتا تو نواب سید احمد علیخان اُن کو نیچا دکھانے کی غرض سے مقدمہ عدالت کے حوالے کر دیتے تھے مگر محمد عظیم اخونزادے جو نواب

سید احمد علی خان کے بہت بڑے اہلکار تھے ادب کی وجہ سے مستغیث کی سفارش اہل خاندان سے کرتے تھے اگر مان لیا اور سفارش قبول کر لی تو فبہا ورنہ معاملہ پھر خاص نواب صاحب کی زبان سے طے ہوتا تھا۔ اگر خاندانیوں کو کسی امر کے اقرار یا کسی معاملے کی ضرورت واقع ہوتی تو رئیس کے دربار میں جاکر وہ معاملہ طے کر لیتے اور جب تک نواب سید نصر اللہ خان نائب اور ریاست کے کارپرداز رہے اُن کے سامنے معاملات طے ہو جاتے۔ خاندانی کچہریوں اور محکموں کی حاضری سے مستثنیٰ تھے کیونکہ اُن کے نزدیک یہ تہتک تھا۔

آداب خاندان جن میں سے بہت کچھ نواب سید احمد علی خان بہادر بلکہ نواب سید محمد سعید خان بہادر کے عہد حکومت تک باقی رہا اور کچھ باتیں اُن میں سے اب تک بھی باقی ہیں

خاندانی مرد اور بیگمات اپنے مکانوں اور دوسروں کے مکانوں پر مسند پر بیٹھتے تھے مگر والی ملک کے حضور میں مسند پر نہیں بیٹھ سکتے تھے اور چند خاندانیوں کے ساتھ چوبدار چلتے اور رئیس کے حضور تک اُن کے ساتھ رہتے تھے نقرئی پنکھے اور نقرئی چھاتے صاحبزادوں اور بیگمات کے ساتھ ہوتے تھے۔ اگر رئیس کی سواری کے ساتھ اُن کی بھی سواری ہوتی تو یہ سب سامان نہ ہوتا اگر کسی خاندانی کو رئیس کسی کے استقبال کے لیے یا سفارت کے طور پر بھیجتا تو گھوڑا ہاتھی وغیرہ

جلوس کا سامان ہمراہ کرتا۔ چنانچہ لارڈ مائرا گورنر جنرل ہندوستان کے استقبال کے لیے نواب سید احمد علیخان نے صاحبزادہ سید سعادت علی خان کو بریلی سے بیل پور کو بھیجا اور نواب سید غلام محمد خان نے فتح علی خان کو نواب آصف الدولہ کے دربار میں لکھنؤ کو بعد قتل نواب سید محمد علی خان کے اپنی طرف سے بطور وکالت کے بھیجا تو سارا سامان جلوس اُن کے ہمراہ کیا تھا۔ اہل خاندان اگلے زمانے میں رئیس کو صرف دو مرتبہ عیدین کو نذرین دکھایا کرتے تھے اور جب گورنر جنرل آتے تو اُنکی نذر کو بھی جاتے۔

اہل خاندان اپنے مختارکارون اور کارندون سے حساب اپنی حویلی پہ سمجھا کرتے تھے جب کوئی رقم کسی پر برآمد ہوتی تو اکثر اپنے اختیار سے وصول کرتے تھے یہ قاعدہ نواب سید فیض اللہ خان کے عہد سے جاری تھا اسی طرح اپنا قرض بھی وصول کیا کرتے تھے۔

خاندانیون کا ریاست کے اہلکار اور باشندے نہایت احترام کرتے تھے رائے دھونکل سنگھ رامپور میں آکر نائب ریاست ہوا اُسکی حکومت کا آغاز تھا۔ نواب سیّد احمد علیخان برہ میں مقیم تھے عید کا دن ہوا تو خاندانی مرد نذرون کو گئے دروازے پر رائے دھونکل سنگھ بیٹھا ہوا تھا اُس نے خاندانیون کو سلام نہ کیا نواب سید احمد علیخان کو جب اسکی خبر ہوئی تو رائے دھونکل سنگھ کی نسبت نا ملائم الفاظ کہے اور اُس سے کہلا بھیجا کہ تم نے ہمارے اہل خاندان کو سلام کیون نہ کیا"، رائے دھونکل سنگھ نے جواب دیا کہ "حضور نے فرما دیا تھا کہ تم ہمارے سوا کسی کو نہ سمجھنا اسلیے مین نے اُن کو سلام نہ کیا" نواب صاحب نے فرمایا کہ اس قول سے مراد ہماری یہ تھی کہ تم کسی سے ملت اور تعلق نہ رکھنا۔ ہم نے سلام کرنے اور آداب ملحوظ رکھنے کی ممانعت

نہین کی تھی اُس دن سے راے دھونکل سنگھ خاندان کا ادب کرنے لگا۔

اہل خاندان اور اُن کے نوکرون کو شہر مین کسی مقام پر شب کے وقت بغیر روشنی کے چلنے کی ممانعت نہ تھی۔

اہل حرفہ یا گاڑی۔ اینٹین۔ چونہ۔ صندلہ وغیرہ رعایاے رامپور سے درکار ہوتا تو اپنے حکم سے طلب کر لیتے اور ریاست کے سرشتے کے موافق مزدوری اور قیمت دیتے جس قدر سامان اُن کے مکانون کے لیے ضروری ہوتا اُس کا محصول اُن کو معاف تھا۔ اسباب تجارت پر البتہ اُن سے محصول بہ نسبت رعایا کے نصف لیا جاتا تھا

اہل خاندان مین کبھی کسی سے خونبہا نہین دلایا گیا البتہ مدو ڈومنی نے کہ صاحبزادہ سیّد نیاز علی خان کی منکوحہ تھی چار کنیزون کو مروا ڈالا تھا اور گچھیا محبوبہ نواب سیّد احمد علی خان کو مدو سے قلبی عداوت تھی گچھیا کے سکھانے سے نواب موصوف نے تین ہزار روپے خونبہا کے نام سے مدو زوجہ صاحبزادہ سیّد نیاز علی خان سے وصول کیے۔ مگر بعد اس کے نواب سید احمد علی خان نے اپنے خزانے سے الضاعف روپیہ سید نیاز علی خان کے قرض خواہون کو دے کر اُن کے سر سے قرضہ اُتار دیا اور اُن کی اس طرح دلدہی کر دی۔

نواب سید احمد علیخان کے عہد سے پہلے خاندانی قتل کے عوض مین قید بھی نہین ہوتے تھے اور قصاص تو اب تک کسی پر جاری نہین ہوا۔ صاحبزادہ سید یعقوب علیخان نے نواب سید فیض اللہ خان بہادر کے عہد مین اپنی زوجہ کو ذبح کر ڈالا تھا نواب موصوف نے سید یعقوب علیخان کو مراد آباد کی طرف نکلوا دیا اور آپ ٹھاکردوارے کو چلے گئے تین چار روز کے بعد وہان سے واپس تشریف لائے تو اقربا اور سرداروں کی

سفارش سے سیّد یعقوب علیخان کی خطا معاف کردی۔ نواب سید احمد علیخان کے عہد مین صاحبزادہ سید حبیب اللہ خان نے اپنے بیٹے سید عزیز اللہ خان کو گالیان دین بیٹے نے باپ کے چھری ماردی باپ مرگیا عزیز اللہ خان کے چچے بہت برافروختہ ہوے اُن کی خاطر سے نواب سید احمد علی خان نے قاتل کی کمر پہ سو کوڑے لگوا دیے۔

قدیم سے خاندانیون کو ٹھیکہ نہین دیا جاتا تھا نہ اُن سے کسی کی ضمانت قبول کی جاتی تھی اس خیال سے کہ مبادا یہ زیربار نقصان ہوکر تباہ اور نان شبینہ کو محتاج ہوجائین اور اس مین رئیس کا ہتک تھا علاوہ اس کے اُن کے یا اُن کے کارندون کی طرف سے بوجہ زور حاصل ہونے کے رعایا پر جبر و تعدی ہونے کا بھی اندیشہ تھا۔ اسی واسطے نواب سید فیض اللہ خان اور نواب سیّد احمد علی خان خاندانیون کو ٹھیکہ نہین دیا کرتے تھے اور نہ اُن کی ضمانت کسی کی طرف سے مانتے تھے۔ نواب سید فیض اللہ خان کے عہد مین صاحبزادہ سید مصطفےٰ خان نے ٹھیکہ موضع دلاری کا لیا تھا۔ نواب سیّد فیض اللہ خان نے اُسی خیال سے ٹھیکہ موقوف کرکے اُس کی منفعت کے عوض مین دو ہزار روپیہ سالانہ اُن کے لیے مقرر کردیا۔ اُس دن سے یہ رسم جاری ہوگئی کہ کسی خاندانی کو ٹھیکہ نہ دیا جائے۔ مگر نواب سید محمد سعید خان نے یہ قید توڑ دی اور خاندانیون کو خصوصًا ولی عہد ریاست کو بھی ٹھیکہ دیا۔

برادرانہ سلوک سے ناظرین شاید متعجب ہون گے تو انکے رفع استعجاب کے واسطے اس کی تشریح کی ضرورت ہوئی۔ واضح ہو کہ یہان کے رئیسون کا نوب

سید محمد سعید خان کے وقت سے یہ دستور جاری ہے کہ اپنے سامنے اولاد کا پورا بندوبست کرنا ہر ایک رئیس پر اس طرح ضرور ہے کہ خلف اکبر کو کل ریاست ملتی ہے اور دیگر اخلاف کو گذارے کے واسطے پرامیسری نوٹ دیدیتے ہین اور رئیس خود اپنی اولاد سے لادعوے لکھوا کر کہدیتا ہے کہ تمھارا جو حق ریاست مین تھا اُسکے عوض مین ہمنے تمکو پرامیسری نوٹ دیدیے اگر اپنے برادر بزرگ کی اطاعت کروگے تو اُن کو برادرانہ سلوک کا اختیار ہے نہ اطاعت کروگے تو وظیفہ تمھارا گذارہ ہے چنانچہ نواب سید محمد سعید خان نے نواب سید یوسف علیخان کو ریاست دی اور باقی اخلاف کو پرامیسری نوٹ دیے اس کے بعد نواب سید یوسف علیخان نے نواب سید کلب علی خان کو اپنا قائم مقام کیا اور باقی دو بیٹون کو پرامیسری نوٹ دے کر لادعوے لکھا لیا ازان بعد نواب سید کلب علیخان نے نواب سید مشتاق علی خان کو اپنا جانشین کیا اور خلف ثانی کو اُن کے حقوق کے نوٹ علیحدہ کردیے اس حالت مین اگر رئیس بباعث اطاعت و رضامندی بھائیون کے کچھ ماہوار بطور پرورش کے مقرر کردیتے ہین تو اُس کا نام برادرانہ سلوک ہے۔ وہ داخل استحقاق یا معاہدہ ہرگز نہین ہے۔

اشعار مشعر خاتمۂ کتاب از مؤلف عفی اللہ عنہ

کیا اس وقائع کو ہم نے تمام — بعہد خداوند عالی مقام
فلک رتبہ حامد علیخان جسے — کرین بندگی مہر و مہ دو رسے
سزاوار اورنگ شاہنشہی — دُر تاج اقبال و فرماندہی

جسے خلق کہتی ہے لیل و نہار   یہ نواب جمجم جاہ عالی تبار
کرے خسروی کامرانی کے ساتھ   رہے عمر بھر شادمانی کے ساتھ
مخاطب ہے ہر وقت مثل سلف   ریاست کے نظم و نسق کی طرف
دل اسکا رہے مائل کار خیر   رہے جور و بے اعتدالی سے بیر
رہے رہبر اہل اسلام یہ   کرے حسب شرع بنی کام یہ
شریعت طریقت مین بیطاق ہو   اولوالامر منکم کا مصداق ہو
رہے حامی دین حق صبح و شام   بحق محمد علیہ السلام

گذارش تقریب ترتیب کارنامہ

کرون عرض کیا اے فلک احتشام   یہی دل مین حسرت رہی صبح و شام
کہ دل شاد بزم دل آراسے ہون   سرافراز پابوس والا سے ہون
ہر اک طرح کوشش کی تدبیر کی   ولیکن مین خوبی سے تقدیر کی
رہا اس تمنا مین برسون خراب   نہ مطلب سے اپنے ہوا کامیاب
وہی کاوش نامرادی رہی   وہی حسرت بزم شادی رہی
مگر شکر ایزد کہ آہ سحر   ہوئی ہمکنار عروس اثر
مقدر نے کی اس قدر یاوری   کہ مجھکو ملی مختصر چاکری
جو کی دوڑ دھوپ اہل دربار مین   ملازم ہوا خاص سرکار مین
یہ چاہا کوئی ہدیہ لاجواب   کرون نذر خدام عالی جناب
کہا دل نے لے نکتہ دان سخن   دل معنی و لفظ و جان سخن
تجھے چاہیے لے کے کاغذ قلم   خوش اسلوب کر کارنامہ رقم

بیان اُس مین ہو حال امجاد کا خداوند نعمت کے اجداد کا
یہ مضمونِ شایستہ و سودمند طبیعت کو آیا نہایت پسند
اُسی دم سے ہمّت نے باندھی کمر ہوئی شیفتہ حسنِ تحقیق پر
مہینون مین لکھی یہ نادر کتاب نہ آرام دن کو نہ راتون کو خواب
خلائق تھی سرمستِ جامِ فراغ مَے فکر سے مین پریشان دماغ
لیے نذرِ نوابِ عالی مقام کیا مین نے محنت سے آخر تمام
دمِ نازش فکر بھرتا ہون مین حضور آپکے پیش کرتا ہون مین
تمنّا ہے خُدّامِ دانش پسند ذرا دیکھین یہ نسخۂ سودمند
کیے حال اسلاف یکسر رقم بجا ہے جو کہیے اِسے جامِ جم
یہان گذرے ہین جس قدر نامور یہ دیتی ہے اُن کی برابر خبر
حقیقت مین ہے بحرِ آبِ بقا دیا رفتگانِ عدم کو جِلا
وہ گویا نئے سر سے زندہ ہوے دوبارہ زمانے مین پیدا ہوے
مگر حیف ہے بختِ ناکام سے ستمگار چرخِ بدانجام سے
زمانے نے کچھ قدردانی نہ کی نظر جانبِ جانفشانی نہ کی
کسی نے نہ پوچھا کہ یہ ماجرا تمام اتنی محنت سے کیونکر ہوا
سوا اس کا نہین مجھکو رنج و محن سلامت رہین ماہرانِ سخن
مرے بعد اسکی کرینگے جو سَیر کہینگے زہے ہمّت و ذکرِ خیر
نظر ڈالینگے جس گھڑی غور سے بہت حظ اُٹھائینگے ہر طور سے
رہیگا مرا اس سے دُنیا مین نام کہینگے یہی دیکھ کر خاص و عام

کہ نجمی نے لکھی عجب یہ کتاب نہیں سہل ہے جسکا لکھنا جواب
طلسمِ سخن رنگِ تقریر ہے فسون بلکہ اعجاز تحریر ہے
مضامین عمدہ عبارت درست معانی پسندیدہ الفاظ چُست
بلاغت فصاحت سے مملو تمام سزاوار تحسین ہے جملہ کلام

خطاب بہ ساقی بہ طریق التفات و نگارش دعاے ممدوح

پلا مجھکو ساقی مے خوشگوار دکھلائے مزے کیف لیل و نہار
یہ پیمانۂ بادۂ گفتگو ہمیشہ رہے روز و شب دو بدو
تہِ آسمان صورتِ جامِ جم دکھاتا رہے جلوۂ کیف و کم
زمانے میں جب تک ہیں شام و سحر ضیا بخش جب تک ہیں شمس و قمر
بزرگانِ حامد علیخان مدام رہیں اس سے نام آور و نیک نام
مبارک ہو نواب جم جاہ کو خدیوِ جہان غیرت ماہ کو

بقولِ نظامی والا نہاد

مرا شربت و شاہ را نوش باد

تمت بالخیر

از ماہ ستمبر ۱۶ ۱۹ء

بمقام اودیپور ملک میواڑ۔

"مصنف"

خاتمۃ الطبع از جانب کارپردازان مطبع

سب کہان کچھ لالہ وگل مین نمایان ہوگئین
خاک مین کیا صورتین ہونگی کہ پنہان ہوگئین

اللّٰہ اکبر جل جلالہ افلاکی گردشین اور طبقات انسانی کے تغیر و تبدل جو جو عبرت بخش تصرف عمل مین لاتے ہین وہ انجام بین نگاہون بین مآل اندیش طبائع سے پوشیدہ نہین۔ رات دن کے الٹ پھیر نے بڑے بڑے معزز مقتدر اشخاص کی با اثر زندگی کو پورا اور انیاے روزگار کی صحبت سے علیحدہ کرکے آغوش لحد مین سُلایا اور صفحہ ہستی کو آنیوالی نسلون کے لیے پاک و صاف بنایا اگر عالم مین سلسلۂ تاریخ نہوتا تو آج شاہان سلف اور ناموران ماسبق کے حالات و کارنامے پردۂ خفا سے عالم ظہور مین نہ آتے علم تاریخ ہی وہ علم ہے جو اسلاف کے حالات پیش نظر کرکے اخلاف کو تہذیب و شایستگی تک پہونچاتا ہے ہر شخص اس علم سے دین و دنیا کے فوائد پاتا ہے مُردون کو زندہ کرنیوالا جہان نما و جہان آرا مُظہر شان قضا و قدر عبرت خیز و ہمت انگیز منظر غرضکہ اس سے بڑھکر کوئی علم نہین ہے انھین باتون کو پیش نظر رکھکر عالیجناب فضیلت مآب مولوی حکیم محمد نجم الغنی خانصاحب رامپوری ابن مولانا مولوی عبد الغنی خانصاحب نے نہایت تحقیق و دیانت سے افاغنۂ روہیلکھنڈ کی مفصل و مکمل تاریخ لکھکر اپنی تالیفات کثیرہ و تصنیفات متعددہ مین ایک بے بہا اضافہ فرمایا ہے الحمد للہ کہ اخبار الصنادید کی ہر دو جلد جسکی اوّل جلد مین داؤد خان کے زمانے سے نواب سید احمد علیخان کے عہد تک کے مفصل واقعات اور جلد دوم مین نواب سید محمد سعید خانصاحب کے عہد سے اعلیحضرت ہزہائینس سر سید محمد حامد علیخانصاحب بہادر دام اقبالہ کے عہد عدالت مہد تک کے پورے حالات درج ہین حسب ایماے بابو بشن نرائن صاحب مالک مطبع ماہ فروری سنہ ۱۹۱۸ء مطبع منشی نولکشور لکھنؤ مین زیور طبع سے آراستہ و پیراستہ ہوکر سرمۂ چشم مشتاقان ہوا۔